بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (البقرہ ۱۰۵)

(اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے)

جہانِ امامِ ربانی

مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ رضی اللہ عنہ

اقلیم سوم

زیر سرپرستی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظر ثانی
محمد عالم مختار حق

امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ (بقرہ: ۱۰۵)

(اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے)

جہانِ امامِ ربّانی

گوہر قلم

مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم سوم

مرتبین

صاحبزادہ ابو السّرور محمّد مسرور احمد

مولانا جاوید اقبال مظہری

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظرِ ثانی

محمّد عالم مختار حق

امامِ ربّانی فاؤنڈیشن کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء

(جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام .... جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
مرتبین .... صاحب زادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
نظر ثانی .... محمد عالم مختار حق
اقلیم .... سوم (کامل سیٹ سات جلدیں)
تصحیح .... علامہ محمد ظفر احمد نقشبندی، علامہ رضوان احمد مسعودی، مولانا جاوید اقبال مظہری،
مولانا علی انور بگھیو مسعودی، محمد عبد الستار طاہر مسعودی، مولانا اقبال احمد اختر القادری،
مقصود حسین قادری، سیدہ حنا مسعودی، سیدہ صبا مسعودی، سیدہ سمیعہ شاہد، سیدہ ربیعہ شاہد
حروف ساز .... سید شعیب افتخار مسعودی، سید سلمان افتخار، حبیب احمد، سید محمد انیس مسعودی
طابع .... جاوید اقبال مظہری
مطبع ....
طباعت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء
اشاعت .... اوّل (ایک ہزار)
ناشر .... امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
ہدیہ ....

ناشر
امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
اے۔۱، پلاٹ نمبر ۲۳، اسٹیڈیم لین نمبر ۴، خیابان شمشیر، فیز 7، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، فون ۰۲۱_۵۸۴۰۹۹۳
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ملنے کے پتے

☆ ادارۂ مسعودیہ......۲/۶‘ ۵_ای‘ ناظم آباد‘ کراچی_فون ۶۶۱۴۷۴۷_۰۲۱

☆ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز......ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم_اے_ جناح روڈ، کراچی‘ فون ۲۲۱۳۹۷۳_۰۲۱

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز......۱۴-انفال سینٹر، اردو بازار‘ کراچی_فون ۲۶۳۰۴۱۱_۰۲۱

☆ مکتبہ غوثیہ ہول سیل...... پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، نزد پولیس چوکی محلہ فرقان آباد‘ کراچی_فون ۴۹۲۶۱۱۰_۰۲۱

☆ المختار پبلی کیشنز......۲۵_جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی، فون ۷۷۲۵۱۵۰_۰۲۱

☆ فرید بک اسٹال......۳۸-اردو بازار، لاہور_فون ۷۲۲۴۸۹۹-۰۴۲

☆ مکتبہ جامعہ نقشبندیہ بستان العلوم...... کڈہالہ (مجاہد آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

☆ Khalifa Muhammad Yahya, Roza Shareef, Sirhind, District Fatehgarh, Pin code-140406. (INDIA) Ph:01763-30144.

☆ Dr. Mufti Muhammad Mukarram Ahmed, Nusratul Islam Educational Society, Masjid Fatehpuri, Delhi-6, (INDIA)

☆ Mr. Masood Ahmed Ashrafi, Chairman, Global Islamic Mission, 335, Walnut Street # 2, Yonkers New York-10701 (U.S.A)

☆ Mr. Munir Hussain Masoodi, 46-Holly Lane Smethwich, West Midlands B67 7JD. (U.K)

☆ Mawlana Muhammad Qamaruddin Rizvi, Maktaba-i-Rizvia, 423-Matia Mahal, Jama Masjid Delhi 110006, (INDIA)
Ph: 23264524.

☆ Abdul Aziz Siddiqui, 20 Chatripura, Main Road, Indoor
(M.P) INDIA.

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۳۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم

انتساب

☆☆

محققِ اہل سنت

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ

(درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی)

کے نام

☆......جو خاندان مجددیہ کا چشم و چراغ تھے

☆......جو علم و فضل اور تحقیق میں یگانہ تھے

☆......خانقاہ نشینوں میں علم و فضل میں اُن کے معاصرین میں کوئی اُن کا ثانی نہ تھا

☆......جن کی خانقاہ عرب و عجم کا مرجع رہی

☆......جو حق گو اور بے باک تھے

☆......جو سادگی میں لاجواب اور ریا سے پاک تھے

☆......جن کی تصانیف علم و دانش کے چراغ ہیں

☆......جنہوں نے مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ کی نماز جنازہ کی امامت کی (مرتبین)

☆......☆......☆

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

کتبہٗ گوہر قلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہان امام ربانی

اقلیم سوم

وہ بدرالدین وہ قیومِ اول غوثِ صمدانی
مجدد الف ثانی مظہرِ انوارِ ربانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اقلیم سوم

☆☆

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ...... امام احمد رضا محدث بریلوی ۱۱

مناقب ...... قمر یزدانی، خواجہ احمد حسین، کلیم عثمانی
اعزاز الدین، عبدالحکیم اختر ۱۳

ابتدائیہ ...... ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۱۹

تأثرات ...... ڈاکٹر محمد اقبال، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
ڈاکٹر حفیظ ملک، ڈاکٹر زبید احمد
ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ۲۱

کشورِ اوّل

شیخ احمد سرہندی ...... ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ و سید نذیر نیازی ۲۵

مجدد نامہ ...... پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی ۳۵

مقاماتِ مجدد ...... مولانا محمد عبدالاحد ۱۱۱

مقامِ مجدد الف ثانی ...... ڈاکٹر محمد اختر چیمہ ۱۲۱

حضرت مجدد الف ثانی کا مقامِ تجدید ...... علامہ محمد جلال الدین قادری ۱۴۴

حضرت مجدد الف ثانی کے
مقاماتِ روحانی کی چند جھلکیاں ...... ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم ۱۵۳

✪ ...... حضرت مجدد الف ثانی کی ملی و دینی خدمات — پروفیسر محمد عارف اظہر — ۱۷۶

کشورِ دوم

✪ ...... نبوت و رسالت کا اثبات — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی — ۱۹۹

✪ ...... شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی و تجدیدی تحریک
کا مرکز و محور نبوتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) — ڈاکٹر اے۔الف۔ایم۔ابوبکر صدیق
پر ایقان و ایمان — مترجم، ڈاکٹر سید عدنان خورشید مسعودی — ۲۳۷

✪ ...... عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی — پروفیسر سید شبیر حسین زاہد — ۲۴۰

✪ ...... وسیلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم — پروفیسر عبدالباری فرنگی محلی — ۳۰۴

کشورِ سوم

✪ ...... ردِ روافض — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی — ۳۰۹

✪ ...... حضرت مجدد الف ثانی اور تقلید ائمہ مجتہدین — علامہ محمد جلال الدین قادری — ۳۲۹

✪ ...... امام ربانی اور رفع سبابہ — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری — ۳۳۹

کشورِ چہارم

✪ ...... مکتوب امام ربانی
در طریقِ ایصال ثواب و وسیلہ — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی — ۳۵۵

✪ ...... بعض عقائد و معمولات اہل سنت
(مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں) — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد — ۳۵۷

✪ ...... عقائد و تعلیمات حضرت مجدد الف ثانی — قاضی غلام محمد ہزاروی — ۴۰۰

۞ …… مسلکِ مجدد الف ثانی — صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری — ۴۱۲
۞ …… نماز کا جائزہ
(مکتوبات و معمولات امام ربانی کی روشنی میں) — مولانا بدر الاسلام صدیقی — ۴۳۰
۞ …… حضرت مجدد الف ثانی کا طریقہ نماز — مولانا بدر الاسلام صدیقی — ۴۴۶
۞ …… حضرت مجدد کا انداز تعلیم و تبلیغ
اور اس کے اثرات و نتائج — پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی — ۴۵۳

کشورِ پنجم

۞ …… علم اور علماء
حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں — مفتی محمد علیم الدین نقشبندی — ۴۶۳
۞ …… حضرت مجدد الف ثانی کے تعلیمی افکار — ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس — ۵۰۷
۞ …… چالیس ارشادات امام ربانی — علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری — ۵۱۳
۞ …… حضرت مجدد کے اوراد — مولانا بدر الاسلام صدیقی — ۵۲۳
۞ …… راہِ ہدایت — صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد — ۵۳۸
۞ …… ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی — مولانا جاوید اقبال مظہری — ۵۴۶
۞ …… ملفوظات امام ربانی — ابوالرضا مفتی نیر مجددی — ۵۶۶
۞ …… کرامات امام ربانی مجدد الف ثانی — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری — ۵۷۲
۞ …… نگارخانہ — ۶۰۷
۞ …… مرقعات — ۶۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نعتِ رسولِ مقبول

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

☆☆

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رحمت
بَدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

مدینہ کے خطے خُدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

تُو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشمِ عالم سے چھُپ جانے والے

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ؟
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے!

چل اُٹھ ، جبہہ فرسا ہو ، ساقی کے در پر
درِ جود اے میرے مستانے والے؟

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے اُلجھیں
ہیں مُنکر عجب ، کھانے غُرّانے والے

رہے گا یونہی اُن کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اَب آئی شفاعت کی ساعت، اَب آئی
ذرا چین لے ، میرے گھبرانے والے

رضؔا نفس دشمن ہے ، دَم میں نہ آنا
کہاں تم نے دیکھے ہیں چَندرانے والے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نذرِ عقیدت بارگاہِ شیخ مجدد

قمر یزدانی

☆

خلّاقِ دو عالم ہے نگہدارِ مجدد
ہیں سرورِ کونین بھی دلدارِ مجدد

صدّیق و عمر مونس و غمخوارِ مجدد
عثمان و علی بھی ہیں طرفدارِ مجدد

سرچشمۂ الطاف ہے سرکارِ مجدد
اقطابِ زمانہ ہیں نمک خوارِ مجدد

ہے زیبِ نظر رُوئے پُر انوارِ مجدد
دل میں ہے مرے لذّتِ دیدارِ مجدد

سرہند کا ہر ذرّہ ہے صد غیرتِ خورشید
ہیں جلوہ فشاں دہر میں انوارِ مجدد

ہر فتنۂ باطل کو زمانے سے مٹایا
اللہ رے یہ عظمتِ کردارِ مجدد

یہ روحِ مجدّد کا ہے فیضان قمرؔ پر
ہیں ذہن و قلم آج ثناء کارِ مجدد

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

قصیدہ درشانِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی

خواجہ احمد حسین خاں نقشبندی مجددی

☆

پلا دے ساقیا ساغر مجدد الف ثانی کا　　کہ ہوں مشتاق میں یکسر مجدد الف ثانی کا
پلا دے وہ مئے عرفاں کہ زائل ہو خودی جس سے　　رہوں مخمور تا محشر مجدد الف ثانی کا
رہے نام و نشاں میرا نہ کچھ ذات وصفت باقی　　رہے باقی رخِ انور مجدد الف ثانی کا
ہیں درجِ گوہر معنی وہ برجِ مہرِ عرفانی　　جہاں میں نور ہے گھر گھر مجدد الف ثانی کا
عوام ان کے اشارے سے بنے خاصانِ حق یکدم　　یہ ہے مخصوص اک جوہر مجدد الف ثانی کا
کرامات اُن کی ہیں لاکھوں، عیاں ہے جملہ عالم پر　　بنانا قطب و غوث اکثر مجدد الف ثانی کا
جنابِ غوثِ اعظم نے خبر دی ان کی آمد کی　　نہ ہوگا کوئی بھی ہمسر مجدد الف ثانی کا
مٹادی شرک کی ظلمت کیا اسلام کو روشن　　طریقہ سب میں ہے بہتر مجدد الف ثانی کا
مرید اُن کے مرادیں پوری کر دیتے ہیں اکدم میں　　رقم ہو مرتبہ کیونکر مجدد الف ثانی کا
مہینوں برسوں کا رستہ کرا دیتے ہیں طے پل میں　　ہے وجہُ اللہ رخِ انور مجدد الف ثانی کا
سراسر سنتِ بیضا ہے ان کا راستہ احمد　　طریقہ دیکھیے چل کر مجدد الف ثانی کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی

کلیم عثمانی

☆☆

خود آشنا بھی رہا اور خدا آگاہ بھی تھا
وہ ایک مردِ قلندر جو بادشاہ بھی تھا
وہ مردِ حُر، وہ مجاہد، وہ علم کا دریا
تھا ایک صاحبِ دل صاحبِ نگاہ بھی تھا
جھکا سکا نہ کبھی اس کا سر کوئی فرعون
وہ اپنی ذات میں تفسیرِ لاالہٰ بھی تھا
ستیزہ کار رہا ظلمتوں سے جیتے جی
وہ شمعِ بزم بھی تھا چراغِ راہ بھی تھا
بہا کے لے گیا ظلمات کے جزیروں کو
صداقتوں کا ایک سیلِ بے پناہ بھی تھا
نیاز مندوں کے آگے وہ سر جھکا کے رہا
حضورِ شاہ جو انسان کج کلاہ بھی تھا
تلاش کرتی ہے چشمِ فلک اسے اب تک
وہ ایک ذرۂ خاکی جو مہر و ماہ بھی تھا

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

منقبت حضرت امام ربانی

مولانا اعزاز الدین احمد صدیقی

☆☆

تم سا ہے مجدد کون ولی سلطان عالم سرہندی   ہے شان تمہاری البیلی سلطانِ عالم سرہندی
تم نائبِ احمد، ہو تم پیارے احد کے بیحد ہو   تم سا نہ ہوا ہے کوئی ولی سلطانِ عالم سرہندی
تعریف بھلا ہو آپ کی کیا حیران یہاں ہے فکرِ رسا   کہتے ہیں سبھی فرشی عرشی سلطانِ عالم سرہندی
کیا رتبہ عالی ہووے بیاں مجھ عاجز سے اے شاہِ شہاں   تم سارے جہاں کے ہو ہادی سلطانِ عالم سرہندی
از فرش زمیں تا عرش بریں کہتے ہیں تمہیں سب اہلِ یقیں   محبوبِ خدا محبوبِ نبی ﷺ سلطانِ عالم سرہندی
اے ابرِ سخا اے بحرِ عطا اے مہرِ وفا اے شمعِ ہدٰی   قربان ہو تم پر جان میری سلطانِ عالم سرہندی
تم شاہِ شہاں تم فخرِ زماں تم جانِ جہاں تم عرش مکاں   فریاد تمہیں سے ہے میری سلطانِ عالم سرہندی
لاکھوں ہیں ستارے گم مجھ سے اے شمسِ ہدٰی ضو میں تیری   فرماتے تھے تم سے مرشد بھی سلطانِ عالم سرہندی
اے مہرِ ولایت شاہِ شہاں اے شمسِ ہدایت جانِ جہاں   سب میرے لطیفے ہوں جاری سلطانِ عالم سرہندی
میں در پہ تمہارے آیا ہوں اور چند مرادیں لایا ہوں   ہو جائیں یہ پوری میری سبھی سلطان عالم سرہندی
اس درگہِ عالی پر شاہا گم کردہ خرد ہوں میں آیا   اب کیجیے میری راہبری سلطان عالم سرہندی

اعزازِ حزیں کو اب شاہا دو خواب میں اپنا جلوہ دکھا
مدت سے تمنا ہے اس کی سلطان عالم سرہندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بحضورِ مجدد

علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری

☆☆

صاحبِ تجدیدِ دین احمد مختار ہے
اس لیے تو شیخ سرہند سے ہم کو پیار ہے
تھی اِدھر تیری فقیری اور جہانگیری اُدھر
جو جھکانا چاہتا تھا جھک گیا سو بار ہے
سب نے دیکھا تیرے قدموں میں جہانگیری جھکی
اللہ اللہ کس قدر اونچا تیرا دربار ہے
ہند میں اسلام زندہ تیری کوشش سے ہوا
ہم ہیں ممنونِ کرم، احساس ترا سرکار ہے
آپ جیتے اور لاکھوں کو ہزیمت ہوگئی
حق کے آگے کُند ہوجاتی ہر اک تلوار ہے
اہلِ باطل کا تعاقب تو نے جیسے تھا کیا
شیرِ فاروقی، گرج حق کی تری للکار ہے
تیری رگ رت کے لہو سے یہ عیاں ہوتا رہا
حضرتِ فاروقِ اعظم کا تو برخوردار ہے
جو غلط کاروں سے ساری عمر ٹکراتا رہا
دین وملت کا وہی تو مونس وغم خوار ہے
علم وعرفان کے خزائن تیرے مکتوبات ہیں
فیض کا بحرِ رواں تو ابرِ گوہر بار ہے
روحِ ایماں پھونک دی ہے جس نے ہر مکتوب میں
تا قیامت وہ ہدایت کا علم بردار ہے
تیری ہر تحریر سے ظاہر ہے تیرا مرتبہ
عارفِ کامل ہے تو اور صاحبِ اسرار ہے
کشورِ روحانیت میں ہے تیرا ارفع مقام
تو ولایت کی دلہن کا غازۂ رُخسار ہے

پرچمِ عظمت ترا لہرا رہا ہے دہر میں تاجِ ملکِ معرفت کا تو دُرِ شہوار ہے
اہلِ حق ہیں مانتے اس الف ثانی میں تو ہی ناجیوں کے قافلے کا قافلہ سالار ہے
زیبِ سجادہ بہت سے ہیں مشائخ آج بھی تجھ سے کیا نسبت کہ یہ گفتار، تو کردار ہے
مسکن و مدفن ترا ہوتا نہ کیوں سرہند میں ہے اولیائے ہند کا تو سرور و سردار ہے
پیشوا اپنا تجھے وہ بھی بتانے لگ گئے ہیں لصوصِ دیں، تو ہب کا جنہیں آزار ہے
کشتیِ ملت تلاطم خیز طوفانوں میں ہے شیخِ سرہندی جو آ جائے تو بیڑا پار ہے
ابرِ رحمت تیرے مرقد پر گہر افشاں رہے مرجعِ عالم ہے تو اور مطلعِ انوار ہے
کیا تیرے اوصاف لکھے یہ سراسر بے کمال نام آئے مدح خوانوں میں یہی درکار ہے

المدد شیخِ مجدد، نائبِ غوث الورٰی
تیرا اختر دشمنوں سے برسرِ پیکار ہے

☆……☆……☆

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ابتدائیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے ''جہان امام ربانی'' کی تدوین کی توفیق عطا فرمائی...... مہمات کی تکمیل علم و دانش سے نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کی توفیق رفیق سے ہوتی ہے...... بہت سے صاحبانِ علم و دانش کچھ نہ کر سکے، بہت سے کچھ نہ تھے اور بہت کچھ کر گئے...... یہ اس کریم کا فضل و کرم ہے کہ اپنی توفیق سے نوازا اور یہ عظیم منصوبہ مکمل ہوا......

''جہان امام ربانی''، اقلیم سوم (تیسری جلد) آپ کے پیش نظر ہے اس کی فہرس شروع میں دے دی گئی ہے جبکہ اقلیم چہارم (چوتھی جلد) کا مختصر تعارف اسی جلد کے آخر میں شامل ہے...... پہلی اور دوسری جلدوں کی فہرس سامنے نہیں اس لیے نئے قارئین کے لیے ان جلدوں کا تعارف فائدے سے خالی نہ ہوگا......

اس سے قبل پیش کی گئی اقلیم اوّل میں تقدیم، ابتدائیہ اور افتتاحیہ کے بعد کشورِ اوّل میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، منقبت، احادیث مبارکہ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں متقدمین و متاخرین علماء و صوفیہ کے تأثرات اور مثنوی در شانِ حضرت مجدد شامل ہیں.. کشورِ دوم میں تصوف...... کشورِ سوم میں اکابر نقشبندیہ پر مقالات ہیں...... کشورِ چہارم میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی حیات اور ان کے تاثرات پر مقالات ہیں...... کشور پنجم میں سرہند شریف کا تعارف، حضرت مجدد کے حالات زندگی، آپ کے امتیازات، خانقاہ شریف کا علمی ماحول، آپ کا لباس و حلیہ شریف کے علاوہ

نگارخانہ (بعض مقالہ نگاروں کا مختصر تعارف) اور مرقعات بھی شامل ہیں......

اقلیم دوم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشورِ اول میں ماہ و سال، مکتوبات کی تخریج احادیث، فقہی خدمات، عربی زبان و ادب میں خدمات پر مقالات ہیں...... کشورِ دوم میں سنت، بدعت، ذکر الٰہی، مسلک امام ربانی اور آپ کے معمولات شامل ہیں...... کشورِ سوم میں علم لدنی، جذبہ و سلوک، تعلیمات تصوف، تزکہ نفس، صحو و سکر، علم النفسیات، علم الکائنات پر مقالات ہیں...... کشورِ چہارم میں ''مجدد الف ثانی'' اور ''منصب قیومیت'' پر مقالات ہیں جبکہ کشورِ پنجم، عرفان کے مجتہد اعظم، نظریہ وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود، ابن عربی اور امام ربانی کے نظریات کا تقابل اور نگارخانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

قارئین کرام کو دورانِ مطالعہ اگر کہیں کوتاہی یا سہو قلم نظر آئے تو آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ اڈیشن میں درست کرلیا جائے......

یہ روحِ مجدد کا ہے فیضان قمرؔ پر
ہیں ذہن و قلم آج ثناء کارِ مجدد
(قمرؔ)

احقر
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
کراچی

۲۷؍ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
۱۲؍ اکتوبر ۲۰۰۴ء

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تأثرات

☆☆

ڈاکٹر محمد اقبال

میرے قلب میں سوز و گداز کی ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ خاصانِ خدا کا فیض بعد وفات بھی جاری رہتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ حضور انور کے روضہ مبارک سے کس قدر فیضان جاری ہے۔ رقت کا عالم برابر طاری رہا۔ زمان و مکان کا احساس ختم ہو گیا تھا۔ روحانی فیض میرے رگ و پے میں ساری تھا۔ دل میں اس قدر وسعت پاتا تھا کہ ساری کائنات اس میں سما گئی‘‘۔ !

(مکتوب شارح اقبال پروفیسر یوسف سلیم چشتی، مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۶۳ء از لاہور)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے خان خاناں، صدر جہان، خان اعظم، مہابت خان، تربیت خان، اسلام خان، دریا خان، سکندر خان، مرتضیٰ خان جیسے امراء کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی، جہانگیر نہ صرف خود معتقد ہوا بلکہ اپنے بیٹے خرم کو حضرت سے بیعت کرایا۔ سجدۂ تعظیمی موقوف ہوا، گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا جو مسجدیں منہدم ہو گئی تھیں دوبارہ تعمیر (آباد) ہوئیں اور جس قدر خلاف شرع قوانین رائج تھے سب منسوخ ہوئے۔

(جمیل اطہر سرہندی: شیخ سرہند، ص ۱۰۰، بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، ص ۱۷)

ڈاکٹر حفیظ ملک

فی الحقیقت آنے والی نسل کو شیخ احمد نے بے حد متاثر کیا ان کا نعرہ تھا ’’چلو چلو محمد مصطفی ﷺ کی طرف چلو...... ‘‘ مذہبی اور سیاسی حیثیتوں سے یہ نعرہ نہایت ہی دوررس نتائج کا حامل ہوا...... ان کی تعلیمات نے معاصر (اکبری و جہانگیری دور کی) فکر مسلم کو لادینی بنانے کی مخالفت کی۔

(حفیظ ملک، مسلم نیشنلزم ان انڈیا اینڈ پاکستان، بحوالہ پروفیسر شبیر حسین شاہ زاہد، عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی، لاہور ۲۰۰۰ء، ص ۶۹)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد دین الٰہی اپنی موت آپ مرگیا...... بہرکیف! اس الحاد و ارتداد کے خلاف جو زوردار آواز اٹھائی گئی وہ شیخ احمد (سرہندی) کی آواز تھی جن کو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (عقیدہ ختم نبوت، ص ۲۹)

شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضا میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ (اشتیاق حسین قریشی، مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم مومنٹ، جلد اول)

ڈاکٹر زبید احمد

شیخ احمد سرہندی کو بجا طور پر مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے دوسرے ہزارے کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی اور نہایت کامیابی کے ساتھ اکبر اعظم کے ملحدانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کیا۔

(زبید احمد: دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عربک لٹریچر، بحوالہ عقیدہ ختم نبوت، ص ۷۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ اوّل

مجدد کاروانِ عشق کا سالار ہوتا ہے
وہ دل کے آسماں پر مطلعِ انوار ہوتا ہے
(مصطفیٰ)

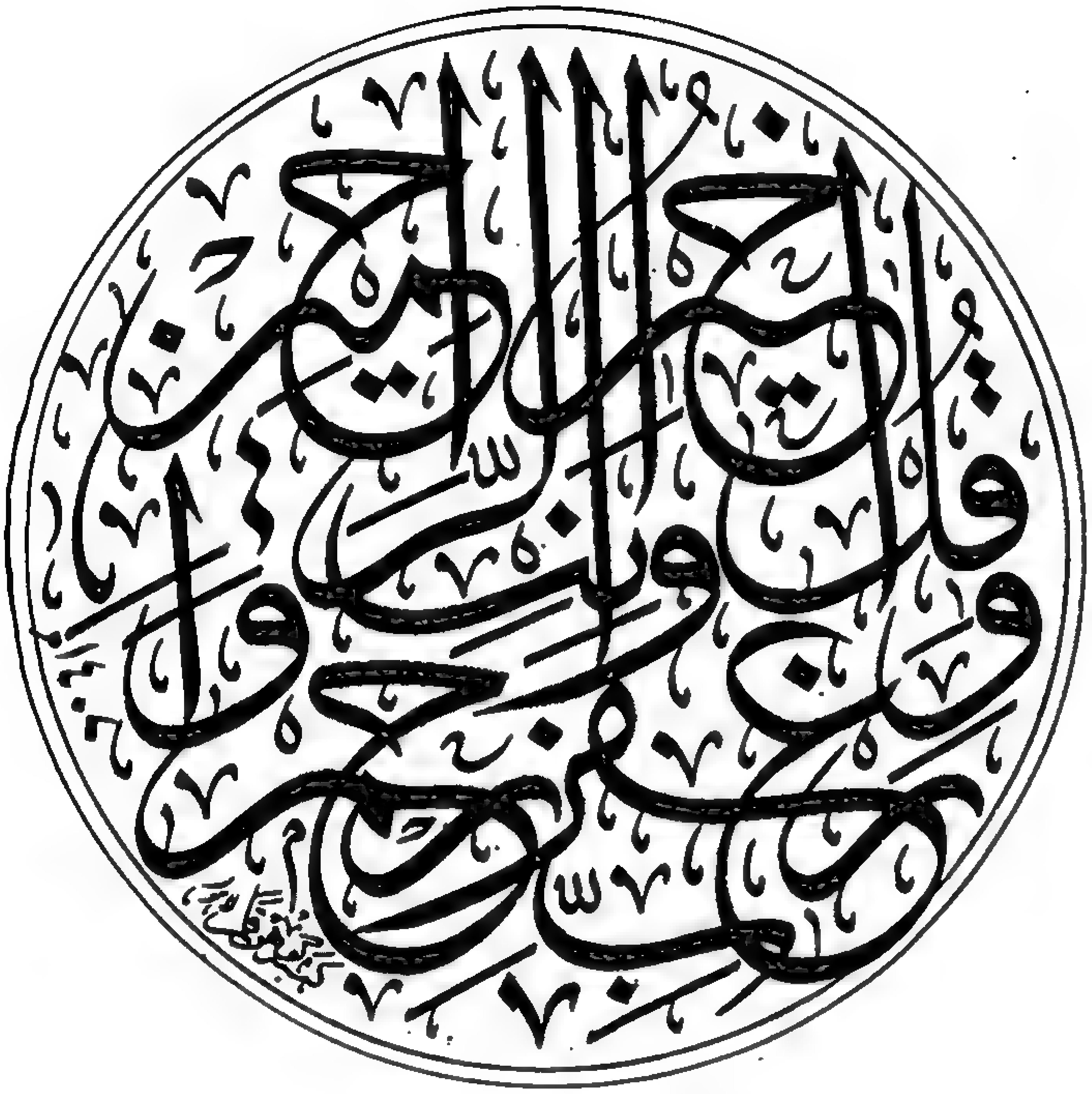
وقل رب اغفر وارحم وأنت خير الراحمين

١٢٨٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

شیخ احمد سرہندی

ڈاکٹر عنایت اللہ، سید نذیر نیازی

☆☆

جناب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور لفٹنٹ جنرل (ریٹائرڈ) ارشد محمود نے مدیر اعلیٰ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ڈاکٹر محمود الحسن عارف کی سفارش پر اس مجموعے کے مرتبین کو خصوصی طور پر یہ مقالہ اس مجموعے میں شامل کرنے کی اجازت دی ہے جس کے لیے ہم ان کے شکرگزار ہیں۔ (مرتبین)

⊗ **احمد، شیخ، سرہندی**ؒ: ابوالبرکات، بدرالدین، شیخ احمد نقشبندی سرہندی، امام ربانی، مجدد الف ثانی، مخدوم شیخ عبدالاحدؒ کے صاحبزادے، جو شیخ عبدالقدوسؒ گنگوہی کے مرید اور خود بھی ایک صاحب علم بزرگ تھے۔ تاریخ ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء؛ مولد سرہند: سلسلۂ نسب جناب فاروق اعظم حضرت عمرؓ ابن الخطاب سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور چند ہی سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ پھر سیالکوٹ تشریف لے گئے اور معلومات میں مولٰینا کمال کشمیری کے سامنے، جو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے بعد استاد تھے، زانوے

تلمذ تہہ کیا۔ حدیث، فقہ و تفسیر کے ساتھ ساتھ عربی ادب کا مطالعہ بھی جاری رہا۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو پھر سرھند آ کر درس و تدریس کی طرح ڈالی، لیکن طلبِ علم کا شوق انہیں پھر کشاں کشاں رھتاس اور جونپور لے گیا۔ اکبر آباد (آگرے) میں بھی قیام فرمایا، جہاں ابو الفضل اور ابو الفیض فیضی سے صحبت رہتی اور مسائل علم و حکمت زیر بحث آتے۔ یہی صحبتیں ھیں جن میں حضرت مجددؒ کو نہایت قریب سے ان حالات کے مشاہدے اور ان اقدار و خیالات اور ان سیاسی و اجتماعی عوامل سے واقفیت پیدا کرنے کا موقع ملا جن کا تعلق اکبر کے عہد اور بالخصوص اس کے ذاتی حلقے سے ہے۔ قیام اکبر آباد ھی کے دوران میں آپ کے والد ماجد نے آپ کو سرھند طلب فرمایا۔ آپ واپس تشریف لائے تو آپ کی شادی شیخ سلطان رئیس تھانیسر کی صاحبزادی سے کر دی گئی۔ شادی کے بعد آپ نے ایک حویلی اور ایک مسجد تعمیر کی اور سرھند ھی میں مقیم ھو گئے۔ اس اثناء میں آپ طریقۂ چشتیہ کے علاوہ، جس کی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد سے پائی تھی، شاید طریقۂ سہروردیہ اور طریقۂ قادریہ میں بھی داخل ھو چکے تھے اور اپنے ایک اور استاد شیخ یعقوب کشمیری کی بدولت اگرچہ طریقۂ کبرویہ سے بھی استفادہ کیا تھا، لیکن اس کے باوجود اطمینان کلی سے محروم تھے، مگر پھر ۱۰۰۸ھ میں سفر حج کی غرض سے دھلی پہنچے تو آپ کے دوستوں میں سے مولانا حسن کشمیری نے آپ سے حضرت خواجہ باقی باللہؒ نقش بندی کے کمالات کا ذکر کیا۔ حضرت مجددؒ کا اشتیاق بڑھا تو وہ انہیں حضرت خواجہؒ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت مجددؒ نے چند ھی دن ان کی صحبت میں گزارے تھے کہ

وہ بے اطمینانی جس سے دل میں خلش رہا کرتی تھی اطمینان سے بدل گئی۔ ادھر حضرت خواجہؒ پر بھی آپ کے جذب و شوق اور صدق و صفا کے ساتھ ساتھ اتباع شریعت اور حمیت دینی کا بڑا اثر تھا۔ پھر جب آپ نے باقاعدہ حضرت خواجہؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان کے ارشاد کے مطابق سرہند واپس تشریف لے گئے اور اس سلسلۂ ارشاد و ہدایت کی ابتداء کی جو ارضِ پاک و ہند میں مسلمانوں کی حیاتِ ملی کے لیے ایک بڑے فیصلہ کن اور دوررس انقلاب کا باعث ہوا۔ اس دوران میں آپ حضرت خواجہؒ کی دعوت پر ایک مرتبہ پھر دہلی تشریف لے گئے اور چند مہینے ان کی صحبت میں بسر کیے۔ ظاہر ہے اس زمانے میں انہوں نے اپنے مرشد سے بالخصوص اکتسابِ فیض کیا ہوگا، لیکن اس کے بعد پھر آپ کا ان سے ملنا ثابت نہیں حتیٰ کہ حضرت خواجہؒ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مجددؒ اس وقت لاہور میں تھے جہاں حضرت خواجہؒ ہی کی ہدایت پر آپ تشریف لے گئے تھے۔ مرشد کی وفات کا حال سن کر آپ دہلی پہنچے، مزار پر حاضری دی، اور سرہند واپس آ گئے۔ ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۹ء میں آپ کو جہانگیر نے آگرے میں طلب کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب آپ کا سلسلۂ تلقین و ہدایت دور دور تک پھیل چکا تھا اور آپ کے مرید اور خلفاء اسلامی ہند کے اقطاع و اضلاع کے علاوہ بیرون ہند میں بھی موجود تھے۔ آپ کے سامنے اب ایک عظیم الشان کام تھا، یعنی ان خرابیوں کی اصلاح جو طرح طرح سے مسلمانوں میں پھیل رہی تھیں اور جن سے ایک طرف مسلمانوں کا شعورِ ملی، دوسری جانب اتباع شریعت اور اقامتِ دین کے لیے ان کا احساس روز بروز کم ہو رہا تھا۔ یہی حالات تھے جنہیں دیکھتے ہوئے آپ کے ایک پرجوش مرید شیخ بدیع الدین نے جہانگیر کے لشکر کا رخ کیا اور اسے

دعوت حق دی تو ایک تعداد کثیر حضرت مجددؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئی ۔ ادھر آپ کے مخالفین نے جہانگیر کو بھڑکایا اور حضرت مجددؒ پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے بعض دعاوی میں حدودِ شریعت سے تجاوز کر گئے ہیں ۔ یہ امر مصالح ملکی کے خلاف تھا ۔ بہر کیف آپ دربارِ شاہی میں پہنچے تو جہانگیر بڑی بے ادبی سے پیش آیا، آپ کو مغرور اور متکبّر ٹھیرایا اور اس عذر میں کہ آپ اپنے احوالِ باطن کی اصلاح کر سکیں آپ کو قلعۂ گوالیار میں قید کر دیا: لیکن حضرت مجددؒ کے لیے قید و بند کا یہ سلسلہ ایک نعمت غیرمترقبہ ثابت ہوا: چنانچہ اس دوران میں آپ نے اپنے مراتبِ روحانی میں بالخصوص ترقی کی، جس کا اظہار آپ نے اپنے مکتوبات میں بھی کیا ہے ۔ زندانِ گوالیار ہی میں کئی ایک غیر مسلموں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور کئی ایک مجرموں نے صدق دل سے توبہ کی ۔ سال بھر کے بعد جب جہانگیر نے، جو معلوم ہوتا ہے اپنے اس فعل پر نادم تھا، آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا تو اس کے دل میں حضرت مجددؒ کی عظمت راسخ ہو چکی تھی اور وہ دل سے ان کا معتقد ہو گیا تھا ۔ اس نے حضرت مجددؒ کو اجازت دی کہ جی چاہے تو سرہند واپس تشریف لے جائیں اور جی چاہے تو لشکر شاہی کے ساتھ رہیں ۔ علاوہ اس کے خلعت فاخرہ بھی عطا کیا ۔ حضرت مجددؒ نے اپنی دعوت کے پیش نظر لشکر کے ساتھ رہنا پسند کیا: چنانچہ کئی ایک مہموں میں آپ بادشاہ کے ساتھ رہے ۔ بادشاہ کی توجہ بھی اب روز بروز اس امر پر مرکوز ہو رہی تھی کہ حکومت کے لیے اتباعِ شریعت فرض ہے ۔ یوں اس طور و طریق کا ازالہ ہوا جو اکبر کے عہد میں حکومت نے اختیار کر رکھا

تھا ۔ اس دوران میں آپ اجمیر بھی تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی کے مزار پر مراقبہ فرمایا ۔ پھر جب پیرانہ سالی کے باعث ضعف جسمانی بڑھنے لگا تو بادشاہ کی اجازت سے سرھند واپس آگئے، جہاں ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ / ۱۰ دسمبر، ۱۶۲۴ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزار مبارک سرھند ھی میں ھے اور اس وقت سے لے کر اب تک ارادت مندوں کی زیارت گاہ ھے ۔ یہ امر قابل ذکر ھے کہ [۱۹۴۷ء میں] سکھوں نے جب سرھند کو تباہ کیا تو حضرت مجددؒ کا مزار ان کی دستبرد سے محفوظ رہا.

حضرت مجدد کی دعوت یعنی اتباع شریعت، احیاے سنت نبوی اور اقامتِ دین کے لیے ان کی اولوالعزمانہ جد و جہد کی اھمیت دوگونہ ھے : ایک مذھبی، دوسری سیاسی ۔ ایک طرف وہ الحاد و زندقہ اور ان فتنوں اور بدعنوانیوں کا ازالہ چاہتے تھے جو اسلامی تعلیمات کی غلط تعبیر یا تصوف کی آڑ میں مسلمانوں میں پھیل رہے تھے، دوسری جانب ان کی نظر حکومت وقت کے ان ملحدانہ اقدامات، خیالات اور نظریات پر تھی جو مسلمانوں کی حیات ملّی کے لیے ایک مادّۂ فاسد کا حکم رکھتے تھے اور ڈر تھا کہ اگر ان کی سیاست اور معاشرت کا یہی عالم رہا تو بہت ممکن ھے ان کی ملّی عصبیت کا خاتمہ ہو جائے: چنانچہ حضرت مجددؒ نے ان دونوں معاملات میں ایک فیصلہ کن موقف اختیار کیا اور جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ان کا درجہ بلا شبہ " ارھاص" کا ھے ۔ اندریں صورت تسلیم کرنا پڑتا ھے کہ حضرت مجددؒ کی شخصیت اسلامی ھندوستان کی تاریخِ تصوّف میں یگانہ ھے . انھوں نے جس طرح اصولاً اسلامی تعلیمات کو ان کی صحیح شکل میں اجاگر کیا اسی طرح اس معاشرے کی حفاظت اور اس کی

اس سیاسی اور ملّی ہیئت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی مجاہدانہ قدم اٹھایا جس میں عملاً ان تعلیمات کا اظہار ہوتا ہے ۔ اکبر کے عہد کی بے اعتدالیوں نے سلطنت مغلیہ کی اسلامی حیثیت کو جس طرح مسخ کر رکھا تھا اور ملک بھر میں کچھ تو عجمی تصوف اور کچھ بھگتی تحریک کے زیر اثر جو ملحدانہ خیالات اور تحریکات پھیل رہی تھیں ان کے ازالے میں حضرت مجددؒ کی مساعی فیصلہ کن ثابت ہوئیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کو اس امر میں شبہ ہے کہ حضرت مجددؒ کی دعوت کا ایک رخ سیاسی بھی تھا وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام اور ہندو مذہب کی آمیزش کا وہ عمل جو سیاست، معاشرت اور تہذیب و تمدن مین جاری تھا حضرت مجددؒ ہی کی کوششوں سے رکا ۔ یہی کوششیں تھیں جن سے مسلمانوں کی ملّی اور قومی عصبیت کو تقویت پہنچی ۔ ایسے ہی ان شیعی اثرات کا جو دربار شاہی پر چھا رہے تھے اور ایک سنّی المذہب مملکت میں ناگواری کا سبب بن رہے تھے قلع قمع ہوا تو انہیں کی بدولت۔ اس عملی جہاد کے ساتھ ساتھ حضرت مجددؒ نے تعلیم و ہدایت اور تزکیہ و تطہیر کا وہ عمل بھی جاری رکھا جس کے بغیر ناممکن ہے کہ اخلاق میں صدق و اخلاص کا رنگ پیدا ہو اور یہ نہایت ہی اہمّ حقیقت سمجھ میں آ جائے کہ ان مباحث کے باب میں جو از روئے فکر یا ایمان و عقائد وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے ہیں ہمارا موقف کیا ہونا چاہیے ۔ لہٰذا حضرت مجددؒ نے شریعت و طریقت، کشف و کرامات، بدعت و سنت اور اجتہاد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار بڑی جرأت سے کیا اور حق یہ ہے کہ اس باب میں ان کے خیالات سے انحراف کا کوئی راستہ نہیں ۔

انہوں نے مسئلۂ وحدۃ الوجود پر بالخصوص توجہ کی، اس لیے کہ یہ ایک ایسا تصور ہے جس کی تعبیر غیر اسلامی رنگ میں بھی ممکن ہے۔ انہوں نے اس کے برعکس وحدۃ الشہود کا نظریہ قائم کیا۔ یہاں اس امر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مجددؒ خود بھی تصوف کے مختلف سلسلوں، بالخصوص سلسلۂ نقشبندیہ سے منسلک اور صاحب حال بزرگ تھے۔ ان کی ذات بھی ائمۂ صوفیہ کی طرح ارشاد و ہدایت کا سرچشمہ تھی اور وہ بھی اس امر کے ذمہ دار تھے کہ اپنے ارادت مندوں کو تزکیۂ باطن کی تعلیم دیں، تاکہ ان کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے؛ لیکن ہندوستان میں کچھ ایسے عوامل کارفرما ہوگئے تھے جس سے اس سانچے کی اصل ہیئت میں بہت کچھ فرق آ چکا تھا؛ لہذا حضرت مجددؒ کی تعلیمات ایک نئے سلسلۂ تصوف کی شکل میں ظاہر ہوئیں — ہمارا مطلب ہے سلسلۂ مجددیہ، جس کے متعلق قابل ذکر امر یہ ہے کہ دیگر سلسلہ ہائے تصوف کے برخلاف، جو بیرون ہند سے یہاں آئے تھے، یہی ایک سلسلہ ہے جس نے ہندوستان سے باہر دوسرے اسلامی ممالک کا رخ کیا۔ حضرت مجددؒ نے اپنے خیالات کی ترجمانی متعدد تصنیفات میں کی ہے، یعنی المبدأ و المعاد (دہلی ۱۳۱۱ھ)؛ رسالۂ تہلیلیۃ (آپ کے مکتوبات کا ضمیمہ)؛ معارف اللدنیۃ؛ مکشفات غیبیۃ؛ رسالۃ فی اثبات النبوۃ اور آداب المریدین میں۔ آپ کے ایک اور رسالے کا عنوان ہے رد روافض؛ لیکن آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت آپ کے مکتوبات ہیں، جو تین دفاتر پر مشتمل ہیں (دفتر سوم بالخصوص اہم ہے) اور جن کی آپ کی زندگی میں اتنی قدر و منزلت ہوئی کہ ان کی نقلیں ہندوستان اور ہندوستان سے

باهر دوسرے ممالک میں پهیل گئیں ۔ غالباً یه کہنا غلط نه هوگا که مثنوی مولٰینا رومؒ کے بعد مکتوبات هی حقائق و معارف اور اسرارِ شریعت و طریقت کا وه خزینه هے جن سے الحاد و زندقه، بدعت اور ضلالت کا قلع قمع هوتا هے ۔ اس امر کی شدید ضرورت هے که مکتوبات کا مطالعه خالصًا علمی نہج پر بهی کیا جائے ۔ اگر ایسا هوا تو اس سے اسلامی تعلیمات، تاریخ تصوّف اور نفسیات مذهب کے متعلق نہایت اهم نکات منکشف هوں گے ۔ مکتوبات کا انداز علمی بهی هے اور واعظانه و خطیبانه بهی؛ زبان مؤثر اور شیریں هے اور اسلوب بیان نہایت سلجها هوا ۔ حضرت مجددؒ کا ذکر ان کے معاصرین اور متأخرین سب نے بڑی محبت اور عزت و احترام سے کیا هے، لیکن پهر ایسا بهی هوا که مکتوبات کی بعض عبارتوں اور ان کے دعوی مجدّدیت پر اعتراضات بهی کیے گئے ۔ دعوی مجدّدیت کی ایک تعبیر یه بهی هو سکتی هے که اکبری الحاد میں ایک فتنه ''الفیه'' بهی تها، جس کا زور اس بات پر تها که اسلام کی تعلیمات صرف ایک هزار سال کے لیے هیں، لہٰذا ان کا دور ختم هو رها هے ۔ اس اعتبار سے دیکها جائے تو دعوی مجدّدیت یا لقب مجدد الف ثانی کی توجیه بآسانی هو جاتی هے، بالخصوص جب مقصد صرف یه هو که مسلمان اپنی زندگی میں وه راسته اختیار کریں جو اسلام نے تجویز کیا هے ۔ رهے ان کے دوسرے دعاوی جو مورد اعتراض هوے تو ان کی وجه زیاده‌تر وه غلط فہمیاں هیں جو روضة‌القیومیة کی عبارتوں سے پیدا هوئیں جو بجائے خود ایک ناقص سی تصنیف هے اور جس کی ذمه‌داری حضرت مجددؒ پر بهر حال عاید نہیں هوتی ۔ اس میں کوئی شک نہیں که ان کے معاصرین، بالخصوص شیخ عبدالحق محدثؒ دهلوی،

کو بھی بعض امور میں ان سے اختلاف تھا، لیکن یہاں بھی زیادہتر دخل غلط فہمیوں ھی کا تھا؛ ثانیاً حضرت مجددؒ کو جب ان اختلافات یا اعتراضات کی اطلاع ھوئی تو انھوں نے بڑے سلیقے سے اپنا موقف واضح کر دیا ۔ یہی وجہ ھے کہ حضرت محدثؒ دھلوی بھی ان کا نام بڑے احترام سے لیتے ھیں ۔ پھر اس ضمن میں ایک اھم بات یہ ھے کہ حضرت مجددؒ نے جب قرآن و سنّت کی قطعیّت اور اتباع نبوی کی فرضیت کے پیش نظر جملہ احوال و مواجید، اور اسی طرح افکار و آراء کی صحت و عدم صحت کے متعلق خود ھی ایک اصول قائم کر دیا تو پھر ان سے اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں رھتی، اس لیے کہ اس صورت میں ھم ھر بات کو اس معیار پر پرکھ سکتے ھیں جو انھوں نے بڑی خوبی اور جرأت سے قائم کیا تھا ۔

مآخذ: (۱) مکتوبات، جو تعداد میں تقریباً ۵۳۰ ھیں، ھندوستان میں کئی مرتبہ چھپ چکے ھیں (چاپ سنگی، لکھنؤ ۱۹۱۳ء؛ دھلی ۱۲۸۸ و ۱۲۹۰ھ؛ امرتسر ۱۳۳۱ تا ۱۳۳۴ھ)؛ (۲) اردو ترجمۂ [مکتوبات]، از قاضی عالم الدین، لاھور ۱۹۱۳ء؛ (۳) تُوزک جہانگیری، علی گڑھ ۱۸۶۴ء، ص ۲۷۲، ۲۷۳، ۳۰۸؛ (۴) عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء؛ (۵) محمد ھاشم کشمی: زبدۃ المقامات، تألیف ۱۰۳۷ھ، مطبوعۂ کانپور، ص ۱۲۶ تا ۲۸۲؛ (۶) بدرالدین سرھندی: حضرات القدس، تألیف ۱۰۵۷ھ، اب تک قلمی نسخے کی صورت میں محفوظ ھے؛ اردو ترجمہ، از احمد حسین خان، لاھور ۱۹۲۲ء؛ (۷) محمد امین نقشبندی: مقامات احمدیہ، تألیف ۱۰۶۸ھ، ابھی قلمی صورت میں ھے؛ اردو ترجمہ لاھور سے شائع ھوا؛ (۸) محمد رؤف احمد: جواھر علویہ، اردو ترجمہ، لاھور

سے شائع ہوا؛ (۹) محمد باقر، کنزالہدایۃ، تألیف ۱۰۷۵ھ، ابھی تک قلمی شکل میں موجود ہے؛ اردو ترجمہ عرفان احمد انصاری نے کیا ہے، جو لاہور سے طبع ہوا ہے؛ (۱۰) مولوی فضل اللہ: عمدۃ المقامات، تألیف ۱۲۳۳ھ؛ (۱۱) محمد احسان: روضۃ القیّومیۃ، مخطوطہ: اردو ترجمہ، لاہور ۱۳۳۶ھ؛ (۱۲) احمد ابوالخیر المکّی: ہدیّۃ احمدیۃ، کانپور ۱۳۱۳ھ؛ (۱۳) عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار، دہلی ۱۳۳۲ھ، ص ۲۲۳ تا ۳۲۶؛ (۱۴) غلام علی آزاد: سبحۃ المرّجان، بمبئی ۱۳۰۳ھ، ص ۴۷ تا ۵۲؛ (۱۵) T.W. Beale: مفتاح التواریخ، کانپور ۱۸۶۷ء، ص ۲۳۰ تا ۲۳۱؛ (۱۶) مفتی غلام سرور: خزینۃ الاصفیاء، کانپور ۱۸۹۴ء، ۲: ۶۰۷ تا ۶۱۹؛ (۱۷) رحمٰن علی: تذکرۂ علمائے ہند، لکھنؤ ۱۹۱۴ء، ص ۱۰ تا ۱۲؛ (۱۸) ابوالکلام آزاد: تذکرہ، کلکتہ ۱۹۱۹ء؛ (۱۹) محمد عبدالاحد: حالات و مقامات شیخ احمدفاروقی سرہندی، دہلی ۱۳۲۹ھ؛ (۲۰) محمد احسان اللہ عباسی: سوانح عمری حضرت مجدّد الف ثانی، رامپور ۱۹۲۶ء؛ (۲۱) شیخ محمد اکرام: رود کوثر، مطبوعۂ کراچی؛ (۲۲) محمد منظور، مدیر: الفرقان (مجدّد نمبر)، بریلی ۱۹۳۸ء؛ (۲۳) محمد میاں: علمائے ہند کا شاندار ماضی، طبع دوم، دہلی ۱۹۴۲ء؛ (۲۴) T. W. Arnold: *The Preaching of Islam*، ص ۴۱۲؛ (۲۵) برہان احمد فاروقی: *The Mujaddid's Conception of Tawhid*، لاہور ۱۹۴۰ء؛ (۲۶) مصطفٰی صبری: موقف العقل و العلم و العالم، قاہرۃ ۱۹۵۰ء، ۳: ۲۷۵ تا ۲۹۹؛ (۲۷) خلیق احمد عثمانی: تاریخ مشائخ چشت؛ (۲۸) وہی مصنف: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی؛ (۲۹) محمد فرمان: حیات مجددؒ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجدد نامہ

(منظوم سوانح امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ)

غلام مصطفیٰ مجددی
(ایم۔ اے)

☆☆

محترم غلام مصطفیٰ مجددی زید مجدہٗ کا یہ منظوم مجدد نامہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ ۱۹۹۴ء میں ماہنامہ انوار لاثانی، لاہور (جولائی واگست ۱۹۹۴ء) میں شائع ہوا اور اس پر بہت سے علماء وفضلاء اور صوفیہ نے منثور اور منظوم تقاریظ تحریر فرمائیں جن سے ''مجدد نامہ'' کی اہمیت اور ہمہ گیر مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم محترم غلام مصطفیٰ مجددی صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ''جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی،، میں اشاعت کے لیے ''مجدد نامہ'' عنایت فرمایا۔ (مرتبین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نغمۂ حمد باری تعالیٰ

☆☆

خُدا وندِ دو عالم کِس طرح ہوگا بیاں تیرا
نہایت تشنۂ تکمیل[1] ہے حرفِ زُباں میرا
جہاں کا ذرّہ ذرّہ تیرے کرّو فر کا شاہد[2] ہے
زمین و آسماں تیرے یہ دہرِ کُن فکاں تیرا
گُلِ نازک ادا بھی تیرا ہی شہکارِ صنعت ہے
یہ حُسنِ گوہرِ شبنم بھی دیتا ہے نشاں تیرا
علاجِ عقلِ ناداں ہے سہارا تیری رحمت کا
سکونِ قلبِ سوزاں ہے جمالِ جاوداں تیرا
قمر تیرے اشارے پر رُخِ انور دکھاتا ہے
ہمیشہ رہنِ[3] منّت ہے، یہ مہرِ ضوفشاں تیرا
تری ذاتِ مقدس ماورائے[4] بزمِ امکاں ہے
تصوّر میں سما سکتا نہیں سرِّ نہاں تیرا
اگر نہ ہو عطائے بے بہا اے مہرباں تیری
بہت بھاری ہو ہم پہ عالمِ سود[5] و زیاں تیرا
عیاں ہے راز ہر اک چیز کی بے تاب گردش سے
سبھی کی آرزوئے جاں ہے نُورِ لا مکاں تیرا

چمن میں فصلِ گل ہو یا خزاں کا دور دورہ ہو
غلامِ مصطفیٰ کو بس ہے، ارشادِ[6] اذاں تیرا
ہے شانِ[7] حمد تیری میرے فکر و فن سے بالاتر
ہے تو ہی اوّل و آخر ہے تو ہی باطن و ظاہر

○

شانِ شہِ لولاک

نبی خازن ہے بحر و بر کی لامحدود[8] دولت کا
یہی قرآن نے بخشا تصور ہے نبوّت کا
جو مستغنی[9] ہوا اُن سے گرا نارِ جہنم میں
جو انکا ہوگیا سو ہوگیا حقدار جنّت کا
سب اُنکے در پہ پھیلاتے ہیں دامانِ طلب اپنا
کہ باڑا بٹ رہا ہے دوجہاں میں انکی رحمت کا
ادھر عرشِ ہدایت پر اُدھر چرخِ کرامت پر
پھریرا اڑ رہا ہے سرورِ عالم کی شوکت کا
کہاں رہتا ہے کوئی، کس طرح ہے، کس بلا میں ہے
میرے آقا سبھی کچھ جانتے ہیں حال اُمت کا
جسے جو کچھ بھی ملتا ہے اُنہی کے در سے ملتا ہے
کہ اُنکا ہاتھ مظہر ہے خُدا کے دستِ قدرت کا
خُدا مالک، نبی وارث[10]، خدا معطی، نبی قاسم"
خُدا خالق ہے عالم کا نبی والی ہے خلقت کا

اُٹھی ہوں گی نگاہیں سب مقامِ[۱۲] حمد کی جانب
وہ آئیں گے قیامت میں پہن کر تاج عزّت کا
زمیں والے، فلک والے، جہاں والے، جِناں والے
سبھی کھاتے ہیں صدقہ انکے دسترخوانِ نعمت کا
کرم اے ماہِ طیبہ ایک جلوے کی ضرورت ہے
اندھیرا بڑھ رہا ہے دم بدم کُفر و ضلالت کا
کھڑا ہوں در پہ تشنہ لب نگا ہے صاحب کوثر
اِدھر بھی ہو خُدا کے واسطے اِک جام رحمت کا
اُنھی کے نام سے روشن ہے دل بھی، دیں بھی دنیا بھی
اُنھی کے دم سے مہکا ہے یہ لالہ زار فطرت کا
خُدا شاہد، خُدا انکا، خُدا کی سلطنت[۱۳] انکی
ملیک[۱۴] کُل ہیں چرچا ہر طرف ہے اُنکی سطوت کا
ضِیائے مُصطفٰی ہی نورِ چشمِ اہلِ عرفاں ہے
ثنائے مُصطفٰی ہی ورد ہے اربابِ رفعت کا
مدد اَے خواجۂ بطحا، نظر اے سرورِ گیہاں
سر آفاق گردش میں ہے تارہ میری قسمت کا
غُلامِ مصطفٰے کو اہلِ دل آزاد کہتے ہیں
کہ یہ قیدی ہے انکے گیسوے وَالَّیْلِ عظمت کا

○

بارگاہِ نور میں

رُخِ انور ترا ہے جلوۂ خورشیدِ فارانی
تجھے دیکھا تو یاد آیا جمالِ ماہِ کنعانی
تری ذاتِ مقدس مرکزِ فیضِ مجدد ہے
ترے سر پہ ولایت کا سجا ہے تاجِ نورانی
گلِ باغِ ہُدا لکھوں، دُرِ کانِ بقا لکھوں
میں کیا لکھوں تجھے اے گوہرِ شادابِ عرفانی
تعالیٰ اللہ تو لفظوں کے پیچ و خم سے بالا ہے
یہی کہتا ہوں تو ہے مظہرِ اخلاقِ سبحانی
اسے کیا بادشاہی سے، اسے کیا دولتِ زر سے
فقیرِ بارگاہِ فقر ہے صد رشکِ سلطانی
تری نظرِ عنایت، فکرِ کامل کا امیں ٹھہروں
یہی ہے جانِ جاں اک مقصدِ تمہیدِ طُولانی
یقیناً رہنما ہیں ریگزارِ زندگانی میں
ترے اطوارِ حقانی، ترے افکارِ قرآنی
ترا نامِ مقدس جب کبھی ہونٹوں پہ آتا ہے
نہایت دیدنی ہوتی ہے اشکوں کی فراوانی
مرے دامن میں اِن گلہائے الفت کے سوا کیا ہے
ترے دربار کی نسبت، ترے در کی ثنا خوانی

ترا ہے نام نور الدین تو ہے نور کا پیکر
چمکتے ہیں اندھیروں میں ترے انوارِ پیشانی
چلے آنا غموں کی رات چھائی ہے زمانے پر
ذرا سا مسکرانا چاندنی ہو وجہِ تابانی
سبق تیری نگاہوں سے ملا ہے آدمیت کا
خُدا شاہد ہے تیرے دم سے ہے میری مسلمانی
تری آنکھیں رموزِ دینِ مصطفوی سے واقف ہیں
ترے دل میں چھپے ہیں سیکڑوں اسرارِ ربانی
درِ فخرِ دو عالم سے وجاہت کا لیے سہرا
تو ہے قطبِ زمانہ، عارفِ حق، غوثِ دورانی
جہانِ رنگ و بو کو فکرِ مغرب نے مَسل ڈالا
دِل و جانِ غلامِ مصطفےٰ کی ہو نگہبانی

○

صاحبِ تجدید

یہ وابستہ ہے نعمت دینِ حق کے پاک داماں سے
خُدا خود حامی[15] و ناصر ہے اس کا خاص احساں سے
خزاں جب بھی نحوست خیز آنچل دیں پہ پھیلاتی
حریمِ قدس سے بارانِ رحمت جوش میں آتی
دلوں کے جب بھی نازک آبگینے ٹوٹنے لگتے
ہر اک جانب سے چشمے برکتوں کے پھوٹنے لگتے

خُدا کے فضل سے اک نا خدا[۱۶] تشریف لے آتا
کنارِ عافیت تک ڈوبتی کشتی کو پہنچاتا
اِسی کو اہلِ ایماں صاحبِ تجدید کہتے ہیں
اِسی کو تاجدارِ کشورِ تفرید کہتے ہیں
یہ ہرگز جھک نہیں سکتا کسی نمرود کے آگے
کسی فرعون کے آگے، کسی مردُود کے آگے
لپٹتے ہیں مجدد کے قدم سے انقلاب آکر
اسی سے روشنی لیتے ہیں ماہ و آفتاب آکر
مجدد سرگزشتِ فکر کا عُنوان ہوتا ہے
مجدد دوجہاں میں محورِ فیضان ہوتا ہے
مجدد کاروانِ عشق کا سالار ہوتا ہے
وہ دل کے آسماں پر مطلعِ انوار ہوتا ہے
مجدد از سرِ نو قوم کی تعمیر کرتا ہے
وہ خوابِ اَوج کو شرمندۂ تعبیر کرتا ہے
غُلامِ مصطفٰے وہ ذات ہے ذیشاں مجدد کی
زمیں تا عرش ہر اک شے ہے مِدحت خواں مجدد کی

◆

پس منظر

زمینِ ہند پر آغاز سے شیطاں[۱۷] پرستی تھی
نہ کچھ تہذیب تھی، بس لعنتِ یزداں برستی تھی

تمنّا لُٹ رہی تھی دل کے نازک آبگینوں کی
وہ دُنیا تھی ستم کیشوں کی اور کوتاہ بینوں کی
خُدائے واحد ویکتا کو سب نے چھوڑ رکھا تھا
صنم تھے، شرک تھا، ظلمت سے رشتہ جوڑ رکھا تھا
کشتری، ویش، شُودر، برھمن[18] یہ چار ذاتیں تھیں
خباثت کی، ضلالت کی، انانیت کی باتیں تھیں
زمانہ رشک کرتا ہر برھمن[19] کے مقدّر پر
گزارا ہورہا تھا اِس ستم گر کا تکبر پر
کشتری تھے جہاں فائز مقامِ بادشاہت پر
تُلی تھی قوم ویشوں کی وہاں جو رو خباثت پر
مگر شودر ہی دہرِ آب وگل میں نقشِ عبرت تھا
نظر میں، دل میں، دنیا میں سراپا دورِ حسرت تھا
اگر وہ بزمِ اہلِ جاہ وحشمت میں چلا جاتا
بصارت چھین لی جاتی، سزا کا غم دیا جاتا
ہزاروں سال بیتے اس طرح کی چیرہ دستی میں
الم کے دھند لکے چھائے تھے محنت کش کی بستی میں
بڑی ہی داستاں پر درد تھی قسمت کے ہارے کی
کبھی صورت نہ دیکھی تھی محبت کے ستارے کی

○

اِسلام کی آمد

جہاں بھر میں ہُوا غُل ہند میں اسلام آیا ہے
ازل کے بتکدے میں نُور کا پیغام آیا ہے
سلاسل کُفر کے سب کاٹ ڈالے ابنِ قاسمؒ نے
غریبوں کے سُنے پُر اشک نالے ابنِ قاسم نے
کہیں داتاؒ چلا آیا کہیں خواجہؒ چلا آیا
بہار آئی، خزاں بھاگی، اَماں کا سلسلہ چھایا
فریدِؒ دہر نے آ کر صفائی کی نگاہوں کی
بدل دی زندگانی بے کسوں کی، بے کلاہوں کی
سکھائے ظلم کیشوں کو رواجاتِ وفامندی
بڑے وِجدان سے کرتے وہ لالے کی حنا مندی
دِیا درمانِ دردِ دل، دلوں کو درد مندوں نے
بنایا دین، دُنیا کو خُدا کے پاک بندوں نے
دِلوں پر کی حکومت قوم کے ان ناخداؤں نے
متاعِ بے بہا بخشی ازل کے بارضاؤں نے
لگایا اپنے سینے سے ہزاروں بے وفاؤں کو
بنایا باحیا نظروں سے لاکھوں بے حیاؤں کو

○

عالم کی بے ثباتی

ہزاروں بادشہ آئے ہزاروں تاجور آئے
ہزاروں بت شکن آئے کئی اصنام گر آئے
ہزاروں کے دلوں پر چل رہی تھی حسن کی آری
ہزاروں نے بدل ڈالی روایاتی فسوں کاری
بہت سے لوگ آئے جو وفا و عشق والے تھے
بہت سے لوگ آئے جو جفا و فسق والے تھے
محیطِ کشمکش میں جستجو تھی سب کو ساحل کی
یہی ہے بے ثباتی راہ کی، راہی کی منزل کی

○

دورِ اکبری کا نقشہ[۲۱]

فضائے نیلگوں پر اک اندھیری رات چھائی تھی
گھٹا کفر و ضلالت کی جہاں میں عود آئی تھی
منازل چھٹ گئیں تاریکیاں چھائی تھیں راہوں میں
حیا باقی نہ تھی بالکل دلوں میں اور نگاہوں میں
تمیزیں اُٹھ گئیں رحمانی و رامی کتابوں میں
جہالت آ گئی تاریخ کے ضوریز بابوں میں
چلا اک سلسلہ ہر سو گناہ و عیب کاری کا
دمک اُٹھا مقدر اہرمن کے ہر پُجاری کا

۱۳۰۸

پٹہ چپکا تھا اہلِ حق کی گردن میں غلامی کا
ہوا آغاز جبر و شیطنت کی بے لگامی کا
جنازہ اُٹھ گیا حسرت سے تشنہ کام اُمت کا
برا لگتا تھا بزم کن فکاں میں نام اُلفت کا
عُروسِ شب کی قسمت میں کہاں تھی صُبح جاں پرور
کہاں تھا فقرِ بوذرؓ، ذوقِ سلماںؓ غربتِ حیدرؓ
فقیہانِ حرم کو رُشد کی مسند سجانی تھی
خُدا کے فضل سے پھر روشنی سینوں میں آنی تھی
بہلنے لگ پڑے ہر آن بادہ خوار سے ہوکر
خلیجِ چشم عالم میں نمِ بے زار سے ہوکر
نظر کا جن کو دعوٰی تھا وہ کم نظری میں کھوئے تھے
سبھوں نے مل کے بیڑے قومِ مُسلم کے ڈبوئے تھے
ہوا برباد گلشن تھے ظلمت سے مرجھائے
پرانے باغباں صیاد بن کر سامنے آئے
دل و جان و نظر پر تھی عجب افسردگی طاری
مسلط ہورہی تھی فکر پہ تہذیب زنّاری

○

دُعائے اہلِ ایماں

الٰہی ''دین اکبر'' سے بچا ایمان رہ جائے
دُعائیں مانگتے تھے اہلِ دل، ایقان رہ جائے

دلوں میں جاگزیں ہو مذہبِ اسلام کی شوکت
کہ پھر نکھرے خُدا کے آخری پیغام کی شوکت
بہاریں لوٹ آئیں، پھر رواں بادِ حجازی ہو
وہی اندازِ رُومی اور پیچ و تابِ رازی ہو
الٰہی پھر سے عالم میں ہمارا بول بالا ہو
زمانے بھر سے اندازِ مسلمانی نرالا ہو

○

ولادت مُجددِ اعظم

دعاؤں کے اثر سے رحمتِ حق جوش میں آئی
نئی ہلچل بالآخر عالمِ خاموش میں آئی
وہ کون آیا ہوئے ہیں دل فروزاں جس کے آنے سے
زمانہ جاگ اٹھا مطربِ حق کے ترانے سے
بشارت جس کے آنے کی سنائی غوثِ[۲۲] اعظم نے
تصرف سے نوازا جس کو سلطانِ دو عالم نے
ملی ہے کس کے در سے بے کسوں کو اُلفتِ مولا
عطا کی کس نے مسلم کو یقیں کی نعمتِ کبریٰ

○

سلامِ پاک

ظُہور جلوہ فطرت، جمالِ زندگانی پر
عُروجِ بندگی، دانائے رازِلن ترانی پر
مُرادِ سرورِ عالم کی پائندہ نشانی پر
مہِ فکر و نظر کی دوجہاں میں ضَو فشانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر

نگارِ باغِ دوراں، مشعلِ بزمِ نجابت پر
نُمودِ شانِ یزداں، پیکرِ اسرار وحدت پر
شہہ اقلیمِ جاں، سرخیلِ افرادِ شہامت پر
گُلِ رحمت نِشاں، شہبازِ اوجِ لامکانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر

رُخِ انور کی طلعت پر قدِ زیبا کی قامت پر
نظر پر، ذوقِ عرفاں پر دِل وجاں کی لطافت پر
سکوں آموز صورت پر سروراندوز سیرت پر
حقیقت خیز نکتہ آفرینی، نکتہ دانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر

کرم گُستر، نظر افروز جس کی ذات والا ہے
زمیں کیا ہے حریمِ ذاتِ حق تک بول بالا ہے
جو مردِ حق شہنشاہانِ عرفاں میں نرالا ہے
مسلماں فخر کرتے ہیں سب اس کی پاسبانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر

زمانے سے مٹایا ظلمتِ اوہام کو جس نے
شکستِ فاش، دیدی ملّتِ اصنام کو جس نے
کیا زندہ جہاں میں عظمتِ اسلام کو جس نے
خُدا کی راہ میں اس کی ادائے جانفشانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر
ہوا دنیا میں جلوہ گر خُدا کا راز داں بن کے
گلستانِ ہدایت میں بہارِ جاوداں بن کے
نشانِ حق نما بن کے، امیرِ کارواں بن کے
سراپا کامیابی پر، نویدِ کامرانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر
نظر کرکے جہاں والوں کو نورِ آگہی بخشا
دلوں کو آرزو بخشی، سرورِ بندگی بخشا
کئی بے خانماؤں کو شعورِ زندگی بخشا
چمن آرائے دینِ مصطفٰے کی باغبانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر
کھِلایا بادِ رحمت کی طرح اسرار کا غُنچہ
دِکھایا شرق سے لے کر غرب تک پیار کا رستہ
وہ آیا تو ہُوا محوِ رواں انوار کا دریا
خرد سے ماورا اِن عظمتوں کی بیکرانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر

نظارہ گاہِ فانی کی ستم انگیز تھی دُنیا
غموں سے چُور تھی ہستی، الم آمیز تھی دُنیا
سکوں غارت ہُوا تھا، درد سے لبریز تھی دنیا
طبیبِ زخمِ دوراں کے وفُورِ مہربانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر
تخّیل سے بھی اونچا ہے درِ فیضِ عُلا جس کا
جلا کرتا ہے طوفانوں میں بھی روشن دیا جسکا
ہزاروں ڈھونڈتے ہیں پھر نہیں ملتا سِرا جسکا
شہنشاہِ بقاء شاہِ صفا، صاحب قرانی پر
سلامِ جان و دل حضرت مجدد الف ثانی پر

◆

شجرہ نسب مجدد پاک

الٰہی واسطہ ہو حضرتِ فاروقِ[۲۳] اعظم کا
مرادِ مصطفٰی کا رونقِ گلزارِ عالم کا
پئے ابن[۲۴] عمر، فیض شہِ ناصر[۲۵] کرم کردے
براھیم[۲۶] و شہِ اِسحٰق[۲۷] کا نقشِ قدم کردے
اَبوالفتح[۲۸] وفا پیکر، نشانِ رحمتِ سرور
عروجِ فلک کے واعِظ جناب اکبر[۲۹] واصغر[۳۰]
کہ مسعود[۳۱] و سلیماں[۳۲] کا ثمر کردے مری نسبت
جہاں میں ہمدمِ نجمِ سحر کردے مری قسمت

جنابِ پاک محمود[۳۳] و نصیر[۳۴] الدین کا صدقہ
شہاب[۳۵] و یوسف[۳۶] واحمد[۳۷] سخا آمین کا صدقہ
شعیبِ[۳۸] پاک کے ایماں سے دِل پرنور ہوجائے
میرا داغِ محبت رُوکشِ صد طُور ہوجائے
وہ عبداللہ[۳۹] ہیں، اسحٰق[۴۰] و یوسف[۴۱] ہیں سلیمان[۴۲] ہیں
سبھی تیرے ہی انوارِ ہدایت سے درخشاں ہیں
نصیر[۴۳] حق، رفیعِ[۴۴] دیں، حبیب[۴۵] مالکِ خلقت
مرے شیخ محمد[۴۶] ہیں سراپا نعمت و برکت
وہ عبدالحی[۴۷] جو لطفِ صاحبِ کوثر کے مظہر ہیں
وہ زین[۴۸] العابدیں جو کاروانِ حق کے رہبر ہیں
رہِ عرفان و مستی میں مری ہستی فنا کردے
وسیلہ بارضاؤں کا مجھے بھی بارضا کردے
خُدایا! حضرتِ[۴۹] مخدوم کا فیضاں عطا کردے
مجھے شیخِ مجدد کا فدائے خاکِ پا کردے
بساطِ علم کیا ہے، دہر میں جو باخُدا کردے
وہی حق آشنا ہے جس کو تو حق آشنا کردے
مرے نالہ و شیون سے تو اِک وجداں بپا کردے
مجھے مُرغِ سحر کا ہم عنان وہم نوا کردے
مرا سوزِ دروں قریہ، قریہ جا بجا کردے
نوائے بے نوا کو صُورتِ بانگِ درا کردے

○

شجرۂ طریقت

خداوند دو عالم، احمدِ مختار کے صدقے
شہنشاہِ رسالت، سرورِ ابرار کے صدقے
مرے فکر و نظر کو نُور بطحا سے منوّر کر
عطا کر چشمِ حق بیں، طلعتِ سرکار کے صدقے
شہِ صدق و صفا، صدّیقِ اکبر، رہبرِ اُمّت
رسُولِ دوسرا، شاہِ رُسُل کے یار کے صدقے
جنابِ حضرت سلمان و قاسم، جعفر صادق،
جنابِ بایزید و بوالحسن غمخوار کے صدقے
ابوالقاسم، جنابِ بُو علی اور یوسفِ ہمداں
جناب عبدِ خالق، پیکرِ انوار کے صدقے
شہِ عارف، شہِ محمودِ ملّت پیشوائے حق
عزیزانِ گرامی، معدن اسرار کے صدقے
علاءالدّین، شہِ یعقوب چرخی، مُرشدِ کامل
معینِ دین و ملّت خواجۂ احرار کے صدقے
شہِ زاہد محمّد، حضرتِ درویش و امکنگی
جناب خواجہ باقی، نازشِ اخیار کے صدقے
امام جنّ و انساں ہادیِ گمگشتگاں، دیں
زمانِ الف ثانی کے علمبردار کے صدقے

وہ جس کا ایک اک نقشِ قدم ہے رہبرِ منزل
رہِ حق کے حُدی خواں، قافلہ سالار کے صدقے
ملی ہے نسبتِ شیخ مجدد جس کے دامن سے
غلامِ مصطفٰے اُس مُرشدِ بیدار کے صدقے

○

خواب

عجب خوابِ[۵۰] اَلم مخدوم حق نے ایک دن دیکھا
تھا زینت خیز اِک عرصۂ گیتی پر چمن پیدا
نسیم جا نفزا سے پھول کھل کھل کر مہکتے تھے
عیونِ رحمت باری بہر جانب چھلکتے تھے
اچانک چھاگئی اک رات سی چرخِ گلستاں پہ
سؤر، سگ، چیل، بندر آگئے ارضِ فروزاں پہ
انہوں نے آکے پھیلایا چمن میں خُبثِ شیطانی
نہایت قابلِ افسوس تھی کلیوں کی ویرانی
یکایک پھر نظر آیا انہیں اک مردِ حقانی
کہ اس کی قوتِ بازو میں تھی تقدیرِ یزدانی
جدھر جاتا ادھر ہی رخ ہواؤں کے پلٹ جاتے،
زمیں کے فاصلے روشن نگاہوں سے سمٹ جاتے
ہوا جگمگ گلستاں اس کے چہرے کی ضیاؤں سے
برسنے لگ پڑیں رحمت کی برساتیں گھٹاؤں سے
بشارت دی کسی نے پاسبانِ بحر و بر ہوگا
یہ مردِ حق مُبارک آپکا لختِ جگر ہوگا!

حالِ شباب

شبابِ زِندگانی میں کمالِ بے بدَل پایا
رُخِ انور تھا یوں مہتاب بادل سے نکل آیا
نگاہوں میں حیا تھی، دل میں تھی موجِ وفا جاری
محبت کی زباں، سے کھینچ لی خلقِ خدا ساری
وہ بحرِ بیکراں تھا علم و عرفان و حقیقت کا
وہ دُرِّ بے بہا تھا فکر و ایقان و بصیرت کا
جمالِ صدقِ صدیقی کا شہکارِ صداقت تھا
جلالِ عدلِ فاروقی کا مینارِ جلالت تھا
وہ آیا بزمِ عالم میں غلامِ مصطفٰے ہوکر
وہ چمکا آسمانِ شوق پہ مہرِ خُدا ہوکر

○

خلعتِ غوثیہ[51]

شہِ بغداد نے آئینۂ اسرار میں دیکھا
کہ اِک مردِ خُدا جلوہ فگن سرہند میں ہوگا
طریقت کو شریعت کے اصولوں سے ملائے گا
صلہِ بن کر گلستانِ وفا میں رنگ لائے گا
اُٹھے گا ہر طرف شدّت سے جب طوفاں ضلالت کا
وہ ہوگا دہر میں سرتا بہ پا ساماں ہدایت کا

بلایا جانشیں کو بارگہ میں غوثِ عالی نے
عطا کی خلعتِ ذیشاں اسے ولیوں کے والی نے
کہا بیٹا! مُجدّد الف ثانی کی امانت ہے
جو اک مقبولِ حق ہے، وارثِ نورِ ولایت ہے
یہ خلعت جان و مال، اولاد سے بھی تجھ کو پیاری ہو
ترے سر پہ سدا سایہ کناں فیضانِ باری ہو
وہ دولت مختلف رستوں سے پھر حقدار تک پہنچی
کرن انوارِ حق کی مشرقِ انوار تک پہنچی
نوازا غوث نے اس پاسبانِ دین و ملت کو
کیا خورشید نے روشن مہِ چرخِ کرامت کو

○

زیارت گاہِ باقی

کمالِ علم[۵۲] و فن حاصل کیا دینِ رسالت کا
ہوا پھر شوق دامنگیر انہیں حج و زیارت کا
خدا کا نام لے کر چل دیے راہِ محبت پر
عجب تھی سرخوشی طاری دل و جان و بصارت پر
وہ دورانِ سفر دہلی رکے آرام کی خاطر
کہ قدرت نے بشارت دی انہیں اکرام کی آخر
وہاں پر منتظر انکا تھا اک درویش حقانی
کہ کب آئیں مجدد پاک، لیں فیضانِ ربانی

وہ تھا نورِ ہُدا، کنزِ بقا کا گوہر یکتا
مجدد نے جو دیکھا اک نظر تو ہوگئے شیدا
گزارش کی جنابِ من مجھے اپنا بنالیجیے
چراغِ معرفت کا ایک پروانہ بنالیجیے
کہا پیرِ مغاں نے تو ہے ساقی بزمِ وحدت کا
نجانے کب سے تھا میں منتظر تیری رفاقت کا
تو پروانہ نہیں، ہے مشعلِ انوارِ عرفانی
رگ و ریشہ میں ہیں تیرے بسے اسرارِ روحانی
تو میری جاں کی راحت ہے مرے ارماں کا حاصل ہے
حریمِ قدس میں بھی عزّت و حُرمت کا حامل ہے
تیری ذاتِ مقدّس محورِ اربابِ رفعت ہے
تیرے سَر پر سجی دستارِ تجدید و خلافت ہے
تو محبوبِ خدائے لم یزل ہے، ذی عطا تو ہے
جہاں میں کشتیِ اسلام کا اب آسرا تو ہے
مرے پُرکیف خوابوں کی تو ہی تعبیر لگتا ہے
سراپا عشق و ہستی میں ڈھلی تصویر لگتا ہے

O

معرکۂ حق و باطل

وہ کیسا دورِ نفرت تھا زمینِ ہند پر طاری
خدا کا نام لینا ہوگیا تھا خلق پر بھاری

کیا اکبر نے کام ایسا خدا سے بے وفائی کا
شقاوت ، ظلم و طغیان اور حق نا آشنائی کا
کیا نادان نے اک اہتمامِ دعوتِ[۵۳] باطل
مزاحم ہورہی تھی روشنی سے ظلمتِ باطل
شراب و زن تھی، زر تھا، بد قماشی کا طریقہ تھا
غرض ابلیسیوں کا ہر سلیقہ بدسلیقہ تھا
ہزاروں اُس جگہ ساماں تھے عیش و بے حیائی کے
پجاری آرہے تھے مغلِ اعظم کی خدائی کے
جہاں پر ''دین اکبر'' کی یہ تشہیرِ بطالت تھی
وہاں سب کی رضا ظاہر ہے تحقیرِ رسالت تھی
بنایا آستاں اس نے مقابل حق پرستوں کا
ہے وقتِ امتحاں مظلوم لوگوں، زیر دستوں کا
وہاں کے بام و در کی قابلِ افسوس حالت تھی
خزاں چھاجائے پھولوں پر یہ شیطاں کی شرارت تھی
جو دیکھی شیخِ ربانی نے گلشن کی زبوں حالی
جلالت سے اٹھے وہ سطوتِ عرفان کے والی
معیت میں لیا کچھ جاں نثاروں، باوقاروں کو
بدلنے جارہے ہیں گل کدوں میں خارزاروں کو

عصائے پاک لے کر آپ نے اک دائرہ کھینچا
کرامت سے تحفظ ہو رہا ہے اہلِ ایماں کا
اٹھے پھر ہاتھ سب کے بار گاہِ کبریائی میں
سحر کردے خدا وندِ دو عالم سب خدائی میں
یہ مٹھی بھر مجاہد برسرِ پیکار ہیں کب سے
مٹادے کفر و طغیاں کو کہ ہم بیزار ہیں کب سے
دعا نکلی صمیمِ دل سے ایسی جھوم کے شاید
اِجابت از درِ حق بہرِ اِستقبال می آید
مسلّط کردیا حق نے عذابِ دردناک ان پہ
ہوئے برباد سب ظالم، پڑی ذلت کی خاک ان پہ
جو نکلا دامنِ تقدیر سے قہرِ خُدا بن کر
وہ طوفاں حلقۂ حق سے گزرتا ہے صبا[۵۴] بن کر
یہی اک فلسفہ تدوینِ روز و شب سے حاصل ہے
ازل کی صبح سے جاری مصافِ ”حق و باطل“ ہے

○

عہدِ جہانگیر

شجر عصیان و نفرت کا اکھاڑا بادِ صَرصَر نے
ستیزہ گاہِ فانی سے لیا رُخ موڑ اکبر نے
بڑا کُہسار سمجھا تھا جسے مضبوط فوجوں نے
بہاکر رکھ دیا بحرِ خُدا کی تیز موجوں نے

خدا والوں سے جو بھی برسرِ پیکار ہوتا ہے
خدا کا فیصلہ ہے دو جہاں میں خوار ہوتا ہے
وفاتِ بادشہ کے بعد تخت و تاج کا مالک
بنا لخت جگر اسکا جہاں کے راج کا مالک
جہانگیر و شہنشہ، تاجدار و صاحبِ سطوت
یہ تھے القاب اس کے یوں تو تھا وہ پیکرِ نخوت[۵۵]
شراب و صنفِ نازک سے بہت مجبور رہتا تھا
خدا و مصطفیٰ کی رحمتوں سے دور رہتا تھا
ہزاروں لوگ اس کو سجدۂ تعظیم کرتے تھے
جہانِ خیر و شر کا مقتدا تسلیم کرتے تھے
یہ اک ''نورجہاں'' تھی حسن دلآرام تھا جس کا
شہنشہ بھی حقیقت میں اسیرِ دام تھا جسکا
حریمِ ناز میں نظرِ شہنشہ میں چہیتی تھی
ادائے دل رُبائی سے دلوں کو لوٹ لیتی تھی
بلائے سر تھی، آشوبِ جہاں تھی، آفتِ جاں تھی،
لباسِ آدمیت میں سراسر مکرِ شیطاں تھی
دماغِ تاجدارِ ہند محوِ جام رکھتی تھی
امورِ سلطنت[۵۶] میں خود نگاہِ تام رکھتی تھی
پدر تھا گر نظامِ دینِ شیطاں چاہنے والا
پسر نے آکے ڈنکارا فصیت کا بجا ڈالا
امیرانِ تشیع کرنے لگے آکر جبیں سائی،
فریبِ حسنِ زن نے بھی کچھ اپنی شان دکھلائی

ثمر انکی امیدوں آرزوؤں کا رسا نکلا
ولی عہدِ حکومت دشمنِ دینِ ہُدا نکلا
شکارِ موج طوفانِ سفاہت اہل ایماں تھے
فلک کی گردشوں پر سب مثالِ چشم حیراں تھے
ہجومِ غم تھا، جاں فرسا ھُمُومِ زندگانی تھے
مسلماں ہر جگہ حالاتِ[57] ابتر کی نشانی تھے

○

دربارِ جہانگیری میں

پکارے اہل شر، باغیِ دوراں شیخ احمد ہے
قوانینِ ریاست سے گریزاں شیخ احمد ہے
ہزاروں لوگ وابستہ ہیں دامانِ ارادت سے
تمہاری سلطنت کو چھین سکتا ہے وہ طاقت سے
لگایا ساتھ اس کے اور بہتاں شیخِ اطہر پر
سمجھتا ہے وہ اپنے آپکو صدیق سے[58] برتر
معاذ اللہ ، اس سرکش کو سولی پر چڑھادیجیے
عقیدہ پُرخطر ہے اس سے ملت کو بچالیجیے
بلایا بادشہ نے پھر انہیں خود آستانے پر
کہ پوچھے کیوں تُلا ہے حرمتِ دیں کو مٹانے پر
شہنشہ کے لیے خم ہر سرِ تسلیم ہوتا تھا،
یہاں توحید نالاں تھی، یہاں ایمان روتا تھا

مجدد نے مگر آ کے قدم پہلے کیا آگے
کہ دیکھیں شانِ استغنا جہانگیر اور جہاں والے
کسی فرماں روائے دور کی پروا نہیں کرتے
گدایانِ نبوّت، بادشاہوں سے نہیں ڈرتے
ہر اک نقشِ تحیُّر ہے ہر اک پہ خوف طاری ہے
نیاز آگینِ مصطفوی کی ایسی ضرب کاری ہے
شہنشہ نے کہا آخر مجھے تجھ سے شکایت ہے
کہ تجھ کو حضرتِ صدیق اکبر سے بغاوت ہے
وہ محبوبِ رسالت تھا، وہ شہکارِ صداقت تھا
غضب ہے، یہ کہ تو ان کو بھی خاطر میں نہیں لاتا
کہا شیخِ مجدد نے یہ بہتان و خیانت ہے
مرے تو فیض کا مرکز ہی خورشیدِ صداقت ہے
نجانے کیوں یہاں بدلا گیا ہے حرف و معنٰی کو
بہت افسوس ہے، دھوکا ہوا شاہِ زمانہ کو
بھلا جو خاک روبی کرتے ہیں ایوانِ شاہی میں
وزیروں سے وہ ہوسکتے ہیں آگے عالی جا ہی ہیں؟
یہ استفہام تھا اک صورتِ تیرِ قضا یارو
کہ حیراں ہوگئے تھے سب کے سب اہلِ جفا یارو
جو کہتا ہے کہ میں ہوں حضرتِ صدیق سے افضل
خدا کی بارگاہ میں وہ لعین، مردود[59] ہے اسفل

مجدد کا عقیدہ دیکھ کر شہ کو قرار آیا
غلط فہمی کے بادل چھٹ گئے، رخ پہ نکھار آیا

○

ہوا شاکی حضورِ شہ میں پھر اک اور سودائی
نہیں کی اس نے کیوں دربار میں آخر جبیں سائی
بجالایا نہیں آداب دربارِ شہنشاہی
یہ لگتا ہے کہ پھیلائے گا لوگوں میں بھی گمراہی
بغاوت کی مجھے آتی ہے بُو اسکی اداؤں سے
بہت بے باک ہے، کرتا ہے یہ باتیں ہواؤں سے
کہا شہ نے یہاں پہ پاس آداب شہانہ کر
میں بیٹھا ہوں تہِ دل سے مرے قدموں پہ سجدہ کر
میں سمجھوں گا ترے دل میں ہے احساسِ وفاداری
تجھے منظور ہیں میرے قوانینِ جہانداری
مجدد نے کہا گردن ہے توحید آشنا میری
جھکا سکتی نہیں ہرگز اسے تیغِ جفا تیری
خدا کی بارگہ میں خم، سرِ تسلیم کرتا ہوں
اسی کے حکم کی آئین کی تعظیم کرتا ہوں
یہ سننا تھا، شہنشہ کی صدا دربار میں گونجی
ملائی جارہی ہے خاک میں تیمور کی پونجی

یہ دربارِ جہانگیری ہے قصرِ بادشاہی ہے
یہاں سر کو اٹھا رکھنا تباہی ہی تباہی ہے
ہوا بن کر اڑا دو اس کی صولت کے نشانوں کو
جلا ڈالو کتابوں کو، گرا ڈالو مکانوں کو
ہوا فرمانِ شہ اک آن میں جی دار بندوں کو
نہ رہنے دو جہاں میں اس طرح کے خود پسندوں کو
پکڑ کر پھینک دو فوراً ہمارے جیل خانے میں
رہے باقی نہ اس کی داستان تک بھی زمانے میں
وہاں پر ذوق و وجداں اسکا بالکل سرد ہوجائے
تشخص ختم ہوکر راستوں کی گرد ہوجائے

یہ دھمکی کب انہیں راہِ حقیقت سے ہٹا پائی
وہ تھے حسنِ ازل کی جلوہ گاہوں کے تماشائی

○

قیدِ گوالیار میں مُجددِ پاک

ہوئی تعمیلِ حکمِ بادشاہی چند گھڑیوں میں
مقید کرلیا شیرِ ژیاں سنگین کڑیوں میں
جو تھے باغی ”نگاہِ جور پرور“ میں یہاں رہتے
کئی مُرغانِ شب آہنگِ ظلماتِ خزاں سہتے
اندھیری رات میں چمکے وہ مہتابِ صفابن کے
وہ آئے عالمِ زنداں میں رحمت کی ہوا بن کے

رُخِ خورشید جب اَیوانِ مشرق سے ابھرتا ہے
سیاہی بھاگتی ہے، صبح کا چہرہ نکھرتا ہے
سکوں کا سانس خوش ہوکر فقیر و شاہ لیتے ہیں
مسافر تازہ ہوکر منزلوں کی راہ لیتے ہیں
بڑی مشکل سے چرخِ نیلگوں سے رات ڈھلتی ہے
بڑی مدت سے بگڑی بے کسوں کی بات بنتی ہے
یہ سب صدقہ ہے خونِ انجم ایثار پیشہ کا
جو خود مٹ کر افق کو رنگ دیتے ہیں ہمیشہ کا
گھنے پیڑوں کو دیکھو! درس دیتے ہیں وفاؤں کا
جھلس کر دھوپ اور اوروں کو سکھ دیتے ہیں چھاؤں کا
کوئی بھی وقت ہو ہر وقت میں غمخوار ہوتے ہیں
زمانہ سورہا ہوتا ہے وہ بیدار ہوتے ہیں!

○

مکتوبِ گرامی

جگر پاروں کو خط لکھا شہنشاہِ عزیمت نے
سہارا ہم کو بخشا ہے بزرگوں کی نصیحت نے
رضائے خالقِ عالم ہی مقصودِ طریقت ہے
کرے چون و چرا جو بھی وہ مردودِ شریعت ہے
نظر میں اس کی جو بحرِ حقیقت کا شناور ہے
جفائے یار بھی لذت فزا وکیف آور ہے

رہوں گا گامزن ہر حال میں راہِ حقیقت پر
مرا سب کچھ ہے قرباں عظمتِ خلاق فطرت پر
جو غم اسکی طرف سے آگئے منظور کرتا ہوں
دل و دیدہ و جاں نذرِ جمالِ طُور کرتا ہوں
خدا کو جو بھی طوفانِ الم میں یاد کرتا ہے
خدا فضل و کرم سے اسکی خود امداد کرتا ہے
یقیں محکم کی دولت سے بھرا ایماں کا دامن ہے
بہک سکتا نہیں نورِ خودی سے آنکھ روشن ہے
جہانگیر و شکوہِ دارا و جم سے نہیں ڈرتا
اسیرِ زلف دوتاہوں شبِ غم سے نہیں ڈرتا
قدم میں لڑکھڑاہٹ ہے نہ طاقِ دل میں وحشت ہے
نظامِ مصطفیٰ آئے یہ ارماں ہے، یہ حسرت ہے
رہِ عزم و وفا میں جب تلک انساں نہیں مرتا
خدا ہرگز عطا اپنا درِ عرفاں نہیں کرتا
ہمیشہ یاد رکھو موت کا تلخاب پینا ہے
جہاں میں کب تلک ثبات جام و مینا ہے

○

فیضانِ مُجدد

قدم رکھا مجدد پاک نے تکلیف زاروں میں
بہاریں آگئیں، گُل کھل پڑے، اجڑے دیاروں میں

نظر اٹھتی ، کہاں بے راہ پھر بے راہ رہتے ہیں
ہزاروں بُت زمیں پر گر کے اِلّا اللہ کہتے ہیں
جو آیا ہوگیا گھائل نِگہ کی تیغ بازی سے
نوازا دِل فگاروں کو بڑی بندہ نوازی سے
دلوں کے طاق میں احساسِ ذوق و شوق بھر ڈالا
بہت سے گمرہوں کو ''رہ نوردِ عشق'' کر ڈالا
بدل کر رکھ دیے دو سال میں احوال[۶۰] زنداں کے
اسیروں نے وہاں لُوٹے مزے صحنِ گلستاں کے
محبت ہی تو ہے جس سے اتر جاتی ہیں زنجیریں
محبت ہی تو ہے جس سے سنور جاتی ہیں تقدیریں
محبت سے بدل دی ہے فضا بیدار قوموں نے
''محبت ہی سے پائی شفا بیمار قوموں[۶۱] نے''

لیے بادِ صبا پیغامِ آرام و قرار آئی
''گلوں کی زندگی بن کر گلستاں میں بہار[۶۲] آئی''

○

مہابت خاں کا لشکرِ جرار

مہابت خاں سپاہِ ہند کا سالارِ[۶۳] اکبر تھا
وہ سب کچھ بعد میں تھا پہلے شیخِ حق کا چاکر تھا
رگ و ریشہ میں اس کے قندِ ایماں کی حلاوت تھی
خُدا کے پاک بندے کی نگاہوں میں عقیدت تھی

ہواؤں پر نہ کچھ بھی ناخداؤں پر بھروسا تھا
اُسے بس پیرِ کامل کی دعاؤں پر بھروسا تھا
ہوا جب علم اسکو بادشہ نے ظلم ڈھایا ہے
مرے شیخ مجدد پاک کو ازحد ستایا ہے
وہ نکلا پردۂ تاریخ پر نقشِ وفابن کے
وہ اُبھرا تیغِ خُوں آشام کی ضرب بلا بن کے
وہ آیا منزلوں پر منزلیں طے کرکے ہمت سے
ارادہ تھا مٹادوں کا ملوکیت کو شدت سے
ربابِ دل پہ تھے نغمے رواں ذوقِ شجاعت سے
جگر معمور تھا زیروبمِ پنہاں کی حدّت سے
فلک حیرت زدہ تھا اس کی جُرأت آزمائی پر
ستارے دم بخود تھے اس کی غیرت آشنائی پر
خبر آخر ہوئی شہ کو مہابت خان آیا ہے
ترے امروز و فردا کے لیے طوفان آیا ہے
اُڑی رنگت ، متاچین و سکوں قلبِ شہنشہ کا
پلٹ کر رہ گیا نقشہ فسادات طرب گہ کا
جہاں پر آکے اہلِ حسن تخمِ عیش بوتے تھے
جوانی لڑکھڑائی تھی، بدن نیلام ہوتے تھے
بجھے شیشہ و ساغر، لُٹ گئی دنیائے زیبائی
قصورِ مرمریں میں ہر طرف موجِ بلا آئی

لرز اٹھتا تھا اب وہ ریشمی پردوں کی آہٹ سے
گلوں کی مسکراہٹ سے، ہوا کی سرسراہٹ سے
جو گستاخِ ولایت ہے سکوں سے سو نہیں سکتا
بہر صورت جو دریا ہے سمندر ہو نہیں سکتا

○

رزم گاہِ زیست

کہا آصف نے دے آواز پھر ادوارِ رفتہ کو
بنا گرتی ہوئی شوکت کی دیوارِ شکستہ کو
جو کھایا رحم تو نے اس گھڑی طورِ مہابت پر
تری کمزوریاں کھل جائیں گی اہلِ عداوت پر
تو جنگاہِ نبود و بود میں آ، پیشوائی کر
کبھی تیغ و سپر سے بھی خدارا آشنائی کر
نکل آیا شہنشہ لشکرِ جرار کو لے کر
کہ پوچھے کیوں چلا ہے خان اس پُر خار رستے پر
نمک کھا کر ہمارا ہم سے ہی نادان لڑتا ہے
ارے روکو اسے لوگو! یہ کیوں انجان مرتا ہے
مہابت نے کہا میری رگوں میں خونِ غیرت ہے
مٹادوں گا اسے جو دشمنِ اہلِ طریقت ہے
تو ہوگا بادشہ، لیکن مرا تو بادشاہ وہ ہے
مری فوز و ظفر کا دو جہاں میں راستہ وہ ہے

○

ہوا میدان آتش ناک، جوشِ جنگ کی خاطر
بہادر مرمٹے ناموس و نام و ننگ کی خاطر

سوارانِ جفا کش کوندتے تھے بجلیاں بن کے
سبھی دست و گریباں تھے نصیبِ دشمناں بن کے

گری لاشیں، غبارو گردِ اِخراں سے اَٹے چہرے
قیامت کی گھڑی تھی درد و افغاں سے پھٹے چہرے

ہوئی شام الم افزا، افق میں مہر جا ڈوبا
دکھایا کاتبِ تقدیر نے دنیا کو اعجوبہ

تُعِزُّ مَنْ تَشَاء کی شانِ بے ہمتا نظر آئی
جو کل تک شاہ تھا وہ آج ہے پامالِ رسوائی

جلال و جاہ کو دنیائے دُوں کی دُھول کر ڈالا
مٹایا ہر جگہ سے اس کے نقشِ جابرانہ کو

سبک رفتار، حق کا جب کبھی سیلاب ہوتا ہے
دروغ و اِفترا کا ہر نشاں غرقاب ہوتا ہے

○

شیخِ مجدد کی شہرہ آفاق درگذری

انہی لمحات میں خاں[۶۴] نے شہِ عرفاں کو خط لکھا
دل افگندیم بسم اللّٰہ مجریھا و مرسٰھا

ضیائے نورِ ایماں، رہبرِ گمگشتگانِ دیں
سلامِ بے نوا اے پیشوائے کاملانِ دیں

دلِ سوزاں میں حسرت ہے کروں قرباں دل و جاں کو
ترے انوارِ تاباں سے کروں تاباں دل و جاں کو
ترے دربارِ گوہر بار کی طلعت ہے آنگن میں
نگو پیشِ ولایت ہوں، یہی دولت ہے دامن میں
جہانِ اہل دل میں کون ہے تیرا بدل آقا
تری ہستی شفائے بحرِ حق کا ہے کنول آقا
سنا جب مرشدِ ذیشان مرا محبوسِ زنداں ہے
ہوئی حیرت کہ کیوں یہ ناطقہ سردر گریباں ہے
اٹھا رازِ حقیقت تو نگہ میں خوں اتر آیا
مرے دستِ تصرف میں مجھے گردوں نظر آیا
مرا ایمان کہتا تھا لٹا دوں گوہرِ جاں کو
بھگادوں شیر بن کے اس ہجومِ گو سفنداں کو
مری یلغار سے ظالم ہی پیوندِ زمیں ہوگا
مرے ’’کعبۂ ایجادِ یقیں‘‘ کو کچھ نہیں ہوگا
حیات و مرتضےٰ خاں، دریا خاں، صدرِ جہاں بھی ہیں
میں حق پر ہوں مرے دَم ساز اہل آسماں بھی ہیں
تو ہے مشکل کُشا میرا تو پھر خوفِ جہاں کیوں ہو
یقیں کامل ہے جب اپنا تو دشمن آسماں کیوں ہو
یہی جذبات تھے اب معرکہ ’’بے پیر‘‘ سے ہوگا
ہمارے ساتھ اس کا فیصلہ شمشیر سے ہوگا
ہوا پھر رزم گہ میں سامنا حق وضلالت کا
نظر آیا ہمیں طرفہ تماشا شانِ قدرت کا

دعائے شیخ سے پرچم ہوا ہے سرنگوں اسکا
بحمد اللہ! خاکستر ہوا ہے ہر فسوں اس کا
حکومت ہو مجدد کی یہی تجویزِ یاراں ہے
سُرور اندوز جس سے ہر رگِ بادِ بہاراں ہے
مرا جی چاہتا ہے ہر جگہ اسلام آجائے
دل و جاں پر رسول اللہ! کا پیغام چھا جائے

○

کہا شیخِ مجدد نے فلک پیما مہابت سے
مزاحم ہے ترا جوشِ جنوں رہوارِ حکومت سے
مرا طرزِ نظر ہرگز نہیں تھا اس طرف مائل
کہ ہو میری وجہ سے بادشہ تلوار سے گھائل
فساد و فتنہ و جنگ و جدل، اچھا نہیں لگتا
خدا والوں کو یہ فکر و عمل اچھا نہیں لگتا
تمہاری تیغ بازی ہے بعید از دور اندیشی
''نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی''[۶۵]
سریر و تاج و ملک و سلطنت خواہش نہیں میری
میں ''عبدِ مصطفیٰ'' ہوں آسماں میرا، زمیں میری
یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا[۶۶]
خدا سے جس نے پایا ماسوا کو چھوڑ کر پایا
رہا کردو شہنشہ کو یہ میرا قولِ آخر ہے
ستم کیشوں پہ کرنا درگزر منقوش خاطر ہے

بٹھا کر اس کو تختِ ہند پر عزت بجا لاؤ
سبھی مل کر بھنور سے اسکی کشتی کو بچالاؤ
مرا ایماں مجھے محبوب کا اسوہ سکھاتا
ہے
جو پتھر کھا کے بھی اہلِ جفا کے مسکراتا
ہے
تہِ دل سے ہوا خوش پڑھ کے پیغام شہ عرفان
مِن و عن کرلیے تسلیم احکام[۶۷] شہِ عرفان
مہابت خان نے رکھا تاجِ شوکت پھر سر شہ پر
چلا صد استقامت سے مُجدد پاک کی رہ پر
تحمّل آفرین انداز پر شہ نقشِ حیرت تھا
یہ سب قصّہ تو اُس کے بالا از فہمن و فطانت تھا
کہا خاںؔ نے نجستہ اختر و ظلّ ہُما تُو
ہے
ہمارے رہنما کے حکم سے اب رہنما تُو ہے
سبق دیتے ہیں اہلِ عشق توبہ کا معافی[۶۸] کا
وہ نقطہ جانتے ہیں دہر میں خارہ شگافی کا
ترے دم سے تہ و بالا جہانِ دوش و فردا ہو
ترے دم سے دفاؤں کا نیا انداز پیدا ہو

○

خوابِ نوشیں

روایت دگر

عجب منظر شہنشہ نے جہانِ خواب میں دیکھا
کوئی خورشیدوش تھا اسکی دنیا میں نکل آیا
وہ گل اندام ہے ، روشن جبیں، لعلِ درخشاں ہے
حسیں آنکھوں میں پنہاں سرخیِٔ حسنِ گلستان ہے
جمالِ مہر بھی منّت کش چہرۂ تاباں ہے
نسیمِ جانفزا شانہ کش گیسوئے پیچاں ہے
بہاریں ہم عناں، رنگینیاں بھی اس پہ شیدا ہیں
قدم کی برکتوں سے ہر طرف انوار پیدا ہیں
بچھے ہیں بادہ نوشانِ محبت اسکی راہوں میں
کہاں دیکھی ہے، ایسی شان وشوکت کجکلاہوں میں
کھلے فکر و نظر کے زاویے، دل میں چمک آئی
بڑی قسمت ہے محبوبِ خدا کی اک جھلک پائی
کہا محبوب حق نے بادشہ! سامانِ حیرت ہے
کیا ہے پابجولاں اُس کو جو درویش خصلت ہے
مرا مطلوب ہے، فاروق کی زندہ نشانی ہے
سمائے فکر پہ روشن وہی ماہِ زمانی ہے
جو اسکی بارگاہِ قدس سے دامان افشاں ہے
تعالیٰ اللہ! وہ محبوبِ یزداں سے گریزاں ہے

وہ نقاشِ ازل کا نقشِ رحمت نقشِ یکتا ہے
وہ دنیا بھر کے آشفتہ نواؤں کی تمنا ہے
اگر آرام لینا ہے تجھے میدانِ محشر میں
تو کر کچھ شرم پیدا اِس نگاہِ قہر پرور میں
رہا زندانِ وحشت سے کر اس شہباز عرفاں کو
پلٹ دے گا نظر کر کے ترے ہر دردِ حرماں کو
شفا چاہے تو کر اہلِ محبت کی پذیرائی!
انہی سے ہے دو عالم کی تب و تاب و توانائی

○

اٹھا خوابِ[۶۹] حسیں سے مالکِ تختِ جہانداری
رگ دریشہ میں موجِ انبساط و کیف تھی جاری
ہوئی پھر تر جبینِ خوشنما عرقِ ندامت سے
سرِ تاجِ شہنشاہی جھکا بارِ خجالت سے
شعورِ بادشہ میں خواب کی تعبیر روشن تھی
جہانِ قلب میں سرہند کی تصویر روشن تھی
دریں اثنا کیا فرمانِ شاہی اہلِ دولت کو
عقوبت گاہ سے کردو رہا شاہِ ولایت کو
اچانک اس تغیر پر سبھی حیراں، پریشاں تھے
سمجھ سے ماورا گویا رموزِ بادشاہاں تھے
لٹک کر رہ گئے چہرے ستم انداز لوگوں کے
دمک کر رہ گئے رخ اہلِ سوز و ساز لوگوں کے

مٹا لوحِ جہاں سے اس طرح نقشہ سفاہت کا
ہوا شہرہ زمینِ ہند میں دینِ ہدایت کا

○

اثراتِ تجدید

مُجدّد پاک کی تحریک کے اثرات کیا لکھوں
چمکتے نور کی کرنوں کے احسانات کیا لکھوں
انہی کے نام سے پھیلی ہے خوشبو دینِ رحمت کی
انہی کے فیض سے شاداں ہے بستی اہلِ حکمت کی
نظر سے ناخُدا نے کھینچ کر ساحل پہ کشتی کی
ہوئی جاری جہاں بھر میں روش یزداں پرستی کی
کہا شہ نے سرِ لوحِ جبین، نامِ خدا لکھ دیں،
یہ لیں ''قرطاسِ ابیض'' خود ہی پیغامِ ہدا لکھ دیں[۷۰]
فقط چشمِ ولایت کا کرم درکار اب ہوگا
تو کیوں نہ دینِ حقانی کا بیڑا پار اب ہوگا
مجدد نے سبھی قانون[۷۱] اکبر کے مٹا ڈالے
مسلط ہوگئے اہلِ بغاوت پر وفا والے
وہ عہدِ الف ثانی میں کمالِ دینِ فطرت ہے
سکونِ قلبِ مضطر ہے، بہارِ باغِ رحمت ہے
مُرادِ شاہ جیلاں، مظہر نورِ دو عالم ہے
ہوا ظاہر جہاں میں جلوۂ فاروقِ اعظم ہے[۷۲]

سکھائی جس نے شاہوں کو جہانبانی، جہانگیری
دکھائی اہلِ دل کو اک نظر میں صورتِ پیری
ہوئی گردن نہ جسکی خم کسی شمشیر کے آگے
تصرف کا جہاں آباد تھا اس پیر کے آگے
کہاں اب خوف ہے بیڑے کو دریا کی بلاؤں کا
ہوا ہے دور دورہ پھر سے پہلی سی وفاؤں کا
قنوط ویاس کے طوفان سے مطلع پاک لگتا ہے
اک اک جانب میں فیضانِ شہِ لو لاک لگتا ہے
دکھائی حجت[۷۲] پیر مغاںؔ نے اس قدر رنگت
شہنشہ رات دن اب چاہتا اسلام[۷۳] کی سنگت
کہاں وہ دور منزل تھی نہ رستہ، تھا نہ سایا تھا
کہاں یہ دور بادل ہر طرف رحمت کا چھایا تھا
روایت ہے یہاں تک شاہ سے ارشاد فرمایا
نہ دیکھوں گا درِ جنت کہ جب تک تو نہ ساتھ آیا[۷۴]
شبستانِ ہُدا میں بانکپن فطرت کا اِٹھلایا
کہ شبنم مسکرائی، لالہ و گل نے سکوں پایا
گل و بلبل میں تازہ ہوگئی رسمِ شناسائی
ہوا نے مل کے پتوں سے سجائی بزمِ شہنائی
ہوا زندہ مسلمانوں میں شوقِ دشت پیمائی
سمٹ کر آگئی قدموں میں صحراؤں کی پہنائی
اذاں کے واسطے مرغِ سحر نے انگڑائی لی

چمن مہکا، بدل کر رہ گئی قسمت خدائی کی
کہاں دیکھا تھا چشمِ آسماں نے انقلاب ایسا
خدا نے دشمنِ جاں کو بنایا ہمرکاب ایسا
زمانے بھر میں چمکا عدل و انصافِ جہانگیری
بنے رشکِ شہانِ دہر، اوصافِ جہانگیری
نظر افروز تھی، ہر سو محبت کی فراوانی
نہ افغانی رہے باقی نہ ایرانی نہ تورانی
ملی جو سروری دنیا[۷۵] میں فاروقی گھرانے کو
نہیں خطرہ چمن میں بجلیوں سے آشیانے کو

○

استغاثہ

صبا! محبوب کے در پر پیامِ بے نوا لے جا
غلامِ مصطفٰے کی سمت سے حرفِ وفا لے جا
ترادستِ عطا ہے ”زالِ گوزہ پشت“ پر چھایا
زمیں کے گوشے گوشے پر ترا سایہ ہُما پایا
جہانِ ہفت کشور کیا تری پرواز کے آگے
جمالِ مَاہ کیا تیرے حسیں انداز کے آگے
تری یادوں کے جوہر مَوجِ سوز وساز لاتی ہے
تو اس دل کے نہاں خانوں سے یہ آواز آتی ہے

سلام اے ظلم و طغیاں کے بتوں کو توڑنے والے
سلام اے اکبری طوفاں کا رخ موڑنے والے
سلام اے شیرِ یزداں، کفر کا سر پھوڑنے والے
سلام اے ٹوٹتے رشتوں[۷۶] کو پھر سے جوڑنے والے
سلام اے جس نے نخلِ حق کی پیہم آبیاری کی
سلام اے جس نے ہیبت دین کی دُنیا پہ طاری کی
سلام اے جادۂ ہر سلسلہ[۷۷] کے رہبرِ اعظم
سلام اے حُسنِ مصطفوی کے پیکر، دلبرِ اعظم
سلام اے جس نے سُونا گھر خُدا کا پھر بسایا ہے
سلام اے جس نے رازِ حق زمانے کو بتایا ہے
سلام اے جس نے ان مرجھائے پھولوں کو جِلا بخشی
سلام اے جس نے امت کے اصولوں کو ضیا بخشی
سلام اے جس نے آ کے ظلمتِ بدعت کو جھٹلایا
سلام اے جس نے آ کے رحمتِ سنت کو پھیلایا

سلامِ بے بہا ہو گوہرِ درجِ کرامت پر
سلامِ بے بہا ہو ناشرِ فکرِ ہدایت پر

پتنگہ مشعلِ دیں سے گریزاں ہو کے رہتا ہے
یہ بلبل آشیاں میں بھی ہراساں ہو کے رہتا ہے
رسولِ پاک کی امت پہ نازک دور آیا ہے
کہ بیٹا باپ نے اور باپ بیٹے نے بھلایا ہے

چمن میں بجلیاں تڑپیں، شعورِ حق جلا اپنا
سمجھ رکھا ہے ان لوگوں نے ‘‘پیسے کو خدا’’ اپنا
چبا کر کھالیا ہم کو سیاست کے سپوتوں نے
تسلط کرلیا پھر سے ‘‘فرنگستاں کے بھوتوں’’ نے
جلالِ بادشاہی ہے کہ جمہوری تماشا ہے
صنم اک ایک ‘‘امریکی خداؤں’’ نے تراشا ہے
ہمارے راہبر گن ہر گھڑی یورپ کے گاتے ہیں
بھلا کر وادیٔ بطحا، فرانس، انگلینڈ جاتے ہیں
کہاں چلتی ہے انکی ‘‘مغربی پیغام’’ کے آگے
جھکاتے ہیں سرِ تسلیم ‘‘انکل سام’’ کے آگے
یہ سب اسلام کو کیا خوب استعمال کرتے ہیں
عوام الناس کا ہر روز استحصال کرتے ہیں
غریبوں کا سرِ بازار قتلِ عام ہوتا ہے
تمناؤں، امیدوں کا لہو نیلام ہوتا ہے
مسلماں تھے جو دنیا میں شہِ ابرار کے غازی
دکھائی دے رہے ہیں آج وی سی آر کے غازی
منائی جارہی ہے، خونِ مظلوموں سے دیوالی
کیا کرتے ہیں یوں ہی بھیڑیے بھیڑوں کی رکھوالی
مشینوں نے کچل کر رکھ دیا احساسِ دوراں کو
یہ کیا تہذیبِ حاضر نے مٹایا شرفِ انساں کو

مزاری، چیمہ، چٹھہ، چودھری، افغان، انصاری
نجانے کس ستم گر نے ہے اس ملت کی مت ماری
یہ ذاتوں میں بٹے تو بٹ گئے فصلوں فصیلوں میں
سیاست بو رہی ہے نفرتیں قوموں، قبیلوں میں
ہوا کرتے ہیں جاہل، بے خبر ممبر بھی سینٹ میں
سفارش سے چلے آتے ہیں اسمگلر بھی میرٹ میں
جہادِ زندگانی سے یہ چہرہ موڑ لیتے ہیں
ضرورت ہو تو کافر، سے بھی رشتہ جوڑ لیتے ہیں
یہ حرفِ استغاثہ بارگاہِ کبریائی میں
خدارا پیش کردیجیے زبانِ دلربائی میں
مرے مولا مجھے سر تا پا نقشِ ادب کردے
متاعِ عشق و مستی سے یہ دامانِ طلب بھردے
تری رحمت سے میں راجع الی العرفان ہوجاؤں
تہِ دل سے غلامِ سرور ذیشان ہوجاؤں
ترو تازہ کروں صبر و رضا کی, داستانوں کو
نہ بجھنے دوں چراغوں کو نہ مٹنے دوں نشانوں کو
نظر اٹھتے ہی سب افلاک بھی تسخیر ہوجائیں
"عجب کیا گرمہ و پرویں مرے نخچیر ہوجائیں"[۷۸]

○

اِرشاد

کئی چنگاریاں تھیں تیرے خاکستر میں پوشیدہ
جہاں افروز ہوتا تھا ترا نورِ دل و دیدہ
مگر اب کیوں ہیں دنیا میں ترے جذبات خوابیدہ
بنایا کس قدر عقل و خرد کو نارسا تو نے
کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے[۷۹]
کمندیں پھینکتا تھا توستاروں پر ہواؤں پر
تسلّط تھا ترا عرب و عجم کی انتہاؤں پر
ملک رضوان و غلماں تھے فدا تیری اداؤں پر
ہوا خود بھی کیا اوروں کو بھی درد آشنا تو نے
کبھی اے نوجوانِ مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
ترے قلب و نظر کو ڈس رہا ہے علمِ افرنگی
دکھائی کیوں نہیں دیتی تجھے افکار کی تنگی
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا چھوڑ دو رنگی
متاعِ عہدِ رفتہ کو کہاں ہتھیا دیا تُو نے
کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
کہاں گم ہوگئے وہ سوز والے چشمِ نم والے
جنہوں نے شوق سے ظلمت کے دریا میں قدم ڈالے
ہلادیتے تھے عرشِ حق کو جن کے پُرالم نالے
نظر انداز کیں وہ منزلیں، وہ راستا تو نے

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
نہ وہ انداز سیمابی، نہ ذوقِ دشت پیمائی
نہ وہ فکر و ہنر کا زاویہ نے حلم و دانائی
نہ حق کے پاک بندوں سے رہ و رسمِ شناسائی
نجانے کیا ہوا تجھ کو، نجانے کیا کیا تونے
کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے
ہوا رسوا زمانہ بھر میں دیں کا چھوڑ کر دامن
اُجاڑا ہے خزاؤں نے تری اُمید کا گُلشن
اُجالوں کو ترس کر رہ گیا ہے سوچ کا آنگن
بہت تاریک ہیں راہیں، اندھیرا کرلیا تُو نے
کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے

○

اولادِ پاک

مُجدد کا بدن تھا سرورِ بطحا کی طینت[۸۰] سے
سراپا دستِ قُدرت نے سجایا زیب و زینت سے
میانہ قد، حسیں چہرہ، جبیں روشن، گھٹا زُلفیں
خمار آگیں تھیں جامِ معرفت سے دلکشا آنکھیں
سبک ساری کے آگے فاصلے قربان ہوتے تھے
تبسم خیز لب تسکیں دہِ ارمان ہوتے تھے

جسم اس نخل طوبیٰ سے لیا پھل دار شاخوں نے
جہاں بھر کو کیا سرسبز، سبزہ بارشاخوں نے
جسے دامِ الم مضبوطیوں سے پھانس لیتا تھا
وہ ان شاخوں تلے آ کر سکوں کا سانس لیتا تھا
وہ صادق[81]، مخزنِ صدق و صداقت، پیکرِ زیبا
کہ جسکی زندگی کا ایک اک لمحہ تھا دل افزا
سراپا فضل، معصومِ زماں وہ عُروۃ الوثقیٰ
شہانِ[82] دہر کا مرجع، جہاں کا مُرشدِ یکتا
زمین کو تازگی بخشی فیضِ آسمانی نے
ہزاروں گمرہوں کو راہ دی قیومِ ثانی نے
سعید[83] و فرخ[84] و یحییٰ[85] جنابِ اشرف[86] و عیسیٰ[87]
گہرہائے لطافت تھے کہ انوارِ یدِ بیضا
گُلِ سر سبدِ رحمت، طرۂ تاجِ امامت تھا
مُجدّد کا اک اک لختِ جگر فیضِ ولائت تھا
خدیجہ[88] ام کلثوم[89] و رقیہ[90] تین کلیاں تھیں
رُخِ خاور کی کرنیں تھیں کہ آیاتِ درخشاں تھیں

○

خُلفائے کرام

سعید[91] و صادق[92] و معصوم[93] و نعمان[94] و خضر[95] افغاں
سلیم[96] و طاہر[97] و صدیق[98] عبدالواحد[99] و قرباں[100]

حمید[۱۰۱] وصادق[۱۰۲] واحمد[۱۰۳]، حسن برکی[۱۰۴]، کریم الدّین[۱۰۵]
الٰہی مانگتا ہوں انکا صدقہ دیدۂ حق بیں
بدیع[۱۰۶] وآدم[۱۰۷] واحمد[۱۰۸]، قدیم[۱۰۹] ویوسف[۱۱۰] وہاشم[۱۱۱]
اماں[۱۱۲] واشرف[۱۱۳] وصالح[۱۱۴] حسین[۱۱۵] واصغر[۱۱۶] وقاسم[۱۱۷]
سلیم[۱۱۸] وحامد[۱۱۹] وداؤد[۱۲۰] ویوسف[۱۲۱]، فرخ[۱۲۲] وباقر[۱۲۳]
حمید[۱۲۴] وغازی[۱۲۵] وقربان[۱۲۶]، محمد[۱۲۷]، احمد[۱۲۸] وطاہر[۱۲۹]
محبّ اللہ[۱۳۰]، زین العابدین[۱۳۱]، محمودِ گجراتی[۱۳۲]
جگادے ان کے جذبوں سے مری دنیائے ظلماتی
بجاہِ حضرتِ یوسف[۱۳۳]، محمد[۱۳۴]، شیخ مزمل[۱۳۵]
مرا جونہی قدم اٹھے تو آئے سامنے منزل
بدر[۱۳۶]، نورِ محمد[۱۳۷]، عبدِ ہادی[۱۳۸]، عبدِ حی[۱۳۹] صاحب
سبھی ہیں بالیقیں سلطانِ انس و جان کے نائب
کوئی لائے تو مردِ بے ریا عبدِ حکیم[۱۴۰]، ایسا
شہِ عبد عزیز[۱۴۱]، عبد غفور[۱۴۲]، عبد کریم[۱۴۳] ایسا

○

مدحِ مُجدد

بلندی پر ستارہ ہے مُجدّد الف ثانی کا
جہاں مفتوح سارا ہے مجدد الف ثانی کا
یہ وہ بحرِ حقیقت ہے کہ جس کی حد نہیں کوئی
ملا کس کو کنارا ہے مجدد الف ثانی کا

بشارت جس کے آنے کی سنائی سرورِ دیں نے
وہ پیکر جانِ آرا ہے مجدد الف ثانی کا
بہاریں جھوم کر آئیں، خزاں نے راہ لی اپنی
چمن میں فیض سارا ہے مجدد الف ثانی کا
میں کھاؤں ٹھوکریں کیوں در بدر میدانِ محشر میں
مجھے کافی سہارا ہے مجدد الف ثانی کا
نگاہِ لطف سے جس نے ہزاروں کو جلا بخشی
وہ دل افزا نظارا ہے مجدد الف ثانی کا
ملوکیت کے آگے میری گردن جھک نہیں سکتی
یہی مجھ کو اشارا ہے مجدد الف ثانی کا
قیامت میں رسول اللہ، رکھیں گے نظر اس پر
جہاں میں جو بھی پیارا ہے مجدد الف ثانی کا
بڑی امداد کی ہے ہر طرح شاہِ دو عالم نے،
یہ سائل جب پکارا ہے مجدد الف ثانی کا
غلامِ مصطفٰے جس نے طریقت کو کیا زندہ
خدا نے وہ اتارا ہے مجدد الف ثانی کا

کرامات وکمالات

(۱)

مرے شیخ مجدد ایک دن تشریف فرما تھے
خدا کا فیض جاری تھا، رواں حکمت کے دریا تھے

اچانک اک انوکھا صاحبِ عشق و جنوں آیا
نگاہوں میں اُڑا کر جامِ اسرارِ دروں لایا
مجدد نے اک ایسا بزم میں ارشاد فرمایا
کہ وہ عاشق تڑپ اٹھا، زمیں پر زلزلہ چھایا
سبھی حیران تھے اس مرد کی اوجِ کرامت پر
تصرف، شوق و مستی، رفعتِ شانِ ولایت پر
معاً سرکار نے مسواک فرشِ خاک پر ماری
رُکا وہ زلزلہ اور ہوگیا، امن و سکوں طاری
کہا پھر شیخِ حقؔ نے ہاں ترے بازو میں دم خم ہے
مگر یہ شُعبدہ مسواک کی سُنّت سے بھی کم ہے
کرامت سُنّتِ محبوب سے تو بڑھ نہیں سکتی
ندی ہو تیز پھر بھی کوہ پر تو چڑھ نہیں سکتی

(۲)

اجاگر کرکے یادِ رفتگاں قلبِ فروزاں میں
مجدد فاتحہ پڑھنے گئے شہرِ خموشاں میں
دُعا کی بخش دے مولا، رسولِ پاک کی امت
تصور سے فزوں تر ہے تری رافت تری رحمت
گنہگاروں کو مشکل میں فقط تیرا سہارا ہے
کرم کر بحرِ عصیاں کا بہت ہی تیز دھارا ہے

خیال آیا جو عالم باعمل قبروں پہ جاتا ہے
تو اس کے دم سے ہر صاحب لحد تسکین پاتا ہے
عذابِ قبر قہر و غضب کافور ہوتا ہے
وہ پھر چالیس دن تک گوشۂ راحت میں ہوتا ہے
خدا کی رحمتیں سایہ کناں ہوتی ہیں ہر جانب
بہاریں، رنگ پیرا امن کی ہوتی ہیں ہر جانب
اِنہی لمحوں میں گُم تھے ہاتفِ غیبی پکار اٹھا
یہ لے شیخ مجدد! وہ ترے دم سے نکھار اُٹھا
جہانِ حُزن و ملال و خوف وغم ہر آن تھے طاری
وہاں دیکھو! خدا کے لطف کے چشمے ہوئے جاری
یہ اوروں کے لیے چالیس دن قانونِ فطرت ہے
مگر تو خاص بندہ ہے تیری تو خاص عظمت ہے
تری شانِ کرم اُونچی، ترا رُتبہ نرالا ہے
تری برکت سے محشر تک عذابِ قبر ٹالا ہے

(۳)

مجدد ایک دن نکلے کہیں سیرِ بیاباں کو
لیا تھا ساتھ کچھ اہلِ طریقت، اہلِ عرفاں کو
یہ موسم گرمیوں کا اب کہ اس انداز سے آیا
جلاکر رکھ دیا جس نے سبھی مخلوقِ یزداں کو

یہاں تو جانور تک پیاس سے از حد پریشاں تھے
کہاں ہوش و خبر رہتی پری اندام انساں کو
سفر، گرد و غبار وحدتِ خورشید جب دیکھی
بڑھی تشنہ لبی، سنگین تھی گھبراہٹ دل و جاں کو
شہنشاہِ عزیمت ساتھ ہیں تو کچھ نہیں ہوگا
تصور تھا یہ تسکیں بخشی سب کے قلبِ سوزاں کو
مَعاً فریاد کی ایک عاشقِ بے تاب نے آکر
کرم کی اک نظر کرکے بدل دیں حال احزاں کو
اُٹھی چشمِ مجدد آسمانِ دہر کی جانب
کہیں سے آگئے بادل اُٹھا کر لُطفِ رحماں کو
وہاں پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر سُو ہوئی رِم جھم
ملی تازہ فضا ہر جانِ روح و قلب و حیراں کو
یہ شاہِ دلبراں کے فیض و احساں کی کرامت تھی
جہنّم زار، دُنیا اب سَراسَر باغِ جنت تھی

(۴)

شہِ عرفاں کے تین عشاق نے اک بُت کدہ دیکھا
جہاں کے گوشے گوشے میں جہالت کا اندھیرا تھا
بُتانِ سنگ و گلِ کو اہل کفر اپنا خدا کہتے
انہیں اپنی امیدوں ، حسرتوں کا آسرا کہتے

یہ سب کچھ دیکھ کر مرشد کا اک فرمان یاد آیا
بندھا تھا وقتِ بیعت وہ انہیں پیمان یاد آیا
جہاں دیکھو بتوں کو ضربِ حق سے چور کردینا
زمینِ شرک کے ذرّوں کو رشکِ طور کردینا
انہوں نے کردیا پورا عمل اس عہدِ ایماں پر
گری ضرب انکی بجلی کی طرح اصنامِ طغیاں پر
کہا صد آفریں چشمِ فلک نے ہر بہادر کو
ملایا خاک ذلت میں برہمن کے تفاخر کو
یونہی نکلے وہ باہر بتکدے سے بت شکن بن کے
تعاقب میں چڑھی قومِ جفا نیزہ فگن بن کے
اِدھر تھے چند توحید و رسالت کے یقیں والے
اُدھر تھے لشکرِ جرار شیطانِ لعیں والے
تصور میں انہوں نے دی صدا سلطان و شاہ طریقت کو
خدارا پھیردو سرکار، اس طوفانِ وحشت کو
بحمد اللہ! جب ثابت تھے وہ ایماں کی راہوں میں
ہوئے فوراً مجدد جلوہ گر ان کی نگاہوں میں
کہا اب غیب سے دیکھو خدا کی فوج آئی ہے
مٹانے نقشِ ظلمت کو غضب کی موج آئی ہے
یہ کہتے تھے ہوئے میدان میں مردانِ خدا ظاہر
جو تھے عشق و خودی، سوز و وفا کے زندہ پیکر

کفن باندھا تھا سر پر، ہاتھ میں تھامی تھیں شمشیریں
یہ لگتا تھا لکھیں گے آج خونِ دل سے تقدیریں
انہیں دیکھا تو بھاگی جاں بچاکر مِلّتِ شیطاں
نہتے مسکراتے رہ گئے وہ برسرِ میداں
مرے شیخ مجدد کی عظیم الشاں وجاہت تھی
ٹلی عشاق کے سر سے گھڑی فوراً ہلاکت کی

(۵)

مجدد کے ارادت مند تھے محوِ سفر پیدل
کہ رستے میں نظر آیا انہیں اک پر خطر جنگل
یہ مجبوری تھی، رستہ دشتِ تیرہ سے نکلتا تھا
جبھی تو خوف کے عالم میں دل اک دم اُچھلتا تھا
اسی حالت میں ہیبت ناک اک شیرِ ژیاں نکلا
کہ جس کو دیکھ کر ان کی زباں سے الاماں نکلا
پکارے المدد، شیخِ مجدد، دستگیرِ ما
نظر برحالِ زارم، بہرِ حق، پیرانِ پیرِ ما
کہا تھا آپ نے مشکل میں ہمکو یاد کرلینا
تصور سے دل و جاں کا جہاں آباد کرلینا
تعالیٰ اللہ پہنچیں گے سدا حاجت روا بن کر
پلٹ دیں گے خزاؤں کو بہارِ جاں فزا بن کر

ہمارے سامنے آئی بلائے ناگہانی ہے
مدد کا وقت ہے اب ایک اک لمحہ زیانی ہے
یہ کہنا تھا ہوئے جلوہ فگن شیخ ھُدا فوراً
دل و جانِ پریشاں کو سکوں سا مل گیا فوراً
اشارہ کرکے اس شیرِ ژیاں کو ساتھ فرمایا
چلے جا، تو یہاں سے اس طرف کیونکر نکل آیا
وہ دوڑا دشتِ تیرہ کی طرف ایسے ہی گھبرا کے
مصیبت ٹال دی مشکل کشا، لجپال نے آ کے
مجدد پاک چہرے سے نقابِ وقت اُلٹا کے
ہوئے غائب ستارہ قسمتِ طالب کا چمکا کے

(۶)

مجدد کا اٹھارہ سلسلوں میں فیض جاری تھا
وہ نہریں تھیں تو یہ سر چشمۂ عرفانِ باری تھا
شہِ بغداد کا اِک عاشقِ صادق ہوا حاضر
بہت غمگین تھا، بے چین تھا اور تھا حزیں خاطر
کہا اس نے سوئی قسمت مری بیدار ہوجائے
مجھے غوثِ ولایت کا کہیں دیدار ہوجائے
مجدد نے کہا قطبی ستارے کی طرف دیکھو
جسے حاصل ہے نورِ غوث اعظم کا شرف دیکھو

دریں اِثنا ہوا نازل فضا سے تخت نورانی
کہ جلوہ گر تھے اس پہ شان سے محبوبِ سبحانی
مجدد نے کہا جلدی قدمبوسی کرو بڑھ کر
بدل دیں گے تمہاری قسمتِ تاریک کو یکسر
ولی اہلِ جہاں پہ اس طرح اِحسان کرتے ہیں
بلائیں ٹالتے ہیں، مشکلیں آسان کرتے ہیں

(۷)

جنابِ ملاّ طاہر بندگی ہر فن میں یکتا تھے
مجدد پاک کے ان سے پڑھا کرتے تھے شہزادے
مجدد نے کہا اک دن ہے گردش اسکی قسمت میں
شقی القب لگتا ہے مجھے اسرارِ قدرت میں
کہا بیٹوں نے ابا جی سعید انکو بنادیجیے
کہ استادِ مکرم کو ہلاکت سے بچا لیجیے
مجدد نے دعا کی جب بڑھا احرار بچوں کا
خدا خود حامی و ناصر ہوا کرتا ہے بچوں کا
خدا وندا مرے دامانِ دل کی لاج رکھ لینا
مرے حرفِ دعا کی آبرو تو آج رکھ لینا
حریمِ قدس تک پہنچی دُعا تو ہوگئی رحمت
بدل دی ربِ اکبر نے شقی القلب کی قسمت

* * *

سانحہ ارتحال

سنہ ۱۰۳۴ھ

مجدد نے تریسٹھ سال پائے زندگانی کے
تقاضے کردیے پورے زمانِ الف ثانی کے

شب و روز اب خیالِ وصل میں بے تاب رہتے تھے
نگاہوں کے حسیں گوشے سدا پُر آب رہتے تھے

یہ کہتے گر کوئی کہہ دے نہیں ہو قابلِ درماں
خوشی سے راہِ حق میں دولتِ دنیا کروں قرباں

محرم تھا کہ بیٹوں سے کہا شادان و فرحاں ہوں
مجھے دیکھو کہ بزمِ دہر میں کچھ دن کا مہماں ہوں

صفر کا آخری عشرہ تھا حضرت نے محبت سے
قبائیں اہلِ الفت کو عطا کیں دستِ رحمت سے

یہ دن گزرا، تھکاوٹ ہوگئی، شب کو بخار آیا
الم جوں جوں بڑھا توں توں دل و جاں پر نکھار آیا

جو دن لحظہ بہ لحظہ آرہا ہے عید کا ہوگا
سماں کیسا عجب محبوبِ حق کی دید کا ہوگا

شہِ عرفان نے اُنتیسویں شب کو یہ فرمایا
بڑھا ہی جارہا ہے دم بہ دم اس رات کا سایہ

شبِ غم ٹل بھی جا صبحِ وصالِ یار ہونے دے
مجھے اب اپنے گھر جانا ہے بس تیار ہونے دے

مجدد نے اسی شب شاہزادوں کو نصیحت کی
پکڑ رکھنا کمالِ عزم سے رسی شریعت کی
شریعت سے ہی انساں احسن التقویم ہوتا ہے
جہاں میں ''وارثِ ایمانِ ابراہیم'' ہوتا ہے
سحر انتیسویں صفر المظفر کی ہوئی تاباں
جہانِ آب و گل سے چل بسا اِک پیکرِ ایماں

○

وہ جس کو اہلِ ایماں قافلہ سالار کہتے ہیں
رہِ عزم و وفا میں نور کا مینار کہتے ہیں
سراپا سیرتِ محبوب کا شہکار کہتے ہیں
امامِ فقر کہتے ، دین کا سردار کہتے ہیں
بہار الف ثانی کا گل و گلزار کہتے ہیں
دکھایا دہر میں گمگشتگانِ راہ کو رستا
وہ ہے نجم سحر آرا وہ ہے مہتابِ نور افزا
سرورِ اہلِ ارشاد، آبروئے ملّتِ بیضا
غلامانِ شہِ لولاک کا غمخوار کہتے ہیں
بہارِ الف ثانی کا گل و گلزار کہتے ہیں

○

عقائد ونظریات

بحمد اللہ، سرکارِ مجدد کا عقیدہ تھا
کیا حق نے نبی کے نور سے ہر چیز کو پیدا
وہی مقصودِ ہستی، باعثِ تکوینِ خلقت ہیں
خدا کا فضل ہیں، لطف و عطا ہیں خاص رحمت ہیں
اگر نہ دو جہاں میں شورِ لولاکَ لما ہوتا
زمین و آسماں ہوتے نہ ربطِ مدروما ہوتا
کہا شاہِ رسل نے نیند کا غلبہ نہیں ہوتا
ہماری ہر آنکھ سوتی ہے دلِ انور نہیں سوتا
اسی کے تحت کہتے ہیں ہمارے شیخ ربّانی
کہ ملّت کی رسول اللہ کرتے ہیں نگہبانی
نبی کی نیند، ناقص ہو نہیں سکتی طہارت کی
کہ اس کے دم سے رونق خیز ہے مسند رسالت کی
اگر رہبر ہی بیخود ہو تو رستہ کون دکھلائے
بچا کر رہزنوں سے منزلوں تک کون پہنچائے
رسولِ دوسرا ہیں ماورا اس بزمِ امکاں سے
جنانِ حور و غلماں سے جہانِ جن و انساں سے
کیا حق نے جدا ان کے لیے اک عالمِ امکاں
کہ بے ہمتا ہیں سب مخلوق میں کونین کے سلطاں
لطیف اپنے وجودِ عنصری سے ہے کہیں سایا
مگر سرکار سے الطف کسی کو بھی نہیں پایا

جو محبوبِ خدا کو عام انسانوں سا کہتے ہیں
سدا فیضِ خدا سے تا ابد محروم رہتے ہیں
کہا جن خوش نصیبوں نے انہیں سلطاں رسالت کا
ہوئے ممتاز دنیا میں، ملا تمغہ سعادت کا
جہانِ عشق میں توحید کی روشن ضیاء ٹھہرے
نجات و مغفرت کے راستوں کے رہنما ٹھہرے
نہایت لازمی ہے اولیاء اللہ کی صحبت
کہ وابستہ ہے ان کی بارگہ سے عظمت و برکت
خدا کی یاد آتی ہے بزرگوں کی زیارت سے
ہمیشہ دور ہوجاتا ہے انساں ہر شقاوت سے
ولی کا بغض ایماں کے لیے اک زہر قاتل ہے
عداوت اللہ والوں کی سدا باطل ہی باطل ہے

☆……☆……☆

حواشی

۱……انسان کی کیا مجال جو اپنے مالک کی بے پایاں نوازشات واحسانات کا کماحقہ شکر ادا کر سکے۔ اللہ کی نعمتیں احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتیں۔ فرمانِ عالی شان ہے۔

"وَاِنْ تَعُدُّوْ اِنعْمَۃَ اللّٰہِ لَاتُحْصُوْھَا اللہ کی مہربانیوں کو تم شمار بھی کرنا چاہو، نہیں کر سکتے"۔

۲……جہانِ رنگ وبو کی ایک اک چیز اپنے صانع کا پتہ دے رہی ہے پھولوں کی مسکراہٹ ہو یا شبنم کی چمک ہر شے اُسی کی صنعت کا شہکار معلوم ہوتی ہے ذرہ ذرہ اُس کی وحدنیت پر نا قابلِ تردید دلیل ہے، فرمانِ عالی شان ہے۔

"اِنَّ السّٰمٰوٰات وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمؤْمِنِیْنَ بے شک آسمانوں اور زمین ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں"۔

۳……یہ مہر وماہ کی گردشیں اُس کی قدرت کاملہ کی رہین احسان ہیں فرمانِ عالی شان ہے "تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْ جًاوَّ جَعَلَ فِیْھَا سِرَاجًاوَّ قَمَرًا مِنِیْرً ابرکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور

اُس میں سُورج اور چند کو مقرر فرمایا اور فرمانِ عالی شان ہے ”وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّراتٍ بِاَمْرِهٖ اور سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے سامنے سرنگوں ہیں“۔

۴......وہ ذات عقل وشعور، فہم وادراک، تخیل وتصوّر سے ماورا ہے انسان کی کیا ہمّت جو اُس کی کنہ کو پا سکے اس کا فرمانِ عالی شان ہے۔ ”وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا الْاَرْضِ زمین اور آسمانوں میں کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کو عاجز کر دے“ اگر کسی کو عرفان کی دولت ملتی ہے تو محض اُسی کے فضل وکرم سے ورنہ کوئی بھی حق آشنا نہیں ہوسکتا اُس کے بھید وہی جانتا ہے ہاں اگر وہ کسی کو بتادے تو یہ اس کی رحمتِ عظیم ہے۔

۵......اگر اللہ کا فضل ہمارے شاملِ حال نہ ہو تو ہماری ہستی کیا ہے جو دنیا کے مصائب کا سامنا کر سکے فرمانِ عالی شان ہے فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اگر اللہ کا فضل اور رحمت تمہارے ساتھ نہ ہوتو ضرور نقصان میں پھنس جاؤ اور فرمایا اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضِعْفًا لو اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا وہ جانتا ہے کہ تم کمزور ہو۔ اور فرمایا

”وَهُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ اور وہ وہی ہے جو اپنی رحمت کے آگے (لوگوں کو) خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔“

الغرض! اُس مالک نے اِنسان کو کیسی کیسی آسائشیں مہیا فرمائی ہیں جب گرمیوں میں بدن جھلسنے لگتا ہے تو اچانک رحمت کی گھٹائیں اُمڈ آتی ہیں پھر موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور ہر طرف زندگی نکھری ہوئی دکھائی دینے لگتی ہے، اِس طرح جب اِنسان غموں کی بے رحم چکّی میں پس رہا ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اُسے یکا یک خوشیوں کی بشارت سُناتی ہے اور وہ پھر زندگی سے پیار کرنے لگتا ہے۔

۶......زندگی کسی بھی ڈگر پہ رواں ہو مصائب وآلام ہوں کہ خُوشیوں کی برسات ہو رہی ہو مردِ مسلمان کا کام خُود عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کی تلقین کرتے رہنا ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا یہی مفہوم ہے جو قوم اِس صفت سے بیگانہ ہو جاتی ہے قُدرت پھر اس کے لئے قعرِ مذلت تیار کرتی ہے اور اس کی لوحِ قسمت سے ضلالت کے سِوا ہر چیز کو مٹا دیا جاتا ہے فرمانِ عالی شان ہے ”وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نصیحت کرتے رہو، بے شک نصیحت مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتی ہے“۔ اور فرمایا ”وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیکوکار بھی ہو اور کہے کہ میں خدا کے تابع فرمان بندوں میں سے ہوں“۔

۷...... میری بساط ہی کیا جو اللہ کی برکت وجلال، عظمت وکبریائی کو بیان کرسکوں فرمانِ عالی شان ہے۔ ”قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا آپ فرما دیجئے کہ اگر یہ سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سیاہی ہو جائے تو یہ تو ختم ہوسکتا ہے مگر میرے رب کے کلمات ختم

نہیں ہوں گے اگرچہ اتنا ہی اور سمندر سیاہی ہو جائے۔

٨...... اللہ کریم نے فرمایا "اِنَّآ اَعۡطَینٰکَ الۡکَوۡثَرَہ اے محبوب بے شک ہم نے آپ کو خیرِ کثیر عطا فرمائی۔" یاد رہے کہ "کوثر" بروزنِ فوعل مبالغہ کا صیغہ ہے کثرت سے بنا، کثیر زیادہ، اکثر بہت زیادہ، کثار بہت ہی زیادہ اور کوثر بے حد زیادہ جو خلق کی عقل و فہم سے وراء ہے (تفسیر نُورالعرفان) تھوڑا سا آگے چل کر مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"۔ حُضور تمام دنیا کے مالک ہیں، کیونکہ دنیا تھوڑی ہے اور جو حُضور کو دیا وہ بہت ہی زیادہ ہے دنیا تو حُضور کی ملک کا ادنیٰ سا حصہ ہے"۔

(ایضاً) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے الکوثر سے "خیرِ کثیر" مراد لیا ہے۔

٩...... فرمانِ عالی شان ہے "وَمَنۡ یُّشَاقِقِ لِرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّه مَاتَوَلّٰی وَنُصۡلِه جَهَنَّمَ وَسَآئَتۡ مَصِیۡرًا ہ اور جس نے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رُسول کی مخالفت کی اور اہلِ ایمان کے راستے سے پھر گیا تو ہم اُسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ چاہتا ہے اور اُسے جہنّم میں پھینک دیں گے جو بہت دردناک ٹھکانہ ہے"۔

١٠...... مقبولانِ بارگاہ ایزدی، ثروت اِرض و سما کے وارث ہیں فرمانِ عالی شان ہے وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡن بے شک ہم نے زبور میں اپنے ذکر کے بعد لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں اور فرمایا تِلۡکَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَنۡ کَانَ تَقِیًّا یه جنّت ہے جس کے وارث ہمارے متقی بندے ہیں معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندے زمین اور جنّت کے وارث ہیں تو جو اللہ کا محبوب ترین بندہ ہو وہ کیوں نہ اس کی عطا سے مختارِ کُل اور وارثِ کونین ہوگا؟

١١...... سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وَاللّٰهُ یُعۡطِیۡ اَنَا قَاسِمٌ اللہ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ (بُخاری شریف)

١٢...... قرآن پاک میں ہے عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پہ جلوہ افروز فرما دے گا۔

١٣...... قرآن پاک میں ہے فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا اے محبوب! آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اُس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا ہوا اور آپ کے فیصلہ سے اپنے نفسوں میں تنگی پیدا نہ کریں اور اسے دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

چونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام کائنات کے لئے سامان ہدایت لے کر جلوہ فرما ہوئے لہٰذا آپ کا حکم تمام کائنات کے لئے تسلیم کرنا فرضِ عین ہے اِس طرح ساری کائنات آپ کی سلطنت اور پائگاہ ہے۔

۱۴...... مِلیک کلؒ کی تفسیر میں ایک نفیس نقطہ بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ اللہ کریم نے اپنے بارے میں فرمایا تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ برکتوں والی ہے وہ ذات جس کے دستِ قُدرت میں ملک ہے اور اِسی دستِ قُدرت کو ایک مقام پر حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہاتھ قرار دیا ہے یَدُاللہ فوقَ اَیْدِیْھِمْ اور ان ہاتھوں پر اللہ کا دستِ قُدرت ہے کونسا دستِ قُدرت ہے؟ وہی جس میں مُلک ہے کہ جس میں سلطنت ہے جس میں جہان کا کاروبار ہے اللہ کی لامحدود حاکمیت کے حضُور صلّی اللہ علیہ وسلم ہی تو مظہر ہیں وہ کونسی ملکیت ہے جو اللہ نے اپنے محبوب کو عطا نہیں فرمائی۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

۱۵...... فرمانِ خدا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ بے شک ہم نے اِس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اِس کے محافظ ہیں۔

۱۶...... سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ ”ان اللہ یبعث ھذہ الامتہ علی راس کل مائتہ سنتہ من یجدد لھا امر دینھا بلاشبہ اِس امُت میں ہر سو سال کے آخر میں اللہ تعالیٰ ایسے انسان پیدا کرتا رہے گا جو اسے زندہ کرتے رہیں گے“۔

(ابوداؤد مشکوٰۃ)

۱۷...... اس سرزمین پہ دورِ قبل مسیح سے بُت پرستی کی لعنت عام تھی توحید کا ماننے والا کوئی نہیں تھا ساری قوم شیطانی جال میں جکڑی ہوئی تھی بلاشبہ ہزاروں بُتوں کو اپنا خُدا تصوّر کیا جاتا تھا۔

۱۸...... ہندوؤں میں یہ چار ذاتیں آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی قائم ہیں برہمن، کشتری اور ویش خاصے خوشحال تھے مگر شودر کو دائرہ انسانیت سے ہی خارج سمجھا جاتا تھا اگر کوئی شودر کسی برہمن کو دیکھ لیتا تو اُس کی آنکھیں نکال لی جاتیں اُس پر مصائب کے پہاڑ توڑے جاتے یہ اسلام ہی تھا جس نے شودر کو مقامِ انسانیت پہ فائز فرمایا اور اُس پر صدیوں سے ہوتے ہوئے ظلم وستم کی حوصلہ شکنی فرمائی۔

۱۹...... یہاں بَرَہمن کی ”را“ متحرک پڑھی جائے اِس سے پہلے شعر میں بَرْہَمن کی ”را“ ساکن ہے اُردو شاعری میں یہ لفظ دونوں طرح مستعمل ہے یہاں بھی اعتبارِ وزن کے لئے دونوں طرح استعمال کیا گیا ہے پہلی مثال تو عام ہے دوسری خواجہ آتش کے کلام سے پیشِ خدمت ہے۔

ایک ساغر دوجہاں کے غم کو کرتا ہے غلط
اے خُوشا طالع جو شیخ و ”برھمن“ میں مست ہے

(شعرُ الہند، ۲۱۹، از مولانا عبدالسلام ندوی)

یہاں برھمن کی راساکن ہے

اِسے علّامہ اقبال نے بھی بعض مقامات پہ اِسی وزن میں استعمال کیا ہے مثلاً

''برہمن'' سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

(کُلّیات اِقبال، ۵۰ مطبوعہ ایجوکیشن ٹریڈرز)

۲۰...... یہ حقیقت ہے کہ برصغیر میں اسلام کا بھرپور تعارف نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم (۹۳ھ) کی وجہ سے ہُوا اُس کے بعد محمود غزنوی متوفی ۱۰۳۰ء اور شہاب الدین غوری متوفی ۱۲۰۶ تابڑتوڑ حملوں نے ہندوؤں کی کمر توڑ کر رکھ دی انہی ادوار میں چند عرش پایہ شخصیات نمودار ہوئیں جن کے اخلاقِ حسنہ نے تلوار سے زیادہ کام دکھایا۔
انہوں نے ہمہ وقت اشاعتِ اسلام میں اپنے آپ کو مصروف رکھا اور راہِ حق سے بھٹکی ہوئی مخلوق کو براہِ راست پہ لانے کی ہر ممکن کوشش کی آج برصغیر پاک و ہند میں جتنے بھی مسلمان ہیں تمام صُوفیائے کرام کی نگاہِ فیض کے پروردہ ہیں۔

۲۱...... قارئین کرام! آپ کو معلوم ہوگا کہ برصغیر پاک و ہند میں ''اکبری دور'' اہلِ اسلام کے لئے بہت بڑا المیہ ہے دشمنان اِسلام ''اکبراعظم'' کو اس لیے اپنا بہت بڑا ہیرو تصوّر کرتے ہیں کہ اُس نے دینِ برحق کے استحصال میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ایک یورپین مورخ لکھتا ہے۔

Represent all the major religious group within the nation"IBID(P-81)

ایک ہندو مورخ شری رام شرما نے اکبر کی مذہبی پالیسی کی جو بُنیادی خصوصیات تحریر کی ہیں اُن سے ہی اس کی اسلام کُشی اور حق دشمنی واضح ہوجاتی ہے مثلاً

○...... بادشاہ شکل وصورت سے مسلمان نظر میں آتا تھا ریشمی لباس زیب تن کرتا اور زیورات پہنتا تھا۔
○...... اسلامی عبادات سے حکماً منع کرتا۔
○...... حج بیت اللہ کے لئے مکّہ مکرمہ جانا غیر قانونی قرار دیتا۔
○...... اہلِ اسلام کی مذہبی رسومات پر پابندی لگاتا۔
○...... اسلامی نام خصوصاً حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مناسبت رکھنے والے نام تبدیل کردیتا۔
○...... مساجد کو اصطبل میں تبدیل کردیا گیا تھا۔
○...... داڑھی مُنڈوانے کو درباری ملاؤں سے جائز طریقہ قرار دلوایا گیا۔
○...... جنگلی سور اور چیتے کا گوشت حلال قرار دیا گیا۔
○...... تعظیمِ شاہ کی خاطر سجدہ ضروری سمجھا جاتا تھا۔

○......مخالف علمائے عظام اور صُوفیائے کرام کو مروا دیا گیا۔

خُود مجدد پاک اُس دور کی زبُوں حالی کا ذکر فرماتے ہیں

"کفارِ ہند بے تحاشا ہدم مسجد ے نمایندو آنجا تعمیر معبد ہائے خودے
سازندو نیز کفار برملا مراسمِ کفر بجاے آرندو مسلمانان دراجرائے اکثر احکامِ اسلام
عاجزاند" (مکتوب ۹۲ جلد ۳ ص ۱۶۲)

"اکبرِ اعظم" سب سے بڑا دشمن، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا ظالم نے آپ کا اسم گرامی کلمہ طیبہ سے نکال کر اپنا نام "فٹ" کرنے کی مذموم کوشش بھی کی" قرارداد ند کہ کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفہ اللہ علانیہ تکلیف نمایند" (منتخب التواریخ از ملاّ بدایونی)

توہین رسالت کو اکبر اور اس کے حواری اپنی غذا سمجھتے تھے عربی زبان پڑھنا، لکھنا، جاننا سب عیب قرار دیا گیا معاشرے کی تباہی کے لئے عورتوں کے بے پردہ باہر آنے کی حوصلہ افزائی کی گئی گویا ہر حال میں وہ تعلیمات اسلامیہ کو پامال کرنا اپنا فرض عین سمجھتے تھے۔

۲۲......معتبر کتب میں منقول ہے کہ حضور سیّدنا مجدد الف ثانی قُدس سرہٗ النورانی کے بارے میں حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے بشارت دی تھی آپ کے علاوہ شیخ الاسلام خواجہ احمد جام صاحب، شیخ خلیل اللہ بدخشی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ سلیم چشتی رضی اللہ عنہم جیسے بلند پایہ اکابر نے بھی آپ کے ظہور کی خبریں ارشاد فرمائیں (روضہ قیومیہ، ۱۰۳؁ جواہر مجدّدیہ ۱۰؁) حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بشارت دی (زبدۃ المقامات ۱۲۷، سیرت مجدد الف ثانی ۵۰ ص)

وہ بدرالدّین وہ قیوم اوّل غوثِ صمدانی
مجدد الف ثانی مظہر انوارِ ربانی!
مبارک ہو سوارِ مرکب اَیام آیا ہے
بہارِ گلشنِ تجدید کا پیغام لایا ہے
تعطّل آشنا دُنیا کو دینے جان آیا ہے
خدا و مصطفٰے سے جس نے ہر فیضان پایا ہے

۲۳......سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، محتاج تعارف نہیں خلیفہ دوم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے بعد اُمتِ مرحومہ کے افضل ترین فرد ہیں آپ کی شان میں متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی وارد ہیں عدل وانصاف وعلم وفضل کے اعتبار سے غیر مسلم مورخین نے بھی آپ کی عظمت کو سلام کیا ہے۔

۲۴ ..... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی تھے زہد وتقویٰ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں شجرہ شریف میں اس مقام پر تھوڑا سا ابہام پیدا ہوتا ہے ہم نے یہ سلسلہ زبدۃ المقامات سے حاصل کیا ہے جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے جمہرۃ الانساب از ابن حزم اندلسی م ۴۵۶ھ کے حوالہ سے یوں لکھا ہے عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر فاروق، انہوں نے حفص اور عاصم کا اضافہ کیا ہے ان کی تحقیق کے مطابق صاحب زبدۃ المقامات خواجہ محمد ہاشم کشمی م ۱۰۵۴ء نے عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم کو ہی عبداللہ بن عمر فاروق سمجھ کر شجرہ ختم کر دیا ہے (واللہ ورسولہ اعلمہ) سیرت مجدد الف ثانی ۴۴ حاشیہ مطبوعہ کراچی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۲۵ ...... خواجہ ناصر بن عبداللہ تابعین میں سے تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۲۶ ...... خواجہ ابراہیم بن ناصر بھی تابعین سے تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۲۷ ...... اسحٰق بن ابراہیم تبع تابعین اور عظیم مجتہد تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۲۸ ...... ابوالفتح بن اسحٰق بھی تبع تابعین سے تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۲۹ ...... خواجہ عبداللہ واعظ الاکبر جید عالم دین اور واعظ ومحدث تھے آپ ابوالفتح کے بڑے فرزند تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۰ ...... خواجہ عبداللہ واعظ الاصغر بن عبداللہ واعظ الاکبر ظاہری وباطنی علوم کے مخزن تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۱ ...... خواجہ مسعود بن عبداللہ وقت کی نامور شخصیت ہوئے ہیں خلفائے آل عباس نے بڑی منت سماجت سے آپ کو مکہ سے بلا کر بغداد رکھا وہ آپ کے از حد معتقد تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۲ ...... سلیمان بن مسعود علم وعمل کا حسین پیکر تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۳ ...... محمود بن سلیمان علم وفضل کے علاوہ عسکری امور میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے خلیفہ وقت نے آپ کو ترکستان کے محاذ پر سپہ سالار بنا کر بھیجا آپ کامیاب ہوئے پھر آپ نے غزنی کا قلعہ فتح کیا خلیفہ نے آپ کو غزنی کا حکمران بنا دیا۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۴ ...... نصیر الدین بن محمود، باپ کے بعد حکمران ہوئے کابل فتح کیا اور اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا آپ کی وجہ سے ہی حضرت مجدد کابلی بھی کہلواتے ہیں۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۵ ...... شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی، والد بزرگوار کے بعد حکمران ہوئے آپ نے ہندوستان، ایران، توران بدخشاں اور خراسان پر کامیاب حملے کئے آپ اوصاف حمیدہ کے مالک اور عدل گستر فرمارواتھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۶ ...... یوسف بن فرخ شاہ کامیاب حکمران ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۷ ...... احمد بن یوسف نہایت متقی اور صاحب حال بادشاہ تھے باطنی استفادہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے کیا۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۸ ...... شعیب بن احمد باپ کے بعد خانقاہ میں ان کے خلیفہ مقرر ہوئے نہایت صاحب کشف وکرامت تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۳۹ ...... عبداللہ بن شعیب نے شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا ان کے خلیفہ بھی تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۰...... اسحاق بن عبداللہ صاحب حال بزرگ تھے اپنے والد کے مرید تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۱...... یوسف بن اسحاق علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۲...... سلیمان بن یوسف نہایت متقی اور پارسا شخصیت کے مالک تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۳...... نصیر الدین بن سلیمان نے مشائخ چشتیہ سے فیض لیا کامل بزرگ تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۴...... امام رفیع الدین بن نصیر الدین چار سو مشائخ کے خلیفہ تھے آخر میں سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں سے فیضیاب ہوئے آپ نے شرف بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں سرہند شریف کی بنیاد رکھی اور وہاں آباد ہوئے آپ جلیل القدر بزرگ تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۵...... حبیب الدین بن امام رفیع الدین، ولی کامل تھے آپ والد بزرگوار کی خانقاہ کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۶...... شیخ محمد بن حبیب اللہ نے سلوک اپنے والد محترم سے حاصل کیا اور ان کے نائب مقرر ہوئے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۷...... عبدالحی بن محمد علم ظاہر و باطن میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۸...... زین العابدین بن عبدالحی اپنے دور کے مرجع خلائق تھے روحانیت میں کمال حاصل تھا۔ (رضی اللہ عنہ)

۴۹...... مخدوم ملت حضرت عبدالاحد قدس سرہٗ ہندوستان کے مشہور مشائخ کرام میں سے تھے آپ نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی سلوک طے کیا آباد اجداد سے سہروردی فیض حاصل تھا قادری فیض شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے وصول کیا شیخ مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں ''نسبتِ فردیت مجھے اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی اور انہیں ایک مردِ خدا، صاحب جذب سے حاصل ہوئی وہ مردِ خدا حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ ہیں''۔ (مبدء معاد شریف) حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ہر وقت سینکڑوں آدمیوں کا مجمع رہتا تھا پھر اسی رجل عظیم کے گھر نائب رسول معظم، مظہر انوار لامکانی' سیدنا منور الف ثانی قدس سرہٗ النورانی جلوہ آرا ہوئے اور کفرستان ہند کو خصوصاً اور ساری دنیا کو عموماً اپنے فیضانِ سرمدی سے مالا مال فرمایا۔

۵۰...... یہ خواب یا کشف مجدد پاک کی متعدد کتب سوانح میں مرقوم ہے اس کی تعبیر شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔

۵۱...... یہ خلعت فاخرہ شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عطا فرمائی۔ (جواہر مجددیہ ص۱۰ از بدۃ المقامات ص ۱۳۵

۵۲...... حضرت مجدد پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ ماجد اور مولانا کمال کشمیری، مولانا شیخ یعقوب کشمیری، اور قاضی بہلول بدخشی رضی اللہ عنہم سے ظاہری تعلیم حاصل کی سیدنا باقی باللہ رضی اللہ عنہ، سے باطنی فیض حاصل کیا۔

۵۳...... روضۃ القیومیہ میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ ''بادشاہ نے دین مصطفوی کی تحقیر کے لیے دو دربار منعقد کیے۔ ایک دربار اکبری اور دوسرا دربار محمدی۔ دربار اکبری کی سج دھج ہی نرالی تھی۔ چنگ درباب کی جنوں خیز موجوں سے ہر کوئی بہک رہا تھا۔ جبکہ ''بارگاہ محمدی'' پھٹے پرانے شامیانوں پر مشتمل حسرت ناک منظر پیش کر رہی تھی۔ جب سیدنا مجدد پاک رضی اللہ عنہ، کو معلوم ہوا تو آپ اکبر کی اس شرارت کا جواب دینے کے لیے روانہ

ہوئے۔ آپ کے ساتھ خانِ خاناں، مرتضٰی خاں، صدر جہاں اور خان اعظم جیسے مُرید تھے۔ کچھ غریب لوگ بھی غیرتِ دینی کا مظاہرہ کرنے کے لیے چلے آئے تھے۔ آپ ''بارگاہِ محمدی'' میں داخل ہوئے اور ایک شخص کو کہا کہ اس کے گرد دائرہ کھینچ دیا جائے۔ ایک مٹھی بھر کاک اکبر کی طرف پھینکی تو شمال کی طرف سے غضب ناک طوفان کا ظہور ہوا جو دیکھتے ہی دیکھتے ''دربارِ اکبری'' کو تہ وبالا کر کے رکھ گیا۔ ایک ہلاکت خیز منظر تھا۔ خیمے ٹوٹ ٹوٹ کر ''اہلِ دعوت'' پر گر رہے تھے۔ اکبر کو اس عالمِ بتلا میں مارا گیا۔ یہ اس کی زندگی کا تریسٹھواں جشن تھا کہ ١٥/ اکتوبر ١٤٠٥ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اللہ تعالٰے نے اپنے برگزیدہ بندے کو کامرانی سے ہمکنار فرما دیا تھا۔

٥٤...... یہ آپ کی کرامت تھی کہ وہ طوفان آپ کے لئے نسیم جانفزا کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ (ص ٢٢٦ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)
(کرامات مجدد الف ثانی ص ١٣)

٥٥...... ڈاکٹر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں'' جس بادشاہ کے آگے اس کی رعایا سجدہ ریز ہوتی ہو اس کی فرعونیت اور نخوت وغرور کا کیا عالم ہوگا سیرت مجدد الف ثانی ص ١٦٥ مطبوعہ کراچی۔

٥٦...... پروفیسر خورشید حسین بخاری لکھتے ہیں''جب نور جہاں کے جوہر اس پر کھلے تو اس نے تقریباً تمام معاملات سلطنت اس کے سپرد کر دیئے''۔ (ریاض التاریخ ٦٦٠ ص

٥٧...... جہانگیر ابتدائی دور میں اکبری راہوں پہ گامزن رہا پیرزادہ سردار علی قادری لکھتے ہیں خود جہانگیر نے بھی اپنے اقتدار کے استحکام کی خاطر ہندو مشیروں اور راجاؤں کے تعاون کو ضروری سمجھا اور اسی سیکولر بلکہ غیر اسلامی رویہ کو قائم رکھا جس کی بنیاد اکبر نے رکھی تھی''۔ (نور سلام ٤٤ ص مجدد الف ثانی نمبر) خود شیخ مجدد رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں۔ ''اسلام کی کسمپرسی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ کفار برملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے دھڑک کوچہ و بازار میں مراسم کفر ادا کرتے ہیں...... کتنی حسرت و ندامت اور کتنے افسوس کا مقام ہے۔''
(مکتوب ٦٥' ٨٢ ص)

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبی است

دور جہانگیری کا سب سے بڑا المیہ فروغ رافضیت کی صورت میں ظہور پذیر ہوا نور جہاں اور آصف جاہ شیعہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''شیعوں کا جہانگیر کے دربار میں کافی اثر ورسوخ تھا، حضرت مجدد نے جس شدومد کے ساتھ ان کے نظریات کی تردید کی اس سے آپ کی شخصیت ان کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی''۔ (دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد اوّل ص ٢٩٧) بالآخر شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کی مساعی جلیلہ سے رافضیت کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم گیا اور سنیت کو پھر سے کھویا ہوا مقام مل گیا۔

۵۸......آپ یہ الزام تھا کہ معاذ اللہ آپ اپنے کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں علمائے سونے درباری امراء کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کو قتل کر دینے کا فتوے صادر کر دیا خزینۃ الاصفیاء ص ۲۷۰ پہ مرقوم ہے ''پس ہمہ علماء بخاطر داری امرائے دربار فتوی بر قتل شیخ نوشتند'' یہ آپ کے خلاف بہت بڑی سازش تھی چونکہ جہانگیر سیاست کے خم و پیچ کو بخوبی سمجھتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ صرف آپ کو اس بنا پر قید کیا جائے کہ آپ نے اسے سجدہ نہیں کیا اس طرح تو وہ تاریخ میں بدنام ہو جاتا و با عدم خرد و دانش بغایت مغرور و خود پسند ظاہر شد، صلاح حالِ او منحصر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محبوس باشد'' توزک جہانگیری ۲۷۵ ص ہندوؤں نے بھی اس مسئلے کو خوب اچھالا ہے۔

> "Some Muslims theologions complained to Jahagir that in some of his writings ahmad Sirhindi claimed to have risen to a status higher than that of caliphs"
> The Religious Policy of the Mughal Emperors (P-80)

۵۹......آپ نے اس الزام کا جواب ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص خود کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سے افضل قرار دے وہ زندیق محض یا جاہل ہے اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے''۔ (رودِ کوثر ۲۶۷ ص آپ نے جہانگیر کو مثال دے کر بھی استدلال فرمایا ہے کہ ''ایک سپاہی کو آپ نے پاس بلایا، وہ یقیناً پنج ہزاری کے مقام سے گزر کر آپ تک پہنچ سکتا ہے اور پھر اپنے مقام پر چلا جاتا ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اس سپاہی کا رتبہ پنج ہزاری سے زیادہ ہو گیا ہے''۔ (مناقب آدمیہ ۱۳۱ ص) ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ''میں خود کو کتے سے افضل نہیں سمجھتا تو پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سے کیسے افضل سمجھ سکتا ہوں''۔ (ایضاً ۱۷۱ ص) ایک یہ بھی مثال دی تھی کہ ایک خاکروب آپ کے قصرِ خاص تک چلا جاتا ہے تو کیا علماء اسے آپ کا مقام دیں گے؟ معاملہ صرف قید و بند کا نہ تھا بلکہ جائیداد بھی ضبط کی گئی۔ ''حویلی و سرا و چاہ و باغ و کتب و اشیائے دیگر چھین لی گئیں مگر اس پیکر تسلیم و رضا پر ذرہ بھر اثر نہ ہوا''۔ (رودکوثر ص ۱۷۱ سیرت مجدد الف ثانی ص ۱۸۴)

۶۰......ٹی، ڈبلیو۔ آرنلڈ

''دو برس تک آپ قید خانے میں رہے اور اس عرصہ میں آپ نے ہزاروں کافروں کو مسلمان کیا''۔ بعض لوگ مدت قید تین سال لکھتے ہیں مثلاً دیکھئے سبحۃ المرجان ۵۳ ص

۶۱...... یہ مصرع حضرت اقبال سے لیا ہے۔

۶۲......یہ مصرع حضرت نوح ناروی سے لیا ہے۔ (مجددی)

۶۳......بت خاں جہانگیر کے دربار کا بہت بڑا رکن اور سپہ سالار تھا تحقیقات چشتی میں ہے کہ ''مہابت خاں نے خان خاناں کا لقب پایا وہ مرزا غیور بیگ کا بیٹا تھا عہدِ شاہ جہانی میں بھی اعلیٰ مقامات پر فائز رہا تاریخ لاہور میں ہے کہ

''اس کا اصل نام زبان بیگ تھا''۔ جہانگیر نے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو قید کرنے سے پہلے آپ کے عقیدت مند اراکین سلطنت کو مختلف علاقوں کے گورنر بنا کر بھیج دیا تھا لیکن جب ان اراکین سلطنت کو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ مہابت کی قیادت میں اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوئے ان میں مرتضیٰ خان، صدر جہاں، حیات خان، دریا خان مشہور ہیں (مجدد نمبر۳ ۱۰۲ص

۶۴. مہابت نے حضرت مجدد قدس سرہ' کو خط لکھا اور صورت حال بتائی جگر آپ نے فرمایا۔ ''مجھے سلطنت پانے اور حکومت کرنے کی ہرگز ہوس نہیں اور میں تمہارے اس فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا تم بغاوت سے باز آ جاؤں اور بادشاہ کی اطاعت کرو''۔ (دس ولی از سید شبیر احمد سعدی ۱۶۹ ص)

۶۵...... یہ مصرع حضرت اقبال سے لئے ہیں۔ (مجددی)

۶۶...... یہ مصرع حضرت اقبال سے لئے ہیں۔ (مجددی)

۶۷...... ''قریب تھا کہ مہابت خان کے غیض وغضب سے یہ تینوں اپنے کئے کی سزا پا لیتے ہیں (یعنی جہانگیر، آصف جاہ اور نور جہاں) آپ کا خط آ گیا (اس نے) مرشد کے حکم کی تعمیل کی، مہابت خاں، جہانگیر کے پاس آیا اور کہا میں اپنے مرشد کے حکم سے آپ کو رہا کرتا ہوں اور اس کے بعد جہانگیر کو تخت شاہی پر بٹھا کر تمام آداب شاہی بجالایا''۔ (دس ولی ۱۷۰ صلطیف پبلشرز لاہور)

۶۸...... خواجہ امین قدس سرہ' فرماتے ہیں۔ ''خدا کا شکر ہے آپ کے صبر واستقامت سے مصیبتیں اور بلائیں دین ودنیا کی ترقی کا سبب بن گئیں۔'' (مناقب آدمیہ حضرات احمدیہ) قرآن پاک نے اہل اللہ کی معروف ترین صفت کا اظہار فرمایا ہے۔ ''وہ غصہ پیتے ہیں''۔ حضرت مجدد پاک اس عظیم صفت سے بھی متصف تھے آپ نے اس مقام پر عفو وصبر کا مظاہرہ فرما کر اسوہ حسنہ کو تازہ فرما دیا۔

۶۹...... مولانا محمد اشرف نقشبندی صاحب نے یہ خواب جہانگیر کی بیٹی کے ساتھ منسوب کیا ہے کہ اس کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہم تمہارے باپ سے ناراض ہیں کہ اس نے ہمارے مقرب نور نظر شیخ احمد سرہندی کو قید کر رکھا ہے۔'' (کراماتِ مجدد الف ثانی ۱۵ ص)

جواہر مجددیہ میں لکھا ہے۔ ''بادشاہ نے ایک روز خواب میں دیکھا''۔ کوئی بزرگ فرماتے ہیں تو نے مجدد وامام وقت کی بے عزتی کی ہے تو جس عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا بغیر اس کی دعا کے رفع نہ ہوگا بادشاہ شرمسار ہوا اور آپ کی رہائی کا حکم دیا''۔ (خلاصہ) (از مولوی عالم الدین صاحب ۵۰ص' ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور)

جناب نور احمد مقبول صاحب لکھتے ہیں۔ ''بادشاہ کشمیر چلا گیا وہاں سخت بیمار ہوا جہانگیر نے خواب دیکھا خواب کیا قسمت جاگ اٹھی دیکھا کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بطور تاسف فرما رہے ہیں جہانگیر تو نے ہمارے کتنے برگزیدہ آدمی کو قید کر رکھا ہے اس خواب کے بعد آپ کی رہائی عمل میں آئی اور امام ربانی

مجدد الف ثانی کو فتح مبین حاصل ہوئی کہ دنیا رنگ رہ گئی۔" (مجدد نمبر ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف ۳۴ ص) یہ خواب بعینہ فاضل مورخ محمد دین کلیم صاحب نے بھی رقم کیا ہے دیکھیے مقالہ "امام ربانی کا لاہور سے رابطہ" مجدد نمبر ۱۰۵ ص

۷۰...... حضرت مجدد قدس سرہ الصمد نے اپنی ملاقات کی سات شرائط قرار دیں اولاً سجدہ تعظیمی موقوف کیا جائے، ثانیاً تمام مساجد جو منہدم کی گئی تھیں از سر نو تعمیر کرائی جائیں ثالثاً ذبح بقر کے امتناعی احکام منسوخ کیے جائیں، رابعاً احکام شرعی کو جاری کر کے قاضی، مفتی اور محتسب مقرر کیے جائیں خامساً جزیہ پھر سے جاری کیا جائے سادساً بدعت کو روکا جائے اور احکام شرعی کو نافذ کیا جائے سابعاً وہ تمام لوگ جو جھگڑے میں محبوس کیے گئے تھے رہا کیے جائیں بادشاہ نے یہ شرائط منظور کر لیں اور شیخ احمد آ کر بادشاہ سے ملے بادشاہ نے خلعت اور نذر پیش کی ازاں بعد شیخ چھ برس زندہ رہے اور بادشاہ ہر اہم امر میں ان سے خاص طور پر مشورہ کرتا تھا۔" (حضرت امام ربانی کا نظریہ توحید ۳۴ ص از ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب مطبوعہ مقبول اکیڈمی)

صاحب خزینۃ الاصفیا لکھتے ہیں "بادشاہ (جہانگیر) از محبان شیخ شد بحدیکہ گاہی آں جناب را از خود جانی کردو شہزادہ خرم را واصل حلقہ مریدان شیخ نمود چنانچہ عہد شاہجہاں و عالمگیر بادشاہاں باہمہ مجددیہ می شدند ۶۱۳ ص

۷۱...... ڈاکٹر شفیق علی خان صاحب لکھتے ہیں

> At last the Mujaddid succeeded in his efforts Jahangir cancelled all these orders of his father which were against the spirit of Islam and thus Deen-e-Elahi come to an ignoble end. Two Nation Thery (P96)

آخر کار مجدد کامیاب ہوئے جہانگیر نے اپنے باپ کے تمام غیر اسلامی احکام تبدیل کر دیے اور یوں دین الٰہی اپنے انجام کو پہنچا۔

۷۲......خود شیخ مجدد قدس سرہ الصمد فرماتے ہیں۔ "صحبت ہائے عجیب و غریب می گذارند، بعنایت اللہ سر موئے دریں گفتگو ہائے امور دینیہ و اصول اسلامیہ مساہلہ و مداہینۃ راہ نمی یابد، زاں عبارات کہ در خلوات و در مجالس خاصہ بیان می گرو در یں معرکہ ہا بتوفیق اللہ سبحانہ، نماید اگر یک مجلس را نولید دفتر می باید (مکتوبات شریفہ مکتوب ۳۰ ۴۳ ص) عجیب و غریب مجلسیں ہو رہی ہیں ساری گفتگو دینی امور اور اسلامی اصول سے متعلق ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے بال برابر کوتاہی سرزد نہیں ہوتی وہی باتیں جو خاص مجلسوں اور خلوت گاہوں میں ہوتی رہیں ان معرکوں میں بھی اللہ کی توفیق سے وہی ہو رہی ہیں اگر ایک مجلس کا بھی حال لکھوں تو دفتر درکار ہے"۔ ڈاکٹر شفیق علی خاں بھی لکھتے ہیں۔

> After Maghrib prayers the king would grant his special audience where Shaikh would talk about religious affairs to Jahangir (Two National Theory)

۷۳...... ان مبارک محفلوں کا بادشاہ کے قلب ونظر پہ جو اثر ہوا اس کی تفصیل ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب کی زبانی سنیے۔

In matter of religion he was a believing Muslim and supported the cause of orthodoxy (The Admininstration of the Mughal Emperor (P-7)

ترجمہ۔ وہ مذہب پر یقین رکھتا اور اس نے اہلسنت کی بہت مدد کی کہاں وہ دور تھا کہ اس نے ہندومت پھیلانے کی کوشش کی اور آپ کے دوست بیر سنگھ نے متھرا کا مندر تعمیر کروایا مگر اب یہ عالم تھا کہ جب خواجہ اجمیری کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو وہ مندر مسمار کرنے کا حکم صادر کیا (مغلیہ حکمرانوں کی مذہبی پالیسی ۸۶ ص)

پیرزادہ سردار علی صاحب نتیجہ اخذ کرتے ہیں"۔ بہر حال یہ بات ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت مجدد کی تحریک نے حالات کا دھارا اس طرح موڑا کہ جو حکمران اسلام کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ بن گئے تھے اس کی عظمت کے امین اور اس کے وقار کی بحالی کے لئے سرگرم عمل ہوگئے (مجدد نمبر ۳ ۱۰۲ ص)

۷۴...... مولانا محمد میاں صاحب نے جہانگیر کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ "میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو صرف میرے پاس ایک دستاویز ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دوں گا، وہ دستاویز یہ ہے کہ مجھ سے ایک روز شیخ احمد سرہندی نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں لے جائے گا تو تیرے بغیر نہ جائیں گے۔" (علمائے ہند کا شاندار ماضی ۱۱۸)

۷۵...... آپ کی تحریک تجدید کے عالمگیر اثرات کا ذکر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے یوں کیا ہے۔

His influence spread from Indonesia to Turkey and from there to many silsilas of africa. For his great work he was hailed as the Mujaddid-i-Alf-i-Thani,the man who revised in the second Mellennium.

۷۶......علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جوامع الجوامع میں حدیث نقل کی ہے یکون رجل فی امتی یقال لہ صلة یدخل الجنة بشفاعتہ کذا وکذا امیری

امت میں ایک آدمی ہوگا جس کو "صلہ" کہا جائے گا اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے (جواہر مجددیہ ۱۵ ص مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور) صلہ کا مطلب ہے جو شریعت وطریقت کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑ دے گا آپ کے زمانے میں صوفیائے خام طریقت کو شریعت سے الگ سمجھتے تھے آپ نے طریقت کو شریعت کا پھل قرار دیکر اس ٹوٹتے رشتے کو جوڑ دیا آپ خود بھی فرماتے ہیں الحمدللہ الذی جعلنی صلة هين البحرين مصلحاً بين الفتين (مکتوب ۶ جلد دوم مطبوعہ امرتسر) گویا حدیث مصطفےٰ کے آپ ہی صحیح مصداق ہیں

۷۷......آپ کو اٹھارہ سلاسلِ اولیا کی خلافت حاصل تھی اس لحاظ سے آپ الف ثانی کے جملہ سلاسل اولیاء کے رہبر کامل ٹھہرتے ہیں۔

۷۸......یہ مصرعہ اقبال سے لیا ہے۔

۷۹...... یہ مصرع اقبال کا ہے۔

۸۰...... اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد پاک کا جسم طینت مصطفیٰ کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم سے بچنے والے کچھ حصے سے تشکیل فرمایا جیسا کہ خواجہ معصوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ (روضۃ القیومیہ ۱۷۶ ص مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

۸۱...... آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد صادق ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۵ سال کی عمر میں ۱۰۲۵ھ میں انتقال فرمایا مجدد پاک کو ان کے ساتھ ازحد پیار تھا۔ مکتوبات میں جابجا ان کا ذکر خیر موجود ہے مثلاً فرزندی اغری مجموعہ معارف فقیر است ونسخۂ مقامات جذبہ وسلوک (مکتوب ۲۷۷ جلد اوّل) فرزندی کہ محرمان اسرار است و از خطا و غلط مصئون (مکتوب ۲۴۴ ص) مولانا امین بدخشی فرماتے ہیں "فرزند مرحوم اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اللہ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھے"۔ (سیرت مجدد الف ثانی ۳۳۹ ص بحوالہ مناقب آدمیہ)

۸۲...... حضرت خواجہ محمد معصوم بادشاہ قدس سرہٗ العزیز ۱۲ شوال ۱۰۰۷ھ میں پیدا ہوئے، مکتوبات میں آپ کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے فرماتے ہیں فرزندی محمد معصوم تو بالذات اس دولت کے قابل ہے یعنی ولایت خاصہ محمدیہ کے خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ نے ۱۰۶۸ھ میں سفر حجاز اختیار کیا علمائے عرب نے آپ کی بہت تکریم وتعظیم کی عظیم الشان ولی اوور قیوم ثانی کے مقام پر فائز تھے ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ میں وصال فرمایا سرہند شریف میں آپ کا مزار ہر خاص وعام کے لئے باعثِ فیوض وبرکات ہے۔

۸۳...... خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ ۱۰۰۲ھ میں پیدا ہوئے علوم ظاہری وباطنی کے حامل تھے آپ ۱۰۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

۸۴...... خواجہ محمد فرخ ۱۰۲۵ھ میں فوت ہوئے۔

۸۵...... محمد یحییٰ ۱۰۲۴ھ میں پیدا ہوئے وصال مجدد کے وقت ان کی عمر دس سال تھی بڑے ہو کر علم وفضل کے امام ثابت ہوئے آپ کی شکل وصورت شیخ مجدد سے ملتی جلتی تھی خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی پوتی سے شادی ہوئی۔

۸۶...... خواجہ محمد اشرف صغر سنی میں وصال فرما گئے۔

۸۷...... محمد عیسیٰ نے ۱۰۲۵ھ میں وصال فرمایا الغرض آپ کے صاحبزادگان کرام بقول خواجہ باقی علیہ الرحمۃ (اسرار الٰہی اند، استعداد ہائے عجب دارنہ) کا مصداق تھے۔ (زبدۃ المقامات ۲۱۵)

۸۸...... بی بی رقیہ بانو، بی بی خدیجہ بانو، بی بی ام کلثوم رحمۃ اللہ علیھن تین صاحبزادیاں تھیں ایک صاحبزادی بچپن میں فوت ہوگئی دوسری پندرہ سال کی عمر میں اور تیسری زندہ ہے۔ (زبدۃ المقامات ۱۰۳۷ھ)

۸۹...... ایضاً

۹۰...... ایضاً

۹۱...... خواجہ محمد سعید م ۱۰۷۰ھ

۹۲...... خواجہ محمد صادق م ۱۰۲۵ھ

۱۰۹

۹۳.....خواجہ محمد معصوم م ۱۰۷۹ھ
۹۴ میر محمد نعمان ۱۰۵۸ھ
۹۵. . .حاجی خضر افغانی م ۱۰۳۵ھ
۹۶ . شیخ سلیم بنوری
۹۷.....شیخ طاہر بدخشی
۹۸.....خواجہ محمد صدیق کشمی
۹۹.....مولانا عبدالواحد لاہوری
۱۰۰.....صوفی قربان قدیم
۱۰۱.....مولانا حمید احمدی
۱۰۲.....محمد صادق کابلی
۱۰۳.....شیخ احمد دیبی
۱۰۴.....خواجہ حسن برکی
۱۰۵.....کریم الدین حسن ابدانی
۱۰۶.....بدیع الدین سہارنپوری
۱۰۷.....خواجہ آدم بنوری
۱۰۸.....شیخ احمد برکی
۱۰۹.....یار محمد قدیم طالقانی
۱۱۰.....شیخ یوسف سمرقندی
۱۱۱.....خواجہ ہاشم کشمی
۱۱۲.....مولانا امان اللہ لاہوری
۱۱۳.....خواجہ محمد اشرف کابلی
۱۱۴.....مولانا محمد صالح
۱۱۵.....حاجی حسین
۱۱۶.....مولانا اصغر احمد
۱۱۷.....مولانا قاسم علی
۱۱۸.....شیخ سلیم بنوری

۱۱۹...... شیخ داؤد ساکی

۱۲۰...... شیخ حامد بہاری

۱۲۱...... شیخ یوسف سمرقندی

۱۲۲...... مولانا فرخ حسین

۱۲۳...... سید باقر سارنگ پوری

۱۲۴...... حمید بنگالی

۱۲۵...... مولانا غازی نو گجراتی

۱۲۶...... صوفی قربان جدید

۱۲۷...... شیخ محمد حرمی

۱۲۸...... شیخ احمد استنبول

۱۲۹...... طاہر بندگی

۱۳۰...... محب اللہ مانک پوری

۱۳۱...... زین العابدین تبریزی

۱۳۲...... حافظ محمود گجراتی

۱۳۳...... یوسف برکی

۱۳۴...... محمد بہاری

۱۳۵...... شیخ مزمل

۱۳۶...... نور محمد پٹنی

۱۳۷...... بدر الدین سرہندی

۱۳۸...... عبد الہادی بدایونی

۱۳۹...... عبد الحی شادمانی

۱۴۰...... عبد الحکیم سیالکوٹی

۱۴۱...... عبد العزیز نجومی

۱۴۲...... عبد الغفور سمرقندی

۱۴۳...... عبد الکریم برکی

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقاماتِ مجدد

محمد عبدالاحد

☆☆

اگرچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومعاملات اور خصائصِ علیا کہ جنکے لیے ایک دفتر چاہیے مگر یہاں بطورِ انتخاب چند خصائصِ عظمٰی ومکاشفاتِ علیا اور وہ مبشرات کہ جو خواجۂ صفا کیشان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) آپ کی استعدادِ قطبیت حضرت خواجہ کو آپ کے آنے سے کئی سال پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی۔

(۲) ازانجملہ حضرت خواجہ نے آپ کے نورِ عالم افروز کو اس ظہور ومعاملہ سے پہلے کئی سال تک بصورتِ شمعِ عظیم منور دیکھا۔

(۳) ازانجملہ حضرت خواجہ کا اپنے کسی مخلص کو آپ کی نسبت یہ لکھنا "چراغی شود کہ عالمہا ازو منور گردد"

(۴) ازانجملہ حضرت خواجہ کا اپنے کسی مخلص کے التماس پر یہ فرمانا کہ اب کی مرتبہ جب شیخ احمد آئیں گے تو ہم تمہارے لیے سفارش کردینگے تو وہ اپنی توجہات سے پانچ چھ ہی روز میں تمہیں اعلیٰ مرتبہ پر پہنچادیں گے۔

(۵) ازانجملہ حضرت خواجہ کا بشارت دینا کہ تم کو مرتبۂ مرادیت ومحبوبیت حاصل ہوا۔

(۶) ازانجملہ توجہات حضرت خواجہ سے ڈھائی مہینے میں آپ کا کامل ہونا اور مراتبِ سلوک کا طے فرمانا۔

(۷) ازانجملہ حضرت خواجہ کا لکھنا "مدتی ست کہ عرض نیازمندی بدرگاہِ ولایت پناہ نہ کردہ ایم"۔

(۸) ازانجملہ حضرت خواجہ مرشدِ عالی مقدار کا یہ تحریر فرمانا "سخنِ درویشان بحضرت شما نوشتن بغایت بے شرمی ہست۔"

(۹) ازانجملہ حضرت خواجہ کا تحریر فرمانا۔ "ما را حد خود باید نگاہداشت واز فضول احتراز نمودن۔"

(۱۰) ازانجملہ حضرت خواجہ کا تحریر فرمانا وللارض من کاس الکرام نصیب۔

(۱۱) ازانجملہ۔ چہ شد کہ مشعلِ مجدّ دی از فتیلۂ باقی باللہ جست۔

(۱۲) ازانجملہ حضرت خواجہ کا آپ کو تحریر فرمانا کہ شیخ الاسلام انصاری قدس سرہ نے فرمایا کہ میں خرقانی کا مرید ہوں اگر اس وقت خرقانی حیات ہوتے تو باوجود پیری وہ بھی میرے ہی مرید ہوتے یعنی اس وقت ہمارا اور تمہارا حال ایسا ہے۔

(۱۳) ازانجملہ حضرت خواجہ عالیشان کا آپ کے مکاشفہ سے اپنے حالات علیہ کا تحقیق کرنا۔

(۱۴) ازانجملہ غائبانہ اپنے یاروں کے حالات آپ سے دریافت فرمانا۔

(۱۵) ازانجملہ اور سب سے زیادہ عجب بات یہ ہے کہ خود حضرت خواجہ عالیشان کا آپ کے حلقے میں بیٹھنا اور استفاضہ کرنا۔

(۱۶) ازانجملہ حضرت خواجہ عالیشان کا فرمانا کہ ''ایشان آفتابی کہ مثلِ ماہزاران ستارہ در ضمنِ ایشان گم اند'' ان کے علاوہ اور بھی خصائصِ عالیہ ہیں کہ جو انہوں نے تقریر و تحریر میں صراحۃً اور کنایۃً ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۱۷) ازانجملہ حضرت خواجہ کا نسبت ہائی عالیہ آپ کو عنایت فرمانا اور مقاماتِ عالیہ پر پہنچانا۔

(۱۸) ازانجملہ نسبت ہائی ولایت اور اقتباسِ نبوت کہ جو بعض اولیاء رحمہم اللہ پر کم جلوہ گر ہوئی ہیں حضرت خواجہ نے اُن سب نسبتوں سے آپ کو نوازا ہے اور آپ ہر ایک کی معرفت سے سرفراز ہوے ہیں چنانچہ بارہا آپ زبان مبارک پر لائے ہیں کہ ''از کمال عنایاتِ او سبحانہ در حقِ این بندۂ کمترین این ست کہ ہیچ کوچہ از ین راہ نماند الا این حقیر را بران عبور دادند و از نسبتِ علیّہ سریان و معیت و احاطتِ وحدت و تشبیہ و تنزیہ و اسرارِ این جہانی و آن جہانی و وجوبی و امکانی علیحدہ علیحدہ بحض کرم بہرہ ور گردانیدند۔

(۱۹) ازانجملہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو علمِ سمٰوات کی تعلیم دی چنانچہ خود آپ نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور سابقہ عرائض میں بھی لکھا ہے۔

(۲۰) ازانجملہ حضرت خضر و الیاس علیہما السلام نے آپ سے ملاقات کر کے اپنی حیات و ممات کی حقیقت سے اطلاع دی ہے اور آپ نے ایک مکتوب میں اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

(۲۱) ازانجملہ مبادیِ سلوک میں روحانیتِ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو علمِ لدنی سکھایا ہے۔ چنانچہ

خود حضرت نے مبداء و معاد میں اس راز کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۲۲) ازانجملہ حضرت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے مجتہدِ علم کلام کی آپ کو بشارت دی ہے چنانچہ خود آپ نے ایک مکتوب میں اس کا اظہار کیا ہے۔

(۲۳) ازانجملہ ایک دن آپ حلقہ میں مراقب تھے اور اپنے قصورِ اعمال کی طرف نہایت انکساری سے دیکھ رہے تھے کہ یکا یک آپ کو یہ ندا آئی غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِلَاوَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ چنانچہ رسالہ مبدأ و معاد میں آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

(۲۴) ازانجملہ ایک دن آپ نے اپنے متوفی فرزند کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے کھانا تیار کرایا اُسی وقت آپ کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (یعنی اللہ تعالیٰ تو متقیوں سے قبول فرماتا ہے) مجھ میں اتقا کہاں اور کیونکر قبولیت کی امید رکھی جائے آپ اس خیال میں ہی تھے کہ یہ ندا آئی اِنَّکَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (یعنی تو تو متقیوں میں سے ہے)۔

(۲۵) ازانجملہ حضرت کبھی تہجد کو خود نہیں اُٹھے بلکہ باذن واعلا و صدا تہائی رات گئے اُٹھائے گئے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ہرگز من خود بہ تہجد برنخاستم بلکہ ہمیشہ مرا باذن واعلام وصدا امثال ہادر ثلث آخر شب بیدار کردہ اند۔ یکبار بی آنکہ صریحاً ندای رسد بیدار شدم گفتم من کیم کہ بخود برخیزم و بہ بندگی وطاعتِ او تعالیٰ آویزم باز سر را بخواب نہادم لحہ نرفتہ بود کہ از ہر طرف آوازِ اذان واعلام برخاست۔

(۲۶) ازانجملہ آپ بشارت دیے گئے کہ جس جنازہ کی نماز پر تو حاضر ہوگا وہ میت مغفور ہے۔

(۲۷) ازانجملہ آپ کو یہ بھی بشارت ہے کہ اے شیخ احمد جو علوم کہ تو نے بیان کیے اور لکھے ہیں وہ سب ہماری طرف سے ہیں۔

(۲۸) حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ "شریعت را دیدم کہ در کوچہٗ ما فرود آمدہ چنانچہ کاروانی دوسرائی فرود آید۔

(۲۹) حضرت شیخ خود فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان کے آخر دہے میں تراویح کے بعد مجھے کچھ کسل سا معلوم ہونے لگا تو میں اپنے بچھونے پر گیا اور لیٹتے وقت کسل کے غلبے سے یہ بھول ہوگئی کہ اول دایاں پہلو زمین پر نہ ٹکایا کہ مسنون ہے بائیں پہلو سے لیٹ گیا جب میں لیٹا تو مجھے یاد آیا کہ سنت ترک ہوگئی نفس کو اس کاہلی سے بڑا معقول کیا کہ یہ کیوں بھول ہوئی آخر ترکِ سنت کے خوف نے مجھے نہ

چھوڑا اور خوف لگا ہی رہا لاچار اُٹھ کر پھر دائیں کروٹ سے لیٹا میرا لیٹنا تھا کہ اُس کے تعاقب میں کرمِ الٰہی سے فیوضات انوارِ نامتناہی ظہور میں آنے لگے ندا آئی کہ اے احمد تو نے جو اتنی رعایت برتی تو ہم کسی وجہ سے بھی آخرت میں تجھ پر عذاب نہ کریں گے اور اسی رعایت کی وجہ سے ہم نے تیرے خادم کو بھی بخشدیا (جو اُس وقت آپ کے پاؤں دبا رہا تھا)۔

(۳۰) ازانجملہ رمضان شریف کے آخر دہے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ آج عجیب معاملہ گذرا کہ میں اپنے بچھونے پر تکیہ لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک مجھے محسوس ہوا کہ میرے بچھونے پر کوئی شخص آ کر بیٹھا میں نے جو دیکھا تو سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے فرمانے لگے کہ میں اِس لیے آیا ہوں کہ تیرے لیے ایک اجازت نامہ لکھوں کہ اب تک میں نے کسی کو لکھ کر نہیں دیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس نامہ کے متن میں وہ الطافِ عظیمہ مثبت تھے کہ جو اس جہان سے تعلق رکھتے تھے اور اُس کی پشت پر وہ عنایاتِ کثیرہ مرقوم تھیں کہ جو اُس جہان سے متعلق تھیں چنانچہ اِس مضمون کو آپ نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر میں کسی مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔

(۳۱) آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت پہنچی کہ بروزِ قیامت اتنے ہزار آدمی تمہاری شفاعت سے بخشے جائینگے۔ چنانچہ مولانا محمد ہاشم تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز آپ کو یہ بشارت ہوئی تو آپ نے اُس کے شکریہ میں کھانا پکوایا اور احباب و مساکین کو کھلایا اور اس بشارت کا ذکر فرمایا۔

(۳۲) آپ نے خود اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِی صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ اور یہ عبارت آپ نے اُس جگہ لکھی ہے کہ جہاں آپ نے صوفیہ کرام اور علمائے عظام کے کلام میں تطبیق دی ہے اور جدال فریقین کو تفاوتِ لفظی کی طرف راجع فرمایا ہے اور معنے میں ایسی موافقت کی ہے کہ کسی طرح بھی کوئی شبہہ باقی نہ رہا۔ مولانا ہاشم تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ میں اور ایک عالم میں اسی پر تکرار ہو پڑی وہ کہنے لگے کہ اِس قسم کے معاملات عظمی میں تمہارے پیر دعوٰی کرتے ہیں کہ جو سرورِ کائنات کی طرف سے مہدیِ موعود کی شان میں وارد ہونا چاہیے اگر اس قسم کی کوئی حدیث وارد ہوتی تو اُنکی شان میں ہوتی میں نے کہا کہ حدیثِ نبوی کا احاطہ نہ مجھ کو ہے نہ تم کو پھر یہ کہاں سے معلوم ہو کہ اِس قسم کی کوئی حدیث بھی ہے اُنہوں نے کہا میرے پاس جمع الجوامع سیوطی کی ہے کم ایسا ہے کہ کوئی حدیث اُس سے رہی ہو آؤ ہم تم اِس امت کے باب فضائل

میں دیکھیں کہ کونسی حدیث آپ کی ادعا کے موافق ہے جب ہم نے کتاب کھولی اور باب فضائلِ امت میں تلاش کیا تو یہ حدیث حسبِ مدّعا آمد ہوئی **یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ صِلَۃٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِہٖ کَذَاوَکَذَا** میں نے اُس فاضل سے کہا کہ یہ حدیث ہمارے حضرت کی حال کی طرف پوری طور سے اشارہ کر رہی ہے اور آپ نے خود لفظ صلہ فرمایا ہے عبارت مذکورہ اور بشارتِ سرورِ دین و دنیا پوری آپ پر صادق آتی ہے وہ فاضل یہ کہہ کر خاموش ہو رہے کہ احتمال ہے۔ ہم نے اس مقدمہ کو آپ کی خدمت میں پہنچایا آپ نے تبسم کیا اور شکرِ الٰہی ادا کیا اور اس بندہ کے حق میں بہت التفات فرمائی۔

(۳۳) حق تعالیٰ نے آپ کو سات درجے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے عطا فرمائے ہیں اور اُن کے انوار و برکات سے مشرف کیا ہے چنانچہ ان ساتوں درجوں کی تحقیق دفتر ثانی کے پچاسویں مکتوب میں مندرج ہے شائقین وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔

(۳۴) حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے آپ کے سینے بے کینے سے خناس اور وسواس کو بالکل جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ میں چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا کہ یکا یک میں نے دیکھا کہ میرے سینے سے ایک بلائے عظیم نکل کر باہر گئی اور پھر یہ بھی دیکھا گیا کہ اُس کا آشیانہ بھی نکال کر پھینک دیا گیا اور جو بہت سی ظلمتیں اُس کے اِدھر اُدھر تھیں وہ بھی صاف کر دی گئیں کہ اُس کا کچھ اثر باقی نہ رہے اُس کے نکلتے ہی ایک عجیب انشراح سینے میں نمودار ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ خنّاس تھا جو تیرے صدر سے نکال کر باہر پھینکا گیا اور اسی کے لیے پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعاذہ کے لیے مامور تھے اور یہ بھی دکھلایا گیا کہ جو خطرات حصولِ دین میں پیدا ہوتے ہیں وہ سب خناس کی منشاء سے ہوتے ہیں کہ جو صدر میں آشیانہ رکھتا ہے اور ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے۔

(۳۵) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے آپ کی عبادت سے شرکِ خفی کو اُٹھالیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ چند روز تک اپنے قصورِ اعمال پر اس طرح توجہ ہوئی اور اتنا غلبہ ہوا کہ جب نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتا اور لفظ **ایاک نعبد وایاک نستعین** پر پہنچتا حیران رہ جاتا کہ اگر اس لفظ کو پڑھتا ہوں تو اسکے مفہوم کا مصداق نہیں ہوں اثناء قراۃ میں آیہ کریمہ **لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ** کا

مصداق بنتا ہوں اور جو نہیں پڑھتا تو بے اس کے نماز درست نہیں یہاں تک کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے محض اپنے کرم سے اس شرک کو میری عبادت سے اُٹھالیا اور نعمۃ **اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ** ظہور میں آئی۔ **الحمد للہ علی ذلک۔**

(۳۶) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ آپ کو غایت اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسوخِ علم وعمل کے سبب بامام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ وامام مکرم شافعی مع تلامذہ کبار ہر ایک رضی اللہ تعالیٰ عنہم فنا وبقا ظہور میں آئی چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ صبح کے حلقۂ ذکر میں مشغول تھا کہ یکا یک ایک طرح کی فنائے مخصوص ظاہر ہوئی اور تعین جاتا رہا اور اُس نے یہاں تک طول کھینچا کہ عصر کی نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ امام الائمۃ سراج الامۃ ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کل شاگردوں اور اپنے کل علماء مجتہد مذہب کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں اور مجھے احاطہ کیے ہوے ہیں اور امام صاحب کے اساتذہ میں سے مثل ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی دکھائی دیے اُس وقت میں نے دیکھا کہ امام صاحب کا نور اور اُن ائمہ کرام میں سے ہر ایک کا نور مجھ میں آگیا اور میں نے اُن سب کے انوار سے یقین وبقا پائی اور بتمامہ اُن انوار سے مجسم ہوگیا اور ہر ایک کا نور اپنے اجزاء میں دیکھنے لگا۔ پھر دو تین دن کے بعد اس طرح کی فنا وبقا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے شاگردوں اور اُن کے علماء مذہب کے ساتھ ظہور میں آئی تو میں نے دیکھا کہ علماء حنفیہ مجھ سے باہر آگئے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے شاگردوں اور مجتہدانِ مذہب کے مجھ میں سما گئے اور پہلی طرح ہر ایک کے نور سے میرا ایک جز بن گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ باہر ہوگئے اور جو مجھ سے باہر ہوگئے تھے وہ پھر آگئے مگر میں اُن کے انوار سے اپنے آپ کو متحقق پاتا ہوں پھر حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ مجھے اُس وقت یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حق ان دونوں بزرگ اماموں میں سے باہر نہیں ہے دو حصے تو امام ابوحنیفہ کے ساتھ مسلم ہیں اور ثلث امام شافعی رحمہما اللہ سبحانہ کے ساتھ ہے۔

(۳۷) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جب آپ کو شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ شاہ سکندر صاحب نے پہنچایا تو اُس وقت مشائخِ نقشبندیہ اور مشائخِ قادریہ قدس اللہ اسرارہم میں آپ کے معاملے میں ایک مشاجرت واقع ہوئی تو مشائخِ کبرویہ اور بعض مشائخِ چشتیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صلح کرادی چنانچہ اس کا

بیان پہلے گذر چکا ہے۔

(۳۸) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حضرت نے خود فرمایا ہے کہ جو ہمارے طریقہ میں داخل ہوا یا آئندہ تا قیامِ قیامت داخل ہوگا بواسطہ یا بے واسطہ عورتوں اور مردوں میں سے سب کے سب مجھے دکھائے گئے ہیں اور اُن کے نام اور حسب ونسب اور مولد و مسکن سب مجھے بتائے گئے ہیں اگر میں چاہوں تو ہر ایک کا نام و پتا بتا سکتا ہوں۔

(۳۹) حق سبحانہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ہند میں کون کون نبی گذرے ہیں اور کتنے لوگ اُن پر ایمان لائے ہیں چنانچہ بعض نبی پر تو ایک ہی شخص ایمان لایا ہے بعض پر دو شخص بعض پر تین شخص غرضیکہ تین شخصوں سے زیادہ کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور بعض انبیاء علیہم السلام کی قبور متبرکہ منوّرہ کا بھی مشاہدہ کیا ہے کہ جو اِس ولایتِ ہند میں آسودہ ہیں اور اُن کے انوار بھی مشاہدہ کیے ہیں۔

(۴۰) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ احوال مآل شاہق جبل و مردگانِ فترۃ رسل (کہ ماتریدیہ کے نزدیک یہ جماعت دوزخ میں جائے گی اور اشعریہ کے نزدیک اُن کے برخلاف) آپ کو اس طرح کا مکشوف ہوا کہ بعد بعثت واحیاء اُخروی اُنہیں مقامِ حساب میں کھڑا کر کے باندازۂ جرم اُن پر عذاب کیا جائے گا۔ اور بعد استیفائے حقوق برنگ حیوانات غیر مکلّف انہیں معدوم مطلق اور محض لاشے کر دیا جاوے گا۔ ان دونوں امر کی تحقیق مکتوب دوصد و پنجاہ و نہم دفتر اوّل میں صراحۃً مسطور ہے چنانچہ اس مکشوف کی تحریر کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ غریبہ جب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حضور میں عرض کیا گیا تو سب نے اس کی تصدیق فرمائی ہے اور مقبول رکھا ہے۔

(۴۱) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو علمائے راسخین سے کہا۔ اور اسرارِ متشابہات قرآنی اور رموز مقطعاتِ کلام ربانی کا ماہر بنایا چنانچہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ این فقیر تا مدت ہا سر متشابہات رامفوض بعلم حضرت حق سبحانہ مے ساخت وعلمای راسخین راغیر از ایمان بمتشابھات نصیب نمے یافت وتاویلاتے کہ بعض علماء صوفیہ بیان کردہ اند آنھا رالایق شان آن متشابہات نمید انست وآن تاویلات راازاسرارے کہ قابلِ اشتہار باشد تصور نمے کرد چنانچہ عین القضاۃ از الف لام میم۔ الم خواستہ کہ بمعی دردست کہ لازم عشق سب وامثال آن آخر کار چون حضرت حق سبحانہ بہ محض فضل شمہ

ازتاویلات متشابہات رابرین فقیر ظاہر ساخت وجدولی ازان دریائے محیط بزمین استعدادِ این مسکین کشادہ گردانید دانست کہ علمای راسخین راازتاویلِ متشابہات ومقطعات نصیب وافرست وہمچنین آنکہ بعض علماء ازوجہ ذات مراد داشتہ اندوازید قدرت آنہم نیست بلکہ تاویل آنہا ازاسرارِ غامضہ است کہ باخص الخواص آنرا نمودہ اندنا ازحروفِ مقطعات چہ گوید کہ حرفے ازحروف بحریست مواج ازاسرارِ خفیہ عاشق ومعشوق ورمزیست غامض ازرموز دقیقۂ محبّ ومحبوب ومحکمات ہر چند امہات کتاب اندامانتائج وثمرات آن متشابہات اند۔

(۴۲) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے مراتبِ قطبیت ارشاد اور قطبیت افراد کا جامع بنایا تھا اور یہ مراتبِ عالیہ نادرات میں سے ہیں چنانچہ مبدأو معاد میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(۴۳) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ پر کمالاتِ ولایت انبیاء علیہم الصلوات والتحیات مکشوف فرمائے تھے اور اِس طرح جو طالب جس پیغمبر کے قدم پر تھا وہ بھی ظاہر کر دیا تھا چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فلاں ولایت موسوی میں ہے اور نقطۂ مرکز کے قریب ہے اور فلاں دائرہ کے قریب ہے اس طرح بہت سے مقامات آپ بیان فرمایا کرتے تھے چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ تم ولایتِ ابراہیمی پر ہو تو وہ بزرگ اپنے جی میں خیال کرنے لگے کہ اگرچہ حضرت کو یہ مقام معلوم ہے مگر عنایت فرما کر مجھے دکھلا بھی دیں تو بڑی عنایت و بندہ نوازی ہو چنانچہ اُس بزرگ نے اُسی شب اپنے معاملے میں دیکھا کہ حضرت خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کمال بزرگی و نورانیت کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور حضرت شیخ قدس سرہ الاقدس آپ کے پاس بادب تمام کھڑے ہوئے ہیں میں اور دوسرے شخص جو پہلے سے ولایت ابراہیمی پر تھے حاضر ہوئے آپ نے ہمارے ہاتھ پکڑ کر حضرت خلیل علیہ السّلام کے قدموں پر لا ڈالا ہم لوگ قدمِ محترم چوم کر پیچھے ہٹ گئے اس واقعہ کا راوی کہتا ہے کہ جب میں صبح کو حضرت شیخ کی ملازمت میں گیا تو آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ جو ہم نے تم سے کہا تھا اُس میں تردد کی گنجائش نہیں ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ طالبوں کو جب حق تعالیٰ کوئی علم عطا فرمایا کرتا ہے تو اُس کے دقائق احوال اور مشرب کی استعداد بھی دیا کرتا ہے اور ایک مدت کے بعد خاص لوگوں کو ایسے علوم سے نوازا کرتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ شیخ نجم الدین کبرٰے قدس سرہ جو مُکمّلِ اولیائی زمانہ سے تھے اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ میں انبیاء علیہم السّلام

میں سے کون سے نبی کے قدموں پر ہوں آخر اُنہوں نے اس امر کی تحقیق کے لیے اپنے ایک طالب کو ایک بزرگ کی خدمت میں بھیجا کہ اُنہیں اس راز سے حق تعالیٰ نے آگاہی بخشی تھی جب وہ اُن کے پاس گیا اور تفتیش احوال شیخ کی تو وہ بزرگ بولے کہ ہمارا یہودی کس طرح ہے وہ یہ کلمہ سُن کر بہت آزردہ ہوا اور حیران دل تنگ ہو کر اپنے شیخ کی خدمت میں آیا اور جو سُنا تھا عرض کر دیا شیخ یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور وجد میں آ گئے اور فرمایا ہمارا مقصد حاصل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے قدم پر ہوں اور یہ اشارہ اُن بزرگ کا میری نسبت باتباعِ ولایت کلیم اللہ ہے۔

(۴۴) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو وہ قدرت وتصرف عطا فرمایا تھا کہ آپ مخلصین میں سے جس کو لائق پاتے ایک ولایت ومشرب سے دوسری ولایت پر جو اُس سے فوق ہوتی پہنچا دیتے چنانچہ مخدوم زادہ بزرگ قدس سرہ کو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہم تم کو ولایتِ موسوی سے ولایتِ محمدی پر لے آئے **هذا من اعجب العجوبات ومن اعظم التصرفات**۔

(۴۵) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اسرار معاملات قلوبِ خمسہ سے مشرف فرمایا ہے خاص کر اُس مرتبۂ عظمیٰ سے جو قلبِ خامس سے متعلق ہے اور ایک نادر مقامات سے ہے چنانچہ اس کا ذکر مبداء ومعاد میں ہے۔

(۴۶) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حقیقتِ قرآنی اور حقیقتِ کعبۂ ربانی اور بیت المقدس کے انوار واسرار سے ایک بہت بڑا حصہ مرحمت فرمایا ہے چنانچہ آپ کے بہت سے مکتوبات سے ظاہر ہے۔

(۴۷) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ آپ کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے حق الیقین سے مشرف فرمایا ہے کہ اوروں کا حق الیقین آپ کے نزدیک علم الیقین تھا چنانچہ آپ نے اس مضمون کو مکتوب چہارم جلد دوم میں صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(۴۸) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ آپ کو بسبب متابعتِ سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثنا حق سُبحانہ وتعالیٰ نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے کہ جو مقام رضا سے فوق ہے اور اُس کو محبتِ ذاتی کہتے ہیں۔

(۴۹) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ولایت ثلثہ صغریٰ۔ کبریٰ۔ علیا اور ولایتِ اولیاء اور ولایت انبیاء اور

ولایتِ ملائکہ یہ سب آپ پر منکشف کی گئی ہیں اور ہر ایک ولایت کے کمالات سے آپ مستفیض کیے گئے ہیں۔ چنانچہ ان درجات کی تفصیل مکتوباتِ عالیات سے ظاہر ہے۔

(۵۰) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو محض اپنے لطف و مہربانی سے خزینۂ رحمت بنایا ہے چنانچہ خود آپ نے دفتر اول مکتوب سی صدویازدہم میں تحریر فرمایا ہے۔

(۵۱) ازانجملہ ایک یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ بات بھی آپ کو معلوم کرائی گئی ہے کہ آپ کے بعد سے تا ظہور مہدیِ آخرالزمان آپ جیسا صاحبِ معاملات اور صاحبِ کمالاتِ باطنیہ پیدا نہ ہوگا۔

(۵۲) جب آپ کو طوافِ خانہ کعبہ کا زیادہ غلبہ ہوا تو آپ نے دیکھا کہ کعبہ شریف سامنے موجود ہے آپ اُس کے طواف سے مشرف ہوے۔ چنانچہ خود آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

(۵۳) ازانجملہ آپ کے خصائصِ عظمیٰ سے ایک یہ ہے کہ آپ نے ایامِ وصال کے قریب فرمادیا تھا کہ جو کمال نوعِ بشر کے لیے ممکن ہیں وہ سب حق سبحانہ تعالیٰ نے بوراثت و تبعیتِ سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسّلام مجھے عطا فرمادیے ہیں اگر میں چاہوں تو ان سب کو معقول طور پر بیان کرسکتا ہوں۔ ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

آپ کے مکاشفات و خصائصِ عظمیٰ اور مراتبِ علیا اس قدر ہیں کہ بیان میں نہیں آسکتے یہاں بطورِ اختصار لکھ دیے گئے ہیں۔ طالبان صادق حضرات القدس، زبدۃ المقامات۔ عمدۃ المقامات۔ مکتوبات شریف۔ مبداء و معاد ملاحظہ فرماویں۔

☆......☆......☆

الحسد یأكل الحسنات
كما تأكل النار الحطب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقامِ مجدد الف ثانی

ڈاکٹر محمد اختر چیمہ

☆☆

خزینۃ الرحمت، قیوم الزماں، حضرت ابوالبرکات، بدرالدین، امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی کابلی سرہندی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز جہانِ اسلام کے ایک مایۂ ناز عارف کامل، عالم اجل، مبلغ عظیم، مصلحِ مسلمین، مجاہدِ ملت، کاشفِ حقائق وواقفِ معارف بزرگ ہوئے ہیں۔ ”مقامِ مجدد الف ثانی“ موضوع کے اعتبار سے بہت وسیع وعریض مضمون ہے۔ اس کے لیے دفتر درکار ہیں اور عاجز وناچیز راقم الحروف کے بس کی بات نہیں ہے تاہم حسبِ ہمت واستطاعت کوتاہ اشارات کرنے پر اکتفا کیا جائے گا اور اپنی کم مائیگی وبے بضاعتی علمی کے باوجود مقام وعظمتِ مجدد اعظم کو قدرے اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی......

حضور اقدس واطہر، رحمت للعالمین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب ہر صدی کے آغاز میں مجدد پیدا ہوئے اور انہوں نے تجدید دین کی خدمات انجام دیں فجزاہم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خیراً، لیکن انہوں نے دین کے کسی خاص شعبے میں تجدیدی کارنامے انجام دیے، ان کے ہاں ایسی جامعیت اور ہمہ گیری نہیں جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی سیرت طیبہ میں نظر آتی ہے اس حقیقت سے مجدد مأۃ اور مجدد الف کا فرق روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ پہلو بھی قابل غور وفکر ہے کہ ان مجددین کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض علماء ایک ہستی کو ایک صدی کا مجدد قرار دیتے ہیں۔ دوسرے علماء دوسری ہستی کو اسی صدی کا مجدد تسلیم کرتے ہیں، مگر یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت امام ربانی کے مجدد ہونے پر سب اکابر اُمّت، علماء اولیاء واہلِ بصیرت متفق ہیں۔ کسی دوسری ہستی کو آپ کے مدِ مقابل نہیں لایا گیا۔ کیوں کہ آپ جیسے فضائل وکمالات ومقامات کسی دوسری شخصیت میں پائے نہیں گئے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ قبائے تجدید آپ کے قامتِ اقدس پر کچھ ایسی موزوں ہوئی ہے کہ جب مجدد کہا جاتا ہے تو فوراً ذہن آپ کی طرف منعطف ہوتا ہے کوئی دوسری شخصیت ذہن میں نہیں آتی۔ بلکہ اُمّت مسلمہ آپ کو مجدد ہی کے لفظ سے جانتی و پہچانتی ہے۔ گویا حضرت مجدد کے مجدد الف ثانی ہونے پر اجماع اُمّت ہے[1]۔

سب سے پہلے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے عہد مبارک میں سیالکوٹ کے ایک جلیل القدر عالم مولانا علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (م ؁۱۰۶۸ھ/ ؁۱۶۵۷ء) نے حضرت مجدد کے نام ایک مکتوب میں آپ کو ''مجدد الف ثانی'' کے لقب و خطاب سے نوازا۔ یہ ایک ایسی واضح و روشن حقیقت تھی جس کی صدائے بازگشت جلد ہی عالم اسلام میں سنی گئی، پھر یہ لقب زبان زدِ خاص و عام ہوگیا، سب اعاظم و اکابر ملت نے آپ کو ''مجدد الف ثانی'' تسلیم کرلیا، ہر عہد میں اسی خطاب سے یاد کیا اور آپ کے تجدیدی کارناموں اور مقام و مرتبہ کا اعتراف کیا ہے[2]۔

حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا عہد حیات ؁۹۷۱ھ/ ؁۱۵۶۴ء ؁۱۰۳۴ھ/ ؁۱۶۲۴ء کے مابین، مولد و مسکن و مدفن سرہند اور سلسلۂ نسب خلیفۂ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، آپ کے والد شیخ عبدالاحد (م ؁۱۰۰۷ھ/ ؁۱۵۹۸ء) صاحب علم و عرفان بزرگ تھے۔ شیخ احمد نے ابتدائی تعلیم انہیں سے حاصل کی۔ حضرت مجدد حفظ قرآنِ کریم کے علاوہ علوم تفسیر و حدیث و فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ادبیات فارسی و عربی اور مسائل حکمت و معرفت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ علوم معقول و منقول کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے آبائی شہر سرہند میں حوزۂ علمی قائم کیا اور درس و تدریس کی ایسی طرح ڈالی کہ شاہانِ مغل اکبر و جہانگیر کے دربار دہل گئے۔ علمی پیاس بجھانے کے لیے اور روحانی تسکین و تبلیغ کی خاطر سرہند سے نکل کر گاہ گاہ آپ نے سیالکوٹ، رہتاس، جونپور، اکبر آباد (آگرہ) دہلی، لاہور اور اجمیر کے سفر کیے۔------ اکبر آباد میں قیام کے دوران صاحب مجدد کی صحبت اکبر بادشاہ کے مصاحبین خاص علامہ ابوالفضل علامی[3] اور ابوالفیض فیضی شاعر فارسی[4] سے رہتی تھی۔ مسائلِ علم و حکمت زیر بحث آئے، اور حضرت مجدد کو نہایت قریب سے ان حالات و واقعات کے مشاہدے اور ان دینی و سیاسی اجتماعی افکار و خیالات و عوامل سے واقفیت پیدا کرنے کا موقع ملا جن کا تعلق اکبر کے عہد اور بالخصوص اس کے ذاتی حلقے سے ہے۔ اکبر آباد سے واپس بلا کر آپ کے والد گرامی نے آپ کی شادی شیخ سلطان

رئیس تھانیسر کی صاحبزادی سے کردی۔ پھر آپ سرہند میں مقیم ہوگئے [۵]۔

طریقت میں حضرت مجدد کی نسبت وارادت متعدد شیوخ اور مختلف سلاسل تصوف، چشتیہ [۶]، قادریہ [۷] سہروردیہ [۸] اور کبرویہ [۹] سے بھی قائم ہے [۱۰] لیکن آپ کو اصل فیض اور باطنی عروج سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی (م۔ ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) کی بدولت حاصل ہوا۔ اور آسمان علم وعرفان پر آفتاب بن کر چمکے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی نظر میں حضرت مجدد کا جو مقام ومرتبہ تھا وہ زبدۃ المقامات، حضرات القدس اور مجمع الاولیاء وغیرہ معاصر کتبِ تاریخ وسیر سے واضح ہوتا ہے [۱۱]۔

ہمعصرِ مجدد، شیخ محدث کی تالیف ''اخبار الاخیار'' میں منقول ہے: خواجہ باقی باللہ نے اپنے ایک دوست کو لکھا ہے کہ سرہند میں ایک بہت بڑے عالم وعامل ہیں جن کا نام شیخ احمد ہے انہوں نے چند روز میرے پاس نشست وبرخاست کی جس میں مَیں نے اُن کے عجیب عجیب حالات دیکھے ہیں اور ان کے اوقات واعمال صالح کے پیش نظر یقین ہے کہ وہ عنقریب ایسا روشن آفتاب ہوکر چمکیں گے کہ جس سے ساری دنیا جگمگا جائے گی۔ نیز خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں جن کے سایہ میں ہم جیسے ہزاروں تارے چُھپے ہوے ہیں۔ غرض کہ خواجہ محمد باقی نے آپ کے مناقب وفضائل بکثرت تحریر فرمائے [۱۲]۔

ہم یہاں مقامات ومناقب ومراتبِ عرفانی، اور درجات واحوال وفضائل عالی حضرت مجدد الف ثانی کو درج ذیل تین پہلوؤں سے بحوالہ بعض معتبر شخصیات مجملاً زیر بحث لائیں گے۔

(الف)......مقام مجدد متقدمین کی نظر میں

(ب)......مقام مجدد معاصرین کی نظر میں

(ج)......مقام مجدد متاخرین کی نظر میں

(الف) مقام مجدد متقدمین کی نظر میں:

(۱)......احادیث رسُول صلی اللہ علیہ وسلم

ایک حدیث پاک میں حضرت مجدد الف ثانی کو 'صلہ' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی (م۔ ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) نے کتاب جوامع الجوامع میں یہ حدیث نقل کی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

> **یکون رجل فی امتی یقال لـه صلة یدخل الجنة بشفاعتـه کذاو کذا۔**
>
> میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جس کو ''صلہ'' کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے ایک کثیر تعداد جنت میں داخل ہوگی [۱۳]۔

یہ حدیث گویا کہ حضرت مجدد کے متعلق اشارہ ہے کیونکہ آپ ہی علما و صوفیہ کے درمیان صلہ تھے۔ آپ ہی نے مسئلہ وحدت الوجود کے معاملے میں فریقین کے اختلاف کو دور کر کے اسے محض لفظی معاملہ قرار دیا۔ چنانچہ اس مسئلے کی تحریر کے بعد آپ نے خود ہی فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے جس نے مجھے دو دریاؤں (فریقین) کے درمیان صلہ بنایا''۔ اور آپ کو حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ کل قیامت کے دن اتنے ہزار لوگ آپکی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔ اس حدیث پاک اور بشارت عالیہ کے مصداق آپ ہی ہیں اور اس ہزار سال کی مدّت میں کوئی بھی آپ کے علاوہ اس لقب ''صلہ'' سے سرفراز نہیں ہوا [۱۴]۔

صاحبِ روضۃ القیومیہ نے مقام مجدد الف ثانی کی وضاحت میں حدیثِ ذیل کا ذکر کیا ہے کہ حضرت پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> **بعث اللّٰـه رجلا علٰی رأس احدعشر مائة سنة، ھو نور عظیم' اسمه اسمی، بین السلطانین الجابرین ویدخل الجنة بشفاعته رجال الوفا**
>
> گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں اللہ تعالیٰ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک ایسا شخص بھیجے گا جو میرا ہم نام ہوگا، نور عظیم الشان ہوگا ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے [۱۵]۔

حدیث شریف میں ''رجل موعود'' کی پانچ خوبیاں بیان کی گئی ہیں:

(۱)...... گیارہویں صدی کے شروع ہوگا

(۲)...... نور عظیم ہوگا

(۳)...... اس کا نام میرے نام پر ہوگا

(۴)...... دو جابر بادشاہوں کے درمیان ہوگا

(۵)......اس کی شفاعت سے ہزاروں انسان جنت میں داخل ہوں گے

اب ذرا ان خصوصیات کو پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تحقیق کے مطابق، حضرت مجدد کی سیرت مبارکہ میں تلاش کیا جائے تو یہ نتائج برآمد ہونگے:

(۱)......حضرت مجدد اگرچہ ۹۷۱ھ میں متولد ہوئے مگر آپ کی اصلاحی کوششوں کا آغاز گیارہویں صدی کے شروع میں ۱۰۱۲ھ کے بعد ہوتا ہے۔

(۲)......حضرت مجدد دو جابر مغل بادشاہوں جلال الدین اکبر اور نورالدین جہانگیر کے درمیانی عہد میں میدان عمل آئے۔

(۳)......حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ جب کابل سے ہندوستان روانہ ہوئے تو دہلی جاتے ہوئے آپ نے سرہند میں چراغ عظیم ملاحظہ فرمایا جس کا ذکر آپ نے خود حضرت مجدد سے کیا۔ اس کے علاوہ خود حضرت مجدد نے وہ چراغ عظیم محسوس کیا۔

(۴)......حضرت مجدد کا اسم گرامی احمد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف بھی ''احمد'' تھا۔

(۵)......حضرت مجدد نے خود ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کو مقام شفاعت پر فائز کیا گیا علاوہ براں یہ حقیقت تو واضح ہے کہ آپ نے ہزاروں کفار و مشرکین کو شرف بہ اسلام فرمایا اور ہزاروں گمراہوں کو راہ مستقیم دکھائی، اور اس طرح ایک مخلوق جنت کی طرف رواں دواں ہوگئی[۱۶]۔

(۲)......اقوال شیخ احمد جام (م ۵۳۶ھ/ ۱۱۴۱ء)

علامہ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی نے تحریر کیا ہے:

> ''مقامات شیخ الاسلام'' احمد جام قدس سرہ' میں ایک جگہ میں نے دیکھا کہ انہوں نے فرمایا! میرے بعد سترہ (۱۷) شخص احمد نام کے ہوں گے اور اُن میں سے آخری جو ہیں وہ ایک ہزار سال کے بعد ہوں گے اور وہ سب سے افضل ہوں گے[۱۷]۔

حضرت شیخ احمد جام قدس سرہ' کے صاحبزادے شیخ ظہور الدین نے کتاب ''رموز العاشقین'' میں لکھا ہے کہ والد ماجد کی آخری عمر تک اُن کے دستِ حق پرست پر تقریباً چھ ہزار آدمیوں نے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ انہوں نے حضرت سے دریافت کیا کہ ہم نے بزرگوں کے حالات سُنے ہیں اور ان کی تصانیف کا

مطالعہ بھی کیا ہے لیکن جو حالات آپ سے ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی اور بزرگ سے ظاہر نہیں ہوے، اس کی کیا وجہ ہے؟ شیخ احمد نے فرمایا، ہم نے ریاضاتِ اولیاء اللہ کے متعلق سُنا تھا۔ پھر ہم نے بھی ریاضات کیں بلکہ اُن سے زیادہ کیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اُنکو عطا فرمایا تھا وہ مجھے تنہا عطا فرما دیا گیا۔ چار سو سال بعد ایک میرا ہم نام احمد پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عنائتوں کے آثار اس سے ایسے ظاہر ہوں گے کہ تمام مخلوق دیکھے گی۔ ھذا من فضل ربی۔ مؤلف حضرات القدس کا خیال ہے کہ یہ اشارہ حضرت مجدد کے وجود مسعود سے متعلق ہے کیوں کہ شیخ احمد جام کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا اور حضرت مجدد کی ولادت باسعادت دسویں صدی ہجری میں ہوئی۔

(۳)......فرمانِ غوث الاعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵ء)

کتاب ''روضۃ القیومیہ'' میں ایک روایت مذکور ہے کہ سرسلسلۂ قادریہ و پیشوائے جملہ صوفیہ حضرت غوث الاعظم محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگل میں مراقبے کے دوران ساعت بساعت بڑھنے والا ایک نور عظیم نظر آیا۔ القا ہوا کہ اس نور کا صاحب وہ عزیز اُمت ہے جو پانچ سو سال بعد ظاہر ہوگا اور ہمارے پیغمبر کے دین اسلام کی تجدید کرے گا۔ چنانچہ شہنشاہ بغداد حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا خرقہ مقدسہ نسبت خاصہ کے ساتھ اپنے خلیفہ و فرزند شیخ عبدالرزاق (م۔ ۶۳۲ھ/ ۱۲۳۴ء) کو عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ نور ظاہر ہو تو ہمارا یہ خرقہ اُس مردِ حق آگاہ تک پہنچایا جائے اور اس بزرگ ملّت کو خلعتِ تجدید و قیومیت سے نوازا جائے یہ خرقہ نسل در نسل منتقل ہوتا چلا آیا، حتی کہ شاہ سکندر قادری کیتھلی (م ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۳ء) کی تحویل میں پہنچ گیا۔ شاہ سکندر کو اُن کے جدّ امجد شاہ کمال کیتھلی نے دو تین مرتبہ خواب میں حکم دیا کہ شاہِ جیلان کا یہ خرقۂ مبارک شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دو، چنانچہ شاہ سکندر نے بذات خود سرہند شریف حاضر ہو کر حضرت مجدد کو خرقۂ مذکور پہنچایا، جس کے پہنتے ہی آپ نے عجیب روحانی کمالات اور انشراحِ صدر محسوس فرمایا[۱۹]۔

(ب)......مقامِ مجدد معاصرین کی نظر میں

(۱) سخنانِ خواجہ باقی باللہ (م۔ ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء)

کاشفِ حقائق علامہ بدرالدین سرہندی نے مجدد الف ثانی کے مقامات وکمالات کے بارے

میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے متعدد ارشادات وملفوظات نقل کیے ہیں۔ جن میں سے چند یہاں تیمّن واسترشاد کے طور پر ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد سے فرمایا کرتے تھے کہ جب خواجہ امکنگی کی خدمت وصحبت سے فیض یاب ہو کر واپسی پر ہمارا گزر آپ کے وطن سرہند ہوا تو ہم نے عالمِ واقعہ میں دیکھا ہم سے کہا جا رہا ہے کہ تم ایک قطب کے قریب ٹھہرے ہو۔ پھر اس قطب کا حلیہ بھی بیان کیا گیا۔ صبح ہم نے شہر کے مشائخ وصلحا کی جستجو کی۔ اُن میں سے کوئی بھی اس حلیے کے مطابق نہ تھا۔ ہم نے دل میں کہا کہ شاید یہاں قطبیت والا شخص بعد میں ظاہر ہوگا۔ اما پھر اُسی روز جب حضرت مجدد سے شرف ملاقات ہوا تو آپ کا حلیہ مُبارک بالکل اسی حُلیے کے مطابق تھا اور قطبیت کی علامات ونشانیاں آپ میں ہویدا تھیں[۲۱]۔

ایک دفعہ جب حضرت مجدد اپنے مرشدِ روحانی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، جب ہم آپ کے شہر میں ٹھہرے تو عالمِ واقعہ میں دیکھا کہ ایک مشعل آسمان کی بلندی تک فروزاں ہے۔ اور اس سے تمام کائنات، مشرق سے مغرب تک روشن ومنور ہوگئی ہے۔ مشعل کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جا رہی ہے، اور لوگ اس مشعل سے بہت سے چراغ روشن کیے ہوئے ہیں[۲۲]۔ مجھے اس واقعے سے بھی آپ ہی کے متعلق اشارہ اور بشارت ملتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بخارا وسمرقند سے تخمِ معرفت حاصل کیا اور ہندوستان کی بابرکت سرزمین میں اس کی کاشت کر دی۔ طالبانِ حق وسالکانِ باطن کی تربیت ہم نے اس وقت تک کی جب تک کہ حضرت مجدد کا معاملہ انتہا تک نہ پہنچا تھا، مگر جونہی ہم نے اُن کی تربیت باطنی ومعنوی کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، خود کو مشیخت کے کام سے فارغ کر لیا اور طالبان وواصلان الٰہی کو اُن کے حوالے کر دیا[۲۳]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد کے مکتوبات کے جواب دیے ہیں۔ اور اپنی زبانِ گوہرفشاں سے آپ کی تعریف وتوصیف بھی کی ہے اور آپ کے احوال باطنی وانکشافاتِ معنوی کی صحت کی تائید بھی کی ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت خواجہ نے مرقوم فرمایا ہے، ”جو کچھ آپ نے اپنے مکشوف کا حال بیان کیا ہے اس کا طریقہ نہایت مناسب، صحیح، درست اور مستحسن ہے، اِن شاء اللہ ملاقات

کے وقت جو کچھ عرض کرنا ضروری ہوگا، عرض کیا جائے گا[۲۴]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ و پیوستہ اس شکر میں کہ حق سبحانہ' وتعالیٰ نے آپ جیسے بلند مرتبہ مرید مجدد کو اُن کے پاس بھیجا اور ان کی مصاحبت و مجالست کی برکت سے آپ کو کمال و تکمیل کے درجے تک پہنچایا، رطبُ اللّسان رہتے تھے۔ اور اس نعمتِ عظمٰی کی وجہ سے بطورِ شکرانہ فخر بھی کیا کرتے تھے۔ پھر خواجہ نے اپنی موجودگی میں آپ کو اپنے مریدان و مخلصان کا سر حلقہ بنا کر اس حلقے میں خود بھی شرکت فرمائی اور ایک گوشے میں تشریف فرما ہوے[۲۵]۔

مذکورہ بالا دلائل و شواہد اس کا واضح ثبوت ہیں کہ پیر و مرشد کس حد تک مرید و خلیفہ کے عالی رتبہ و بلند پایہ کے معترف تھے۔

گذشتہ از آنہمہ تصویر کا دوسرا رُخ یعنی اپنے دور میں مخالفتِ مجدد کا پہلو بھی پوشیدہ نہ رہے[۲۶]۔

شہزادہ داراشکوہ نے ''سفینۃ الاولیاء'' میں ترجمہ حال مجدد میں قلم بند کیا ہے، آخر حال میں بعض لوگوں نے شیخ پر یہ الزام لگایا ہے کہ شیخ اپنا مرتبہ خلفائے راشدین سے زیادہ بتاتے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ افتراء اور بہتان تھا۔ جو مخالفین نے آپ پر لگایا تھا[۲۷]۔ شیخ محمد اکرام کے قول کے مطابق

> حضرت مجدد کے جن ''وقایع اور کشوف'' پر سب سے زیادہ اعتراض کیے گئے وہ دفتر اوّل کے مکتوب یازدہم میں درج ہیں اور ان میں حضرت مجدد نے اپنے عروج روحانی کا ذکر کیا ہے[۲۸]۔

انوار اولیاء سے اقتباس ہے: یہ ایک زبردست فتنہ تھا۔ ہندوستان کے جلیل القدر اور صاحب علم و فضل بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور آپ نے حضرت مجدد کی تردید میں چند رسالے اور مضامین لکھ ڈالے اس طرح مخالفت میں اچھا خاصا محاذ بن گیا۔ جہانگیر بادشاہ نے آپ کو دربار میں طلب کر لیا آپ تشریف لے گئے اور چند سوال و جواب کے بعد بادشاہ کو تسلی ہو گئی اور آپ کی جانب سے مطمئن ہو گیا، مخالفین نے جب دیکھا تو انہوں نے جہانگیر کو سیاسی رنگ میں بھڑکانا شروع کر دیا۔ کہنے لگے کہ یہ شیخ زادہ متکبر و مغرور ہے۔ آپ کے لیے کورنش بجا نہیں لاتا۔ نتیجۃً جہانگیر پھر انکی باتوں میں آگیا اور آپ کے درپے آزار ہو گیا[۲۹]۔

اس طریقے سے معاصرین میں سے علاوہ بر دیگراں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بادشاہ عادل

جہانگیر اگر چہ مخالفین و معاندین و معترضین حضرت مجدد میں شامل تھے۔ لیکن یہ دونوں شخصیات بعد میں اپنے خیالات سے رجوع کر کے راہِ راست پر آ گئیں اور انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی عظمت و شوکت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیے۔ اب دونوں شاہ و محدث کی زبانی مقامِ مجدد کے بارے میں بالاختصار ضبط تحریر کیا جائے گا۔

(۲)......اعتقادِ جہانگیر بادشاہ (م ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء)

شہنشاہ نور الدین محمد جہانگیر اگر چہ دین اسلام کا قائل، مذہب اہلسنت و جماعت کا پیروکار اور فقہ حنفیہ کا پابند تھا[۳۰]۔ مگر ملکہ نور جہاں اور ایرانی امراء...... جو شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے...... نے اس کو حضرت مجدد سے بدگمان کر دیا۔ بعض مصاحبین جہانگیر نے دربارِ شاہی میں بڑے سخت و نازیبا الفاظ میں حضرت مجدد کے نظریات پر نکتہ چینی کی۔ تو زکِ جہانگیری میں یہ سب مذکور ہے[۳۱]۔ جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں پابند سلاسل کر دیا، لیکن حضرت مجدد کے لیے قید و بند کا یہ سلسلہ ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ چنانچہ اس دوران میں آپ نے اپنے مراتبِ روحانی اور درجاتِ باطنی میں بالخصوص ترقی و پیش رفت کی، جس کا اظہار آپ نے اپنے مکتوبات میں بھی کیا ہے۔ جب آپ زندان گوالیار میں محبوس و مقید تھے۔ تو آپ نے اپنے رفقائے زندان میں سے کئی بُت پرستوں کو حلقہ بگوشِ اسلام بنایا اور کئی مجرموں نے صدقِ دل سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ سال بھر کے بعد جب جہانگیر نے اپنے فعل سے نادم ہو کر آپ کی رہائی کا حکم صادر کیا تو اس کے دل میں حضرت مجدد کی عظمت و فضیلت راسخ ہو چکی تھی اور وہ دِل و جان سے آپ کا معتقد بن گیا تھا۔ اسنے حضرت مجدد کو اجازت دے دی کہ جی چاہے تو سرہند واپس تشریف لے جائیں اور جی چاہے تو لشکر شاہی کے ساتھ رہیں۔ علاوہ ازیں جہانگیر نے آپ کو خلعت فاخرہ اور ایک ہزار روپیہ نذرانہ بھی پیش کیا۔ حضرت مجدد نے اپنی دعوت و تبلیغ کے پیش نظر لشکر شاہی کے ہمراہ رہنا پسند کیا کیوں کہ اس طرح آپ زیادہ خوش اسلوبی سے اپنے عظیم کام کو سرانجام دے سکتے تھے[۳۲]۔

حضرت مجدد تقریباً تین سال تک لشکر شاہی کے ساتھ رہے۔ اس عرصے میں آپ نے برصغیر کے بڑے حصے کا دورہ کیا۔ امرائے دربار کو متاثر کیا۔ بادشاہ سے متعدد ملاقاتیں کیں اور اُسے تلقین و تنبیہ کرنے کے مواقع میسر آئے۔ چنانچہ مکتوبات شریف کے دفتر سوم میں ایک خط بادشاہ کے نام ہے اور ایک دوسرے خط میں اس گفتگو کا تذکرہ ہے۔ جو آپ نے مجلس شاہی میں کی تھی[۳۳]۔ اس عرصے میں دربار کا رنگ بدل ہی

گیا۔ معلوم ہوتا ہے جہانگیر کو آپ سے بڑا اعتقاد ہوگیا تھا۔ اس امر کا ثبوت تو زکِ جہانگیری سے بھی ملتا ہے۔ وہ حضرت مجدد کی رہائی کے تین سال بعد اپنی سالگرہ کے ذکر میں لکھتا ہے۔

> بدستور ہر سال خود را بہ طلا و اجناس وزن فرمودہ در وجہ مستحقاق مقرر فرمودم۔ ازاں جملہ شیخ احمد سرہندی را دو ہزار روپیہ عنایت شد[34]۔

ایسے لگتا ہے کہ مجدد کی تبلیغ و نصائح نے جہانگیر کی زندگانی پر بڑا خوشگوار اثر ڈالا تھا، اور اس زمانے میں جب کہ حضرت مجدد شاہی فوجوں کے ساتھ رہتے تھے۔ اس کے دل میں مذہب کا بڑا جوش اور لگاؤ پیدا ہوگیا تھا، اسے ترویج شریعت کا خاص خیال ہوگیا تھا۔ اور اس کی توجہ اس امر پر مرکوز ہوگئی تھی کہ حکومت کے لیے اتباعِ شریعت فرض ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد کی رہائی کے بعد قلعہ کانگڑہ میں گیا تو اس نے تو زک میں اس کے متعلق لکھا کہ، میں نے قاضی' میر عدل دوسرے علماء اسلام کو جو میرے ہم رکاب تھے، حکم دیا کہ وہ قلعے میں شعائرِ اسلامی اور ضابطہء دین محمدی کو عمل میں لائیں، اور خدا تعالیٰ کی توفیق سے اذان' نماز' خطبہ اور ذبیحہ' گاؤ، جو اس قلعے کی ابتدائے تعمیر سے آج تک نہ ہوا تھا، میں نے اس پر عمل کرایا، میں اس نعمت پر خدا کا شکر بجالایا کہ کسی بادشاہ کو اس کی توفیق نہیں ہوئی تھی جو مجھے بخشی گئی، اس نے حکم دیا کہ قلعے میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کی جائے[35]، یہاں یہ امر بے گمان و غیر اغلب نہیں کہ ''دیگر علمائے اسلام'' جو رکاب شاہی میں تھے، ان میں حضرت مجدد بھی شامل ہوں۔

حضرت مجدد کی صحبت کیمیا اثر سے نہ صرف جہانگیر بلکہ اس کے مقربین و اعیانِ مملکت اور ان کے خلاف بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حتیٰ کہ شہزادہ خرم شاہجہاں بھی آپ کے حلقہء ارادت میں آگیا[36]۔

۳...... اعترافاتِ عبدالحق محدث دہلوی (م۔ ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)

شیخ وقت، مقتدائے زماں عمدۃ المحدثین، ابو المجد حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت خواجہ باقی باللہ سے سلسلہء نقشبندیہ میں بیعت کی اور ارشاد و ہدایت، کی اجازت حاصل کی، حضرت خواجہ باقی باللہ سے آپ کے تعلقات بڑے گہرے اور مخلصانہ تھے۔ ان کے نام آپ کے متعدد خطوط مجموعۃ المکاتیب والرسائل میں موجود ہیں، لیکن حضرت مجدد یا اُن کے کسی جانشین سے ان کی مریدانہ وابستگی کا ذکر نہیں ملتا، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد پھر قادری نسبت غالب آگئی اور ان کا تعلقِ خاطر اسی سلسلہ سے قائم ہوگیا، شیخ محدث ایک زبردست ''عاشق رسول'' تھے۔ اسی بنا پر انہیں حضرت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سخت اختلافات پیدا ہوئے اور ان کے بعض بیانات کی تردید میں آپ نے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا[۳۷]۔ لیکن بعد میں جلد ہی یہ اختلافات رفع ہو گئے اور شیخ محدث، حضرت مجدد کے عقیدت منداور ارادت مند بن گئے۔

شیخ عبدالحق محدث نے اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' کے اختتام پر حضرت مجدد کے کچھ مناقب وفضائل خواجہ باقی باللہ کے حوالے سے مرقوم فرمائے ہیں۔ قطع نظر اُن سے خود شیخ محدث اس طرح اظہار عقیدت کرتے ہیں۔

> حضرت شیخ کے الہامات ومبشرات بھی بکثرت ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں تمہیں اور اس شخص کو جس نے تمہیں بالواسطہ یا بغیر واسطہ قیامت تک وسیلہ بنایا، بخش دیا جائے۔

الحاصل جو کوئی حضرت شیخ کے تفصیلی حالات، کشفِ الہامات اور مبشرات وغیرہ دیکھنا چاہے وہ----- تصنیفات حضرات القدس، برکات احمدیہٗ معارفِ جدیدہ اور حقائقِ نادرہ وغیرہ کا مطالعہ کرے جو----- نُورانی قلم سے لکھی گئی ہیں[۳۸]۔ آپ وہ آفتاب تھے جن سے منکروں کی آنکھیں چوندھیاتی ہیں اور حاسدوں کے دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ یہ معارف وحقائق اور ہدایت وارشادات جو سنے اور دیکھے جارہے ہیں یہ اس ذات والاصفات کے ہیں جو علی علی کہتے ہیں۔ آپ مجدد ہیں، سوسال کے بعد کے مجدد نہیں بلکہ حضرت علی کے ہزار سال بعد والے مجدد ہیں اور یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں بلکہ بہت بڑا فرق ہے کاش تم لوگ اس سے واقفیت حاصل کرلو[۳۹]۔

شیخ محدث نے حضرت مجدد کی سیرت کا اس طرح نقشہ کھینچا ہے ''آپ کے حسن اخلاق وعمدہ سیرت کی بابت مختصراً عرض ہے کہ صبر وتحمل رضا وتسلیم اور ہر شخص کی تعظیم' مخلوق الٰہی پر شفقت' ان کے ساتھ صلہ رحمی' حاجتمندوں کی امداد' السلام علیکم کرنے میں سبقت، آہستہ ونرم گفتگو آپ کی سیرت وخصلت تھی۔ آپکا مسلک قرآن کریم وحدیث شریف تھا۔ اور آپ کی یہ ایک فضیلت دوسری تمام فضیلتوں سے سبقت لے گئی ہے[۴۰]۔

شیخ عبدالحق محدث نے حضرت مجدد کے اعلیٰ وارفع مقام کے متعلق حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مرید وخلیفہ شیخ حسام الدین کو ایک خط لکھا جو عیناً یہاں نقل کیا جاتا ہے:

> مجھ فقیر عبد الحق کو حضرت شیخ احمد سرہندی نے جو صفائی باطن عنایت فرمائی ہے وہ بے حد و شمار ہے۔ حضرت شیخ نے ہمارے درمیان کوئی پردہ بشریت و حجاب باقی نہیں رکھا آپ نے طریقت، انصاف اور عقلی تمیز جو بزرگوں کا خاصہ ہے۔ اس دنیا کے اندر میرے باطن میں بطریقۂ ذوق، وجدان و غلبہ کی پوری طرح جاگزیں کر دیا۔ جس کے اظہار سے زبان عاجز ہے۔ تمام تعریفیں اور پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو دلوں کو بدلتا اور حالات درست کرتا ہے۔ بعض لوگ شاید اس کو دور کی بات سمجھیں لیکن میں نہیں جانتا کہ اب میری کیا حالت ہے۔ اور کیا طریقہ ہے[۴۱]۔

قرائن سے پتا چلتا ہے کہ حضرت مجدد و شیخ محدث دونوں پیر بھائی بھی تھے اور رفع اختلافات کے بعد بدلیل مکتوب مجدد بنام محدث [۴۲] دونوں کے مابین قلمی دوستی بھی استوار تھی۔

(ج)......مقام مجدد متاخرین کی نظر میں:

حضرت مجدد امام ربانی کی پُر فیض شخصیت و تحریک تجدید و اصلاحِ احوال مسلمین نے سرزمینِ مشرق و مغرب میں متصوفین و مؤلفین و محققین و مفکرین کو متاثر کیا۔ ہم یہاں اس مختصر مضمون میں فقط شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مفتی غلام سرور لاہوری اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال سیالکوٹی کے تاثرات کی طرف ہی اشارہ کریں گے۔

۱......کلمات شاہ ولی اللہ محدّث (م۔ ۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ مُحدث ابن شاہ عبد الرحیم دہلوی [۴۳] نے سلسلۂ نقشبندیہ کی مصطلحات، لطائفِ ستہ اور تصرفاتِ حضرات نقشبندیہ کا بڑی شد و مد سے ذکر فرمایا ہے۔ سلسلۂ طریقت کے لحاظ سے بھی شاہ ولی اللہ کی نسبت اپنے والد کی وساطت سے نقشبندیہ و قادریہ میں حضرت مجدد سے منسلک ہے۔ سلاسل تصوف کے علاوہ آپ کے سلسلۂ حدیث کی سند بھی تین واسطوں سے حضرت مجدد تک جا پہنچتی ہے۔ ان مختلف روحانی اور علمی نسبتوں کی وجہ سے شاہ ولی اللہ کو حضرت مجدد سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، چنانچہ آپ نے حضرت مجدد کے مشہور ''رسالہ ردِ روافض'' کی عربی میں شرح لکھی، اس کے مقدمے میں رسالہ کا

تعارف کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

شہامت ونجابت، کثرتِ علم، توقدِ ذہن، استقامت عمل، اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں اپنی غیرت کراماتِ جلیلہ اور مقاماتِ کثیرہ وغیرہ صفاتِ محمودہ کے علاوہ جو مولانا شیخ احمد فاروق ماتریدی حنفی نقشبندی سرہندی کے نفسِ قدسی صفت میں اللہ نے رکھدی ہیں۔ اس کے بہت سے احسانات اہلِ ہند کی گردنوں پر ہیں جن کا شکریہ ضروری ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ[۴۴]۔''

شاہ ولی اللہ نے حضرت مجدد کے جن احسانات کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ان کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ علامہ اقبال نے انہی احسانات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ ہند میں سرمایہ ملّت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد ان خدمات عالیہ کی وجہ سے معیارِ حق وباطل قرار پائے[۴۵]۔

''سیرت مجدد الف ثانی'' میں بحوالہ جات مذکور ہے۔ ''شاہ ولی اللہ حضرت مجدد کو عہد جدید کا پیش خیمہ اور مقدمۃ الجیش قرار دیتے ہیں، یعنی کوئی مجدد اور مصلح جو آپ کے بعد آیا ہے وہ آپ سے بے نیاز نہیں رہا اور نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں۔'' شیخ مجدد علیہ الرحمۃ اس دور کے پیش خیمہ ہیں۔ اس دور کے بہت مخصوص معارف اور علوم شیخ کی زبان مبارک سے رمز اور اشارے کے طور پر صادر ہوئے ہیں۔ شیخ اس دور کے قطبِ ارشاد ہیں آپ کے ہاتھوں پر بہت سے طبعی گمراہ اور بدعتی تائب ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ العظیم عین مدّ و مسکونِ کائنات یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم ہے، حضرت شیخ کے انعامات وبرکات کا شکریہ عین ایزدِ متعال کے انعامات کا شکریہ ہے۔'' اور یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں، اس کی دلیل بھی پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اکابر علما و صوفیہ نے حضرت مجدد کے منصبِ تجدید واصلاح کا اعتراف کیا ہے[۴۶]۔''

مؤلف ''تجلیات امام ربانی'' نے ''ہنڈرڈ گریٹ مسلم'' کے حوالے سے حضرت مجدد کے بارے میں شاہ ولی اللہ کے کلمات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے، ''امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی تصنیف ''کلمات طیبات'' میں آپ کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے اسلامی فکر میں بہت سی ناہمواریوں کو درست فرمایا، آپ باطنی راہنمائی کے لیے مثالی نمونہ تھے اور آپ نے بہت سے حقائقِ مخصوصہ کو واشگاف فرمایا[۴۷]۔

۲......عبارت مفتی غلام سرور (م۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)

مولانا حکیم مفتی غلام سرور لاہوری جو اپنے زمانے کے معروف سوانح نگار' شہرۂ آفاق تذکرہ نویس، بے مثال عالم اور بے نظیر شاعر' تاریخ گو تھے نے اپنے رشحاتِ قلم سے شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی کابلی سرہندی کو بدیں القابات سے یاد کیا ہے "یہ بزرگ عالم علمائے دین وغوث العالمین قطب الاقطاب عالی جناب، مظہر خوارق وکرامات' جامعِ عشق ومحبت' دافع بدع وضلالت' عاملِ سنت وجماعت، وارث کمالات نبویہ، مطلعِ انوارِ احمدیہ، عارجِ معارج نقشبندیہ، امامِ طریقت ومقتدائے حقیقت تھے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں امام تھے۔ حضرت مجدد صاحب کی تصانیف میں سے کتاب مکتوبات مقبول علماء وفضلاء ومشائخ ہے اور سلسلہ حضرت کا آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، کرامات وخوارق لاکھوں حضرت کے وجود بابرکت سے ظاہر ہوئیں جن کا اظہار زبان اور قلم سے نہیں ہوسکتا[۴۸]۔"

پھر مفتی صاحب نے لکھا ہے، "تمام عمر حضرت نے ہدایت وارشاد کے کلام میں صرف کی۔ اگرچہ علمائے ظاہری نے حضرت کی عداوت پر کمر بستہ رکھی، مگر خدا کی امداد اور پیرانِ عظام کی حمایت سے فتح یاب نہ ہوے[۴۹]۔" حضرت مفتی نے تذکرہ مجددیہ کے حوالے سے ایک شیعہ امامیہ کے اپنے مذہب سے برگشتہ ہوکر آپ کا مرید ومعتقد ہوجانے کا واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ مزید برآں خزینۃ الاصفیا میں قلعہ گوالیار میں حضرت مجدد کے دستِ حق پرست پر ہزاروں مشرکین وکفار کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے[۵۰]۔

۳......تاثرات علامہ محمد اقبال (م۔ ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۸ء):

حکیم الامت، ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال سیالکوٹی لاہوری نے برصغیر پاکستان وہند کے اولیائے کرام وصوفیائے عظام میں سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا مطالعہ کیا اور متاثر ہوے[۵۱]۔ اسی تاثیر کا نتیجہ ہے کہ اقبال نے اپنی مثنوی اسرارِ خودی میں منظم طریقے سے اپنا فلسفۂ خودی پیش کیا۔ اس سے پہلے وہ وجودی نظر نہ آتے ہیں، لیکن بعد میں شہودی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ افکار وآراء مجددی ہی کا تاثر ونتیجہ تھا۔ حضرت مجدد سے اقبال کی عقیدت بیحد وبے حساب تھی۔ انہوں نے تعلیمات مجددیہ کا بہ نظرِ عمیق مطالعہ کیا تھا اور نہ صرف یہ کہ وہ خود متاثر ہوے بلکہ دوسرے ممالک میں حتی الامکان اس کا پرچار

بھی کیا چنانچہ ۱۹۳۲ء میں انگلستان میں حضرت مجدد کے افکار ونظریات پر ایک لیکچر دیا جو وہاں بہت پسند کیا گیا۔ اس کا ذکر خود علامہ اقبال نے پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے۔

علامہ اقبال کے ذہن وقلب پر حضرت مجدد کی تعلیمات وتبلیغات کا اثر عارضی نہ تھا بلکہ پختہ ہو گیا تھا ''تشکیل جدید الٰہیات'' کے ساتویں خطبے میں اقبال نے حضرت مجدد کے افکار وخیالات کو اہلِ مغرب سے روشناس کرایا اور حضرت مجدد کے معتقدات کی روشنی میں مفکرین مغرب کے فکری تسامحات کی نشاندہی فرمائی۔ مثلاً اسی خطبے میں اقبال نے نیتشے کے افکار وخیالات پر تبصرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ گو اس کی لگن سچی تھی لیکن اس کو حضرت مجدد جیسا مرد کامل نہ ملا جو اس کے سامنے حقائق کو بے نقاب کرتا۔ اس محرومی کی وجہ سے نامراد ونا کام ہو گیا، علامہ اقبال نے اسی خطبے میں حضرت مجدد کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے اور سلوک وعرفان کا ''مجتہدِ اعظم'' قرار دیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں، حضرت مجدد نے اپنے زمانے کے تصوف کا تجزیہ جس بے باکی اور تنقید وتحقیق سے کیا اس سے سلوک وعرفان کا ایک نیا طریقہ مجددیہ وضع ہوا۔ اس سے بیشتر جتنے بھی سلسلہ ہائے تصوف برصغیر میں رائج ہوے، وہ یا تو وسطِ ایشیا یا سرزمین عرب سے آئے تھے۔ مگر صرف یہی ایک طریقہ ومکتب ہے، جس نے ہندوستان کی حدود سے نکل کر باہر کا رُخ کیا جواب بھی پاکستان، افغانستان اور ایشیائی روس میں ایک بہت بڑی زندہ روحانی قوت کی شکل میں موجود وبرقرار ہے[۵۶]۔

حاصل آنکہ اقبال ایک ایسا شاعر ومفکر اسلام ہے جس نے اپنے اشعار وافکار وعقائد میں نظریہ وحدت الشہود کی ترجمانی کی ہے۔ اگر اُن کو دورِ جدید کا ''ترجمان مجدد'' [۵۷] کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

حضرت مجدد نے دینی وعرفانی خدمات کی انجام دہی اور اپنے تبلیغی واصلاحی مشن کی تکمیل کے لیے باقیات صالحات میں تین چیزیں یادگار چھوڑیں۔

(۱)......آثار وتصانیف عرفانی

(۲)......اولاد واحفادِ صالح [۵۸]

(۳) خلفاء ومریدانِ باصفا

ان کے بارے میں دیگر مخلصین ومحققین کی تحقیقات کے علاوہ علاّمہ بدر الدین سرہندی نے ''حضرت القدس'' میں مفصلاً اور پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نے ''سیرت مجدد الف ثانی'' میں بہت خوبصورت، محققانہ اور عالمانہ پیرائے مجملاً ذکر کیا ہے محققین ومحبین وشائقین وہاں سے ملاحظہ ومشاہدہ و

مطالعہ کر سکتے ہیں۔

حضرت مجدد کے عرفانی وعلمی آثار میں سے "مکتوبات" نے بلاشک وتردید آپ کے مقامات کو چار چاند لگا دیے۔ مکتوبات فارسی زبان میں تین دفاتر پر مشتمل ہیں[۵۹] اور علوم ومعارف کا خزینہ ہیں۔ اُن کی آپ کی زندگی ہی میں اتنی قدر ومنزلت ہوئی کہ اُن کی نقلیں برصغیر اور برصغیر سے باہر دوسرے ممالک میں پھیل گئیں۔

غالباً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ "مثنوی مولانا رُوم" اور "مکتوبات امام ربانی" ہی رموز حقائق ومعارف اور اسرارِ شریعت وطریقت کا وہ گنجینۂ گراں بہا ہیں جس سے الحاد وزندقہ اور بدعت وضلالت کا قلع قمع ہوتا ہے[۶۰]۔

حضرت مجدد کی شخصیت اسلامی ہندوستان کی تاریخِ تصوّف میں یگانہ ہے حضرتِ مجدد نے شریعت وطریقت، کشف وکرامات، بدعت وسنّت اور اجتہاد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار بڑی جرأت وحوصلہ مندی سے کیا، اور حق یہ ہے کہ اس باب میں ان کے خیالات ونظریات ومعتقدات سے انحراف کا کوئی راستہ نہیں[۶۱]۔ انہوں نے مسئلہ وحدۃ الوجود...... جس کی تعبیر غیر اسلامی رنگ میں بھی ممکن ہے...... پر خصوصی توجہ کی اور اس کے برعکس نظریۂ وحدت الشہود وضع وقائم کیا۔ اس طرح حضرت مجدد کی تعلیمات ایک نئے سلسلۂ تصوف...... سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ...... کی شکل میں نمودار وظاہر ہوئیں جس کے متعلق قابل ذکر امر یہ ہے۔ جیسا کہ پیچھے بھی مذکور ہے کہ دیگر سلسلہ ہائے طریقت کے برعکس، جو بیرون ہند سے یہاں آئے تھے۔ یہی ایک سلسلہ ہے جس نے برصغیر سے باہر دوسرے اسلامی ممالک کا رُخ کیا۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی ان بزرگان دین، مشائخ، مبلّغین میں ایک مقام وحیثیت کے حامل ہیں جنہوں نے خطہ پاکستان وہند میں اسلام کے احیاء اور اس کی اجتماعی وسیاسی سربلندی کے لیے عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جہانگیر کے زمانے سے لے کر موجودہ زمانے تک جو بھی مسلمان مفکر ومُدبر ومصلح اس برصغیر میں پیدا ہوئے اور جتنی بھی اسلامی واصلاحی تبلیغی تحریکیں یہاں اُٹھیں، ان کا رشتہ وواسطہ کسی نہ کسی صورت میں حضرت مجدد الف ثانی کے مقام وکام ومشن سے مسلّم ہے شاہجہاں کی اسلام دوستی، اورنگ زیب کی حکمتِ عملی، شاہ ولی اللہ محدث کی مساعی اور خود نظریۂ پاکستان وتحریک پاکستان کی کڑیاں حضرت مجدد اعظم کی تعلیمات سے جا ملتی ہیں۔

فقراء کی خدمت:

مکتوب شریف کہ ازرُوئے التفات ارسال داشتہ بودند رسید محبت فقراء وتوجہ بایں طائفہ ازاجلِ نعم خداوندیست جَلَّ سُلطَانَہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ استقامت برآں مسئول ومرجُوّاست نیاز یکہ بدرویشاں فرستادہ بودند نیز وصول یافت فاتحہ سلامت خواندہ شد۔

(دفتر اوّل حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۴۲ صفحہ ۲۰)

ترجمہ، مکتوب جو توجہ کی بناء پر ارسال کیا تھا پہنچا۔ فقراء کی محبت اور اس گروہ سے توجہ رکھنا خدائے تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس پر استقامت فرمائے۔ وہ نیاز جو درویشوں کے لیے بھیجی تھی وہ بھی وصول ہوئی ہے جس کے لیے حمد وثنا کافی ہے۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱...... سیرت مجدد الف ثانی، تالیف پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی اشاعت اوّل ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ص۔ ۱۰۔ ۱۱ ملاحظہ کیجیے، مکتوبات ربانی، تصحیح وحواشی وترجمہ اردو از مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ، کراچی طبع اوّل ۱۹۷۲ء دفتر دوم، حصہ اوّل، مکتوب نمبر ۴، ص۔ ۳۶۔ ۳۸، حضرات القدس (اردو) تصنیف لطیف علامہ بدرالدین سرہندی، مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ، ۲/۷۰۔ ۷۲ تجلیات امام ربانی، مولفہ محمد عبدالحکیم خاں اختر مجددی مظہری شاہ جہان پوری، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور بار اوّل ۱۹۷۸ء، ص۔ ۷۴۔ ۷۶

۲...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۱۱، ملاحظہ کیجیے، تجلیات امام ربانی، ص۔ ۱۲۔ ۱۳

۳...... رودکوثر، از شیخ محمد اکرام، فیروز سنز لاہور اشاعت سوم ۱۹۵۸ء، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲ پر لکھا ہے۔

"ابوالفضل نے آئین اکبری کے آخر میں جن فضلائے عصر کا ذکر کیا ہے، ان میں شمارہ ۱۰۳ پر شیخ احمد آپ کا نام معلوم ہوتا ہے"۔

۴...... فیضی نے اپنی تفسیر بے نقط "سواطع الالہام" کی تالیف میں حضرت مجدد سے استفادہ کیا۔ ملاحظہ کیجیے

حضرات القدس (اردو)، ۲/ ۲۷۔ ۲۸، رود کوثر، ص۔ ۲۱۱

۵...... اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب لاہور، طبع اوّل ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء، ج ۲، ص۔ ۲/ ۱۲۶

۶...... حضرات القدس، ۲/ ۲۴ سلسلہ چشتیہ میں آپ کا تعلق اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے ہے اور اُن کو شیخ رکن الدین سے پھر اُنکو اپنے والد شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے مزید برآں ملاحظہ کیجیے حدیقۃ الاولیاء تالیف مفتی غلام سرور لاہوری، بہ تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۷۶ء، ص۔ ۱۱۷، سیرت مجدد الف ثانی ص۔ ۵۸

۷...... حدیقۃ الاولیاء، ص۔ ۱۱۷، سلسلۂ قادریہ میں ”حضرت کی بیعت شاہ سکندر کیتھلی اور ان کی بیعت شاہ کمال کیتھلی سے تھی“ سیرت مجدد الف ثانی، ص ۵۸ پر یہی نقل ہے۔ تجلیات امام ربانی، ص۔ ۱۴ پر لکھا ہے، سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال کیتھلی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا“ لیکن حضرات القدس ۲/ ۲۴ میں مذکور ہے۔ ”سلسلہ قادریہ میں آپ کا تعلق آپ کے والد ماجد اور اُن کو شیخ رکن الدین سے تھا۔“

۸...... حدیقۃ الاولیاء: ص ۱۱۷ ”سلسلہ سہروردیہ میں بھی حضرت نے فیض شیخ عبدالاحد سے اور انہوں نے شیخ رکن الدین گنگوہی سے پایا۔“ لیکن مجدد الف ثانی، ص۔ ۵۸ پر یوں منقول ہے ”سلسلہ سہروردیہ میں اپنے استاد محترم حضرت شیخ یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت حاصل فرمائی۔ حضرت شیخ ممدوح شیخ حسین خوارزمی کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے۔“

۹...... سیرت مجدد الف ثانی کے حاشیہ شمارہ ۸ کے تحت سلسلہ سہروردیہ والی روایت حضرات القدس، ۶/ ۲۷ پر سلسلۂ کبرویہ کے ضمن میں یوں مبسوط ہے، حضرت مجدد نے سلسلہ کبرویہ میں مولانا یعقوب کشمیری خلیفۂ شیخ حسین خوارزمی کبروی ہی سے بیعت فرمائی ہے۔

۱۰...... اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ترجمہ اُردو، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی، ص۔ ۲۶۹ پر ضبط ہے حضرت مجدد نے ”اپنے والد بزرگوار سے سلسلۂ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور کبرویہ کی اجازت حاصل کی“۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب نے خُم خانۂ تصوف، صابری دارلکتب لاہور بار اوّل، ۱۹۸۰ء، ص۔ ۶۹۷ پر حضرت مجدد کی بیعت و خلافت میں تحریر کیا ہے، ”سب سے پہلے آپ اپنے والد ماجد حضرت عبدالاحد سے بیعت ہوئے، اور اُن سے پندرہ سلاسل میں خلافت پائی۔“

۱۱...... تجلیات امام ربانی، ص۔ ۱۴، مخفی نہ رہے راقم الحروف نے مقالۂ ہذا کی تیاری میں حضرات القدس سے استفادہ کیا ہے لیکن ”زبدۃ المقامات“ اور ”مجمع الاولیاء“ دستیاب نہیں ہو سکیں۔

۱۲...... ص۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰: ملاحظہ کیجیے، حضرات القدس، ۲/ ۴۱، درجہ ۷

۱۳...... بنقل از حضرات القدس، ۲/ ۳۸: سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۳۶

۱۴...... حضرات القدس، ۲/ ۳۸

۱۵...... روضۃ القیومیہ، خواجہ کمال الدین محمد احسان، بنقل از سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۳۴

۱۶...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶

۱۷...... حضرات القدس، ۲/ ۳۸، درجہ ۲

۱۸...... حضرات القدس، ۲/ ۳۸۔ ۳۹، درجہ ۳

۱۹...... روضۃ القیومیہ، کمال الدین محمد احسان، اندراج بحوالہ، انوار الاولیاء مرتبہ و مؤلفہ رئیس احمد جعفری، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع دوم ۱۹۵۸ء، ص۔ ۵۱۱ سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۳۶ تجلیات امام ربانی، ص۔ ۹۷، ملاحظہ کیجیے حضرات القدس، ۲/ ۴۸ درجہ ۲۰ کہ کم وبیش یہی واقعہ مذکور و منقول ہے صرف اس میں حضرت غوث الاعظم کا نام شامل نہیں ہے۔

۲۰...... روضۃ القیومیہ، ص۔ ۵۱۱

۲۱...... حضرات القدس، ۲/ ۴۰، درجہ ۵

۲۲...... حضرات القدس، ۲/ ۴۰۔ ۴۱؛ ملاحظہ کیجیے، انوار الاولیاء جعفری، ص۔ ۵۱۲

۲۳...... حضرات القدس، ۲/ ۴۱۔ ۴۲، درجہ ۹

۲۴...... حضرات القدس، ۲/ ۴۵۔ ۴۶، درجہ ۱۴

۲۵...... حضرات القدس، ۲/ ۴۶، درجہ ۱۶

۲۶...... حضرت مجدد کی مخالفت کے سلسلے میں ملاحظہ کیجیے:

Hazrat Mujadid and hisCritics by Abdul Hasan Zaid Farooqi Translated in to English By Mir.Zahid Ali Kamil Progressive Books.Lahore,1982 P-149

احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری، تالیف محمد اقبال مجددی، دار المؤرخین لاہور بار اوّل ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۲ء، ص ۱۴۵۔ ۱۶۵، ۱۸۱۔ ۲۱۷

۲۷...... ترجمہ اُردو از محمد علی لطفی نفیس اکیڈمی کراچی، ص ۲۴۷، ازاں بعد دارالشکوہ نے حضرت مجدد و ہمعصر عارف اور اپنے استاد مکرم حضرت میاں میر (م۔ ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۲۵ء) کی ملاقات کا یوں ذکر کیا ہے ''اس فقیر نے خود حضرت افضل الفضلاء علامہ زمانی، دستگاہِ حقائق و معارف حضرت میرک شیخ بن شیخ فصیح الدّین سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرہند گئے اور حُسن اتفاق سے شیخ احمد سے ملاقات ہوئی......'' اور میاں میر نے حضرت مجدد کے مقام عرفانی کا اعتراف کیا ہے۔

۲۸...... رود کوثر، ص۔ ۲۲۰

۲۹...... ص ۵۱۴۔ ۵۱۵

۳۰...... تجلیات امام ربانی، ۳۶۷

۳۱...... باُردو ترجمہ وحواشی اعجاز الحق قدوسی، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع اوّل، ۱۹۷۰ء، ۲/ ۱۱۸۔۱۱۹۔ توزک جہانگیری، مترجم اُردو، سلیم واحد سلیم، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۰ء، ص۔ ۵۶۳۔۵۶۴

۳۲...... تاریخ پاک وہند، صاحبزادہ عبدالرسول، ایم آر برادرز۔ لاہور، ۱۹۶۵ء، ص۔ ۲۴۷ اُردو دائرہ معارف، اسلامیہ ج ۲، ص۔ ۱۲۷/۲

۳۳...... مکتوبت امامِ ربانی، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳، ص۔ ۱۳۷۹۔۱۳۸۰ ملاحظہ کیجیے۔ رود کوثر، ص ۲۶۸۔۲۶۹، توزک جہانگیری (حواشی) ۲/ ۱۷۰، سیرت مجدد الف ثانی، ص ۲۰۴۔ حضرت مجدد صاحبزادگان...... خواجہ محمد سعید و محمد معصوم کے نام ایک مکتوب میں بادشاہ کے ساتھ اپنی صحبت کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں ''یہاں کے حالات بہت اچھے اور شکر کے قابل ہیں، عجیب وغریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان گفتگوؤں میں امورِ دینیہ اور اصول اسلامیہ میں سرمستی اور مداہنت دخل نہیں پائی، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں بھی وہی باتیں ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں، اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو دفتر ہوجائے۔ خاص کر آج ماہِ رمضان کی سترھویں رات کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت اور عقل کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور اسکے عذاب وثواب اور رویت دیدار کے اثبات اور حضرت خاتم الرسل کی نبوّت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اقتدا اور تراویح کی سنّت اور تناسخ کے باطل ہونے اور جنوں اور جنّیوں کے احوال اور ان کے عذاب وثواب کی نسبت بہت کچھ مذکور ہوا۔ بادشاہ بڑی خوشی سے سُنتا رہا اس اثناء میں اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر ہوا اور اقطاب اور اوتاد وابدال کے احوال اور اُن کی خصوصیتوں وغیرہ کا بیان ہوا۔ ان واقعات وملاقات میں شاید کوئی اللہ کی پوشیدہ حکمت اور خفیہ راز ہوگا۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے اس بات کی ہدایت فرمائی۔''

۳۴...... توزک جہانگیری، ۲/ ۱۶۹، ۳۸۰، رود کوثر، ص۔ ۲۲۹

۳۵...... توزک جہانگیری، ۲/ ۱۷۰، ۳۰۱۔۳۰۲، رود کوثر، ص۔ ۲۳۰۔۲۳۱

۳۶...... توزک جہانگیری، مترجمہ سلیم، ص۔ ۵۶۴، رود کوثر، ص۔ ۲۲۴، سیرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ص۔ ۲۰۶، ملاحظہ کیجیے، تجلیاتِ امام ربانی، ص، ۲۸۔ کہ مشہور مورخ ومحقق ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں ''جہانگیر کے دورِ حکومت میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے۔ آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اس انقلاب وتبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوشش کی گئیں، وہ اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضا میں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔''

۳۷...... رود کوثر ص۔ ۲۳۰، ۳۱۴۔۳۱۶، پروفیسر خلیق احمد نظامی نے یہ پورا رسالہ اپنی کتاب ''حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی'' کے ساتھ شائع کردیا ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ جب شیخ محدث نے حضرت مجدد کے بعض ''اوقات'' پر اعتراض کیے۔ اس وقت انہیں مجدد کے علوِ مرتبہ کا صحیح اندازہ نہ تھا لیکن یہ خیال غلط ہے شیخ محدّث کو حضرتِ مجدد بڑے عزیز تھے اور اُن کا طریقہ بھی عزیز تھا لیکن رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے بڑھ کر تھی۔ اس جذبے نے انہیں مجبور کیا کہ وہ حضرت مجدد کے بعض دعاوی کے خلاف آواز اٹھائیں۔ مثلاً لکھتے ہیں۔

''نزد ایں فقیر شما ہم عزیزید و ہم طریقۂ شما۔ اما سخنانِ کہ نسبت بہ حضرت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم می گوئید، آنہا را تاب ندارد، وآنچہ نسبت بہ مشائخ گفتہ اید، کرہاً و جبراً برداشتہ شد، اما برداشت این کلمات از طاقتِ حالِ این فقیر بیرونست۔''

۳۸...... تصنیفاتِ مذکورہ حضرت مجدّد کے نورانی قلم سے نہیں لکھی گئی ہیں بلکہ حضرت مجدد کے سلسلہ طریقت اور اُن کے حالات ومقامات ودرجات پر مشتمل آپ کے معتقدین ومخلصین ومتوسلین نے تحریر کی ہیں۔ اتفاقاً ''حضرات القدس'' راقم الحروف کے زیر استفادہ ومطالعہ ہے اور مؤخر الذکر تینوں تصانیف مقالہ نگار کی دسترس میں نہیں ہیں۔ (محمد اختر چیمہ)

۳۹...... اخبار الاخیار، اُردو، ص۔ ۶۳۲

۴۰...... اخبار الاخیار، اُردو، ص۔ ۶۳۲

۴۱...... اخبار الاخیار، اُردو، ص۔ ۶۳۳

۴۲...... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۲۹، ص۔ ۹۴

۴۳...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۵۰ کے حوالے سے: حضرت شاہ عبدالرحیم، حضرت مجدد کے صاحبزادگان خواجہ محمد سعید اور محمد معصوم کے زمانے میں جواں سال تھے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت صرف دو واسطوں سے حضرت مجدد سے اسطرح ملتا ہے: شاہ عبدالرحیم، خواجہ سید عبداللہ، شیخ آدم بنوری، اور شیخ احمد سرہندی۔

۴۴...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۵۱۔ ۳۵۴

۴۵...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۵۴، ۳۵۵

۴۶...... ص۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷

۴۷...... تجلیاتِ امام ربانی، ص۔ ۳۰

۴۸...... حدیقۃ الاولیاء، ص۔ ۱۱۷

۴۹...... حدیقۃ الاولیاء، ص۔ ۱۱۸

۵۰...... بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۱۸۱

۵۱...... اقبال نامہ، شیخ عطاء اللہ، مطبوعہ لاہور، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۳۵، مستفاد از سیرت مجدد الف ثانی۔ ص۔ ۶۴

۵۲...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵

۵۳...... کلیات اقبال اُردو، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور، اشاعتِ دوم، ۱۹۷۵ء بال جبریل، ص۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱

۵۴...... بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سیّرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۷۵، علامہ اقبال نے اپنے خطبات ومکتوبات میں ''مکتوبات امام ربانیؒ'' کے حوالے دیے ہیں۔

۵۵...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۷۱

۵۶...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۸۲، ۳۸۴، ملاحظہ کیجیے: اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲ ص۔ ۱۲۹/۱

۵۷...... سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۸۶

۵۸...... تجلیاتِ امام ربانی، ص ۲۶ ''اولاد میں سات صاحبزادے ہوئے جن میں سے پانچ حضرت مجدد کی حیات ہی میں انتقال کر گئے، باقی دو صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید (م ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء) اور حضرت خواجہ محمد معصوم (م ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) نے بڑا نام پیدا کیا۔ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے ان دونوں صاحبزادگان سے گہرے مراسم تھے۔ بلکہ عالمگیر، خواجہ محمد معصوم سے شرف بیعت رکھتے تھے۔''

۵۹...... توزک جہانگیری، ۲/ ۱۱۸، حاشیہ میں مترجم اعجاز الحق قدوسی کی تحقیق وتحریر سے ماخوذ ہے:۔

مکتوبات امام ربانی، حضرت مجدد کی زندگی ہی میں مرتب ہوگئے تھے۔ انکی تین جلدیں ہیں دفتر اوّل کا نام دُر المعرفت ہے، یہ دفتر ۳۱۳ خطوط پر مشتمل ہے۔ اسے خواجہ یار محمد بدخشی نے ترتیب دیا تھا۔ دوسرے دفتر کا نام ''نور الخلائق'' ہے۔ یہ ۹۹ خطوط کا مجموعہ ہے جو خواجہ عبدالحیؒ نے خواجہ محمد معصوم کے ایما پر جمع کیا تھا۔ تیسرے کا نام ''معرفت الحقائق'' ہے جسمیں آپ کے ۱۲۴ خطوط ہیں، اس کے مرتب خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری ہیں۔

۶۰...... اُردو دائرہ، معارف اسلامیہ، ج ۲ ص ۱۲۹/ املاحظہ کیجیے، سیرت مجدد الف ثانی، ص۔ ۱۴ کہ تقدیم کتاب میں مولانا محمد ہاشم جان مجددی سرہندی لکھتے ہیں، حضرت مجدد نے مکتوبات شریف میں اسلامی نظریہ حیات کو اس خوبی سے سمجھایا ہے کہ جس کے پڑھنے سے شوقِ عمل اور ذوق کار پیدا ہوتا ہے۔ اور ایک طالب وسالک صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اسی لیے اکابر طریقت نے سالکین کے لیے، مکتوبات شریف کا مطالعہ لازمی قرار دیا ہے۔ ان کے معانی کی بلندی تو اپنی جگہ مسلم ہے لیکن عبارات بھی ادبی حیثیت سے اتنی بلند پایہ، دل ربا اور دِل نشین ہیں کہ اُنکے پڑھنے سے رُوح وجد، میں آجاتی ہے اور دِل ودماغ دونوں کیف اندوز ہوتے ہیں۔ مکتوبات شریف کے سلسلے میں یہ بات قابل غور وفکر ہے کہ ہر دور اور ہر طرح کے حالات کے لیے اُن میں ہدایتیں موجود ہیں، معنوی اعتبار سے یہ اتنے ہمہ گیر ہیں کہ شاید ہی کوئی دوسری تصنیف ہو۔ دسویں صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے عالم اسلام کے تاریخی حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ اس عرصے میں ملّت اسلامیہ میں جو جو امراض پیدا ہوئے یا جو جو مشکلات پیدا ہوئیں، سب کا حال مکتوبات شریف میں پایا جاتا، گویا کہ مکتوبات ملّت اسلامیہ کے لے تریاق واکسیر ہیں۔

۶۱...... شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ص ۲۴۵ پر حضرت مجدد کی مذہبی خدمات کے ضمن میں رقم کرتے ہیں، شرع کی ترویج

،طریقۂ نقشبندیہ کی اشاعت، شریعت و طریقت کی تطبیق اور شیعیت کی مخالفت کے علاوہ حضرت مجدد نے جو اہم کام کیا، وہ احیائے اسلام تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک نظام قائم کر دیا جس سے آپ کے مقاصد کی تکمیل ہوئی، آپ کے صدہا خلفاء تھے۔ جو ہندوستان کے کونے کونے میں بلکہ ہندوستان سے باہر بھی آپ کے خیالات و معتقدات کی اشاعت کر رہے تھے، جو آپ کے بعد آپ کے فرزندار جمند نے آپ کا کام جاری رکھا۔ آج بھی آپ کے سلسلے کا فیض جاری ہے۔ اور نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کے لوگ اتباعِ شریعت و ترویجِ سنت میں باقی تمام سلاسل سے برتر ہیں۔ پھر نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے کامیاب طریقہ اشاعت اور اس سلسلہ کے مشائخ کبار کے خلفائے عظام کی کثرت کا ایک حتمی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے سارے حصوں اور علاقوں میں اہلِ ذوق اس سے منسلک ہو گئے۔ جس سے ایک رُوحانی یکسانیت اور تنظیم کے آثار نمایاں تر ہو گئے۔

یہاں یہ کہنا بے محل نہیں ہوگا کہ آجکل علاوہ بردیگراں، مرشدِ رُوحانی و پیرِ صمدانی صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری...... سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد نقشبندی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ و ایڈیٹر، ماہنامہ نورِ اسلام و ناظم دار المبلّغین شرقپور ضلع شیخوپورہ...... ہمہ وقت، ہر ذریعہ و ہر قاعدہ سے تعلیمات مجددیہ کو عام کرنے اور مقامات حضرت مجدد اعظم کی نشر و اشاعت میں کوشاں و سرگرداں رہتے ہیں۔

(حال ہی میں آپ نے ''حوزۂ نقشبندیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کا مقصد سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے حوالے سے عالمی سطح پر علمی کام کرنا ہے...... گذشتہ برس مولانا جاوید اقبال مظہری نے بھی کراچی میں امام ربانی فاؤنڈیشن قائم کی جو کہ بڑی سرعت سے عالمی سطح پر رابطہ کر رہی ہے، پیشِ نظر ''جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی'' بھی اسی فاؤنڈیشن کی کاوشوں کا ثمر شیریں ہے، مرتبین)

☆......☆......☆

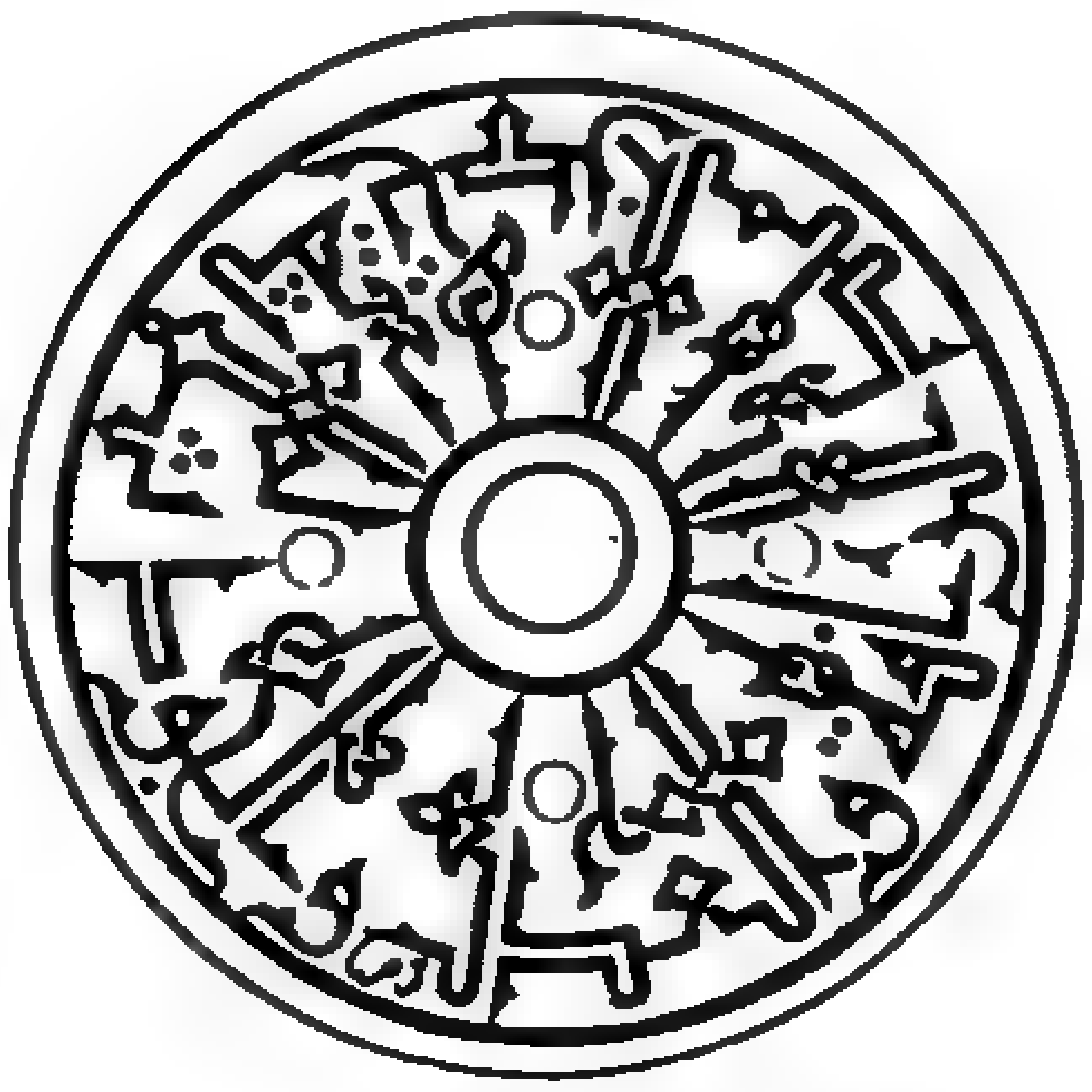

عکس اللہ الرافع العدل والجود

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کا مقامِ تجدید

علامہ محمد جلال الدین قادری

☆☆

زبدۃ المقربین، عمدۃ العارفین، قدوۃ الراسخین، قطب الاقطاب، فرد الافراد، مظہر تجلیاتِ ربانی، مصدر برکات نامتناہی، غوثِ صمدانی، امامِ ربانی، حضرت مجدد الف ثانی، منور لاثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ اسرارنا بسرہ النوری دسویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے، آئندہ ہزار سال کے مجدد ہیں۔ آپ کے تجدیدی کارناموں اور ملی خدمات سے نہ صرف عالمِ اسلام واقف ہے بلکہ عالمی طور پر محققین کی نظر میں آپ کی خدماتِ جلیلہ پایۂ اعتبار حاصل کر چکی ہیں۔ دل کے اندھوں، حاسدین و معاندین اور ناحق متعصبین کے علاوہ ہر ذی شعور آپ کے کمالاتِ علمیہ و درجاتِ علیہ کا معترف ہے۔ عام ازیں کہ وہ مجددی نقشبندی ہو یا چشتی، قادری ہو یا سہروردی، حنفی ہو کہ شافعی، مالکی ہو کہ حنبلی، عربی ہو کہ عجمی، پاکستانی ہو یا ہندوستانی، ترکی ہو کہ ایرانی، سمرقندی ہو یا خراسانی، افغانی ہو کہ چینی، مشرقی ہو کہ مغربی، دنیا کا کون سا ذی علم فرد ہے، دنیا کا کون سا گوشہ ہے، دنیا کی کون سی زبان ہے جس میں آپ کا ذکرِ حق نہ ہو۔ یہ عالمی شہرت اور بین الاقوامی قبولیت عامہ آپ کے درجاتِ روحانیہ کا ادنیٰ سا اعتراف ہے۔ بلکہ بعض اہل اللہ سے سنا گیا کہ آپ کا چرچا ملاء اعلیٰ، ملائکہ مقربین میں ہے۔ جنات آپ کے عقیدت مندوں اور مریدین میں شامل ہیں۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ط

اربابِ حقیقت واضح طور پر بتاتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کے اس عالم آب وگل میں قدم رنجہ فرمانے سے پہلے...... بہت پہلے اولیائے متقدمین نے آپ کے ظہور قدسی کی بشارتیں دیں، آپ کے لیے دعائیں کیں، وصیتیں کیں۔ حضور غوث الورٰی محبوبِ سبحانی، قطب ربانی،

شہنشاہِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا خرقہ مبارکہ کے بارے میں وصیت فرمائی کہ اسے بحفاظت نسلاً بعد نسلِ آپ تک پہنچایا جائے۔ کم وبیش چار سو برس یہ امانت بحفاظت آپ کی خاطر خاندان میں موجود رہی۔

آپ کے معاصرین نے آپ کے کمالات علمیہ وعملیہ اور درجاتِ روحانیہ کا اعتراف کھلے الفاظ میں کیا۔ حالانکہ معاصرت اکثر منافرت کا باعث ہوا کرتی ہے مجدد الف ثانی کا منفرد لقب، جو جہان میں اور کسی کے لیے استعمال نہ ہوا، آپ کے معاصرین ہی کا تجویز کردہ ہے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھیے آپ کے شیخ کامل حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، جنہوں نے آپ کی روحانی تربیت درجۂ کمال تک پہنچائی اور حضور مجدد پاک انہیں سے غایت درجہ عقیدت ومحبت کا اظہار فرماتے، وہ بھی آپ کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

> شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں جن کے سایہ میں ہم جیسے ہزاروں تارے چھپے ہوئے ہیں[۱]۔

یہی شیخ کامل اپنے مریدِ صادق کے بارے میں یہ پیش گوئی فرما چکے ہیں جو حرف بہ حرف پوری ہوئی:

> وہ عنقریب ایسا روشن آفتاب ہو کر چمکیں گے کہ جس سے ساری دنیا جگمگا جائے گی [۲]۔

متقدمین اولیاء اور معاصرین علماء کرام کے کلماتِ تحسین اور اعترافِ کمالات پر مزید اطلاع کے لیے سیرت امام ربانی پر مطولات کتب ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی مبارک زندگی کے بے شمار پہلو ایسے ہیں جو محققین کی توجہ کے لائق ہیں، کسی ایک مقالہ میں بیان کرنا انتہائی دشوار ہے۔ بہر حال آپ کی سیرت پاک کا ہر پہلو ہمارے مطالعہ میں رہنا چاہیے بلکہ مقدور بھران پر عمل کرنا سعادت دنیوی واخروی ہے۔ مولا کریم ہمیں اس کی توفیق دے۔ مگر آج کی نشست میں آپ کی شان تجدیدی کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے۔ اگرچہ سیرت طیبہ کا یہ پہلو انتہائی اہم اور بسیط ہے مگر اپنی بے بضاعتی اور درماندگی کے پیش نظر چند بے ربط حرف ہی عرض کرسکوں گا **وما توفیقی الا باللہ**۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی تجدیدی خدمات کو سمجھنے کے لیے پہلے ان حالات اور ماحول کا جاننا ضروری ہے جو آپ کی تجدیدی مساعی سے انقلاب پذیر ہوئے۔ مغلیہ خاندان کا فرمانروا اکبر آپ

کی ولادت باسعادت سے پہلے تخت نشین ہو چکا تھا۔ اکبر ناخواندہ تھا اس لیے اس کے مزاج اور عقائد میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اوائلِ عمر میں یہ عقائد میں راسخ اور اعمال میں راہِ راست پر تھا۔ نماز کا پابند اور اولیائے کاملین کا معتقد تھا۔ ان کے آستانوں پر پاپیادہ حاضری اس کا معمول تھا۔ رفتہ رفتہ خوشامدی اور زر پرست علماء اور خام کار نام نہاد صوفیہ کی صحبت سے دین حق سے برگشتہ ہوتا گیا۔ اسلامی اقدار اور عقائد سے اس کی نفرت بڑھتی گئی۔ دربار اور حرم سرا میں ہندوانہ اثر ونفوذ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ دین سے بے تعلقی کے بعد دوسری منزل یہ آئی کہ دین اور شعائرِ اسلام سے اعلانیہ نفرت کا اظہار کرنے لگا۔ نوبت بایں جا رسید کہ اکبر دین اسلام کو چھوڑ بیٹھا اور ایک نئے دین، ''دین الٰہی'' کا موجد بن بیٹھا۔ یہ دین، جسے دین کہنا بھی درست نہیں، کفر شرک اور رسومات خبیثہ کا معجونِ مرکب تھا۔ اس دین الٰہی میں توحید و رسالت کا انکار تھا۔ فرائض، واجبات اور سنن کو ترک کر دیا گیا۔ ہندوانہ رسومات، زرتشت، جین مت، بدھ مت وغیرہ اور شیعی نظریات بابت امام و مجتہد سب ہی شامل کر دیے۔ صبح وشام، دوپہر اور آدھی رات چار وقت آفتاب کی عبادت کرنا لازم کر دیا۔ بے ہودہ حرکتوں کا نام عبادت رکھ دیا۔ ہندوانہ رسوم کے مطابق قشقہ بھی لگایا جانے لگا۔ آگ، پانی، درخت، پتھر اور تمام مظاہر قدرت، یہاں تک کہ گائے کے گوبر کی پرستش کی جانے لگی۔ زنار باندھا جانے لگا۔ ان تمام ملحدانہ بدعات و کافرانہ معتقدات کی انتہا یہ تھی کہ اکبر نے حکم دیا کہ کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ** کے ساتھ لوگ **اکبر خلیفۃ اللہ** کہا کریں۔ اکبری دور کا بے لاگ مورخ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتا ہے:

> اسلام کی ضد میں سور اور کتے کو ناپاک نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حرم اور محل میں ان کو رکھا جاتا تھا اور روزانہ صبح کی زیارت عبادت شمار کی جاتی تھی[۳]۔

ذبحِ گائے پر پابندی لگادی گئی بلکہ گائے ذبح کرنے والے کے ہاتھ سزا کے طور پر کاٹ دیے جاتے۔ جوا، شراب حلال قرار دیا گیا۔ شراب خانہ سر دربار لگایا گیا۔ شراب نوشی یہاں تک بڑھی کہ اکبر کے درباری علماء فیضی، شیخ الاسلام مفتی صدر جہاں اور میر عدل میر عبدالحیٔ وغیرہ خم پہ خم چڑھانے لگے۔ اکبر کے حکم سے مفتی صدر جہاں نے داڑھی صاف کرادی۔

اکبر کے لیے دربار میں سجدۂ تعظیمی فرض کیا گیا۔ صوفیائے خام اور علمائے سوء نے اس سجدہ کا نام زمین بوسی تجویز کیا۔

مذکورہ بالا امور اور حالات مغلیہ بادشاہ اکبر کے پیدا کردہ ہیں۔ برصغیر کے طول وعرض کا واحد مالک، مطلق العنان حکمران اپنی مرضی کا بندہ تھا۔ جو جی میں آتا کر گزرتا۔ لاؤلشکر، خزانہ، خوشامدی وزرا اور مشیر اور اس پر دنیا پرست علماء اور مفتیان بے دین ودانش کے من گھڑت فتوے سب بادشاہ کے چشم ابرو پر رقص کرتے۔ حاکم اسلام جس کا فریضہ شریعت کی پاسداری ہے خود شریعت کو منہدم کرنے میں بے باک ہے۔ اسے روکنے والے علماء وزیر اور مشیر خود گمراہی کے راستہ پر چل رہے ہیں۔

حضور اکرم، نور مجسم ﷺ نے کیسی حکیمانہ بات ارشاد فرمائی:

> **الا ان شرالشر شرار العلماء و ان خير الخير خيار العلماء**[۴]
>
> خبردار سن لو! بروں میں سب سے برے برے علماء ہیں اور بہترین لوگوں میں سے بہتر بہترین علماء ہیں۔

ایک اور حدیث اسی ضمن میں سن لیجیے۔

> **عن زياد بن حدير قال قال عمر هل تعرف مايهدم الاسلام قال قلت لا، قال يهدمه زلة العالم و جدال المنافق بالكتاب و حكم الائمة المضلين**[۵]۔
>
> حضرت زیاد بن حدیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اسلام کو کون سی شے منہدم کر دیتی ہے۔ راوی نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ عالم کی لغزش، منافق کا کتاب اللہ سے جدال اور گمراہ فرمانرواؤں کے احکام اسلام کو برباد کر دیتے ہیں۔

اربابِ علم وفضل نے بڑے حکیمانہ انداز میں فیصلہ کیا ہے اور ان کا یہ تجزیہ نہایت ہی درست ہے کہ سلاطینِ اسلام ملتِ اسلامیہ کی قوتِ دفاعیہ ہوتے ہیں۔ ان کے حسنِ تدبیر اور سرپرستی میں یہی علمائے کرام اور مشائخ عظام اطمینان اور دل جمعی کے ساتھ تبلیغ احکام شرعیہ کا فریضہ مذہبی انجام دینے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں عامۃ الناس اپنے اپنے طور پر امن وسکون سے دینی ودنیوی فرائض کی ادائیگی میں مصروف کار رہتے ہیں۔ حکمران اپنی سلطنت کی فلاح وبہبود کے لیے اور کچھ کریں یا نہ کریں

کم از کم ان کا خادم اسلام ہونا لازمی ہے۔ مگر بدقسمتی یہ ہے کہ آج اسلامی فرمانروا جو میسر ہیں اور تو سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر خدمت اسلام کے فریضہ سے غافل ہوتے ہیں۔ زبانی کلامی دعووں سے عامۃ الناس کو مطمئن کرنے میں طاق ہوتے ہیں لیکن محض زبانی جمع خرچ بجائے نفع کے الٹا نقصان دہ ہوتا ہے۔ لوگ غیر شعوری طور پر اسلام سے دور اور پھر اس سے نفور ہو جاتے ہیں۔ اسلام کی یہ قوت دفاعیہ شجر اسلام کی حفاظت و پاسداری سے عاری ہو جاتی ہے۔ اسلام کی ترویج و ترقی کو اپنے فرائض سے خارج کر دیتی ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اسلام کی یہ قوت دفاعیہ ہی اسلام اور اسلامی شعائر کو منہدم کرنے کے درپے ہو جاتی ہے۔ یہی حال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کے کلمات میں پڑھ لیا جائے:۔

> ملک میں بادشاہ روح اور پبلک بمنزلہ جسم کے ہے۔ روح درست تو جسم درست اور روح خراب تو جسم خراب ہو جائے گا۔ بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا پبلک کے تمام افراد کی اصلاح کرنا ہے[۶]……

خواجہ میر نعمان بدخشی علیہ الرحمۃ کو آپ نے اسی حقیقت کو واضح انداز میں لکھا ہے:

> افسوس ہزار افسوس! بادشاہ وقت (اکبر) مسلمان ہے لیکن ہم غریب (اسلامیان ہند) اس کمزوری اور خرابی میں پڑے ہوئے ہیں۔ سلاطین کے جاہ و جلال سے اسلام کے چہرے پر رونق آ جاتی تھی۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا اعزاز و اکرام ہوتا تھا اور وہ ان حضرات کی مدد سے شرعی احکام نافذ کیا کرتے تھے[۷]……

اکبر اسلام کی قوت دفاعیہ کا سرپرست نہ رہا۔ مشرکینِ ہند کے ہاتھوں اسلامی اقتدار، شرعی وقار اور ایمانی افتخار کو اپنے ہاتھوں مٹانے پر تل گیا۔ درد ملت رکھنے والے حضرات کے کلیجے چھلنی ہونے لگے۔ ان کا اطمینان لٹ گیا۔ دولت اسلام کو یوں لٹتے، برباد ہوتے، دشمنوں کے پاؤں تلے پامال ہوتے کس اضطراب میں دیکھ رہے تھے۔ ان کے پاس سوائے تڑپنے کے اور آہ و بکاہ کے اور کون سا راستہ باقی تھا۔

اب ذرا تھوڑی دیر کے لیے اسلامی بقا کے دوسرے رکن علماء کے کردار کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:۔

علماء کی قوتِ علمیہ حکمران اسلام کی قوتِ دفاعیہ کی مددگار اور معاون ہوتی ہے۔ مگر دورِ اکبری میں دین

کی قوت علمیہ نے دین کی نگہبانی کے بجائے پیٹ کی پاسداری کو اپنا نظریہ بنالیا تھا۔ ساتھ ہی اسلامی احکام کی ترویج وترقی اور اس کے نکھار ووقار کی تیسری قوت قوتِ روحانیہ (مشائخ کرام) کے امین ووارث ایسے لوگ بن گئے جن پر روحانیت کا سایہ بھی نہ پڑا تھا۔ ایسے خونچکاں حالات میں قوتِ علمیہ (علماء) اور قوت روحانیہ (مشائخ) کے تعاون سے قوتِ دفاعیہ (حکمران اکبر) نے اسلامی شعائر کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا شروع کردیا۔ اسلام کے دشمنوں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کا جنازہ نکال دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ایسے حالات میں ملا مبارک اور اس کے دو بیٹے ابوالفضل اور فیضی اور دوسرے دنیا پرست اور خوشامدی علماء نے اکبر کو نہ صرف اسلامی احکام پامال کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی بلکہ اس کے جرم میں خود شریک تھے۔ غلط فتوؤں سے اس کے اعمال بد کی تاویل رکیک کرتے۔ یہ علماء خود گمراہ تھے اور بادشاہ وقت کی گمراہی میں اس کے معاون تھے۔

اربابِ حقیقت بیان کرتے ہیں کہ جب علماء آخرت کو دنیا پر، جنت کو دنیوی آسائشوں پر ترجیح نہ دیں۔ طلب جاہ، حصول زر کی حرص میں زر پرست بن جائیں۔ دنیا داروں کی نقل کرنے میں عار محسوس نہ کریں۔ ضد، بحث وتمحیص کو اپنا علمی وقار سمجھ لیں۔ علمی قابلیت سے عاری رہ کر غرض نفسانی اور جھوٹی انا قائم رکھنے کے لیے مدمقابل کے موقف کو خواہی نخواہی غلط قرار دے کر اس کا علمی وقار مجروح کردیں۔ عالمانہ وقار، شریفانہ انداز کی پاسداری نہ کریں۔ زہد وتقوٰی، فکر آخرت سے غافل بن جائیں۔ حق وباطل کا امتیاز اٹھادیں۔ اسوۂ رسول کریم ﷺ کو پس پشت ڈال دیں۔ عبادات کی رغبت سے خالی ہوجائیں۔ اخلاص اور حسن نیت کو بھول جائیں۔ بدمذہبوں اور دشمنان اسلام کو ہمدرد وبہی خواہ بنا کر بے تکلفانہ ان سے موانست ومجالست پر فخر محسوس کریں۔ ان نام نہاد علماء وصوفیہ کے ہوتے ہوئے اسلام دشمن قوتوں کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ قوت علمیہ اور قوت روحانیہ کے یہ نام نہاد منصب دار ہی فساد ملک وملت کا باعث بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی حالات میں قوتِ نافذہ اور قوتِ دفاعیہ اپنے فرض سے غافل ہوجاتی ہے اور یہ حقیقت کھل کر ثابت ہوجاتی ہے کہ دین، ملک، قوم وملت کے فساد کا باعث یہی حضرات ہوتے ہیں۔

دور اکبری میں اسلامیان ہندان دردناک حالات سے دوچار تھے جن کا تذکرہ گزشتہ سطور میں آپ معلوم کرچکے ہیں۔ یہ حالات وواقعات اور ماحول تو اسلام کی ادنیٰ سی نشانی کو بھی ملیامیٹ کردینے سے کم پر ہرگز راضی نہ تھے۔ مگر فیصلہ رب قدیر وجلّ علاسن لیجیے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون۔ (سورہ صف: ۸)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منھوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

سنت الٰہیہ یہی ہے کہ ان تاریک حالات میں جب اسلام کی بقا کے ظاہری اسباب معدوم ہو جائیں اللہ تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے ایسے حضرات کو منتخب کر کے اسلام کی بقا کو ان سے مربوط فرما دیتا ہے۔ یہی حضرات انتہائی بے سروسامانی میں جابر و مطلق العنان بادشاہوں کا اپنے حکیمانہ انداز اور روحانی قوت سے مقابلہ کر کے انہیں رام کر لیتے ہیں۔ فساد زدہ معاشرے کی اصلاح ان کی نظر رحمت سے ممکن ہو جاتی ہے۔ اسلام کے بدخواہ ہی بہی خواہ بن جاتے ہیں۔ گمراہی کی وادی میں بھٹکنے والے چراغ ہدایت ہاتھ میں لیکر رہبر بن جاتے ہیں۔ رہزن دین وملت کے پاسبان بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جن افراد کو منصب تجدید دین پر فائز فرماتا ہے وہ اپنی علمی، عملی اور روحانی قوت سے یہ انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔

ذرا رُکیے اور بیان کیے گئے واقعات، حالات اور ماحول کو ذہن میں تازہ کیجیے، مطلق العنان مغل فرمانروا اکبر اپنے بے پناہ لاؤلشکر، نہ ختم ہونے والے خزانے، براعظم پاک و ہند کی بلاشرکت غیر حکمرانی، اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر حرف قانون، اس کے خلاف کہیں اپیل، نہ دلیل، نہ وکیل کارآمد، خوشامدی مشیر اور وزیر، اس کے ہر حکم بلکہ ہر خواہش کو چشم ابرو کے مطابق قرآن وحدیث اور اصول اسلامیہ سے ناروا تائیدی فتاویٰ جاری کرنے والے دنیا پرست علماء کم سواد اور تہی دامن نام نہاد صوفیہ کی فوج ظفر موج۔ یہ تھے وہ حالات جن کی اصلاح کا فریضہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے سنبھالا۔ اس مرد درویش کے پاس نہ خزانہ ہے نہ فوج، نہ کوئی جاگیر نہ باقاعدہ سپاہ۔ آپ کے پاس دولت ایمان کی فراوانی تھی، غیر متزلزل ایقانی سرمایہ تھا۔ محبت واخلاص کا بے پناہ سرمایہ تھا۔ علم وعمل کا توافق تھا۔ تائید خداوندی تھی۔ اتباع مصطفیٰ ﷺ کا انمول جوہر تھا۔ مشائخ طریقت سے کامل وابستگی کا جذبہ بے انتہا تھا۔ علم وحکمت کے گوہر آبدار تھے یہ تھا وہ ساز وسامان جس کی بدولت آپ نے مطلق العنان حکمران اکبر اور جہانگیر کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا۔ آپ کے آوازۂ حق پر انہیں سپر انداز ہونا پڑا۔ علماء سوء اپنے انجام کو پہنچے۔ جن کے

نصیب میں ہدایت تھی ہدایت پر آئے صوفیہ راہ راست پر آئے روح تصوف کے امین بنے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کا انداز تبلیغ نہایت حکیمانہ، عارفانہ اور مدبرانہ تھا۔ ماہر نباض، کامل طبیب اور ہوش مند جراح کی طرح آپ نے حالات اور ماحول کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ یہ کام اگرچہ آسان نہ تھا۔ یہ پھولوں کی سیج نہ تھی۔ صعوبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ قید و بند کی سنت یوسفی بھی ادا کرنا پڑی۔ مگر آپ کی ہمت مردانہ اور فراست مومنانہ نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا۔ اکبر کے بعد جہانگیر اصلاح پسند ہوا۔ اس کی اولاد شاہجہان نیک و صالح مسلمان حکمران بنا۔ اورنگزیب عالمگیر کی تو زندگی شریعتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھلی۔ برصغیر دوبارہ اسلامی سلطنت کے روپ میں ابھرا۔ باطل قوتیں اپنی موت آپ مر گئیں۔ ''الحمد للہ علی کرمہ'' یہ سب کچھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کی برکت سے ممکن ہوا۔

میرا روئے سخن اب مخصوص طبقات کی جانب ہے۔ امید ہے آپ معاف فرمائیں گے اور میرے مخاطبین میری معروضات کی جانب کرم گسترانہ توجہ فرمائیں گے۔ مجھے یقین کامل اور وثوق تام ہے کہ یہ گزارشات آپ کی دینی، دنیوی اور اخروی سرخروئی کی ضامن ہیں۔ میرے مخاطبین اب اصحاب اقتدار، اور بابِ جبہ و دستار اور اصحابِ تسبیح و سجادہ ہیں۔ ظاہر ہے آپ حضرات کی عظمتیں، رفعتیں اس فقیر بے نوا کی رسائی سے بہت بلند ہیں لیکن آپ حضرات اگر کرم فرمائیں تو آپ کی شان میں کمی نہیں آئے گی۔

اے اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کی تمنا رکھنے والو! اے اپنے علم و فضل کے دبدبہ پر حکمرانوں کا قرب تلاش کرنے والو! اور اے روحانیت، للّٰہیت اور کرامات کی آڑ میں اپنی تجوریوں کو بھرنے والو! ذرا سادہ پوش مصلّی نشین مجدد الف ثانی قدس سرہ کی عظمتوں کو تو دیکھو، ان کا پیغام تو سنو، انکی سیرت تو پڑھو، انکے کردار کی جھلکیاں تو دیکھو۔ آج اکبر کی قبر پر کون جاتا ہے۔ جہانگیر کا مقبرہ آپ کے لاہور میں ہے وہاں کس کردار اور مزاج کے لوگ جاتے ہیں۔ ملا مبارک، ابوالفضل، فیضی، صدر جہاں، شیخ عبدالغنی جیسے اصحاب اقتدار کے ذلہ خوار کی ڈھیریوں کو کون جانتا ہے اور ان کے پاس کون جاتا ہے۔ ویزا اور سفر کی مشکلات، بارڈر کے دونوں اطراف میں بے رحمانہ لوٹ کھسوٹ اور حوصلہ شکنیوں کے باوجود شمع مجددی کے پروانوں کا رکاوٹوں کو عبور کر کے دربار مجددی میں حاضر ہونا، پورے ادب و احترام سے وہاں چند ایام کا قیام، مزید تشنگی لے کر واپس آنا آخر کس سبب سے ہے۔ اس کا جواب اپنے نہاں خانۂ دل میں تلاش کیجیے۔ شاید کامیابی حاصل

ہو جائے۔

اگر در خانہ کس است
ہمیں حرف بس است

☆......☆......☆

حواشی

۱...... اخبار الاخیار، ص۔ ۶۲۹
۲...... اخبار الاخیار، ص۔ ۶۲۹
۳...... منتخب التواریخ از ملّا عبد القادر بدایونی
۴...... دارمی بحوالہ مشکوۃ شریف
۵...... دارمی بحوالہ مشکوۃ
۶...... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۶۷
۷...... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲

☆......☆......☆

سبحان اللہ وبحمدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کے مقاماتِ روحانی کی چند جھلکیاں

(مکتوباتِ امام ربانی کی روشنی میں)

ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم

☆☆

کسی برگزیدہ اور بلند پایہ روحانی ہستی کے احوال باطن کا کما حقہ معلوم کر لینا کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں سوائے اس کے کہ وہ صاحب باطن خود اپنے متعلق کچھ بیان کرے یا اس کے بعض احوال ظاہر خصوصاً خوارق و کرامات سے کچھ اندازہ ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ خود صاحب احوال بھی اگر چاہے تو اپنے باطن کے سارے اسرار و حقائق اور ساری وارداتِ روحانی بیان نہیں کر سکتا۔ کچھ اسرار کی حفاظت کی خاطر اور کچھ الفاظ و بیان کی بے بسی کے سبب۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی قدس سرہ السامی اپنے ایک مکتوب شریف میں کہتے ہیں کہ:

> یہ فقیر حق جل سلطانہٗ کے کیا کیا انعامات لکھے اور ان کا کیا کیا شکر ادا کرے۔ جن علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے توفیق حق جل سلطانہٗ سے ان میں سے اکثر تحریر کیے جاتے ہیں اور ہر اہل و نا اہل کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جو اس فقیر کا امتیاز ہے ان کا تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ اس کی نسبت رمز و اشارہ میں بھی گفتگو نہیں کر سکتا۔ یہ فقیر تو اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو میرے معارف کا مجموعہ اور مقاماتِ جذب و سلوک کا نسخہ ہے ان اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا اور ان کو پردۂ خفا میں رکھنے کی بڑی سعی کرتا ہے اس کے باوجود کہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز

خطا و سہو سے محفوظ اور محرمانِ اسرار میں سے ہے۔ لیکن کیا کرے معانی کی دقت اور باریکی زبان پر گرفت کرلیتی ہے اور اسرار کی لطافت ہونٹوں کو سی دیتی ہے وَ یَضِیقُ صَدْرِی وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِی، یعنی میرے سینے میں گھٹن پیدا ہو جاتی ہے اور میری زبان نہیں چلتی وہ اسرار اس قبیل کے نہیں ہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ بیان میں لائے ہی نہیں جا سکتے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیثِ عجیب ہست

(مکتوب نمبر ۲۶۷ دفتر اوّل حصہ چہارم ترجمہ)

ایک اور مکتوب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

اگر یہ فقیر صوفیہ کے مشاہدات اور ان کی تجلیات کی حقیقت بیان کرے تو ڈر ہے طالبوں کی طلب میں فتور نہ پڑ جائے اور اگر حقیقت بیان نہ کرے تو باطل کے حق کے ساتھ خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۰۷ دفتر اوّل حصہ سوم ترجمہ)

اسی مضمون کو ایک اور مکتوب میں دُہراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس ضرورت کے طور پر اس قدر اظہار کرتا ہوں کو مشاہدات کو حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے۔ (مکتوب نمبر ۲۱۷ دفتر اوّل حصہ سوم ترجمہ)

شیخ بدرالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوباتِ حضرت مجدد پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

واضح ہو کہ مبدأ فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے ان کی چند قسمیں ہیں ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرّہٗ کبھی ان کو زبانِ فیض ترجمان پر نہ لائے اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا مثلاً تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی کہ آنجناب پر

منکشف ہوئے تھے دوسری قسم وہ ہے کہ اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے۔ تیسری قسم کے وہ معارف ہیں جن کو آپ نے اپنے مریدوں سے جو محرمانِ راز اور کاملین احباب تھے بیان کیا اور ان کے اظہار کے وقت خلوتِ خاص ہوتی تھی اور دروازے بند کر لیے جاتے تھے اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آجاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کیے جاتے تھے۔ مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس مسائل یا بہ نیت افادہ طالباں عموماً وشمولاً تحریر کیے گئے۔ رسائل اور مکاتیب دفاتر ثلاثہ وافر البرکات انہی اسرار قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور معرفت دل کے بیماروں کے لیے شفا اور مہجوروں کے لیے وصال ہے۔

(حضرات القدس مترجم اردو ص ۱۰۸۔۱۰۹)

شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل مثل ''مبدأ و معاد'' اور ''معارف لدنیہ'' کو بھی جو آپ کے احوال و مقامات خاصہ کو متضمن ہیں اور ان تعلیقات عوارف' شرح رباعیات حضرت خواجہ اور ردّ شیعہ کو بھی اسرار قسم چہارم میں شمار کیا ہے۔

ان بیانات کے باوجود ہمیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے باطن میں جھانکنے کے کچھ ذرائع ملتے ہیں۔

(ا)......ان کے مکتوبات شریف اور رسائل کے وہ بیانات جو انہوں نے اپنے احوال باطن کے متعلق خود دیے ہیں۔

(ب)..... ان کے مکتوبات شریف اور رسائل کے وہ بیانات جو انہوں نے اپنے احباب، اور مریدوں کے احوال منکشف کرتے ہوئے اور ان کی تربیت روحانی کی خاطر دیے ہیں۔

(ج)......ان کے مکتوبات شریف کے وہ جوابات جو انہوں نے دوسروں کے استفسارات کے سلسلے میں کیفیاتِ روحانی اور وارداتِ قلبی کے متعلق دیے ہیں۔

(د)......تصوف کے وہ مسائل اور مباحث جن پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل اور مکتوبات میں اجمالاً یا تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔

(ہ)......وہ تصانیف، تذکرے، رسائل اور مضامین جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان و سلسلہ کے بزرگوں کے متعلق لکھے گئے ہیں۔

ظاہر ہے اس مضمون میں ان سب ذرائع کا احاطہ کر کے معلومات بہم پہنچانا ممکن نہیں اس لیے میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف کے صرف ان بیانات کو لیا ہے جن میں انہوں نے خود اپنے وارداتِ قلبی، احوال باطنی اور مدارج روحانی کا ذکر کیا ہے یا ان مکتوبات کو پیش نظر رکھا ہے جن میں انہوں نے اپنے احباب اور مُریدوں کے احوالِ باطنی کا ان کی تربیت کے سلسلے میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی دراصل حضرت مجدد ہی کے مقامات کی غمازی کرتے ہیں۔ ایسے مکتوبات جن میں دونوں ذرائع کی راست معلومات ہیں زیادہ تر وہ ہیں جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھے ہیں۔

پہلے میں مریدوں اور احباب کے احوال کے ذریعے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے احوال سے آشنا ہونے کی بات کرتا ہوں۔

اپنے پیرِ بزرگوار کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

> جو دوست یہاں ہیں اور جو وہاں ہیں وہ ایک مقام میں محبوس ہو چکے ہیں۔ ان کا اس مقام سے نکلنے کا راستہ مشکل ہو گیا ہے بندہ اپنے اندر وہ قوت محدّرت جو ایسے مقام کے مناسب ہوتی ہے نہیں پاتا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ آپ کی توجہاتِ عالیہ کی برکت سے ترقی عنایت فرمائے۔ اس کمینہ کے خویشوں میں سے ایک شخص اس مقام سے نکل چکا ہے اور تجلیات ذاتی کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس حقیر کے قدموں پر چل رہا ہے اس کا حال بہت اچھا ہے۔ دوسروں کے متعلق بھی

> پُر اُمید ہے۔ وہاں کے کچھ دوست راہِ مقربین سے مناسبت نہیں رکھتے طریقہ ابرار ان کے موافق حال ہے۔ تاہم جس قدر ان کو یقین کی دولت حاصل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے ان کو اسی طریقے پر حکم فرمانا چاہیے۔ ان کے نام ظاہر کرنے کی گستاخی نہیں کی۔ آپ سے پوشیدہ نہیں ہوں گے۔ زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں۔ اس عرضداشت کے تحریر کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی باطن میں دیکھا ہے کہ وہ حیرت کے بڑے دروازے تک پہنچ گئے ہیں اور کہتے ہیں جب میں اس دروازے کے اندر نگاہ ڈالتا ہوں تو اندر آپ (یعنی خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو) اور مجھے (یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو) دیکھتا ہوں۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ اندر قدم رکھوں لیکن قدم میری موافقت نہیں کرتے۔ (مکتوب نمبر ۳ دفتر اول حصہ اول ترجمہ)

ایک اور مکتوب میں اپنے پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

> مُلا قاسم علی کا حال بہتر ہے۔ استہلاک اور استغراق غالب ہے اور وہ تمام مقاماتِ جذبہ سے بالا قدم رکھ چکا ہے۔ پہلے صفات کو اصل دیکھتا تھا۔ اب صفات کے باوجود اپنے آپ سے جُدا دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس نور سے الگ پاتا ہے۔
>
> (مکتوب اوّل۔ اُردو ترجمہ دفتر اوّل حصہ اوّل)

شیخ نور کے متعلق کہتے ہیں کہ:

> وہ اس مقام میں بند ہے۔ وہ نقطۂ فوق کے اس مقام تک جو مقام جذبہ سے تعلق رکھتا ہے ابھی تک نہیں پہنچا۔ (مکتوب نمبر ۱۱ دفتر اوّل حصہ اوّل)

مولانا کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> انہوں نے جذبہ کے مُقام کو آخر تک پہنچا دیا ہے اور وہ اس کی برزخیت تک پہنچ گئے ہیں پہلے انہوں نے صفات کو بلکہ صفات کو قائم

> رکھنے والے نور کو اپنے سے جدا محسوس کیا اور خود کو شیخ فانی پایا پھر صفات کو ذات سے الگ دیکھا اور اس دید احدیت کے ذریعے مقام تک پہنچے۔ سید شاہ حسین کے متعلق پھر کہتے ہیں کہ وہ مقامِ جذبہ کے ذریعے آخری نقطہ تک پہنچ گیا ہے۔ اسی مکتوب میں بعض دوسرے احباب مثلاً میاں جعفر، میاں شیخی، شیخ عیسیٰ، شیخ کمال، وغیرہ کے متعلق بھی اسی قسم کی رائے دی ہے۔ میاں شیخ مزمل کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو گم پاتا ہے۔ صفات کو اصل دیکھتا ہے۔ اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار سمجھتا ہے۔

خواجہ ضیاالدین محمد کے متعلق لکھتے ہیں کہ کسی قدر حضور اور جمعیتِ قلب پیدا کر لی ہے۔ مولانا شیر محمد کے متعلق رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اسے بھی کسی قدر حضوریِ جمعیت قلب حاصل ہے اسی طرح مکتوب نمبر ۱۴ جلد اوّل دفتر اوّل میں سرہند کے مشائخ میں سے شیخ طٰہٰ پسر شیخ عبداللہ نیازی اور ایک اور بزرگ حاجی عبدالعزیز کے حالِ باطن کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دوست جنہوں نے یہاں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے۔ ان میں سے اکثر رابطہ کے طریقہ پر مشغول ہیں۔

اسی مکتوب میں کہا ہے کہ:

> ملا قاسم علی، ملا مودود محمد اور عبدالمومن بظاہر مقامِ جذبہ سے نقطۂ فوق تک رسائی حاصل کر چکے ہیں لیکن ملا قاسم علی ارشاد و تکمیل کی غرض سے مخلوق کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ باقی دو کے متعلق معلوم نہیں کہ ان کی اس طرف توجہ ہے یا نہیں۔ شیخ نور ابھی تک نقطہ تک رسائی حاصل نہیں کر سکا اس کے قریب ہے۔ ملا عبدالرحمٰن بھی نقطہ کے نزدیک ہے۔ درمیان میں تھوڑی سی مسافت باقی ہے۔ ملا عبدالہادی نے حضور میں استغراق پیدا کر لیا ہے اور اس کا کہنا ہے کہ وہ ذاتِ مطلق کو اشیاء کے اندر صفت تنزیہ کے ساتھ دیکھتا ہے اور افعال کو بھی اس مقدس ذات کی طرف سے جانتا ہے اور پھر عجز وانکسار کے طور پر

پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ یہ دولت جو سعادت مندوں اور طالبوں پر فائض اور وارد ہو رہی ہے آپ کے گھر کی ہے اس فیض رسانی میں اس کمینے کا کوئی حصہ نہیں۔

پیر بزگوار کو مزید یہ بھی لکھا ہے کہ:

آپ نے ایک دن ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر آپ میں (یعنی مجدد صاحب میں) محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگتی اور پھر آپ نے اس محبوبیت کے بیان کرنے کی مہربانی بھی فرمائی تھی۔ مجھے اس بات سے پوری اُمید ہے اور میں یہ جرأت وگستاخی اسی بنا پر کر رہا ہوں۔

اپنے پیر بزرگوار کے نام ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

میاں شاہ حسین توحید وجودی کی راہ رکھتا ہے اور اس میں لذت لیتا ہے۔ میرے جی میں آتا ہے کہ اسے یہاں سے نکال کر حیرت کی طرف لایا جائے۔ جو مقصود اصلی ہے محمد صادق بچپن کی وجہ سے خود پر ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر کسی سفر میں ساتھ ہو تو تربیت حاصل کرے دامن کوہ کی سیر میں ساتھ تھا تو اسے بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مقامِ حیرت میں غوطہ زن ہو چکا ہے اور اس معاملے یعنی حیرت میں فقیر کے ساتھ کلی مناسبت رکھتا ہے۔

شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے اور بہت ترقی کر چکا ہے۔ اس فقیر کے رشتہ داروں میں سے ایک عزیز ہے جو نوجوان ہے اور اس کا حال بہت اچھا ہے۔ وہ پوری طرح مستعد ہے اور تجلیاتِ برقیہ کے نزدیک ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۸ جلد اوّل دفتر اوّل ترجمہ)

شیخ محمد صادق کو ایک مکتوب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی

> شرح میں لکھا ہے ایسا سمجھ میں آیا کہ تم کو ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا اور وہاں سے کھینچ کر ولایتِ خاصہ میں داخل کیا۔
>
> (مکتوب نمبر ۲۳۶۔ دفتر اوّل حصہ چہارم ترجمہ)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قسم کے بیانات کی اگر ان کی تحریروں سے مکمل تفصیل نقل کی جائے تو طوالت کا خدشہ ہے۔ ان چند ناموں اور ان سے متعلق واردات کے انکشاف سے ہمیں اندازہ ہوجائے گا کہ ان سارے مقامات سے جن کا ذکر دوسروں کے سلسلے میں ہورہا ہے خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی گزر چکے ہیں۔ پیر جب تک خود مقامات سے آشنا نہ ہوگا۔ دوسروں کو اس کی سیر کیا کرائے گا۔ جس طرح ہر مرید کو پیر کی راہنمائی درکار ہوتی ہے اسی طرح خود حضرت مجدد الف ثانی نے بھی مختلف مقامات روحانی اور مدارج باطن کے سلسلے میں اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے خط وکتابت کے ذریعے رہنمائی چاہی ہے۔ وہ ذیل میں درج ہے۔

ذات کا اسم الظاہر میں متجلّی ہونا:

> کمترین بندگان احمد حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہے اور حسبِ حکم مبارک گستاخی کرتا ہوا اپنے پریشان احوال یوں بیان کرتا ہے کہ دورانِ سلوک اس ذات نے اسم ”الظاہر“ میں اس قدر تجلّی فرمائی کہ ہر خاص تجلّی میں علیحدہ علیحدہ ظہور فرمایا۔
>
> ان تجلّیات کے دوران میں رفیق اعلیٰ کی تمنا رکھتا تھا اور اپنی وسعت کے مطابق ان کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ لیکن غلبہ حال سے مجبور تھا۔ اس دوران میں یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ تجلّی خداتعالیٰ کی نسبت تنزیہی کے خلاف نہیں ہے اور یہ کہ باطن اسی طرح اس نسبت کا گرفتار ہے۔ ظاہر کی طرف قطعی متوجہ نہیں اور میں نے اپنے ظاہر کو بھی جو اس نسبت سے خالی اور

معطل تھا اس تجلی سے شرف یاب پایا۔ میں نے یقین کی حد تک یہ پایا کہ باطن قطعی کج نظری میں مبتلا نہیں ہے بلکہ ساری معلومات اور ظہورات سے اعراض کیے ہوئے ہے اور ظاہر جو کثرت اور دوئی کی طرف متوجہ تھا۔ وہ بھی ان تجلیات سے فیض یاب ہوا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ تجلیات مخفی اور پوشیدہ ہوگئیں اور حیرت اور نادانی کی حالت چھوڑ گئیں ان کا معلوم ہونا اس حد تک تھا کہ گویا وہ کبھی تھیں ہی نہیں۔ اس کے بعد ایک خاص مقامِ فنا رونما ہوا اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ یقین عملی جو تعین کے عود کرنے کے بعد پیدا ہوا تھا وہ اس فنا میں گم ہو گیا اور انانیت اور نفسانیت کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اس وقت شرکِ خفی کے آثار مٹنا شروع ہوئے۔ اسی طرح اپنے اعمال کی کوتاہی اور اپنی نیتوں اور خیالات کو ملامت کے لائق جاننے کا احساس پیدا ہوا کچھ نشانات عبودیت اور نیستی کے پھر عیاں ہوئے خدا سبحانہ تعالیٰ آپ کی توجہ اور برکت کی بدولت حقیقت بندگی تک پہنچائے۔ (مکتوب اوّل دفتر اوّل حصہ اوّل اُردو ترجمہ)

عرش پر واقع ہونے والے عروجات:

☆...... پہلا مرتبہ:

مسافت طے کرنے کے بعد جب میں عرش پر پہنچا تو یہ ایسا عروج تھا جہاں دارِ خلد نیچے محسوس ہوتا تھا۔ اس اثناء میں جی میں آیا کہ اس جگہ بعض لوگوں کے مقامات دیکھوں جب اس طرف توجہ کی تو ان کے مقامات دکھائی دیے اور ان اشخاص کو ان کے درجات کے امتیاز کے مطابق ان مقامات میں پایا۔

☆...... دوسرا مرتبہ:

اس کے بعد ایک اور عروج واقع ہوا جس میں عرش سے اوپر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام خاص اپنے اپنے درجات کے مطابق

باقی نبیوں، رسولوں اور فرشتوں کے بلند ترین گروہ کے مقامات اور مشائخ عظام، ائمہ اہل بیت، خلفائے راشدین کے مقامات مشہور ہوئے اور عرش سے بالا اس حد تک عروج واقع ہوا کہ مرکزِ خاک سے عرش تک یا اس سے قدرے نیچے اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کے مقام تک منتہی ہوا اور اس مقام سے اوپر چند مشائخ تھے (بلکہ اسی مقام میں یا قدرے اوپر) جیسے شیخ معروف کرخی، اور شیخ ابوسعید خراز اور باقی کچھ مشائخ تھے جن میں سے بعض وہی مقام رکھتے تھے اور بعض ان سے نیچے تھے۔ نیچے تو شیخ علاوالدولہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ جیسے مشائخ تھے۔ ان سے اوپر ائمہ اہلِ بیت تھے اور ان سے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور باقی انبیا علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے الگ ایک طرف کو تھے بلند ترین گروہ ملائکہ کے مقامات بھی اسی طرح الگ ایک طرف تھے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔ لیکن حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو سب پر فوقیت اور سرداری حاصل تھی۔ حقائقِ اُمور کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پیر بزرگوار کو اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

> میں جب بھی چاہتا ہوں عروج واقع ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات بغیر چاہنے کے بھی واقع ہو جاتا ہے۔ مجھے کچھ دوسری چیزیں بھی دکھائی جاتی ہیں اور بعض مقامات عروج پر اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں اور میں بعض حالات لکھنے کی بڑی کوشش کرتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں عرضداشت لکھتے وقت یاد رہیں لیکن یاد نہیں آتے اس لیے کہ یہ بات حقیر محسوس ہوتی ہے۔ یہ موقع تو استغفار کا ہے۔ کچھ تحریر کرنے کا نہیں۔ اس عرضداشت کے لکھتے وقت بعض باتیں اور یاد

تھیں لیکن حافظے نے ساتھ نہ دیا اس لیے نہ لکھ سکا زیادہ گستاخی کی جرأت نہیں۔ (مکتوب اوّل جلد اوّل دفتر اوّل)

عالمِ صحو و بقا کے مشاہدات و تجربات:

اپنے پیر بزرگوار کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

کمترین بندگان احمد بلند بارگاہ کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ماہ رمضان کے متعلق استخارہ کا حکم مولانا شاہ محمد نے پہنچایا تھا۔ ماہِ رمضان تک عدم فرصت کے سبب آستانہ بوسی سے محروم رہا۔ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے جو عنایات خداوندی سے متواتر اس ناچیز پر وارد ہو رہی ہیں ان کے متعلق کیا عرض کرے۔

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید از تن صد زبانم
چو سبزہ شکرِ لطفش کے توانم

اگرچہ اس قسم کے حالات کا بیان گستاخی کا وہم ڈالتا ہے اور اس سے فخر کا احساس ابھرتا ہے۔

دلے چوں شہ مرا برداشت از خاک
سزد گر بگزرانم سر ز افلاک

عالمِ صحو و بقا ماہِ ربیع الآخر کے آخر سے ہو چکا ہے اور اس وقت ہر لمحہ بقائے خاص سے مشرف کیا جا رہا ہوں۔ شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی شروع ہو چکی ہے۔ مجھے صحو میں لاتے ہیں اور پھر سکر کی طرف لوٹا دیتے ہیں اور عروج و نزول میں علوم غریبہ اور معارف عجیبہ کا فیض عطا کر رہے ہیں۔ اور اس مقامِ بقا کے مناسب خاص احسان و شہود

سے مشرف کر رہے ہیں۔ ماہِ رمضان المبارک کی چھ تاریخ کو بندہ بقا اور احسان کے ایسے مقام سے شرف یاب ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ استعداد کی نہایت اسی مقام تک تھی اور وہ وصال جو اس مقام کے مناسب تھا اس سے بھی مشرف ہوا۔ جہت جذبہ اب ختم ہو چکی ہے اور اس جذبہ کے مناسب سیر فی اللہ کا آغاز ہو چکا ہے۔ فنا جس قدر مکمل ہو گی اس پر بقا بھی ویسی ہی مرتب ہو گی اور جس قدر بقا کی تکمیل ہو گی حالت صحو بھی زیادہ حاصل ہو گی اور جس قدر حالت صحو زیادہ ہو گی اسی طرح شریعت غرّا کے مطابق علوم کا فیضان ہو گا۔ کیونکہ تکمیل صحو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السّلام کا حصّہ ہے اور وہ علوم جو ان سے صادر ہوتے ہیں وہ سراپا شریعت اور عقائد ہیں جو ذات وصفات کے بیان میں ہیں اس وقت اس کمینہ پر جو معارف فائض اور وارد ہوتے ہیں اکثر معارفِ شرعیہ پر مشتمل ہیں اور ان میں انہی کا بیان ہے۔ (مکتوب دوم دفتر اوّل حصہ اوّل اُردو ترجمہ)

صفاتِ جمال وجلال سے مزین ہونا اور حالتِ صحو وسکر سے گزرنا:

اپنے پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

کمترین غلام، احمد کی عرضداشت ہے کہ مرشد علی الاطلاق جل شانہ نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) آپ کی توجہ کی برکت سے اس ناچیز کی جذبہ اور سلوک دونوں طرح سے تربیت کے ساتھ مجھے نوازا ہے۔ اب جمال عین جلال اور جلال عین جمال ہے...... اور اس تربیت کی نشانی یہ ہے کہ مجھے ذاتی محبت سے متحقق کر دیا گیا ہے۔ محبت ذاتی کے ساتھ متصف ہونے سے پہلے اس کا کوئی امکان نہیں ہوتا اور محبت ذاتی فنا کی نشانی ہے اور فنا نام ہے ماسوی اللہ کو بھول جانے کا۔ تو جب تک تمام علوم سینہ سے محو نہ ہو جائیں اور جہلِ مطلق حاصل نہ ہو جائے

انسان فنا سے حصہ نہیں پا سکتا اور یہ حیرت اور جہل دائمی ہے اس کے زوال کا امکان نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ کبھی زائل ہو جائے اور کبھی حاصل ...... عجیب بات ہے پہلے ہر بلا اور مصیبت فرحت و سرور کا باعث تھی اور یہ ناچیز مزید کا مطالبہ کرتا تھا اور جتنا سامانِ دُنیا کم ہوتا تھا۔ اتنی ہی خوشی حاصل کرتا تھا لیکن اب جبکہ مجھے پھر عالم اسباب کی طرف لایا گیا ہے تو اپنی محتاجی اور عاجزی پر نظر پڑی ۔ اگر تھوڑا سا بھی نقصان ہوتا ہے تو فوراً ہی ایک طرح کا غم اور حزن محسوس ہوتا ہے اگرچہ اس کا اثر باقی نہیں رہتا اور وہ جلد زائل ہو جاتا ہے اسی طرح پہلے جب بارگاہ الٰہی میں بلا اور مصیبت دُور کرنے کے لیے دُعا کرتا تھا اس کی غرض یہ نہیں ہوتی تھی بلکہ ''اُدعونی'' کے حکم کی بجا آوری تھی ۔ لیکن اب دُعا سے مصائب اور بلیات کا دفع کرنا مقصود ہے۔ اور وہ خوف اور وہ غم جو پہلے زائل ہو چکا تھا واپس آ گیا ہے معلوم ہوتا ہے یہ سب کچھ سکر کی وجہ سے تھا۔ حالتِ صحو میں جس طرح عوام کو خوف، غم، عجز، محتاجی اور خوشی کے عوارض سے واسطہ پڑتا ہے مجھے بھی پڑ رہا ہے۔ ابتدا میں بھی جب دعا سے مقصود بلا اور مصیبت کا دور کرنا نہیں تھا۔ یہ بات میرے جی کو بھی بھلی نہیں لگتی تھی۔ لیکن غلبہ حال کے باعث جی میں آتا تھا کہ انبیاء کرام کی دُعا بھی مُراد کے حصول کے لیے نہیں ہوتی تھیں۔ اب جب کہ میں خود اس حالت سے شرف یاب ہوا ہوں اور مجھ پر معاملہ کی اصلی وضاحت کر دی گئی ہے تو معلوم ہوا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی دُعائیں عجز محتاجی، خوف، اور غم کے زیرِ اثر نہیں تھیں۔ بلکہ صرف حکم کی بجا آوری مقصود تھی بعض باتیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہیں ان کے پیش کرنے کی گستاخی کر جاتا ہوں۔ (مکتوب ششم دفتر اوّل جلد اوّل۔ اُردو ترجمہ)

بعض دوسرے مقامات عروج کی سیر روحانی اور جسمانی دونوں طرح:

اپنے پیر بزرگوار کو عرضداشت کے طور پر لکھتے ہیں کہ:

کمترین غلام، احمد عرض کرتا ہے کہ یہ ناچیز اپنی روح کو بطریق عروج اس مقام پر پاتا ہے جو مقام عرش سے بالا ہے اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے ساتھ خاص ہے۔ ایک عرصے کے بعد میں نے اپنے جسم عنصری کو بھی اسی مقام پر پہنچایا اور اس وقت میرے خیال میں یہ آیا کہ عنصریات وفلکیات کا سارا عالم نیچے کی طرف چلا گیا ہے اور اس کا کوئی نام ونشان باقی نہیں رہا اور جبکہ اس مقام پر صرف اکابر اولیا تھے۔ اب سارے عالم کو اپنے سمیت اس مقام پر پاکر حیرت ہوتی ہے کہ مکمل بیگانگی کے باوجود خود کو ان کے ساتھ پاتا ہے۔ غرضیکہ وہ حالت جو کبھی کبھار رونما ہوتی تھی اور جس کے مطابق بندہ نہ اپنے آپ کو دیکھتا تھا اور نہ جہان کو نہ نظر سے کچھ دیکھتا تھا اور نہ علم میں کوئی شے تھی۔ وہ حالت اب دائمی ہو چکی ہے۔ اور خلقتِ عالم کا وجود دید ودانش سے باہر آچکا ہے۔ اس کے بعد اس مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا جس کے ساتھ سیڑھیاں بھی ہیں۔ بندہ ان سیڑھیوں کے باہر آیا۔ اس کے بعد وہ مقام بھی لحہ بہ لحہ باقی جہان کی مانند نیچے چلا گیا اور فقیر نے اپنے آپ کو بلندی پر پایا۔ اتفاق سے بندہ تحیۃ وضو کے نفل پڑھ رہا تھا کہ ایک بہت ہی بلند مقام ظاہر ہوا۔ جس میں چار اکابر نقشبندیہ کو دیکھا اور دوسرے مشائخ کو بھی جیسے سیدّ الطائفہ جنید بغدادی کو بھی اس مقام پر پایا اور بعض دوسرے مشائخ اس سے بالا مقام پر ہیں لیکن ان کے پائے پکڑے بیٹھے ہیں اور بعض اپنے درجات کے مطابق نچلے مقام میں ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو ان سے بہت دُور پایا۔ بلکہ کچھ نسبت ہی نہ دیکھی۔ اس

سے سخت مضطرب اور پریشان ہوا۔ قریب تھا کہ ہوش کھو بیٹھوں۔ کچھ وقت اسی طرح گزرا۔ آخر آپ کی توجہات سے میں نے اپنے آپ کو بھی اس مقام کے مناسب پایا۔ پہلے میرا سر اس مقام کے برابر ہوا اور پھر تبدریج بلند ہوتا گیا اور اس مقام بلند میں بیٹھ گیا۔ آپ کی توجہ کے بعد میرے جی میں یہ گزرا کہ یہ مقام تکمیل تام کا مقام ہے کہ جس پر سلوک کا سارا راستہ طے کر کے پہنچتے ہیں۔ سلوک کا راستہ مکمل نہ کرنے والے مجذوب سالک کو اس مقام سے حصہ نہیں مل سکتا اور اس وقت یہ بھی خیال میں آیا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کے نتیجے میں ہے جو میں نے حضور کی خدمت میں رہنے کے زمانے میں دیکھا تھا کہ حضرت امیر (علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ میں تجھے آسمانوں کا علم سکھانے کے لیے آیا ہوں۔ جب خوب توجہ سے دیکھا تو پتا چلا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے یہ مقام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے خاص ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔ (مکتوب ہفتم دفتر اوّل جلد اوّل اُردو ترجمہ)

کثرت میں وحدت کے مشاہدہ اور اس سے بلند مقامات کی سیر:

بقا وصحو سے تعلق رکھنے والے بعض حالات بیان کرتے ہوئے ایک مکتوب میں اپنے پیرِ بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

> کمترین غلام، احمد کی عرضداشت یہ ہے کہ جب سے مجھے صحو میں لائے ہیں اور بقا سے سرفراز کیا ہے۔ غیر متعارف علومِ غریبہ اور معارفِ نادرہ کا مسلسل اور متواتر فیضان ہو رہا ہے...... جو کچھ مسئلہ وحدت الوجود اور اس کے متعلقات کے بارے میں کہا گیا ہے۔ مجھے حال کی ابتدا ہی میں اس سے مشرف کر دیا گیا ہے اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ پھر اس مقام سے اوپر کئی درجات پر

مجھے ترقی دی گئی ہے اور اس ضمن میں نوع بہ نوع اور قسم قسم کے علوم مجھے عطا کیے گئے ہیں ...... یہ علوم اور معارف شریعت کے ظاہر اور علماء اہلِ سنت کے اجماع سے بالکل موافقت اور مطابقت رکھتے ہیں۔ اور ذرہ برابر بھی روشِ شریعت کے ظاہر کے مخالف نہیں ہیں۔ ان کا حکما اور اصولِ عقلیہ سے بھی کوئی علاقہ نہیں بلکہ علماء اسلام میں اس جماعت سے بھی موافقت نہیں رکھتے جو اصول اسلام میں مخالفت رکھتی ہے۔ یہ انکشاف ہوا ہے کہ استطاعت کا تعلق فعل کے ساتھ ہے اس سے پہلے انسان اس پر قادر نہیں ہوتا۔ قدرت فعل کے ساتھ بخشی جاتی ہے اور احکام شریعت کی تکلیف اسباب اور اعضا کی سلامتی پر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ علماء اہل سنّت سے متحقق ہے اور اس مقام میں فقیر اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کے نقشِ قدم پر پاتا ہے۔ آپ اسی مقام میں تھے اور حضرت علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مقام سے حصہّ پایا ہے۔ اس سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ الاقدس اور ابتدائی مشائخ میں سے حضرت معروف کرخی، امام داؤد طائی، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت حبیب عجمی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم المقدسہ بھی اسی مقام میں تھے۔ (مکتوب ہشتم۔ دفتر اوّل جلد اوّل)

ایک اور عرض یہ ہے کہ کتاب نفحات الانس (مصنفہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کے ملفوظات میں سے یہ ملفوظ ہے کہ ''عین نمی ماند اثر کجا ماند'' (یعنی جب عین باقی نہیں رہتا تو اثر کیسے باقی رہ سکتا ہے)۔

یہ عقدہ حل نہیں ہو رہا تھا لیکن کامل توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے یہ راز بھی منکشف کر دیا اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ نہ ذات رہتی ہے نہ اثر اور میں نے اپنے اندرون بھی یہ معنی پایا اور کوئی دقت باقی نہ رہی۔

اس معرفت کا مقام بھی نظر آیا۔ یہ نہایت ہی بلند مقام ہے جو حضرت شیخ اور ان کے متبعین کے بیان سے بھی بالا ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد نہیں ہیں بلکہ دونوں الگ الگ جگہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کو تفصیلاً بیان کرنا طوالت اور تکلیف کا سبب ہے اور حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے دوام کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کے متعلق بھی معلوم ہوا کہ بات سے اور دوام سے کیا مراد ہے۔ اگرچہ یہ بات نوادرات میں سے ہے لیکن بندہ یہ کیفیت اپنے اندر بھی محسوس کرتا ہے...... اس عرضداشت کے بعد ایک اور کیفیت پیدا ہوئی اور ایک حال پیش آیا۔ جس کے بیان کی تحریراً گنجائش نہیں ہے۔ اس جگہ فناء ارادہ متحقق ہوئی۔ جس طرح پہلی مرادوں سے ارادے کا تعلق منقطع تھا۔ ایسا ہی ہوا مگر اصل ارادہ ابھی باقی تھا جیسا کہ عرضداشت میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ اب ارادے کی بھی بیخ کنی ہو گئی ہے۔ اب نہ تو کوئی مراد ہے نہ ارادہ اور اس فنا کی صورت بھی نظر آئی اور اس مقام سے مناسبت رکھنے والے بعض علوم بھی فائض و وارد ہوئے......

میں اللہ کے حضور استغفار کرتا ہوں اور قول فعل خیال اور نظر میں سے ہر اس چیز سے توبہ کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے......

(مکتوب یازدہم دفتر اوّل جلد اوّل اُردو ترجمہ)

مقامِ فنا و بقا کا منکشف ہونا:

اپنے پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

کمترین غلام، احمد درگاہِ عالی میں عرض پرداز ہے وہ علوم جو مقام فنا و بقا سے تعلق رکھتے تھے حق سبحانہ کی مہربانی سے منکشف ہو چکے ہیں اس بات کا علم بھی ہو گیا ہے کہ ہر شے کی خاص وجہ کیا ہے اور سیر فی اللہ کس

معنی میں ہے اور تجلی ذاتی برقی کسے کہتے ہیں اور محمدی المشرب کون ہوتا ہے اور اس طرح کے اور علوم بھی منکشف ہو چکے ہیں اور ہر مقام میں اس کے لوازم اور اس کی ضروریات بھی دکھادی گئی ہیں اور کوئی ایسی شے کم ہی باقی رہ گئی ہوگی جسکا اولیاء اللہ نے نشان بتلایا ہے یا انہیں راہ میں پیش آئی ہے جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو۔ مقبول ہونے کی کوئی علت نہیں جو مقبول ہوتا ہے بلا سبب اور علت مقبول ہوتا ہے۔

(مکتوب دوازدہم دفتر اوّل جلد اوّل ترجمہ اُردو)

مقامات ہمہ اوست اور بعض دوسرے مقامات کی سیر:

اپنے پیر بزرگوار کو لکھتے ہیں کہ:

کمترین غلام، احمد عرض کرتا ہے کہ اس راہ کی بے نہایتی پر آہ' ہزار آہ۔ اتنی جلدی سیر اور اتنی زیادہ واردات اور عنایات۔ نہایت ہی حیرانی کی بات ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔ چند روز ہوئے ہیں کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی ہے...... مسئلہ توحید وجودی میں پہلے میں متوقف اور متردد تھا۔ اب حقیقت حال معلوم ہونے پر وہ تردد اور توقف ختم ہوگیا ہے۔ اور ہر طرح کا شبہہ مکمل طور پر زائل ہوگیا ہے اور تمام مکاشفات شریعت ظاہر کے مناسب ہو چکے ہیں اور شریعت کے ظاہر سے بال برابر خلاف بھی نہیں ہیں۔ بعض صوفیہ جو شریعت کے ظاہر کے خلاف مکاشفے بیان کرتے ہیں ان کی یہ بات یا تو سہو اور فراموشی کے باعث ہے اور یا سکر کی بناء پر ورنہ باطن میں وہ ظاہر کے ہرگز خلاف نہیں ہیں۔ (مکتوب سیزدہم دفتر اوّل جلد اوّل اُردو ترجمہ)

ایک اور مکتوب میں جو شیخ صوفی کے نام ہے اسی مسئلہ و مقام وحدۃ الوجود کے احوال کا یوں ذکر کرتے ہیں:

اس طریقۂ عالیہ یعنی طریقہ نقشبندیہ میں تھوڑی مدّت تک محنت کرنے

کے بعد ہی مجھ پر توحیدِ وجودی منکشف ہوگئی اور اس کشف میں غلو پیدا ہوگیا اور اُس مقام کے علوم و معارف کثرت سے ظاہر کیے گئے اور اس مرتبے کی باریکیوں میں سے کوئی باریکی ہی ایسی ہوگی جو مجھ پر منکشف نہ کی گئی ہو۔ مجھ پر شیخ محی الدین ابن العربی کے معارف کے دقائق پورے طور پر ظاہر اور واضح ہوگئے اور مجھے اس تجلی ذات سے بھی مشرف کیا گیا جسے صاحب فصوص نے عروج کی نہایت کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس کے بعد صرف عدم محض ہے اور مجھے اس تجلی ذاتی سے متعلق ان علوم و معارف کا علم بھی تفصیل سے حاصل ہوگیا جنہیں شیخ ابن العربی نے خاتم الولایت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس توحید وجودی میں سکرِ وقت اور غلبۂ حال اس حد کو پہنچ گیا کہ یہ دو بیت جو سراسر سکر ہیں۔ حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھے گئے ہیں۔

دریغا کہ ایں شریعت ملّتِ اعمائی است
ملت کافری وملّت ترسائی است
کفر و ایمان زلف و روئے آں پری زیبائی است
کفر و ایماں ہر دو اندر راہِ ما یکتائی است

یہ حال مدّت دراز تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک پہنچ گیا۔ اچانک حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عنایت بے نہایت غیب کے دریچے سے میدان ظہور میں آئی اور اس نے بے چون و بے چگون کے پردہ روپوشی کو اُٹھا دیا وہ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت الوجود کی خبر دیتے تھے۔ زائل ہونا شروع ہوگئے۔ (مکتوب سی و یک دفتر اوّل جلد اوّل اُردو ترجمہ)

اس کے بعد اسی مکتوب میں توحید وجودی اور شیخ ابن عربی کے عقائد و خیالات کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اسی قسم کی بحث ان کے مکتوب نمبر ۴۳ دفتر اوّل حصہ دوم میں بھی ہے۔ طوالت کے

خوف سے یہاں درج کرنے سے قاصر ہوں۔ ان مکتوبات کی طرف رجوع کیجیے۔

دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عروج ونزول کے مقامات کی سیر:

اپنے پیر بزرگوار کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

> دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ بعض ایسے نصائح قلمبند کرو جو اس طریقے میں فائدہ دیں اور ان کے مطابق زندگی گزاری جائے حقیقت یہ ہے رسالہ ہذا بے نظیر اور کثیر البرکات ہے۔ اس کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسّلام۔ مشائخ اُمت کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ ان کے دست مبارک میں ہے۔ جسے وہ کمال مہربانی سے بوسہ دے رہے ہیں اور مشائخ کو دکھا رہے ہیں کہ اس طرح کے عقائد رکھنے چاہییں اور مشائخ کی وہ جماعت جو اس رسالے کے علوم سے سعادت حاصل کر رہی تھی وہ بڑی نورانی ممتاز اور نادر الوجود تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑی تھی یہ قصہ بہت لمبا ہے اور اسی مجلس میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس واقعہ کی اشاعت کا بھی اس احقر کو حکم دیا۔
>
> با کریماں کارہا دشوار نیست
>
> جس دن سے بندہ آپ کی خدمت سے الگ ہوا ہے مقام فوق کی جانب رغبت کے سبب ارشاد سے چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ چند بار یہ ارادہ بھی کیا کہ کسی کونے میں الگ بیٹھ رہے، ہم نشینی کرنے والے لوگ ببر شیر کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ عزلت اور گوشہ نشینی کا مصمم ارادہ تھا لیکن استخارہ اس کے موافق نہ نکلا۔ مدارج قرب میں عروج انتہا کی انتہا کو پہنچ چکا ہے جس کی کوئی حد نہیں یہ بھی میسر ہو چکا ہے اور میسر ہو رہا ہے مجھے لے جاتے

> ہیں اور لے آتے ہیں ہر روز وہ نئی شان اور نئی حالت میں ہے۔ تمام مشائخِ کرام (اِلّا ماشاءاللہ) کے مقامات سے بھی عبور حاصل ہو چکا ہے۔
>
> گلے بروند زین دہلیزۂ پست
> بداں درگاہِ والا دست بردست
>
> اس دوران مشائخ کرام کی روحانیت کی مدد جو شامل رہی اگر اس کا شمار کروں تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ظل کے مقامات کی طرح اصل کے مقامات سے گزار کر لے گئے ہیں۔ عنایت ربانی کے متعلق کیا تحریر کرے جو بھی مقبول ومنظور ہوا بلاعلت وسبب ہی منظور ومقبول ہوا۔ ولایت کے طریقے اور اس کے کمالات اس قدر دکھائے گئے کہ ان کا تحریر میں لانا مُشکل ہے۔ ذوالحجہ شریف کے مہینے میں مدارج نزول کی جانب مقام قلب تک نیچے آنا ہوا۔ یہ مقام تکمیل وارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی تک وہ چیزیں مزید درکار ہیں جو اس مقام کو مکمل اور پورا کرنے والی ہیں۔ دیکھیے کب حاصل ہوں۔ معاملہ آسان نہیں ہے مُراد ہونے کے باوجود اس قدر منازل طے کرنے پڑتے ہیں کہ اگر مریدوں کو عمرِ نوح بھی مل جائے تو شاید طے نہ کر سکیں۔ (مکتوب نمبر ۱۶ دفتر اوّل جلد اوّل اُردو ترجمہ)

ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں:

> اور مجھے مسئلہ قضا وقدر کے راز پر بھی اطلاع بخشی گئی ہے اور یہ مسئلہ مجھے اس طرح بتایا گیا ہے کہ روشِ شرع سے ذرہ برابر بھی مخالفت نہیں رکھتا اور پھر یہ مسئلہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ ایجاب کے نقص اور جبر کے شائبہ تک سے مبرّا اور منزہ ہے اور اس طرح روشن ہے جس طرح چودھویں رات کا چاند۔ (مکتوب نمبر ۱۸ دفتر اوّل حصہ اوّل اُردو ترجمہ)

یہ چند اقتباسات وہ ہیں جن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ اپنے بعض

احوال ومقامات پر روشنی ڈالی ہے ورنہ ان کے مکتوبات شریف میں جزوی طور پر اور اشارۃً تو کئی جگہ ان کا ذکر ہے۔ مثلاً شیخ محمد صادق کو مکتوب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سبحانہ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں کیا لکھے۔

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم
چو سبزہ شکرِ لطفش کے توانم

(مکتوب ۲۳۶ دفتر اول حصہ چہارم اردو ترجمہ)

ایک اور مکتوب میں یہ اشارہ کیا ہے کہ:

اس درویش کو مرتبۂ وجود سے اوپر گزار کر لے گئے اور وجود کو راہ ہی میں چھوڑ دیا۔ (مکتوب ۲۳۶، دفتر اوّل حصہ چہارم اردو ترجمہ)

اس سلسلے میں وہ مکتوبات بھی قابل غور ہیں جن میں اس قسم کی باتیں ہیں کہ:

(ا)......نقشبندیہ مشائخ نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۴۵ دفتر اوّل حصہ سوم ترجمہ)

(ب)......بعض ان اسرار کے بیان میں جو بہت ہی کم اولیاء کے حصّے میں آتے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۱۷۶ دفتر اوّل حصّہ سوم اردو ترجمہ)

(ج)......جس راہ کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں وہ صرف سات قدم ہیں۔ (مکتوب نمبر ۱۹۶ دفتر اوّل حصہ سوم اردو ترجمہ، مکتوب نمبر ۵۸ دفتر اوّل حصہ دوم اردو ترجمہ، مکتوب نمبر ۶۶ دفتر اوّل حصہ دوم اردو ترجمہ)

ایسے جملے ان کے مکتوبات شریف میں کئی جگہ موجود ہیں اور ان میں سے بعض کے متعلق انہوں نے علمی طور پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ میں نے محض چند کا یہاں ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ ان اشارتی جملوں سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت باطنی کے سمجھنے میں مزید مدد مل سکے۔ اسی طرح انہوں نے تصور کے رموز مصطلحات وتراکیب اور مسائل موضوعات پر مختلف مکتوبات میں جتنی بھی اور جیسی بھی گفتگو کی ہے وہ عملی گفتگو ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے اپنے عمل اور حال کی شاہد بھی ہے کیونکہ صوفی کے قول عمل میں تضاد نہیں

ہوتا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ خود ایک مکتوب میں کہتے ہیں کہ:

> علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ اور دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کا مجاہدہ۔

(مکتوب نمبر ۲۹ دفتر اوّل حصہ اول اردو ترجمہ)

اس مکتوب میں فرماتے ہیں کہ:

> ''گروہ صوفیہ کے علوم، علومِ احوال ہیں''

اس لیے ہم یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں تصوف اور اس کے مباحث پر جتنی بھی باتیں کی ہیں۔ وہ اجمالاً ہوں یا تفصیلاً، اشارۃً یا وضاحتاً، معنوی ہوں یا مصطلحاتی، صاف ہوں یا علائی۔ وہ سب کی سب انہوں نے ان تجربات، مقامات، احوال، واردات اور مشاہدات سے گزر کر لکھی ہیں اور اگر ہم یہ سب اعتبارات حضرت مجدد الف ثانی کے احوالِ باطن، مدارجِ باطن وارداتِ باطن، مشاہداتِ باطن اور کیفیاتِ باطن کا حال معلوم کر کے لکھنا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت ہوگی ظاہر ہے کہ زیر نظر مضمون ان سب کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور پھر جب کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خود کہا ہے کہ:

> تصوف جبکہ حال سے تعلق رکھتا ہے قال سے نہیں آ سکتا

(مکتوب نمبر ۲۹ دفتر اوّل حصہ اول)

مجھ جیسے ہیچمدان کے قلم میں کب یارا ہے کہ ان کے اسرارِ باطنی کو جیسا کہ حق ہے قلمبند کر سکے۔

حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ
حقیقت ہے آئینہ گفتارِ زنگ
(اقبال)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کی ملّی و دینی خدمات

پروفیسر محمد عارف اظہر

☆☆

ملتِ اسلامیہ پر خدائے بزرگ و برتر کا یہ عظیم احسان ہے کہ جب کبھی ملت کی ناؤ بھنور میں پھنسی، اس نے اسے مشکل سے نکالنے کا بندوبست کر دیا اور جب کبھی پیروانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مصائب و آلام نے آ گھیرا تو اس نے ان کے چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکال دی اللہ تعالی اپنے کامل دین کی حفاظت مصلحین و مجتہدین کی جماعت سے کراتا ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور سے ہی قرآنی تعلیم "**وَلتکن منکم امة یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف ینهون عن المنکر**" کے زیر اثر اور فضل ربانی سے ایسی جماعت موجود رہی ہے اس پاکیزہ جماعت کے افراد نے راحت و آرام کی زندگی کو خیر باد کہہ کر بغایت پا مردی اور جرأت سے تکالیف و مصائب برداشت کی ہیں اور دین برحق کی سربلندی اور عظمت کے لیے انتھک کوششیں کی ہیں۔ اس جماعت نے نہ صرف یہ کہ اپنی دماغی صلاحیتوں کو خدمتِ اسلام میں لگا دیا۔ بلکہ اپنی جان و مال کی بازی بھی اسی راہ میں لگا دی اس کی بے لوث خدمت اور خلوص کی بدولت ان کے نام آج بھی تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف سے لکھے ہوے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، امام بایزید بسطامی کے اسمائے گرامی سے کون شخص واقف نہیں، یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اسلام کی ایسے وقت میں حفاظت فرمائی جب اسے اس کی ضرورت تھی انہی مصلحین و مجددین کی صف میں امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کا اسمِ گرامی آتا ہے۔

شیخ موصوف نے یہی کام سرزمین پاک و ہند میں سرانجام دیا، انہوں نے ایک ایسے وقت میں اسلام کی سربلندی اور حفاظت کے لیے آواز بُلند فرمائی جب ہندوستان میں اسلام ایک مہیب خطرے سے دوچار تھا۔ مُغلیہ دور کے مشہور فرمانروا اکبر نے نیا دین ایجاد کر کے اس کی باقاعدہ تبلیغ شروع کردی تھی اور اسلام سے آنکھیں پھیر کر شریعت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو گیا تھا، اس پر طرہ یہ کہ اس وقت کے اکثر علماء اور عوام اسلام کی اصل روح کو سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے تھے اور حدیث کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہوئے اپنی سمجھ کے مطابق اس کی تاویل میں لگے ہوئے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی غائر نظر سے حالتِ گردو پیش کا جائزہ لے کر اصلاحِ احوال کا کام شروع کیا اور مُلک کی مذہبی و معاشرتی حالت کو شریعتِ اسلامیہ کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے کوشاں ہوئے۔ آپ نے مسلمانانِ پاک و ہند کو ایک ہزار سال کا بھولا ہوا درس یاد دلاتے ہوئے ان کی توجہ از سرِ نو حقیقی اسلام کی طرف مبذول کی۔ آپ نے شاہانِ وقت کو پند و نصائح سے نوازا اور انہیں شریعت کے نفاذ کی تلقین فرمائی۔ اکبر و جہانگیر جیسے جلیل القدر شاہنشاہوں کے سامنے نہایت پامردی اور جرأت سے کلمۂ حق بلند فرمایا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن شریعتِ اسلامیہ کی اہانت برداشت نہ کر سکے۔ علامہ اقبال ان کی اس دینی عظمت غیرت اور پامردی کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضرت مجدد نے محض پاک و ہند کے احوال کی اصلاح اور اس سرزمین میں ترویج و اشاعت شریعت کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ اس مقصدِ اعلیٰ کی اشاعت انہوں نے دنیا کے دیگر ممالک میں بھی کی اور ایران۔ بدخشان اور توران وغیرہ کے ذی اثر افراد کے نام مکتوبات رقم فرمائے ان کی سمت تبلیغی وفود بھیجے اور انہیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی، شیخ احمد سرہندی جیسی عظیم شخصیت اور ان کی مجددانہ حیثیت اور

ان کے ملّی کارنامے کو جاننے کے لیے ہمیں اس وقت کے ہندوستان کی عام مذہبی و معاشرتی حالت اور حضرت مجدد کی اصلاحی کوششوں اور دینی خدمات سے آگاہی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ جب اس دُنیا میں تشریف لائے۔ اس وقت ہندوستان کا فرمانروا اکبر تھا۔ یہ فرمانروا آئینِ جہانبانی اور انتظامِ سلطنت میں ملکہ رکھتا تھا۔ لیکن اس نے اپنے مخصوص دائرہ سے نکل کر دوسرے دائرۂ عمل میں بے جا دخل اندازی کی یہاں تک کہ اس کے جتنے کارنامے تھے وہ کسی کو یاد بھی نہ رہے یہ صرف اس کی شریعت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش تھی اور وہ یوں کہ ۱۵۸۲ء کے قریب اکبر نے دشمن عناصر اور فلسفہ زدہ طبقے کے اثر سے متحدہ قومیت اور حکومت مضبوط کرنے کی وجہ سے ایک دین ایجاد کیا جس کا نام "دینِ الٰہی" رکھا اور اس کی ترویج و اشاعت میں لگ گیا۔ شریعت کی اہانت ہونے لگی اور ہندو دلیر ہونے لگے۔ مسلمانوں پر نا اُمیدی کی حالت طاری تھی۔ اس کا نقشہ اس وقت کے مورخین نے کھینچا ہے اور خود شیخ صاحب نے اس زمانے کے حالات اپنے مکتوبات شریف میں تحریر فرمائے ہیں۔

صاحب منتخب التواریخ ملا بدایوانی لکھتے ہیں:

> بادشاہ اپنی ہندو رعایا کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ علمائے سوء جو اس کی عنایت کا مورد بننے کے لیے ہر بات کر سکتے تھے وہ ان کی ہمت افزائی کرتا تھا۔ علمائے سوء ہر دور میں رہے ہیں اس نے اپنے گرد و پیش ایسے لوگوں کو جمع کر لیا تھا جو حقیقتاً وحی اور شرع کے منکر تھے وحی پر عقیدہ رکھنے کو اندھی تقلید اور ادنیٰ ذہنیت بتایا جاتا تھا جو صرف جاہلوں کے مناسب حال ہو صرف یہی نہیں بلکہ اکبر نے اس سے بھی تجاوز کیا اور علی الاعلان اسلام کی مخالفت شروع کر دی اور یہی خیال ظاہر کیا کہ احکام اسلام محض عارضی اور بے دلیل ہیں اس زمانے میں جب عقائدِ اسلام اور مسائلِ دین سے متعلق بدگوئی اور اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوے تو بہت سے ہندوؤں اور ہندو زدہ مسلمانوں نے پیغمبر اسلام پر زبانِ طعن و تشنیع دراز کرنا شروع کی۔

برصغیر پاک وہند میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ فتنہ وفساد نے سر اٹھایا ہوا تھا اور اعلیٰ وادنیٰ طبقہ کے رذیل لوگوں نے بادشاہ کے روحانی اتباع کا طوق بھی اپنی گردن میں ڈال لیا تھا بادشاہ قرآن کا منکر ہو گیا تھا۔ حیات بعد الموت اور یومِ جزا کا کے نکار کرتا تھا اس سے بڑھ کر یہ کہ اس نے حکم دیا تھا کہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی بجائے **لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ** علی الاعلان پڑھا جائے اس سے فتنہ پیدا ہوا اور اس لیے مصلحت یہ قرار پائی کہ اس کلمے کا استعمال حرم کی چار دیواری میں محدود کر دیا جائے۔ سجدہ جسے اللہ نے صرف اپنے لیے مخصوص کیا ہے بادشاہ کے لیے لازم قرار دیا گیا۔ شراب حلال کر دی گئی۔ جزیہ موقوف کر دیا گیا۔ گائے کا گوشت حرام کر دیا گیا کتے اور سور کے بچوں کی پرورش کو خاص طور پر رواج دیا گیا اور وہ مظہر الٰہی قرار پائے صوم وصلوٰۃ اور حج منسوخ کر دیے گے اسلامی کیلنڈر کے بدلے ''الٰہی اکبری ماہ وسال'' رائج کیے گئے اور کہا گیا کہ ایک ہزار سال گزر جانے کے بعد اب اسلام ختم ہو چکا ہے عربی کے مطالعہ کو بنظر تحقیر دیکھا جانے لگا اور اذان اور نماز باجماعت جو اسلام کے حکم کے مطابق پانچ وقت ایوان حکومت میں ہوتی تھی۔ موقوف کر دی گئی۔

حضرت مجدد صاحب جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایام حکومت کی مذہبی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک خط میں وضاحت فرماتے ہیں:

> غربت اسلام نزدیک بہ یک قرن است بر نہجی قرار یافتہ است کہ اہل کفر بمجرد اجرائی احکامِ کفر برملا در بلادِ اسلام راضی نمی شوند میخواہند کہ احکام اسلامیہ بالکلیہ زائل گردند واثری از مسلمانان ومسلمانی پیدا نشود وکار را تا بآن سرحد رسانیدہ اند کہ اگر مسلمانی از شعارِ اسلام اظہار نماید بقتل می رسد ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعارِ اسلام است۔ کفار

> بجزیہ دادن شاید راضی شوند امابذبحِ بقرہ ہرگز راضی نخواہند شد در ابتدا پادشاہت اگر مسلمانی رواج یافت و مسلماناں اعتبار پیدا کردند فبہا واگر عیاذاباللہ سبحانہٗ در توقف افتاد کار بر مسلمانان بسیار مشکل خواہد شد[۱]۔
>
> یعنی تخمیناً ایک صدی سے اسلام پر ایسی بے بسی کا عالم طاری رہا ہے کہ کافر مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کی تمنا یہ ہے کہ احکامِ اسلامی بالکل ختم کر کے رکھ دیے جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔ نوبت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلامی شعائر کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے۔ گائے ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا ایک ممتاز شعار ہے کفار جزیہ دینے پر رضامند ہو سکتے ہیں لیکن گائے ذبح ہونے پر ہرگز راضی نہیں ہو سکتے سلطنت کی ابتدا میں اگر اسلامی شعار اور اسلام کو رواج دیا گیا تو بہتر ورنہ نعوذ باللہ اگر توقف اور دیر ہوگئی تو کا بد دشوار ہو جائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا ایک فتنہ علمائے سوء تھے اس دور میں علما کی کمی نہ تھی ان میں اکثریت ان کی تھی جو حالاتِ حاضر پر نظر نہ رکھتی تھی اور علمی کردار ادا نہیں کر رہی تھی۔ اس کے برعکس علمائے سوء کا گروہ بڑا فعال تھا وہ بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ بادشاہ کی شان بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کو کتابوں کے شروع میں نہ لکھا جاتا اور اسکی ضرورت بھی محسوس نہ کی جاتی اور اس کی جگہ ” لا الٰـــہ الا اللہ اکبـــر خـلـیـفۃ اللہ “ استعمال کیا جاتا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کسی کو جرأت نہ تھی اس زمانے کا ایک اور فتنہ عقل پسند اور معقولی علماء کا فتنہ تھا یہ عقل پسند ابوالفضل فیضی اور مُبارک پر مشتمل تھا انہوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا تھا کہ توحید کے بعد نبوت کی ضرورت نہیں اگر عقل کے مطابق ہو تو اس کو اپناؤ۔ اگر عقل کے خلاف ہو تو چھوڑ دو اور وہ سیاسی اور عقلی بنیادوں پر مذہب کو پرکھتے تھے اور اگر ان کے معیار کے مطابق ہوتا تو اپناتے اور نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے اور اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کرتے تھے۔ اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ان کیخلاف آواز اٹھاتا۔

اس دور میں ایک ضرورت تصوف کی اصلاح تھی اس دور میں کوئی گمان نہیں کرسکتا کہ بغیر تصوف کے کوئی مسلک اسلام کا دعویدار ہوسکتا ہے۔ یہاں پر تصوف کے تین سلسلے رائج تھے سہروردیہ، قادریہ اور چشتیہ اور ہر آدمی کسی نہ کسی سلسلے سے منسلک تھا۔ اکبر کے آخری دور میں ایک بُزرگ افغانستان سے تشریف لائے اور نقشبندی سلسلہ رائج فرمایا یوں یہاں چار سلسلے رائج ہوے۔ تینوں سلسلوں کا فلسفہ وحدت الوجود تھا اور اس فلسفہ میں کم علمی اور تصوف سے ناواقفیت کی بنا پر خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ شریعت اور طریقت کی باہمی حدود کی نشاندہی کی ضرورت تھی۔ نقشبندی سلسلہ یہاں رائج ہوا جسمیں شریعت کی پابندی سب سے زیادہ تھی اور اس کی ضرورت تھی کہ کوئی سلسلۂ تصوف ایسا رائج ہو جس سے شریعت کی ترویج ہو۔

ہندوستان میں اس وقت ہندوانہ رسوم جاری تھیں جو مذہب میں سرایت کرگئی تھیں ضرورت تھی کہ غیر اسلامی رواج کو الگ کر کے خالص اسلام کو پیش کیا جاتا۔ شیعہ سُنّی فساد کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور انتشار برپا تھا ان حالات میں مجدد صاحب نے اپنی تعلیمات کا آغاز فرمایا اور آپ نے درج بالا خرابیوں کے ضمن میں جو خدمات انجام دیں اُن کا حال پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اولین خدمت اکبری الحاد کا خاتمہ ہے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جس وقت دُنیا میں تشریف لائے اور تجدید کا کام شروع کیا اس وقت کی مذہبی اور سیاسی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اکبری الحاد نے شریعت کو پس منظر میں رکھ دیا تھا اور ہندو مذہب اسلام پر حملے کرتے تھے اور شعائر اسلام اور عباداتِ الٰہیہ کے تصور کو مسخ کر کے رکھ دیا گیا تھا ملا بدایونی منتخب التواریخ میں اکبری الحاد کو طشت از بام کرتے ہوے لکھتے ہیں:

عبادت آفتاب را روزی چار وقت کہ سحر وشام نیمروز ونیم شب باشند لازم گرفتند[2]

آفتاب کی عبادت چار وقت یعنی صبح وشام دوپہر آدھی رات میں لازمی طور پر کرتے تھے۔

صرف آفتاب پرستی تک ہی ان کا الحاد محدود نہ تھا۔ بلکہ تمام ہندوانہ رسوم مذہب میں شامل کردی گئی تھیں۔ چنانچہ مُلّا بدایوانی فرماتے ہیں:

ہم چنین آتش وآب وسنگ ودرخت وسائر مظاہرِ روزگار تا گاوٌ وسرگینِ

> آں نیز وقشقہ وزنار را جلوہ داد[3]
>
> اسی طرح آگ پانی درخت پتھر اور تمام مظاہرِ فطرت حتیٰ کہ گائے اور گائے کا گوبر پوجا جاتا تھا اور قشقہ اور زنّار سے بدن کو آراستہ کیا جاتا تھا۔

اعلیٰ وادنیٰ طبقے کے رزیل لوگوں نے بادشاہ کے روحانی اتباع کا طوق بھی اپنی گردن میں ڈال لیا تھا، اور بادشاہ قرآن کا منکر ہو گیا تھا۔ کلمۂ توحید جو ہزار سال تک مسلمانانِ عالم کا دینی تشخص تھا اور توحید ِ خالص کا درس ان کا امتیاز تھا اسکی روح میں شرک داخل کر دیا گیا۔ منتخب التواریخ میں اکبری الحاد و کفر کی اس دیدہ دلیری کا تذکرہ موجود ہے۔

> قرار دادند کہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ اعلانیہ تکلیف نمایند[4]۔

کلمہ کے اجراء پر ہی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ دین اسلام سے بیزاری اور دین اسلام سے وابستگی پر اظہار تاسف اکبری الحاد کے پیروؤں کو کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ صاحب منتخب التواریخ رقمطراز ہیں۔

> منکہ فلاں ابن فلاں باشم بہ طوع ورغبت وشوق قلبی از دین اسلام مجازی وتقلیدی کہ از پدراں دیدہ وشنیدہ بودم ابرا وتبرا نمودم در دین الٰہی اکبر شاہی در آمدم ومراتب چہارگانہ اخلاص کہ ترکِ مال وترکِ جان ناموس دین باشد قبول کردم [5]
>
> منکہ فلاں ابن فلاں ہوں اپنی خواہش ورغبت اور دلی شوق کے ساتھ دین اسلام مجازی اور تقلیدی جو باپ داداؤں سے دیکھا اور سنا تھا اس سے جُدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبری شاہی دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں اور اس دین کے اخلاص کے چاروں مرتبوں یعنی ترکِ مال ترکِ ناموس وعزّت اور ترک دین کو قبول کرتا ہوں۔

اکبری دین کے پیروؤں نے کلمۂ اکبری کی مزید ترویج وتقویت کے لیے ملاقات کے وقت برملا اس کے اجراء کو اپنا شعار بنا لیا۔ منتخب التواریخ کے مطابق جب پیروانِ دین الٰہی آپس میں ملتے ایک آدمی اللہ اکبر کہتا اور دوسرا جلّ جلالہٗ کہا کرتا۔ سجدہ کا طریق جو دین اسلام کو دیگر تمام مذاہب وادیان سے ممتاز

اور مفتخر کرتا ہے اور مسلمان سجدہ صرف خدائے بزرگ و برتر کے لیے مخصوص سمجھتا ہے اور غیر اللہ کے سامنے ناصیہ فرسائی و تذلیل آدمیت تصوّر کرتا ہے۔ بادشاہ کے لیے لازمی قرار دیا گیا اور اسکو "زمیں بوس" کا نام دیا گیا۔ چنانچہ ملاّ عبدالقادر فرماتے ہیں۔

سجدہ برائی او تجویز کردہ آں راز میں بوس نامیدہ[6]

شراب ربوا اور قمار جو قرآن مجید کی نص قطعی سے حرام قرار دیا جا چکا ہے اس کو حلال قرار دیا گیا اور ملا بدایونی کے مطابق نوروز کی مجلسوں میں اکثر علما و صلحاء بلکہ قاضی اور مفتی تک شراب نوشی کے میدان میں اُتر چکے تھے۔ داڑھی جو سنّت مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی علامت تھی حکماً ناجائز قرار دی گئی اور اکبری دربار میں بڑے بڑے علماء و فضلاء اپنی داڑھیاں بادشاہ کے قدموں میں نثار کرنے کو فخر سمجھا کرتے تھے اور غسل جنابت جو اسلام کے طاہر و پاکیزہ دین کا شعار ہے اس کو ساقط قرار دے دیا گیا۔ ختنہ جو سنت مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامت تھی۔ بارہ سال سے کم عمر بچوں کے لیے ناجائز قرار دیا اور بارہ سال کے بعد اس کو بچوں کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ پردہ جو اسلام میں عفت و عصمت کی علامت ہے حکماً ناجائز قرار پایا ملاّ بدایونی فرماتے ہیں:

> زنی جوانی کہ در کوچہ و بازاری گردید باشد دراں حال نپوشد یا روی کشاد گردد[7]
>
> جوان عورتیں جو کوچہ و بازار میں نکلتی ہیں باہر نکلنے کے وقت چاہیے کہ پردہ نہ کریں یا چہرے کو کھول دیا کریں۔

عربی زبان جو عالمِ اسلام کے اتحاد و اتفاق کی علامت ہے اور کلام خدا اور فرمانِ مصطفٰے (ﷺ) اسی زبان کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیلے اور قرآن مجید اور حدیث شریف جس کو مسلمان اپنی زندگی کا مقصود و حاصل سمجھتے ہیں ان کی تعلیم کو مردود و مطعون گردانا گیا اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کرنے والا مجرم قرار دیا گیا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحبِ منتخب التواریخ رقمطراز ہیں:

> عربی خواندن و دانستن آن عیب شد فقہ و تفسیر و حدیث خوانندہ مطعون و مردود[8]۔
>
> عربی پڑھنا، عربی جاننا عیب قرار دیا گیا اور فقہ تفسیر اور حدیث پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھہرائے گئے۔

الغرض ہر ملحدانہ رسم اور شعائر اسلام کے مخالف ہر عمل روا رکھا گیا جو کہ معاذ اللہ اسلام کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی ایک بھونڈی سازش تھی۔ اگرچہ اکبر کے زمانہ میں علماء اور صوفیہ کی بہت کثرت تھی اور اسوقت کے مؤرخین نے علماء کی جو فہرست دی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصوف کا زریں دور تھا۔ علماء کثیر تعداد میں موجود تھے مگر انہوں نے اکبری الحاد کیخلاف کوشش نہ کی۔

دوسرا طبقہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء تھے یہ سمجھ کر کہ بڑے انتشار کا زمانہ ہے اسمیں بھلائی جانتے تھے کہ گوشہ نشین ہوں البتہ اکبر کے دور کے آخر میں آنے والے ایک بزرگ جو دہلی میں مقیم تھے جن کا اسم گرامی حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ تھا نے اکبری الحاد کے خلاف کوشش کی اور بارسوخ امراء و عیانِ سلطنت کو اکٹھا کر کے اکبری الحاد ختم کرنے کا احساس دلایا خواجہ صاحب کو چونکہ زیادہ عرصہ رہنے کا موقع نہ ملا اور وہ صرف پانچ سال تک رہے اور ان کے مرید خاص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس الحاد کو ختم کرنے کے لیے سعی و جہد شروع فرمائی اور خصوصی طور پر جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد مہم تیز فرمائی اور کسی خطرہ کی فکر نہ کرتے ہوئے صعوبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور شریعتِ اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر گوالیار کے قلعہ میں محبوس رہے مگر اپنے مؤقف سے نہ ہٹے اور ساتھ ہی گوشہ نشین علماء پر واضح کیا کہ سجدہ تعظیمی بجانہ لاکر اعلائے کلمۃ الحق کو بلند کرنا بہت بڑا اجہاد ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوشہ نشین علماء بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بڑے حوصلے سے کرنے لگے اور اس کے نتیجے میں اکبری الحاد کے نشانات مٹ گئے اور یقیناً یہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی اہم کارنامہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا دوسرا کارنامہ تجدد دین اور احیائے اسلام ہے اس سلسلے میں عقل پسند طبقہ نے ذہنی انتشار پیدا کر دیا تھا۔ ابوالفضل فیضی، مبارک، حسام اور اکبر جیسے لوگ اس میں شامل تھے اس آزاد خیال طبقہ کی رو سے اللہ کی توحید کے بعد نبوت کا اقرار کرنا ضروری نہیں، ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا رواج عام تھا۔ جب مسلمان دلیر ہو گئے تو غیر مسلموں کو اس کا موقع مل گیا کہ اسلام پر سنگین حملے کریں۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ضعف اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی کا تذکرہ مکتوبات شریف میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> غربتِ اسلام تا بحدی رسیدہ است کہ کفار برملا طعنِ اسلام و ذمّ
> مسلمانان می نمایند و بے تحاشی اجرا احکام کفر و مداحِ اہل آں در کوچہ

> وبازاری کنند ومسلماناں ازاجرائی احکام اسلام ممنوع اند درایتانِ شرائع مذموم ومطعون[۹]۔

> اسلام کی کسمپرسی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ کفار برملا اسلام پر اعتراضات اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں اور بے دھڑک کوچہ وبازار میں مراسمِ کفار ادا کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریفیں کرتے ہیں اس کے برعکس مسلمانوں کو احکامِ اسلام کی ادائیگی سے منع کیا جاتا ہے اور اس پر اعتراض ہوتا ہے۔

ایک اور مکتوب میں رقم طراز ہیں:

> کفار بی تحاشی ہدم مساجدی نمایند درآنجا تعمیر معبد ہائی خود میسازند[۱۰]

> ہندوستان کے کفار بلا دھڑک مسجدوں کو منہدم کر کے اس کی جگہ اپنے معبد بناتے ہیں۔

ایک طبقہ جو احکامِ اسلام کو محض عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی تھا اور شرعی قوانین کی مختلف توجیہات پر اپنا پورا زور صرف کر رہے تھے ان عقل پرستوں سے متعلق مجدد صاحب فرماتے ہیں:

> ہر جگہ عقولِ شان قبول کنند وتوانند دریافت قبول می نمائند وہر چہ دردرکِ عقولِ شان درآید قبول نمی نمائند[۱۱]۔

ان کی عقلیں جن باتوں کو مان لیں یا جن کو دریافت کر سکتی ہوں ان ہی کو یہ مانتے ہیں اور جو باتیں (شریعت کی) ان کی عقل میں نہیں آتیں انہیں نہیں مانتے۔

امام ربانی کو ان حالات کا شدید احساس تھا۔ آپ نے مختلف رسائل رقم فرمائے جن میں عقل پسند طبقہ کے عقلی دلائل کا منہ توڑ جواب دیا بالخصوص ''رسالہ اثبات النبوۃ'' میں مقامِ نبوت کو واضح کیا اور عقلیت پسند طبقہ کے مقابلے میں عقلی اور نقلی دلائل سے نبوت کی افادیت کو واضح فرمایا۔

اس کے بعد اشاعت وتبلیغ کے لیے جو اہتمام کیا اس کے لیے آپ نے ملک کے کونے کونے میں تربیت یافتہ علماء پھیلا دیے اور لوگوں پر واضح کیا کہ شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ اور تحفظ اور اشاعت اصل دین ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اشاعت اسلام کی جائے آپ نے نہ صرف مریدین اور علماء کو پھیلایا بلکہ

افغانستان اور بدخشان میں خطوط اور وفود کی صورت میں لوگوں کو بھیجا شریعت کی اہمیت کو پوری طرح واضح کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالمگیر کو سوائے انتظام اور شریعت کے نفاذ کے کوئی کام نہ تھا اس سے پہلے جہانگیر خود آخری سالوں میں شریعت کے نفاذ کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ ایسا انسان تھا جو صلاحیتیں کھو چکا تھا اور اعتماد بر نفس کھو چکا تھا تاہم اس نے اہانت شریعت کو چھوڑ دیا اور احترام کرنے لگا۔ شاہجہان نے سجدۂ تعظیمی بالکل ختم کر دیا۔ کثرت سے مدارس بنوائے علم کی سرپرستی اور علماء کی خدمت میں زیادہ خرچ کیا۔ یہ سب حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کا نتیجہ تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا کارنامہ صوفیہ اور علماء کی جماعت کی تیاری ہے کوئی قوم اُسوقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کوئی جماعت اس تعلیم کو پھیلانے والی نہ ہو کوئی مذہب زندہ نہیں رہ سکتا جب تک اس نظام کے مطابق زندگی بسر کرنے والی جماعت موجود نہ ہو یہ ایک بہت بڑی فلاسفی اور نکتہ ہے اور جس پر جماعت خود بھی عمل کرتی ہے اور اس کی اشاعت بھی کرتی ہے تو معاشرہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ جونہی جماعت کسل مندی کا مظاہرہ کرتی ہے معاشرہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے جتنے بزرگانِ دین ہوئے ہیں وہ اس قرآنی اصول ”**ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر**“ سے آشنا تھے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ انہی بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے مصلحین کی جماعت تیار کی اور انکے اندر شریعت کے تحفظ اور اشاعت و تبلیغ پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ پیدا فرمایا اور اصلاح کا کام جاری رکھا۔

تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ تھی اور پانچ ہزار خلفاء تھے اس مختصر مضمون میں ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ ’’صاحب زبدۃ المقامات‘‘ محمد ہاشم کشمی نے چوبیس خلفاء کے حالات وضاحت سے تحریر کیے ہیں ’’اور تجلّیات امام ربانی‘‘ کے مؤلف نے پینتالیس خلفاء کے حالات بالاختصار تحریر کیے ہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سرفہرست آپ کے صاحبزادگان کے اسمائے گرامی آتے ہیں جنکی بدولت برصغیر پاک و ہند اور دُنیا کے دیگر علاقوں میں سلسلۂ عالیہ کی ترویج و اشاعت ہوئی اگرچہ آپ کے صاحبزادگان کی تعداد سات تھی مگر تین صاحبزادے جناب شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اوائل عمر ہی میں فوت ہو گئے اور آپ کے صاحبزادے

حضرت محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کم عمر تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے جنہوں نے آپ سے اکتساب فیض کیا وہ حضرت خواجہ محمد صادق، حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ ذیل کی سطور میں پیش خدمت ہے۔

حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ جناب مجدد کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے بچپن ہی سے ولایت کے آثار آپ کے چہرے سے ہویدا تھے۔ صِغر سنی ہی میں آپ نے منازلِ سلوک میں وہ کمال حاصل فرما لیا جو کہ بڑے عمر رسیدہ سالکوں کو میسّر نہ آسکے۔ آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات ظاہری و باطنی سے مکمل طور پر بہرہ ور تھے علومِ عقلیہ اور نقلیہ پر دسترس حاصل تھی اگرچہ آپ نے چوبیس سال عمر پائی۔ مگر درس وتدریس سے طالبانِ راہِ اسلام کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرماتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس فرزند ارجمند کی ولایت سے متعلق رقمطراز ہیں:

> استفادہ کہ این حقیر از اں ولائت نمودہ است از راہ جمالِ آن ولایت
> است و استفادہ فرزندی اعظمی علیہ الرحمۃ از راہِ تفصیل آں ولایت[12]۔

تذکرہ مجدد الف ثانی کے مطابق آپ کا وصال سرہند شریف میں عارضہ طاعون سے ۹/ربیع الاول ۱۰۲۵ھ بروز دوشنبہ واقع ہوا[13]۔

امام ربانی کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے بزرگوار (برادر) کی طرح تقوٰی و ورع اور سلوک میں اعلیٰ استعداد کے حامل تھے ملّا طاہر لاہوری جیسے یکتائے روزگار عالم دین سے علومِ عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ حاصل فرمائی اور اٹھارہ سال کی عمر میں معقول ومنقول کی کُتب کا درس دینے کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ آپ انتہائی دقیق مسائل کو چند لمحات میں حل فرما کر علمائے وقت کو قوتِ علمی سے ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ صاحب زبدۃ المقامات اور مکتوبات امام ربانی میں مجدد صاحب دونوں صاحبزادوں خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق فرماتے ہیں۔

> حق تعالیٰ بمحض کرم این دو برادرِ برخوردار را نائب جناب آں برادرِ بزرگوار ساخت[14]۔
>
> حق تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان دونوں بھائیوں کو اپنے بڑے بھائی

کا قائم مقام بنادیا۔

''تجلیات امام ربانی'' کے مطابق خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۲۷ رجمادی الاخری ۱۰۷۰ھ میں ہوا [۱۵]۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ استعداد علمی و باطنی میں یکتائے روزگار تھے آپ کے ہمعصر علماء آپ کی استعداد کے معترف تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف اور اسرار و رموز کے وارث تھے آپ سولہ سال کی عمر میں تحصیل سے فارغ ہو کر باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے اور والدِ بزرگوار سے احوال و اسرار میں بہرۂ وافر حاصل کیا اور مجدد صاحب نے آپ کو درجہ قطبیت پر فائز فرمادیا۔ حضرت محمد ہاشم کشمی حضرت مجدد کی بشارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تو قطبِ وقت خویش میشوی [۱۶]

مجدد صاحب کے فرمان کو صاحب زبدۃ المقامات نقل کرتے ہیں جس سے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو ولایت خاصہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار بیان فرمایا گیا۔

> از فرزندی محمد معصوم چہ نویسد کہ وی بالذات قابل ایں دولت است یعنی ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ [۱۷]
>
> اپنے فرزند محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کیا لکھوں وہ تو بالذات اس وقت اس دولت یعنی ولایت خاصہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی استعداد رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا اور آج بھی لاکھوں فرزندانِ توحید آپ کے وسیلہ سے سلسلہ مجددیہ سے منسلک ہیں اور بالواسطہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کر رہے ہیں جناب محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ میں وصال فرمایا۔

الختصر حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ تینوں صاحبزادے منبعِ فیوض و برکات تھے آج بھی برصغیر پاک و ہند اور دیگر ممالکِ عالم میں علم و عرفان کے سوتے انہی کے فیوض و برکات کا پرتو ہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کی استعداد باطنی سے متعلق مرشد پاک حضرت امام ربانی

رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

> فرزندان آن شیخ کہ اطفال اندر اسرارِ الٰہی اند استعداد ہائی عجب دارند
> بالجملہ شجرہ طیّبہ اند انبتہا اللہ نباتاً حسناً[١٨]۔
>
> اس شیخ کے فرزند جو ابھی بچے ہیں اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں قصہ مختصر یہ کہ
> شجرہ طیّبہ میں اللہ تعالیٰ انہیں بخیر و خوبی پروان چڑھائے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے طفیل خاندان مغلیہ کے حکمران کو دینی خدمت انجام دینے کا شرف حاصل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھا اور دیگر امراء بھی اسی خانوادۂ مبارک سے عقیدت رکھتے تھے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اولوالعزم خلفاء کے علاوہ آپ کے ہزاروں خلفائے کرام نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت فرمائی آپ کے تمام خلفاء کے اسمائے گرامی کو ورطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ (ان میں سے جناب بدر الدین سرہندی، خواجہ عبید اللہ، شیخ بدیع الدین سہارن پوری، شیخ حسن برکی، شیخ حمید بنگالی، حاجی خضر خان افغان، شیخ طاہر لاہوری، خواجہ عبداللہ عرف خواجہ خورد، مولانا عبدالغفور سمرقندی، مولانا قاسم علی، خواجہ محمد اشرف کابلی، مولانا محمد صالح کولابی، مولانا محمد صدیق کشمی، خواجہ محمد نعمان بدخشی، شیخ مزمّل، حافظ محمود لاہوری، شیخ نور محمد پٹنی، مولانا یوسف سمرقندی) کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم خدمت شریعت و طریقت کی حدود کا تعین ہے آپ نے شریعت و طریقت کی حدود کا تعین فرمایا اور صحیح طریقۂ تصوف رائج فرمایا اور یہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ ہے جس میں شریعت کی پابندی اور اس سلسلہ کو رائج کرنے کا سہرا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے چونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید باصفا تھے اس لیے آپ نے برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی...... ہزاروں مرید بنے اور برصغیر میں پھیلے تو وہی طریقہ اور نظریات پھیلانے والے بنے جس کی تعلیم آپ نے دی تھی۔ یہ آپ کی بہت بڑی خدمت تھی کہ آپ نے صحیح طریقہ تصوف سے روشناس کرایا اور شریعت کی پابندی پر زور دیا۔ ''رودِ کوثر'' کے مولف رقمطراز ہیں:

> اس طریقے کے تمام اصل اور فروع میں اتباعِ سنت اور اجتناب بدعت

بدرجۂ کمال ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لباس مشروط ہے انہی کی معاشرت ویسے ہی اذکار واشغال وہی محاسبۂ نفس اور ہر دم کی حضوری، وہی آدابِ شیخ، ویسے ہی کم ریاضتی اور فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالاتِ نبوت کی بھی تعلیم ہے اس سلسلے میں نہ چلہ کشی کی ضرورت ہے نہ ذکرِ بالجہر کی اجازت، نہ سماع بالمزامیر، نہ ہجومِ عورات، نہ سجدۂ تعظیمی، نہ توحید وجودی، نہ دعوائے انا الحق[۱۹]۔

خود مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ بدیع الدین علیہ الرحمۃ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> بالجملہ کمالاتِ صوری ومعنوی نزدِ این بزرگواران منحصر در کمالاتِ شرعیہ است وعلوم ومعارف الٰہیہ مقصود بر عقائدِ کلامیہ کہ بہ رائی اہلسنت بہ ثبوت پیوستہ است ہزاران شہود ومشاہدات را بیک مسئلہ بیچونی، وبچگونی حق جل وعلا کہ از مسائل کلامیہ است برابر نمی انداز ند واحوال ومواجید تجلیات وظہورات را کہ بخلاف حکمی از احکام شرعیہ ظاہر گردند بہ نیم جو نمی خرند آن ظہور را از مظانِ استدراج می شمرند[۲۰]۔

بزرگوں کے نزدیک تمام ظاہری اور باطنی کمالات کا انحصار کمالاتِ شرعیہ پر ہے علوم ومعارف الٰہیہ کا دار ومدار عقائدِ کلامیہ پر ہے جو اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک ثابت شدہ ہیں اکابر اہلِ سنت ہزاروں شہود ومشاہدات کو عقاید کلامیہ میں سے اللہ تعالیٰ کی بیچونی وبچگونی کے مسئلے کے برابر بھی نہیں جانتے اور احوال ومواجید اور تجلیات وظہورات کو جو شرعی حکم کے خلاف ہوں، ایک دانہ جو کے برابر وقعت دے کر بھی خریدنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ وہ ایسے ظہورات کو استدراج سمجھتے ہیں۔

جناب مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ طریقت وحقیقت کو ایک ہی شجر کے برگ وبار تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> طریقت وحقیقت کہ صوفیہ بآں ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند[۲۱]۔

شریعت وطریقت سے سرِ موانحراف کو مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ روا نہیں گردانتے اور شریعت کے مخالف استدلال وکشف کو مردود تصور کرتے ہیں فرماتے ہیں:

> طریقت وشریعت عینِ یکدیگراند سرموی ازمخالفت درمیان ایشاں واقع نیست فرقِ اجمال وتفصیل است واستدلال وکشف ہرچہ مخالفِ شریعت است مردود است[۲۲]۔
>
> طریقت وشریعت ایک دوسرے کا عین ہیں اور ان کے درمیان سرِ مُواختلاف نہیں فرق صرف اجمال وتفصیل کا ہے اور وہ استدلال اور کشف جو شریعت کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔

بعض لوگ شریعت کو محض پوست تصور کرتے ہیں اور حقیقت کو مغز خیال کرتے ہیں اور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسے افراد کو حقیقت سے بعید خیالات کا حامل گردانتے ہوئے فرماتے ہیں:

> شریعت را پوست خیال میکنند وحقیقت رامغز میدانند نمی دانند کہ حقیقتِ معاملہ چیست؟[۲۳]

الغرض مجدد صاحب نے خام صوفیہ کے تصورات کو جن میں شریعت اور طریقت کی حدود میں بُعد پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ باطل قرار دیا۔ ان دونوں کو ایک سلک میں مربوط فرمایا اور شریعت سے متعلق جتنے ابہام عوام الناس کے ذہنوں میں ڈال دیے گئے تھے ان کو ختم فرمادیا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیاد ان دونوں ستونوں پر استوار فرمائی تاکہ ایوانِ اسلام میں ذرا برابر بھی کجی کا شائبہ باقی نہ رہے اور یہ آپ کی انتہائی اہم خدمت تھی۔

سیّدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے ضمن میں تصورِ وحدت الشہود کا ذکر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیشتر بہت صوفیہ کی فلاسفی وحدت الوجود تھی۔ ابن عربی اس فلسفے کے دینے والے تھے اور وہ تصوف اور فلسفہ یہ ہے کہ کائنات میں سوائے ایک وجود کے کوئی چیز موجود نہیں اور وہ وجود اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ کائنات میں وحدت ہے وحدت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسے سمندر سے لہریں اٹھتی ہیں ان کا وجود سمندر سے الگ نہیں ہوتا اس لیے جملہ مخلوقات کی مثال اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایسی ہی ہے۔ یہاں پر سوائے ایک وجود کے کوئی وجود نہیں۔ صوفی کو چاہیے کہ سوائے خدا کے

کسی کو نہ دیکھے۔ صوفی فنافی اللہ کے درجہ پر دیکھتا ہے تو خدا نظر آتا ہے تو انا الحق کہتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فلسفہ کو بغائر مشاہدہ کے بعد وحدت الشہود کا تصوّر دیا کہ ساری کائنات خدا نہیں بلکہ مخلوق میں اللہ کا ظہور ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی جلالت نظر آتی ہے۔ اس میں وحدت ہے۔ ساری مخلوق خدا کے عکس کا پرتو ہے اس کے عکس میں وحدت ہے صوفی کو خدا کا نور ہر چیز میں دیکھنا چاہیے۔ یہ جلوہ خدا کی ذات نہیں بلکہ اس جلوہ کا عکس ہے آپ نے انتہائی خوبصورتی سے وحدت الوجود کے تصور کی توجیہ فرما کر یہ ثابت کیا کہ متقدمین اولیائے کرام کا مدّعا اور مقصود وہ نہیں جو متاخرین نے پیش کیا چنانچہ فرماتے ہیں۔

> از صوفیہ علیہ ہر کہ بوحدتِ وجود قائل است و اشیا را عین حق می بیند تعالیٰ وحکم ہمہ اوست می کند مرادش ایں نیست کہ حق اشیاء جلّ وعلا متحدہ اندر تنزیہہ تنزّل نمودہ تشبیہ گشتہ است واجب ممکن شدہ بیچوں بچوں آمدہ کہ ایں ہمہ کفر و الحاد است وضلالت و زندقہ ...... بلکہ معنیٰ ہمہ اوست آنست کہ ایشاں نیستند و موجود اوست تعالیٰ وتقدس[۲۴]۔

> محترم صوفیائے کرام میں سے جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور ہمہ اوست کہنے والے ہیں اس سے مُراد ان کی ہرگز نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ جلّ وعلا کے ساتھ بالکل متحد ہیں اور معاذ اللہ وہ مرتبہ تنزیہہ سے اتر کر دائرہ تشبیہ میں آ گیا ہے اور جو واجب تھا وہ ممکن بن گیا ہے کہ سب کفر و الحاد ہے اور گمراہی اور زندقہ ہے بلکہ ہمہ اوست کے معنی یہ ہیں کہ سب نیست ہیں اور صرف وہی موجود ہے۔

مجدد صاحب فلسفۂ وحدت الوجود کے سلسلہ میں متقدمین صوفیائے کرام سے متعلق ابہام کو دُور فرماتے ہوئے یہ توجیہ پیش کرتے ہیں کہ ہمہ اوست سے مراد ان حضرات کی رب العزت کے ساتھ اتحاد و حلول نہیں ہے محض ظاہری طور پر ان عبارتوں سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ وہ اتحاد وجودی کے قائل تھے فرماتے ہیں۔

> صوفیہ کہ قائل اند بکلام ہمہ اوست عالم را با حق جلّ وعلا متحد نمیدانند و حلول وسریان اثبات نمیکنند و حملے کہ می نمایند باعتبارِ ظلّیت است نہ باعتبارِ وجودِ تحقق و ہر چند از ظاہر عباراتِ شاں اتحاد وجود متوہم شود امّا حاشا کہ مُرادِ

> شاں آں بود کہ کفر و الحاد است و چوں حمل یکی بر دیگری باعتبار ظہور گشت نہ باعتبارِ وجود معنٰی ہمہ اوست ۲۵۔
>
> جو صوفیائے کرام ہمہ اوست کے قائل ہیں وہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول سریان ثابت نہیں کرتے وہ جو کچھ کہتے ہیں ظلیّت کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ کہ وجود تحقق کے لحاظ سے اگر چہ ان کی عبارت کے ظاہر سے اتحاد وجودی کا شبہہ ہوتا ہے مگر حاشا کہ ان کی وہ مُراد ہو کہ وہ تو کفر والحاد ہے اور چونکہ ان کا کہنا ظہور کے لحاظ سے تھا نہ کہ نفس وجود کے لحاظ سے اس لیے ہمہ اوست کے معنٰی ازاوست ہی ہیں اگر چہ غلبۂ حال میں وہ ہمہ اوست کہہ جاتے ہیں لیکن ان کلمات سے ان کی مراد ہمہ ازاوست ہوتا۔

صوفیائے کرام جو فنا فی اللہ کی منزل پر فائز ہوتے ہیں ان کی زبان سے نکلے ہوئے بعض کلمات سے بعض حضرات کو وحدت الوجود اور حلول کا احتمال ہوا۔ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان صوفیائے کرام کے فنا فی اللہ کی منزل پر فائز ہونے اور ان کلمات کی ادائیگی کو جذبۂ محبت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ محبّ کی نظر میں بجز محبوب کچھ نظر نہیں آتا۔ اور وہ سوائے خدا کی ذات کے کسی چیز کو نہیں دیکھتے، فرماتے ہیں:

> دیگر را منشاء این احکام غلبۂ محبت است کو بواسطۂ استیلاءِ حُبِ محبوب غیر محبوب از نظر محبّ می خیزد و جز محبوب ہیچ نمی بیند نہ آنکہ در نفس الامر غیر محبوب ہیچ نیست کہ آں مخالفِ حس و عقل و شرع است۔ ۲۶
>
> بعض دوسروں سے یہ باتیں غلبۂ محبت کی وجہ سے سرزد ہوئی ہیں کیونکہ محبت کا غلبہ محبّ کی نظر سے ماسوائے محبوب کے محو کر دیتا ہے نہ یہ کہ فی الواقع سوائے محبوب کے اور کچھ ہوتا ہی نہیں کیونکہ یہ تو عقل و شرع اور محسوسات کے خلاف ہے۔

بہر طور حضرت مجدد نے ان تمام ابہام کو عوام الناس کے دلوں سے ختم کر دیا جو اولیائے متقدمین سے

متعلق ان کے ذہنوں میں موجود تھے اور وحدت الشہود کے ذریعے سے تمام امکانی خدشات کا قلع قمع فرما دیا اور یہ آپ کی عظیم خدمت تھی۔

المختصر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان خدمات کا ثمرہ ہی ہے کہ آپ کے مسلک کی ترویج و اشاعت میں برصغیر پاک و ہند کے اولیائے کرام نے حصّہ لیا۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّد جماعت علی شاہ اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاً عظام نے ان کے مشن کو جاری رکھا اور بحمد اللہ آج بھی تعلیماتِ مجددی لوگوں کے زنگ آلود ذہنوں کے لیے صیقل کا سامان فراہم کر رہی ہیں۔

انبیاء کو محض بشر سمجھنے والے کمالاتِ نبوت کے منکر ہو جاتے ہیں:

> بساست کہ جاہلان از کمال جہل نفسِ مطمئنہ را باماّرگی تصور میکنند و واحکام امارگی بر مطمئنہ اجرامی نمایند چنانکہ کفار انبیاء علیہ الصّلوات والتسلیمات را در رنگ سائر بشر دانستہ از کمالاتِ نبوت انکار نمودہ اند اَعَاذَنَا اللّٰہ ُسُبحَانہ عن انکار ھٰؤلاء الاکابر۔ (دفتر اوّل مکتوب نمبر ۱۰۱/ حصہ دوم صفحہ ۱۰۲)

ترجمہ: بسا اوقات جاہل لوگ کمالِ جہالت سے نفس مطمئنہ کو امّارہ تصور کرتے ہیں اور امّارہ کے احکامِ مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں جس طرح کفار نے انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالاتِ نبوت کے منکر ہو گئے اللہ تعالیٰ ان اکابر بزرگانِ دین کے انکار سے محفوظ رکھے۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب ۸۱
۲......منتخب التواریخ، ص۔ ۳۲۲
۳......منتخب التواریخ، ص۔ ۲۶۱
۴......منتخب التواریخ، ص۔ ۲۷۳

۵ .... منتخب التواریخ، ص۔ ۲۷۳

۶ ... منتخب التواریخ، ص۔ ۲۵۹

۷ منتخب التواریخ، ص۔ ۳۶۲

۸ منتخب التواریخ، ص۔ ۳۶۲

۹ .... مکتوبات شریف، دفتر اوّل، حصہ دوم، مکتوب ۶۵، ص۔ ۴۵

۱۰ .... مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۹۲، ص۔ ۱۶۲

۱۱ ... مکتوبات دفتر، اوّل حصہ سوم مکتوب ۲۱۳، ص۔ ۱۱۶

۱۲ ..... مکتوبات شریف، دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب ۳۱۱، ص۔ ۱۶۲

۱۳ ...... تذکرہ مجدد الف ثانی، ص۔ ۳۰۸

۱۴ ...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۱۰، مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۳۱۱، ص۔ ۱۶۲

۱۵ ...... تجلیات امام ربانی، ص۔ ۱۲۸

۱۶ ...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۱۷

۱۷ ...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۱۶

۱۸ ...... کلیات باقی، ص۔ ۱۳۰

۱۹ ...... رودِ کوثر، ص۔ ۱۷۸

۲۰ ...... مکتوبات شریف، دفتر اوّل حصہ پنجم مکتوب ۲۷۶، ص۔ ۲۸

۲۱ ...... مکتوبات شریف، دفتر اوّل حصہ اوّل، مکتوب ۳۶، ص۔ ۹۸

۲۲ ...... مکتوبات شریف، دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب ۴۳، ص۔ ۹

۲۳ ...... مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۴۰، ص۔ ۱۰۴

۲۴ ...... مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۴۴، ص۔ ۸۱ بحوالہ تذکرہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ ...... مکتوبات شریف مکتوب ۸۹ دفتر سوم، ص۔ ۱۵۷

۲۶ ...... مکتوبات شریف دفتر اوّل مکتوب ۳۱، ص۔ ۸۵

☆ .... ☆ ..... ☆

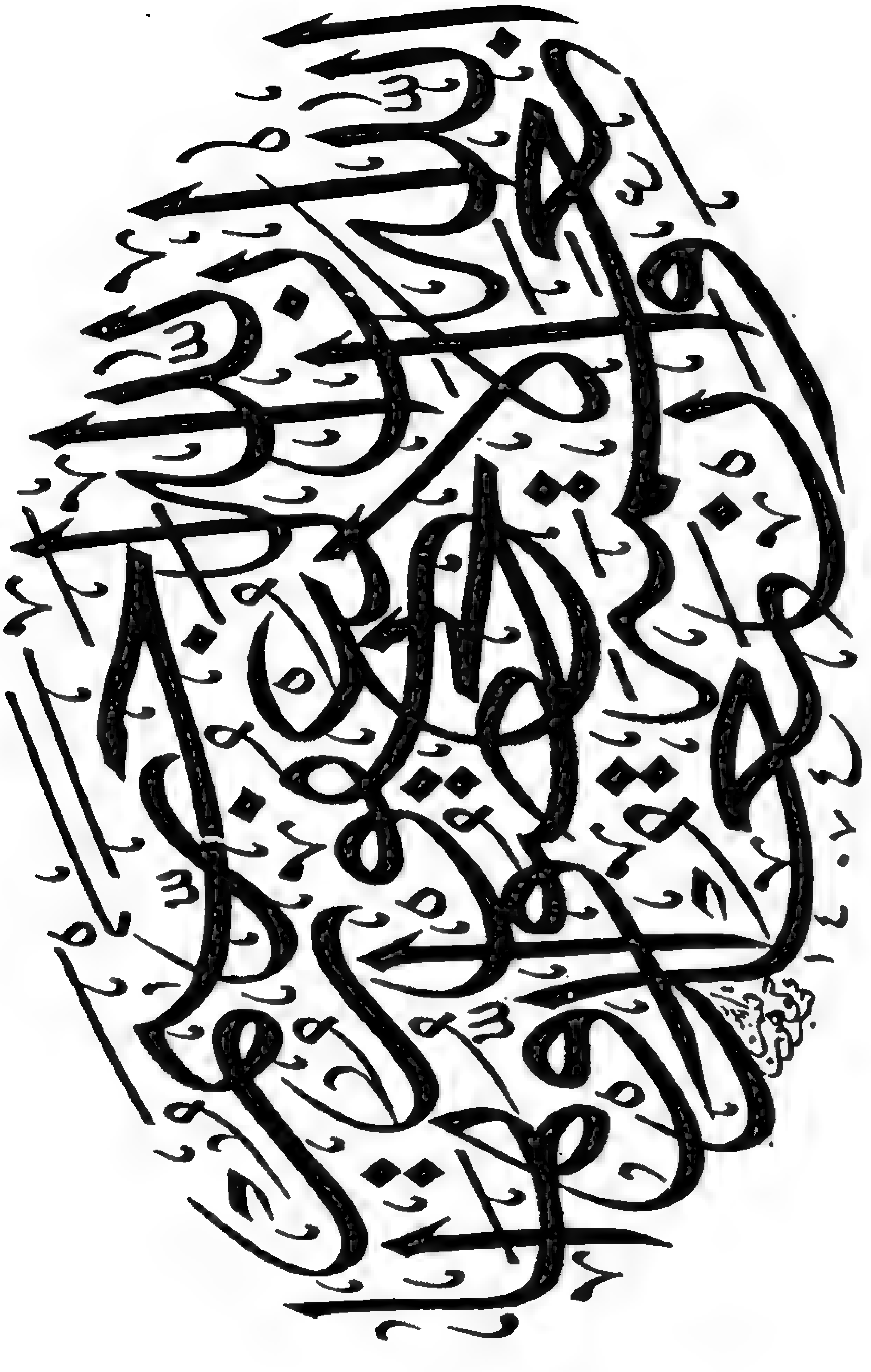

١٢٦٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ دوم

تری آنکھیں رموزِ دین مصطفوی سے واقف ہیں
ترے دل میں چھپے ہیں سیکڑوں اسرارِ ربانی
(مصطفیٰ)

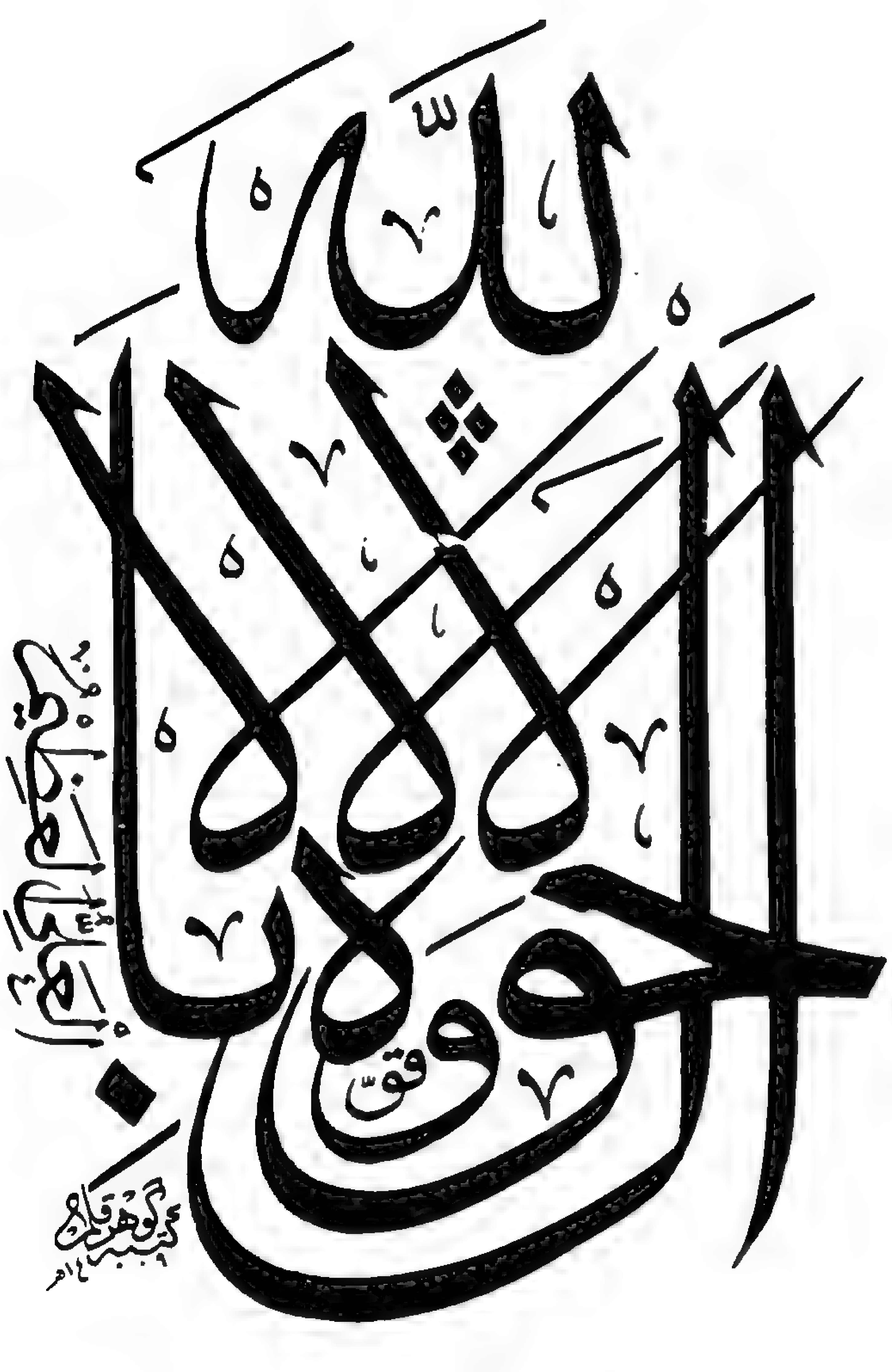
لا حول ولا قوة إلا بالله
العلي العظيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

رسالۂ اثباتِ نبوت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(ترجمہ)

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی، ڈی۔ لٹ)

☆

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ اور ان پر کتاب نازل کی اور اس کے لیے کجی نہیں بنائی۔ سیدھا ہے تا کہ اپنے شدید عذاب سے ڈرائے۔ اور مومنین کو بشارت دے کہ جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیے اچھا بدلہ ہے پس اس کے ذریعے اپنے بندوں کے لیے ان کے دین کو کامل کر دیا۔ اور ان پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ان کے لیے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ اور آپ ﷺ پر انبیاء و رسل کا خاتمہ کر دیا۔ جو مخلوقات کی طرف واضح آیات اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔ تا کہ وہ اپنے آپ کو ان انبیاء کے بالکل حوالے کر دیں، جس طرح اندھے اپنے آپ کو رہنماؤں کے اور متحیر مریض اپنے آپ کو مشفق اطبا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور ان سے وہ فوائد و منافع حاصل کرتے ہیں جن سے عقل قاصر ہے۔

اور آپ ﷺ کو تمام انبیاء سے افضل اور تمام رسولوں سے معزز اور ملت کے اعتبار سے سبھوں سے معتدل اور دین و شرع کے اعتبار سے سب سے زیادہ درست بنایا وہ جن کے اعتدالِ حال اور مرتبۂ کمال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے قول مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کے ذریعہ خبر دی ہے محمد ﷺ ہیں جو تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تا کہ ان سبھوں کو اللہ کی تنزیہ اور توحید

کی دعوت دیں۔ انہیں ان کی قوتِ علمیہ وعملیہ میں کامل کریں۔ اوران کے بیمار دلوں کا علاج کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور تمام انبیاء پر رحمت کاملہ نازل فرمائے جس کے آپ اہل ہیں۔ اور آپ ﷺ کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر جو کہ ہدایت کے ستارے ہیں اور تاریکی کے چراغ ہیں۔ جب تک کہ روشنی اور تاریکیاں ایک دوسرے کے بعد آئیں۔ اور بہت زیادہ سلامتی نازل فرمائے۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے اللہ جو ولی اور مددگار ہے اس کی رحمت کا محتاج احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین (اللہ سبحانہٗ انہیں نامناسب اور عیب دار کرنے والے امور سے محفوظ رکھے) کہتا ہے کہ جب میں نے اس زمانے میں لوگوں کے اعتقاد میں اصل نبوت کے متعلق فتور دیکھا پھر ایک شخص معین کی نبوت کے ثبوت اور تحقق میں اور نبوت کے مشروع کردہ امور میں (فتور دیکھا) اور لوگوں میں اس کا شائع ہونا متحقق ہو گیا۔ یہاں تک کہ شرائع کی پیروی اور رسولوں پر یقین میں پختہ ہونے کی وجہ سے ہمارے زمانے کے بعض جابروں نے بہت سے علماء کو مختلف سختیاں اور ایذائیں پہنچائیں جن کا ذکر مناسب نہیں۔ بہت سے علمائے اہل اسلام قتل کر دیے گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس مجلس میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی گئی اور جس کا یہ اسم شریف رکھا گیا تھا اس کے نام کو بدل کر دوسرا نام رکھا گیا۔ گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ حالانکہ یہ ہندوستان میں بڑے شعائر اسلام میں سے ہے۔ مساجد اور مسلمانوں کے مقابر ویران کر دیے گئے۔ کفار کی عبادت گاہوں اور ان کے رسوم وعبادات کے دنوں کی تعظیم کی گئی۔

مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر اور اس کی علامتیں باطل قرار دی گئیں اور کفار کے رسوم اور ان کے ادیان باطلہ رائج کیے گئے حتیٰ کہ کفارِ ہند کے احکام ظاہر کیے گئے اور اسے ان کی زبان سے فارسی زبان کی طرف منتقل کیا گیا۔ تاکہ اسلام کے سارے آثار مٹا دیں اور میں نے جان لیا کہ شک اور انکار کا مرض وسیع ہو گیا ہے یہاں تک کہ علاج کرنے والے بھی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں اور مخلوق ہلاکت کے قریب ہو گئی ہے نیز میں نے لوگوں کے افراد کے عقیدے کی تلاش کی اور ان سے ان کے شبہات دریافت کیے اور ان کے رازہائے درون اور عقائد کی کرید کی تو ان کے فتور اعتقاد اور ضعفِ ایمان کا کوئی سبب‘ عہد نبوت کی ڈوری‘ علمِ فلسفہ کی مشغولیت اور حکمائے ہند کی کتابوں کے سوا کوئی...... نہ پایا اور میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا جنھوں نے علمِ فلسفہ پڑھا تھا اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل وفضیلت کے مدعی

ہو گئے تھے اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اصل نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص کے لیے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہوئے اور یہاں تک کہنے لگے کہ نبوت کا حاصل حکمت اور مصلحت ہے۔ خلق کے ظاہری حالات کی اصلاح ہے اور عوام کو شہوات میں آزادروی، باہمی نزاع اور اختلاف سے محفوظ رکھنا ہے۔

اور اس کو نجاتِ اخرویہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کا تعلق صرف تہذیب اخلاق اور قلبی اعمال کے ان فضائل کی تحصیل سے ہے جنہیں حکماء نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور اس کو کما حقہ بیان کیا ہے پھر اپنے قول کی تائید میں یہ بات پیش کی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' کو چار چار حصوں میں تقسیم کیا اور منجیات کی چوتھائی کو عبادات کی چوتھائی کا قسیم بنایا۔ مثلاً نماز روزہ وغیرہ جو کہ فقہ کی کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ حکماء کے موافق ہے۔

اور یہ کہ عباداتِ بدنیہ ان کے نزدیک نجات دلانے والے نہیں ہیں۔ جس طرح کہ حکماء کے نزدیک نجات دلانے والے نہیں ہیں۔ پھر کہا کہ جس شخص کو نبی کی دعوت پہنچی لیکن اس کے نزدیک، بُعد عہد اور ان کے آیات و معجزات کے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے نبی کی نبوت ثابت نہ ہو تو اس کا حکم ان کے نزدیک پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے کا ہے جس کو دعوت نہ پہنچی ہو اور فرق ان دونوں کے درمیان حکم میں ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ حکمتِ ازلیہ اور عنایت الٰہیہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی مقتضی ہے تاکہ نفوسِ بشریہ کی تکمیل اور قلبی امراض کا علاج کریں اور یہ اس کے بغیر میسر نہیں ہوسکتا کہ وہ نافرمانوں کو ڈرانے والے اور فرمانبرداروں کو خوش خبری سنانے والے ہوں اور اخروی عذاب و ثواب کی خبر دینے والے ہوں۔ اس لیے کہ ہر شخص پر مرغوبات کی طرف شوق کا غلبہ اور تسلط ہوتا ہے پس وہ معاصی اور رذائل اعمال کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔ اور ان کی تکمیل دارین میں نجات و سعادت کا سبب ہوتی ہے۔ بلکہ نجات اُخروی اور سعادت ابدی ہی بعثت سے مطلوب ہے اس لیے کہ دنیا کی پونجی کم ہے۔ لیکن جہاں تک حکماء کا تعلق ہے انہوں نے جب اپنے باطل امور کو رائج کرنا چاہا تو اس کے ساتھ ان چیزوں کی آمیزش کردی جو کہ انہوں نے انبیاء پر نازل شدہ کتابوں سے اور ان کے اقوال اور ان کے کامل متبعین کے اقوال سے چرائی تھیں یعنی تہذیب اخلاق کا بیان، اور ان اعمالِ صالحہ کی تحصیل جو کہ باطن سے متعلق ہیں اور ان لوگوں نے اس کو ایک مستقل علم کی صورت میں تدوین کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ اور امام محقق حجۃ الاسلام نے تو اس کو صرف عبادات کا قسیم بنایا ہے۔ اس لیے کہ فقہا نے اس کو کتب فقہ میں صرف تبعاً اور ضمنی طور پر بیان کیا ہے اور جیسا

کہ بیان کرنا چاہیے تھا۔ ویسا بیان نہیں کیا۔ اس لیے کہ ان کی اصلی غرض ظاہر اعمال سے متعلق ہے اور یہ لوگ ظاہر پر حکم لگاتے ہیں۔ یہ لوگ قلوب اور باطن کو چیر کر نہیں دیکھتے۔ بلکہ اس کو علمائے طریقت اور سلوک نے بیان کیا ہے اس لیے امام غزالی نے اس شریعت کو جو ظاہر سے متعلق ہے اور طریقت کو جو باطن سے متعلق ہے جمع کر دیا۔ اور اپنی کتاب کو متعلق اور مقصد کے اعتبار سے تقسیم کیا اور اس قسم کا نام منجی ہی رکھا۔ گو عبادات میں بھی انہوں نے ذکر کیا کہ یہ بھی منجی (نجات دلانے والے) ہیں اس لیے کہ عبادات کی ادائیگی سے نجات کا ہونا فقہ سے معلوم ہوا۔ اور اس دوسری قسم کی نجات اس سے معلوم نہیں ہوتی۔ پس غور کرو۔ اور اگر اب بھی تمہیں شک باقی ہو تو ان کے اس کلام میں غور کرو جو میں نے اس رسالے میں بیان کیے ہیں۔ تاکہ تمہیں اس شبہ سے بالکل نجات مل جائے۔ نیز میں کہتا ہوں کہ تم نے جالینوس اور سیبویہ کو نہیں دیکھا۔ پھر کس طرح تم نے جانا کہ جالینوس طبیب تھا اور سیبویہ نحوی تھا۔ اگر تم یہ جواب دو کہ میں نے علمِ طب کی حقیقت معلوم کی اور میں نے اس کی کتابوں اور تصانیف کا مطالعہ کیا اور اس کے اقوال سنے، تو دیکھا کہ وہ امراض کے علاج اور بیماریوں کے ازالے کی خبر دیتے ہیں۔ اس سے مجھے اس کی حالت کا علم ضروری حاصل ہوا۔ اسی طرح میں نے نحو کا علم حاصل کیا اور سیبویہ کی کتابیں دیکھیں اس کے اقوال سنے تو اس سے مجھے علم ضروری حاصل ہوا کہ وہ نحوی ہے اسی طرح میں کہوں گا کہ جب تم نے نبوت کے معنی جان لیے تو قرآن اور احادیث میں بہت زیادہ غور کرو۔ اس سے تمہیں اس کا علم ضروری حاصل ہو جائے گا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز تھے اور زمانے کی دوری اس تصدیق میں مخل نہیں ہے۔ جس طرح سابق تصدیق میں مخل نہیں ہے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کے تمام اقوال و افعال اعمالِ صالحہ و عقائدِ حقہ کے ذریعے قوتِ علمیہ و عملیہ میں نفوسِ بشریہ کی تکمیل کی خبر دیتے ہیں اور بیمار دلوں کے علاج اور اس کی تاریکیوں کے ازالے کی خبر دیتے ہیں اور نبوت کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں باقی رہا پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والا جس کو نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو اور نہ ان کے اقوال سنے ہوں اور نہ ان کے حالات معلوم ہوں تو اس کے لیے ان کی نبوت کی تصدیق ممکن نہیں اور نہ اس کے لیے یہ آسان ہے کہ ان کے بھیجے جانے کا اُسے علم ہو۔ گویا نبی اس کے حق میں مبعوث نہیں کیے گئے۔ اس لیے وہ معذور اور ان پر ایمان لانے کا وہ مکلف نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "ہم عذاب کرنے والے نہیں، یہاں تک کہ ہم رسول نہ بھیجیں" جب میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کے لیے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کر

دے اور ان کے لیے ایسی بات لکھوں جو ان کے شبہہ کو زائل کر دے۔

جب میں نے دیکھا کہ یہ میری ذات پر ایک حق واجب ہے اور ایک لازمی قرض ہے جو بغیر ادائیگی کے ساقط نہیں ہوتا، تو میں نے ایک رسالہ کی تالیف کی۔ اور ایک مقالہ [1] لکھا اصل نبوت کا مطلب ثابت کرنے میں۔ پھر خاتم الرسل (علیہ من الصلوٰۃ افضلہا ومن التحیات اکملہا) کے حق میں اس کے ثبوت اور تحقق کے بیان میں اور منکرین اور اس کی نفی کرنے والوں کے شبہہ کے رد میں اور فلسفہ [2] کی مذمت اور ان کے علوم کی ممارست اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جو ضرر حاصل ہوتا ہے اس کے بیان میں ایک مقالہ دلائل و براہین کے ساتھ لکھا جو میں نے قوم کی کتابوں سے اخذ کیے اور اس پر اضافہ اور الحاق کیا، جو میرے درماندہ دل پر ظاہر ہوا، اللہ ملک جلیل کی مدد سے۔

پس میں کہتا ہوں کہ یہ رسالہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے۔ اور مقدمہ میں دو بحثیں ہیں۔

پہلی بحث نبوت کے معنی کی تحقیق میں

تم جانو کہ نبی متکلمین کے نزدیک وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ ہم نے تم کو فلاں قوم کی طرف یا تمام لوگوں کی طرف بھیجا۔ یا تم ان کو میری طرف سے پہنچا دو۔ یا اسی قسم کے الفاظ ہوں جو اس معنی کا فائدہ دیتے ہوں مثلاً یہ کہ ”میں نے تم کو ان لوگوں کی طرف بھیجا“ اور ”ان کو خبر دیدو“ اور اس ارسال میں کوئی شرط اور نہ ذاتی استعداد کی شرط ہے جیسا کہ حکما کا گمان ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اختیار کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ وہم نہ ہو کہ متکلمین نے نبی کے لیے معجزہ کی بھی شرط قرار دی ہے اور اس کو نبی کے خواص میں سے شمار کیا ہے کہ جن کے ذریعے وہ غیر سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک معجزہ نبی ہونے کے علم کے لیے شرط ہے نہ کہ نبی ہونے کے لیے۔ اور امتیاز سے مراد امتیازِ علمی ہے امتیازِ ذاتی نہیں۔ پس سمجھو۔

اور جہاں تک فلاسفہ کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے جس میں تین خواص جمع ہوں جن کے ذریعے وہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔

(۱) ان میں ایک یہ ہے کہ اس کو ہونے والے اور گزرے ہوئے غیبی امور کی اطلاع ہو۔ اور مستقبل کی بھی اطلاع ہو۔ ہم کہیں گے کہ اس پر ہم اور تم دونوں متفق ہیں، کہ نبی پر یہ واجب نہیں کہ وہ تمام مغیبات سے واقف ہو۔ اور بعض مغیبات سے واقف ہونا نبی کے ساتھ مخصوص نہیں' جیسا کہ تم ریاضت کرنے والوں' مریضوں اور سونے والوں کے لیے جائز قرار دیتے ہو، تو اس صورت میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ میں کہتا ہوں کہ شاید ان کی مراد یہ ہو کہ اکثر مغیبات سے واقف ہو جس کا علم عادۃً نہ ہوتا ہو۔ اور خارقِ عادت ہو۔ اور یہ مجہول نہیں بلکہ عادۃً اور عرفاً معلوم ہے۔

باقی رہا غیب سے مطلع ہو جانا' اور ایک یا دو بار بغیر تکرار کے خبر دینا جو کہ حدِ اعجاز کو پہنچ جائے تو یہ خارق عادت نہیں۔ پس اس صورت میں نبی غیر نبی سے ممتاز ہوگا۔ پس سمجھو۔

تم جان لو کہ متکلمین بھی اس بات کے معترف ہیں کہ انبیاء غیب کو اللہ تعالیٰ کے بتانے کی وجہ سے جانتے ہیں لیکن اس کو شرط قرار دینا باطل ہے۔ اسی طرح وہ سبب بھی قابل ردّ ہے جو فلاسفہ نے اطلاع کے لیے بیان کیا ہے۔ یہ اہل اسلام کے اصول کے مناسب نہیں ہے۔ ایک چیز باقی رہی وہ یہ کہ اس تقدیر پر مغیبات سے واقف ہونا دوسری خاصیت میں داخل ہوگا۔ اس لیے کہ وہ ان امورِ عجیبہ میں سے ہے جو کہ عادت کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ان کے علیٰحدہ بیان کرنے کی کوئی مناسب وجہ ظاہر نہیں۔ پس غور کرو۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس سے وہ افعال ظاہر ہوں جو خارقِ عادت ہوں اس وجہ سے کہ عناصر کا ہیولیٰ اُس کے مطیع اور اُس کے تصرفات کے تابع ہوتے ہیں۔ جس طرح بدن اپنے نفس کا تابع ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ بعید نہیں کہ نبی کا نفس اتنا قوی ہو کہ اپنے ارادے اور تصرفات کے مطابق ہیولیٰ عنصریہ میں مؤثر ہوں۔ یہاں تک کہ اس کے ارادے سے زمین میں ہوائیں' زلزلے' آتش زدگی' غرقابی' ظالموں کی ہلاکت، فاسد ابدان کی تباہی ظاہر ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اجسام میں نفوس کی تاثیر پر مبنی ہے۔ اور اپنے مقام پر یہ بیان ہو چکا ہے کہ وجود میں اللہ کے سوا کوئی مؤثر

نہیں۔ علاوہ بریں خارق عادت عجیب امور کا ظاہر ہونا نبی کے ساتھ مخصوص نہیں جیسا کہ تم نے اس کا اعتراف کیا ہے تو پھر غیر نبی سے نبی کس طرح ممتاز ہوسکتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فلاسفہ اگرچہ غیر انبیاء کے لیے بھی عجیب امور کے ظاہر ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے مکرر ہونے کو اور خارق عادت کے حدِ اعجاز تک پہنچنے کو جائز نہیں قرار دیتے جیسا کہ ان کی عبارتوں سے سمجھ میں آتا ہے تو اس وقت نبی اور غیر نبی کی تمیز ہو جائے گی۔ کہ نبی سے وہ عجیب امور ظاہر ہوں گے جو خارق عادت ہوں اور یہ امور غیر نبی سے ظاہر نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے زیادہ باخبر ہے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ فرشتے کو محسوس صورتوں میں دیکھے اور اس کے کلام کو سنے جبکہ اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ ان کے مذہب اور اعتقاد کے موافق نہیں ہے۔ بلکہ یہ لوگوں پر ان کے اعتقادات کو مشتبہ کر دینا اور اس کی برائی پر ایسی عبارت کے ذریعے پردہ ڈالنا ہے جس کے معنی کے وہ خود قائل نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے قائل نہیں ہیں کہ فرشتے نظر آتے ہیں بلکہ ملائکہ ان کے نزدیک یا تو نفوس ہیں جو اپنی ذات کے اعتبار سے مجرّد ہیں اجرام افلاک کے ساتھ متعلق ہیں یا ذاتاً وفعلاً عقول مجردہ ہیں۔ اور انہیں ملاءِ اعلیٰ کہا جاتا ہے۔ اور ان کا کلام نہیں سنا جاتا اس لیے کہ یہ اجسام کے خواص میں سے ہے۔ اس بنا پر کہ حروف واصوات ان کے نزدیک وہ امور ہیں جو متموج ہوا کو عارض ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شاید فلاسفہ نے مجردات کے نظر آنے اور ان کا کلام سننے کو ناممکن قرار دیا ہے جبکہ وہ کسی صورت میں اور کسی جسم کے ساتھ نہ ہوں۔

اور چونکہ یہ جائز ہے کہ وہ صورتوں میں متمثل ہوں اور اجسام کے ساتھ ظاہر ہوں تو اس صورت میں دیکھنے کا تعلق ان سے ہو جائے گا۔ اور اُن کے کلام کا سننا بھی ممکن ہوگا۔ کیونکہ ہر مرتبہ کے لیے ایک حکم ہے

جواز اور عدم جواز کے اعتبار سے۔ اور جب یہ اپنے مراتب عالیہ سے اتر آئے اور تنزل کا لباس پہن لیا تو انہوں نے اس مرتبہ کے احکام کو اختیار کرلیا۔ اور اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ پس سمجھو۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

دوسری بحث معجزہ میں

معجزہ سے ہمارے نزدیک مراد وہ چیز ہے جس سے اس شخص کی صداقت کا اظہار مقصود ہو جو اس کا دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اور اس کے چند شرائط ہیں۔

(ا)...... یہ کہ اللہ کا فعل ہو' کیونکہ تصدیق اس کی جانب سے ہوتی ہے۔

(ب)...... یہ کہ خارقِ عادت ہو۔ کیونکہ جو چیز معتاد ہے۔ مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا۔ اور ہر بہار میں پھولوں کا ظاہر ہونا یہ صدق پر دلالت نہیں کرتے جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔

(ج)...... یہ کہ اس کا معارضہ دشوار ہو۔ اس لیے کہ یہی اعجاز کی حقیقت ہے۔

(د)...... یہ کہ مدعی نبوت کے ہاتھوں ظاہر ہو تاکہ معلوم ہو کہ یہ اس کی تصدیق ہے۔

(ہ)...... یہ کہ دعوے کے موافق ہو چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں لیکن اس نے کوئی دوسرا کام خارقِ عادت کیا مثلاً پہاڑ کا لٹکانا۔ تو وہ اس کے صدق پر دلالت نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمنزلہ تصدیق کے نہیں ہے۔

(و)...... یہ کہ جس کے معجزہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور معجزے کے طور پر پیش کیا ہو وہ اس کو جھٹلانے والا نہ ہو۔ چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ یہ سوسمار (گوہ) بولے گا اور وہ سوسمار کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس سے اس کا سچا ہونا معلوم نہ ہوگا بلکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اعتقاد اور بڑھ جائے گا۔ اس لیے کہ نفس خارق ہی اس کی تکذیب کرنے والا ہے۔

(ز)...... یہ کہ دعوے پر مقدم نہ ہو۔ اس لیے کہ دعوے سے پہلے تصدیق عقل میں نہیں آتی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارے میں کلام فرمانا۔ اور خشک درخت سے تروتازہ کھجور کا گرنا۔ اور حضرت محمد ﷺ کا پیٹ چاک کرنا۔ اور آپ کے قلب کو دھونا۔ بادل کا سایہ فگن ہونا۔ پتھروں اور ٹیلوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا۔ یہ اس قسم کے امور ہیں جو دعوائے نبوت سے پہلے ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ معجزات نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کرامات ہیں۔ اور اس صورت میں ان چیزوں کو ارہاص یا تاسیسِ نبوت کہتے ہیں۔

اور جو معجزہ کہ دعوے سے متاخر ہو تو یا تو اس کے تاخر کی مدت اتنی تھوڑی ہے کہ اتنا تاخر عادۃً ہوتا ہے تو

ظاہر ہے کہ یہ اس کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کے تاخر کی مدت بہت زیادہ ہے مثلاً یہ کہنا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ فلاں چیز ایک مہینے کے بعد ظاہر ہوگی۔ اور ویسی ہی ظاہر ہوگئی تو اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ وہ معجزہ ہے اور ثبوتِ نبوت کی دلیل ہے۔ لیکن اس کی متابعت کی تکلیف اس وقت تک نہیں دی جائے گی جب تک کہ وہ موعود (جس کا وعدہ کیا گیا ہے) ظاہر نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا معجزہ ہونا معلوم ہو۔ اور یہ اس وقت معلوم ہوگا جبکہ وہ چیز ظاہر ہو جائے جس کا وعدہ کیا ہے۔

باقی رہی مدعی نبوت کے سچے ہونے پر معجزے کی دلالت کی کیفیت تو اس کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دلالت محض دلالتِ عقلی نہیں ہے جس طرح کہ فعل کی دلالت فاعل کے وجود پر ہے۔ اور اس کے محکم اور متیقن ہونے کی دلالت اس پر ہے کہ جس سے یہ صادر ہوا ہے وہ عالم ہے۔ کیونکہ ادلّہءعقلیہ اپنے مدلولات کے ساتھ بذاتِ خود ربط رکھتی ہیں۔ اور یہ فرض کر لینا جائز نہیں کہ وہ اس پر دلالت کرنے والا نہیں۔ حالانکہ معجزہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ آسمانوں کا پھٹنا۔ ستاروں کا جھڑ جانا۔ اور پہاڑوں کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا دنیا کے خاتمہ اور قیامِ قیامت کے وقت وقوع میں آئے گا۔ اور اس وقت میں ارسال نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اولیاء کے ہاتھوں پر کرامات ظاہر ہوتے ہیں بغیر اس کے کہ مدعیِ نبوت کے صدق پر دلالت کرے۔ سید سند نے شرح مواقف میں اسی طرح تحقیق کی ہے۔

اللہ ہی غلطی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اسی کی جانب سے توفیق ملتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تحدّی اور طلب معارضہ کی تصریح اگرچہ جمہور کے نزدیک معجزے کے لیے شرط نہیں ہے لیکن ضمنی طور پر قرائن احوال سے سمجھ میں آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحدّی ان امور میں سے ہے جو معجزے میں سبھوں کے نزدیک لازمی ہے۔ اور اس کے بغیر وہ معجزہ نہیں ہو سکتا پس ایسی باتوں کے متعلق خبر دینا جس کا وقوع دنیا کے خاتمے اور قیامِ قیامت کے وقت ہوگا وہ معجزہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اس صورت میں تحدّی بالکل نہ ہوگی۔ صریحاً اس کا نہ ہونا تو ظاہر ہے اور ضمناً بھی ظاہر ہے کہ اس وقت کسی کا وجود ہی نہ ہوگا کہ اس سے طلبِ معارضہ کا تصور کیا جا سکے۔ اسی طرح وہ کرامتیں جو اولیاء کے ہاتھوں ظاہر ہوتی ہیں وہ بھی معجزہ نہیں۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ نہ تو دعوٰی ہے اور نہ تحدّی۔ پس مدعیِ نبوت کے صدق پر ان خوارق کے دلالت نہ کرنے کے باعث معجزات کا اس دلالت سے خالی ہونا لازم نہیں آتا۔ اور یہی مطلوب ہے۔ پس تم سمجھو۔

پس اگر تم کہو کہ مدعیِ نبوت کے صدق پر معجزے کی دلالت تو اسی سبب سے ہے کہ وہ خارقِ عادت

ہے۔ اور اس دلالت میں معجزے کی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں تو میں کہوں گا کہ بات یہ نہیں ہے جیسا کہ تم نے گمان کیا ہے بلکہ معارضہ کا دشوار ہونا اور دوسروں کا اس کے مثل پیش کرنے پر قادر نہ ہونا۔ اس پر دلالت کرتا ہے جو کہ اعجاز کی حقیقت ہے۔ پس دلالت میں اس کی خصوصیت کو دخل ہوگا۔ بلکہ دلالت میں اسی پر اعتماد ہوگا۔

اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ سید سند شریف نے شرح مواقف میں تصریح کی ہے۔ کہ محض دلیل نقلی متصور نہیں ہے۔ اس لیے کہ مخبر کا صادق ہونا ضروری ہے۔

اور اس کا ثبوت عقل ہی سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ معجزے میں جو صدق پر دلالت کرتا ہے۔ غور کیا جائے تو اس سے سمجھ میں آتا ہے۔ کہ نبی کے صادق ہونے پر معجزے کی دلالت عقلی ہے اور یہاں دلالتِ عقلیہ کی اس سے نفی کی گئی ہے۔ تو یہ تناقض ہی ہے۔ اس لیے کہ ہم کہیں گے کہ اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ صدق پر دلالت کرنے والے معجزہ پر عقلی اعتبار سے نظر کی جائے تا کہ اس سے خبر دینے والے کی سچائی معلوم ہو۔ باقی رہا صدق پر اس کا عقلی یا عادی طور پر یا کسی اور طور پر دلالت کرنا تو یہ اس سے نہیں سمجھ میں آتا' کہ یہ محض دلالت عقلی ہے اور یہاں نفی سے یہی مطلوب ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص اس کا دعوٰی نہیں کرتا کہ عقل کو اس کی دلالت میں بالکل دخل نہیں تا کہ تناقض ہو۔ اور ان کی عبارت میں جو حصر ہے وہ اضافی ہے اور نقل کے اعتبار سے ہے پس غور کرو۔

اور اسی طرح معجزے کی دلالت صدق نبی پر دلالتِ سمعیہ نہیں ہے اور نہ وہ صدق نبی پر اس کے موقوف ہونے کی وجہ سے جاری ہوا ہے۔ بلکہ وہ دلالت عادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت جاری کی ہے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے بعد صدق کا علم پیدا کر دیتا ہے کیونکہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کا ظاہر کرنا اگرچہ عقلاً ممکن ہے لیکن عادۃً اس کا انتفا معلوم ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں۔ پھر پہاڑ لٹک کر آئے اور اس کو لوگوں کے سروں پر لا کھڑا کرے اور کہے کہ اگر تم نے میری تکذیب کی تو پہاڑ تم پر گر جائے گا۔ اور اگر تم میری تصدیق کرو گے تو یہ تم سے دور ہٹ جائے گا۔ اور جب بھی وہ لوگ اس کی تصدیق کا ارادہ کریں تو وہ پہاڑ ان سے دور ہو جائے۔ اور جب وہ لوگ اس کی تکذیب کا ارادہ کریں تو پہاڑ ان کے قریب آ جائے تو اس سے بالبداہتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور عادت اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ جھوٹے سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اور لوگوں نے اس کی مثال بیان کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر کوئی

شخص جم غفیر کی موجودگی میں دعوٰی کرے کہ میں اس بادشاہ کی طرف سے تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں۔ پھر وہ بادشاہ سے کہے کہ اگر میں سچا ہوں تو تو اپنی عادت کے خلاف کر اور اپنی عادی جگہ یعنی تخت سے اٹھ جا اور اس جگہ بیٹھ جا جس کا تو عادی نہیں۔ اور بادشاہ نے ایسا کر دیا تو یہ اس شخص کی صریح گفتگو کی تصدیق کے بمنزلہ ہوگی۔ اور قرینہ حال کی بناء پر کسی شخص کو اس میں شک نہ ہوگا۔ اور یہ غائب کو حاضر پر قیاس کے قبیل میں سے نہیں ہے۔ بلکہ ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ معجزے کا ظاہر ہونا صدق کے علم ضروری ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اس کے لیے اس کا مفید ہونا ضرورتِ عادیہ کی بنا پر معلوم ہے اور یہ مثال سمجھانے کے لیے اور تقریر کی زیادتی کے لیے بیان کی جاتی ہے۔ اور معتزلہ نے کہا کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے اس لیے کہ اس کی قدرت عام ہے لیکن اس کا وقوع اس کی حکمت کی بنا پر ممتنع ہے اس لیے کہ اس صورت میں اس کے سچے ہونے کا وہم پیدا کرنا ہے۔ اور یہ اللہ سبحانہ کی جانب سے ایک قبیح بات ہے چنانچہ اس کا صدور اللہ تعالیٰ سے دیگر قبائح کی طرح ممتنع ہے۔ شیخ اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ کا پیدا کرنا فی نفسہٖ قدرت میں داخل نہیں۔ اس لیے کہ معجزہ صدق پر قطعاً دلالت کرتا ہے۔ اس طور پر کہ صدق کا تخلف اس سے ممتنع ہے چنانچہ اس کی دلالت من وجہ ضروری ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے صحیح دلیل فاسد سے ممتاز ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم اس کی وجہ کو متعین طور پر نہ جانیں۔ پس اگر وہ معجزہ جو جھوٹے کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ صدق پر دلالت کرے تو جھوٹا سچا ہو جائے گا۔ اور یہ محال ہے۔ ورنہ معجزہ اس چیز سے جدا ہو جائے گا جو اس کو لازم ہے یعنی اپنے مدلول پر اس کی قطعی دلالت اور یہ بھی محال ہے۔

اور قاضی نے کہا کہ ظہور معجزہ کا صدق کے ساتھ شامل ہونا امر لازم نہیں ہے یعنی لزوم عقلی نہیں ہے۔ جیسا کہ فعل کا وجود فاعل کے وجود کو شامل ہے۔ بلکہ وہ ایک عادی امر ہے جیسا کہ، جب کہ ہم اس کی عادی جگہ سے اس کے انحراف کو جائز قرار دیں تو معجزے کا صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا جائز ہے۔ اور اس وقت جھوٹے کے ہاتھ پر اس کا ظاہر کرنا جائز ہوگا۔ اس میں کوئی دشواری نہیں۔ بجز اس کے کہ معجزے میں خرق عادت ہوتا ہے۔ اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ جائز ہے لیکن اس کو جائز قرار دیے بغیر اس کا اظہار جھوٹے کے ہاتھ پر جائز نہیں۔ اس لیے کہ جھوٹے کے سچے ہونے کا علم محال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ عادی امور کا ان کی عادی جگہ سے ہٹنے کو مطلقاً جائز قرار دینا اس کو واجب کرتا ہے کہ

معجزے کو نبی کے صدق کے اعتقاد سے خالی کرنا بھی جائز قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ اس کے صدق کا علم معجزے کے بعد عادی ہے اور اس صورت میں صادق کا امتیاز کاذب سے نہیں ہوسکتا۔ اور اثباتِ نبوت کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ اس لیے کہ اس کے ثابت کرنے میں اعتماد اس پر ہے کہ معجزے کے ظاہر ہونے کے وقت نبی کے صادق ہونے کا علم ضروری عادی طور پر حاصل ہو۔ بلکہ لازم آتا ہے کہ معجزہ معجزہ نہ رہے۔ اور یہ کہ اس کی دلالت صدق پر بالکل نہ ہو۔ اس لیے کہ وہ باعتبار اپنے خرقِ عادت کے معجزہ کہا جاتا ہے اور صدق پر دلالت کرتا ہے پس اگر ہم مطلقاً خرقِ عادت کو جائز قرار دیں تو وہ اس صورت میں صدق پر دلالت نہ کرنے کے اعتبار سے امور عادیہ کی طرح ہوں گے۔ مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا۔ پس حق اس مقام میں وہ ہے جو میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ ہم نے خرق عادت کو صرف نبی کے حق میں اعجاز کے طور پر اور ولی کے حق میں کرامت کے طور پر جائز قرار دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کے حصول کا سفسطہ ہر عصر میں اور اس کا تحقق ہر زمانہ میں ہے۔ یہاں تک کہ یہ عادتِ مستمرہ ہوگئی ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں اور اس کا مستبعد ہونا مرتفع ہوگیا۔ باقی رہا اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں تو عادت اپنی حالت پر باقی ہے کہ اس کا استبعاد مرتفع نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی طرف شبہہ راہ پاتا ہے اور نہ اس میں انحراف کبھی جائز ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ وہ پہاڑ جس کو ہم نے پہلے دیکھا ہے اس کا سونے سے بدل جانا جائز قرار دیا جائے۔ اسی طرح سمندر کے پانی کا خون یا تیل ہوجانا۔ یا گھر کے ظروف کا عالم مردوں کی صورت میں تبدیل ہوجانا جائز قرار دیا جائے۔ اور یہ کہ یہ بڈھا بغیر باپ ماں کے دفعۃً پیدا ہوگیا ہے۔ اور یہ کہ جس کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا وہ اس کے علاوہ ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس طور پر کہ وہ معدوم ہوجاتا ہے۔ اور اس کے مثل وجود میں آجاتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے امور معاش و معاد میں جو خبط اور خلل پیدا ہوتا ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ پس اگر اللہ سبحانہٗ جھوٹے کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کردے تو اس معجزے سے اس شخص کے صدق کا اعتقاد عادۃً متخلف نہ ہوگا۔ اور اس کے صدق کا علم عادی اسکو لازم ہے۔ اس لئے کہ عادت بھی حس کی طرح علم کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن کاذب کے صدق کا علم محال ہے۔ نیز معجزہ کا ظاہر کرنا اللہ کی طرف سے کاذب کی تصدیق ہوگی۔ اور کاذب کی تصدیق کذب ہے اور قرآن مجید میں ہے ''اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے جو وہ لوگ کہیں'' باقی جادو وغیرہ تو یہ اس قبیل سے ہے کہ اسباب کے مترتب ہونے پر مسببات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کو خوارق سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اس بنا پر کہ یہ وہم پیدا کرنا اور تخییل ہے۔ اور ایسی حقیقت کا

ظاہر کرنا ہے جو کہ نفس الامر میں محقق نہیں ہے۔ جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا ہے۔

پہلا مقالہ اور اس میں دو مسلک ہیں

پہلا مسلک بعثت اور نبوت کی حقیقت میں اور تمام مخلوقات کے اس کی طرف احتیاج کے بیان میں ہے۔ تم جانو کہ انسان کا جوہر اول فطرت میں سادہ اور خالی پیدا کیا گیا' کہ اسے اللہ کے عوالم کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور عوالم بہت زیادہ ہیں کہ ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تیرے پروردگار کے لشکروں کو وہی جانتا ہے''۔ اور اس کو عوالم کی خبر ادراک کے واسطے سے ہوتی ہے۔ پس ادراکات میں سے ہر ادراک کی تخلیق صرف اس لیے ہوئی کہ اس کے ذریعے سے انسان عالم موجودات سے مطلع ہو اور عوالم سے ہماری مراد اجناسِ موجودات ہیں۔ پس انسان میں سب سے پہلے لمس کا حاسہ پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعے گرمی' سردی' تری' خشکی' نرمی' سختی وغیرہ کا ادراک کرتا ہے۔ اور لمس کی قوت رنگوں اور آوازوں کے ادراک سے بالکل قاصر ہے۔ بلکہ یہ لمس کے حق میں معدوم کی طرح ہیں پھر اس کے اندر دیکھنے کی قوت پیدا کی جاتی ہے جس کے ذریعے وہ رنگوں اور شکلوں کا ادراک کرتا ہے۔ اور یہ عالم محسوسات میں سب سے زیادہ وسیع ہے۔ پھر اس کے سننے کی قوت کھول دی جاتی ہے جس سے آواز اور نغمے سنتا ہے۔ پھر اس کے لیے اسی طرح چکھنے کی قوت پیدا کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عالم محسوسات کی طرف تجاوز کرتا ہے تو اس کے اندر تمیز پیدا کی جاتی ہے جب کہ وہ سات سال کی عمر کے قریب ہوتا ہے اور یہ اس کے وجود کے مختلف اطوار میں سے ایک طور ہے جس کے ذریعے وہ ان امور کا ادراک کرتا ہے جو کہ محسوسات کے علاوہ ہیں۔ اور عالم حس میں، اس میں سے کچھ بھی نہیں پایا جاتا۔ پھر ایک اور درجے پر ترقی کرتا ہے اور اس کے لیے عقل پیدا کی جاتی ہے تو واجبات' جائزات اور مستحبات اور ان دیگر امور کا ادراک کرتا ہے جو اس کے قبل کے درجہ میں حاصل نہیں ہوتے۔ اور عقل کے اوپر ایک اور درجہ ہے جس میں اس کی ایک دوسری آنکھ کھل جاتی ہے اور اس کے ذریعے غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور دیگر ایسے امور کو دیکھتا ہے جس سے عقل معزول ہے، جس طرح کہ قوتِ حس تمیز کے مدرکات سے معزول ہے اور جس طرح کہ تمیز والے کے سامنے مدرکاتِ عقل پیش کیے جائیں تو وہ اس کا انکار کر دے اور مستبعد جانے۔ چنانچہ اسی طرح بعض عقلا نے مدرکاتِ نبوت کا انکار کیا اور اس کو مستبعد جانا۔ اور یہ عین جہل ہے اس لیے کہ اس کے

استناد کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ یہ ایسا درجہ ہے جہاں تک وہ پہنچا نہیں۔ اور نہ اس کے حق میں پایا گیا۔ پس اس نے گمان کیا کہ وہ فی نفسہٖ موجود نہیں۔ اور مادرزاد اندھا اگر تواتر اور تسامع سے رنگوں اور شکلوں کو نہ جانے اور اس کے سامنے یہ چیزیں ابتداء بیان کی جائیں تو وہ نہ اس کو جانے گا اور نہ اس کا اقرار کرے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مخلوق کے قریب کر دیا ہے۔ اس طور پر کہ ان کو خاصۂ نبوت کا ایک نمونہ عطا کیا۔ اور وہ نیند ہے کہ سونے والا اس غیب کا ادراک کرتا ہے جو عنقریب ہونے والا ہے خواہ صریحاً ہو یا لباس مثال میں ہو جو تعبیر سے منکشف ہوتا ہے۔ اور اگر کسی انسان نے خود اس قسم کا تجربہ نہ کیا ہو اور اس سے کہا جائے کہ بعض انسان غش کھا کر مُردے کی طرح گر جاتا ہے۔ اور اس کا احساس اور اس کے سننے اور دیکھنے کی قوت زائل ہو جاتی ہے تو وہ غیب کا ادراک کرتا ہے تو وہ شخص اس کا انکار کر دے گا۔ اور اس کے محال ہونے پر دلیل قائم کرے گا۔ اور کہے گا کہ حاسہ کی قوتیں ادراک کے اسباب ہیں پس جو شخص اس کے قائم رہنے کی حالت میں ادراک نہیں کر سکتا تو اس کے زوال کے وقت تو بدرجہ اولیٰ اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ اس قسم کا قیاس ہے کہ وجود اور مشاہدہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور جس طرح عقل کا درجہ آدمی کے درجات میں سے ایسا درجہ ہے کہ اس میں ایسی نظر حاصل ہو جاتی ہے جس کے ذریعے سے انواع معقولات کا ادراک کرتا ہے اور حواس اس سے معزول ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبوت سے مراد وہ درجہ ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کی روشنی میں غیب اور وہ دیگر امور ظاہر ہوتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ اور نبوت میں شک یا تو اس کے امکان میں یا اس کے وجود میں واقع ہوگا۔ حالانکہ اس کا وجود اس کے امکان کی دلیل ہے۔ اور اس کے وجود کی دلیل وہ علوم و معارف ہیں جن کا عقل سے حاصل ہونا متصور نہیں ہو سکتا۔ مثلاً علم طب و نجوم کہ جو شخص ان علوم سے بحث کرے گا یا اس کو بالبداہتہ اس کا علم ہوگا کہ اس کا ادراک الہام الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور تجربے کے ذریعے اس کی طرف پہنچنے کا راستہ نہیں کیونکہ بعض احکام نجوم ایسے ہیں کہ ہر ہزار سال میں ایک بار واقع ہوتے ہیں تو یہ تجربے سے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی حال ادویہ کے خواص کا ہے پس اس دلیل سے ظاہر ہوا کہ جن امور کا ادراک عقل نہیں کر سکتی ان کے ادراک کے طریقے کا وجود ممکن ہے اور نبوت سے یہاں یہی مراد ہے کیونکہ نبوت صرف اسی سے عبارت ہے۔ بلکہ اس جنس کا ادراک جو مدرکات عقل سے خارج ہے نبوت کے خواص میں سے ایک ہے۔ اور اس کے علاوہ نبوت کے اور بھی بہت سے خواص ہیں۔ اس لیے کہ تمہارے

پاس تمہارے مدرکات سے نیند میں اس کا نمونہ ہے۔ اور تمہارے پاس طب ونجوم میں اس جنس کے بہت سے علوم ہیں۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں ان کی طرف عقلاء سرمایہ عقل کے ذریعے کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور ان کے علاوہ جو دیگر خواص نبوت ہیں تو ان کا ادراک ہم ذوق کے ذریعے کر سکتے ہیں جو کہ طریق تصوف اور اولیا اللہ کے طریقے پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن صرف یہ ایک خاصہ اصل نبوت پر تمہارے ایمان کے لیے کافی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی نے اپنی ’’اَلْمُنْقِذُ مِنَ الضَّلَالِ‘‘ نامی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ فلاسفہ نے کہا کہ بعثت حسن ہے اس لیے کہ یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ مثلاً عقل کا تقویت پہنچانا' ان امور میں جو عقل کی معرفت کے ساتھ مستقل ہیں جیسے وجود باری' اس کا علم اور اس کی قدرت تا کہ رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ پر کوئی حجت لوگوں کے لیے نہ ہو۔ اور حکم کا نبی سے استفادہ کرنا ان امور میں جن میں عقل مستقل نہیں ہے' جیسے کلام رویت اور معاد جسمانی اور اللہ کے ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کا خوف جو پیدا ہوتا ہے اس کا نیکیوں کے بجالانے کے وقت زائل ہونا اور ان کے چھوڑنے کے وقت اس لیے کہ یہ ترک طاعت ہے اور حسن وقبیح کا ان افعال میں استفادہ جو کبھی اچھے معلوم ہوتے ہیں اور کبھی برے بغیر اس کے کہ عقل اس کے مواقع کی طرف رہبری کرے۔ اور غذاؤں اور دواؤں کے منافع اور ان کی مضرتوں کا علم جس کو تجربہ مختلف ادوار واطوار کے بعد خطرات میں پڑ کر ہی حاصل کرتا ہے۔ اور نوع انسانی کی حفاظت کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور تعاون کا محتاج ہے۔ اس لیے ایسی شریعت کا ہونا ضروری ہے جو کہ شارع مقرر کرے اور وہ مطاع ہو اور نفوس بشریہ کا ان کی مختلف استعداد کے مطابق علمیات اور عملیات میں کامل کرنا۔ اور ان کو حقیقی صنایع یعنی حاجات وضروریات کی تعلیم اور اخلاق فاضلہ کی تعلیم جن کا تعلق اشخاص سے ہے اور سیاسیات کاملہ کی تعلیم جن کا تعلق جماعتوں سے یعنی منازل اور شہروں سے ہے۔ اور نیکیوں کی ترغیب اور برائیوں سے ڈرانے کے لیے عذاب وثواب کی خبر دینا وغیر ذالک۔

یہ پوشیدہ نہیں کہ اس کلام سے بعثت کا وجوب سمجھ میں آتا ہے۔ پس حسن سے مراد وہ ہے جو کہ واجب کو بھی شامل ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض مواقع میں ان کی تصریح موجود ہے کہ بعثت واجب ہے۔ بعثت کا انکار کرنے والوں نے چند اعتراضات وارد کیے ہیں۔ اول یہ کہ جس کی بعثت ہوتی ہے اس کو اس کا علم ضروری ہے کہ اس کو یہ کہنے والا کہ ’’میں نے تجھ کو بھیجا ہے پس تو میری جانب سے پہنچا دے‘‘ اللہ ہی ہے۔ اور اس علم کی کوئی صورت نہیں اس لیے کہ بہت ممکن ہے کہ یہ جن کے القاء کے

ذریعے ہوا ہو۔ اور تم اس کے وجود پر متفق ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بھیجنے والا اس بات پر دلیل قائم کر دیتا ہے جس سے رسول کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ "میں نے تجھ کو بھیجا ہے" کہنے والا اللہ ہی ہے، جن نہیں ہے۔ اس طور پر کہ اللہ سبحانہ ایسے آیات و معجزات ظاہر کرتا ہے جس سے تمام مخلوقات عاجز رہتے ہیں۔ اور یہ اس کے لیے اس علم کا فائدہ دیتا ہے یا اس میں اس کا علم ضروری پیدا کر دیتا ہے کہ بھیجنے والا اور کہنے والا وہی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو نبی کی طرف وحی کا القا کرتا ہے۔ اگر وہ جسمانی ہے تو ضروری ہے کہ وہ القا کے وقت تمام حاضرین کو نظر آئے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے جیسا کہ تم نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اور اگر جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے تو وحی کا القاء تکلم کے ذریعے محال ہے، اس لیے کہ روحانیات کے لیے کلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور جواب پہلے شق کی بنا پر یہ ہے کہ ملازمت (یعنی جسمانی ہونے کی صورت میں یہ لازم قرار دینا کہ القا کے وقت تمام حاضرین کو نظر آئے) تسلیم نہیں۔ اس دلیل کی بنا پر کہ یہ جائز ہے کہ اللہ حاضرین میں اس کی رویت کو پیدا نہ کرے۔ کیونکہ اس کی قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں۔

اور یہ پوشیدہ نہیں کہ حاضرین کے لیے اس کی رویت کے پیدا نہ کرنے کو جائز قرار دینا باوجودے کہ یہ فی نفسہٖ ممکن ہے اور اللہ سبحانہ کی قدرت میں ہے۔ یہ اس بات کے جائز قرار دینے کو مستلزم ہے کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور بڑے بڑے شہر ہوں...... جنہیں ہم دیکھ نہ سکیں اور بوق و طبل بج رہے ہوں اور ہم ان کو سن نہ سکیں یہ سفسطہ ہے۔ پس میں کہتا ہوں اللہ سبحانہ زیادہ جاننے والا ہے کہ القا کرنے والا جسمانی لطیف شفاف ہے یعنی فرشتہ ہے اور شفاف جسم کا دیکھنا غیر معتاد ہے جیسے آسمان۔ پس سفسطہ لازم نہیں آتا۔ بلکہ سفسطہ تو اس صورت میں لازم آتا ہے اگر جسم کثیف کی عدم رویت کو جائز قرار دیا جائے۔ اس سبب سے کہ یہ عادت کے خلاف ہے پس سمجھو۔

اور ہم دوسری شق کو اختیار کر کے بھی اس طرح جواب دے سکتے ہیں کہ روحانی ایک لطیف شفاف صورت میں متمثل ہو اور رسول اس کے کلام کو سنیں جو کہ اللہ سبحانہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جیسا کہ گزرا۔ اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ پس غور کرو۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ رسالت کی تصدیق مرسل کے وجود کے علم پر موقوف ہے اور اس علم پر کہ کیا چیز اس پر جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔ اور یہ بجز دقتِ نظر کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور وہ غور و فکر جو اس علم تک پہنچا دے اس کے لیے کوئی معین زمانہ مثلاً دن یا سال کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ اشخاص اور ان کے

احوال کے اعتبار سے مختلف ہوں گے۔ پس مکلف کو حق ہوگا کہ نظر حاصل کرنے کے لیے مہلت طلب کرے اور کسی زمانے میں بھی عدم علم کا دعویٰ کرے۔ اس صورت میں نبی کا ساکت کرنا لازم آئے گا۔ اور بعثت عبث ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت طلبی کا اختیار نہیں دیا بلکہ اس پر تصدیق بلا مہلت کے واجب کردی تو تکلیف مالا یطاق لازم آئے گا۔ اس لیے کہ رسالت کی تصدیق بغیر اس علمِ مذکور کے ان امور میں سے ہے جن کا وجود متصور نہیں اور یہ کہ یہ عقلاً قبیح ہے۔ اس لیے اس کا صدور حکیم تعالیٰ سے ممتنع ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ مہلت دینا ضروری نہیں۔ اس لیے کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب رسالت کا دعویٰ کیا اور اس کے دعوے کے ساتھ معجزہ بھی شامل ہو جو کہ خارقِ عادت ہو تو متابعت بلا مہلت کے واجب ہے اس لیے کہ معجزے کے ظاہر ہونے کے وقت صدق رسول کا علم عادی حاصل ہوتا ہے۔ پس سمجھو۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ بعثت تکلیف سے خالی نہیں۔ اس لیے کہ بعثت کا یہی فائدہ ہے اور تکلیف کئی وجوہ کی بنا پر ممتنع ہے۔ اول یہ کہ یہ جبر کو ثابت کرتی ہے۔ اس لیے کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتا ہے اور تمہارے نزدیک بندے کی قدرت موثر نہیں تو غیر کے فعل کی تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ بندے کی قدرت اگرچہ غیر موثر ہے لیکن اس کو فعل کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کو کسب کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے اس کو تکلیف دینی جائز ہے۔ اس لیے تکلیف مالا یطاق نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ تکلیف بندے کو نقصان پہنچانا ہے اس لیے کہ اس کے لیے فعل کی مشقت اور ترک پر عذاب کی مشقت لازم ہے اور نقصان پہنچانا قبیح ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزّہ ہے۔ جواب یہ ہے کہ تکلیف میں جو دنیوی و اُخروی مصالح ہیں وہ اس کی مضرتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ جیسا کہ اس کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ اور خیر کثیر کا چھوڑنا شر قلیل کے لیے جائز نہیں۔ تیسرے یہ کہ تکلیف میں جو مشقت ہے وہ یا تو بغیر کسی غرض کے ہوگی اور یہ عبث قبیح ہے۔ یا کسی غرض کے لیے ہوگی جس کا تعلق یا تو اللہ سے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اغراض سے منزہ ہے۔ یا اس کا تعلق بندے سے ہے تو اس صورت میں یا تو نقصان پہنچانا ہے اور یہ بالاجماع منتفی ہے۔ یا نفع ہے تو نفع حاصل کرنے کی تکلیف اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں عذاب دنیا خلاف عقل ہے۔ اس لیے کہ یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ اس سے کہا جائے کہ اپنی ذات کے لیے نفع حاصل کر ورنہ میں تجھ کو ابدالآباد تک عذاب دوں گا۔ جواب یہ ہے کہ یہ فرع ہے اس بات کی کہ عقل نے اس کے حسن اور قبیح ہونے کا حکم لگایا ہے اور رہا اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کا لازمی ہونا تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو ہم نے اس

کے مقام پر باطل کر دیا ہے۔ نیز تکلیف ایسی غرض کے لیے ہے جو کہ بندے سے متعلق ہے یعنی دنیوی اور اخروی منافع جو کہ افعال کی مختلف مشقتوں کی مضرتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ باقی رہا اس کا سزا دینا تو یہ اس سبب سے نہیں ہے کہ اس نے منفعت نہیں حاصل کی۔ بلکہ اس سبب سے ہے کہ اس نے اپنے آقا سردار کے حکم کی پیروی نہیں کی۔ اور اس میں اس کی اہانت ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کیوں اس کی تکلیف دی باوجود اس علم کے کہ وہ پیروی نہیں کریگا۔ اور نہ اس کے ذریعے سے اپنے لیے کوئی فائدہ حاصل کرے گا۔ یہ تو اس کو صرف نقصان پہنچانا ہے۔ اور یہ بُرا ہے۔ اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ تکلیف اگرچہ اس کے اعتبار سے ضرر پہنچانا ہے لیکن یہ گزر چکا ہے کہ قلیل نقصان خیر کثیر کی خاطر عقلاً جائز ہے پس یہ بُرا نہ ہوگا۔ معتزلہ نے کہا ہے کہ کافر کی تکلیف میں بھی فائدہ ہے۔ وہ ثواب کی تعریض ہے ثواب نہیں۔ کیونکہ ثواب تکلیف دینے والے کی اطاعت کا فائدہ ہے نہ کہ تکلیف کا فائدہ ہے۔ اور اس کے قریب وہ ہے جو لوگوں کے لیے مثال کے طور پر بیان کیا ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی غیر کو کھانے کی دعوت دے اور وہ جانتا ہو کہ وہ اس دعوت کو قبول نہ کرے گا مگر اس طور پر کہ اس کے لیے مختلف قسم کے تادّب وتلطف (سختی ونرمی) سے کام لے۔ اور اگر داعی نے اس قسم کا تادّب اختیار نہیں کیا تو وہ اپنے فرض میں ناقص ہوگا۔

اور اس مقام پر اس کا ذکر کرنا بہتر اور نافع ہے جو حکمائے اسلام نے کہا ہے کہ تکلیف حسن ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے امور معاش میں مستقل نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کو غذا، لباس اور مکان اور اسلحہ اور اس کے علاوہ ان امور کی ضرورت ہے جو کہ صناعی ہیں اور ان پر ایک صانع اپنی مدتِ حیات میں قادر نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک جماعت ہی کو میسر آ سکتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اور اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے شریک ہوں۔ اس طور پر کہ ہر ایک اپنے ساتھی کے لیے اس کے کام کے مقابلے میں کام کرے۔ مثلاً ایک دوسرے کے لیے کپڑے سیتا ہے تو دوسرا اس کے لیے سوئی بناتا ہے۔ اسی قیاس پر تمام امور ہیں۔ پس امر معاش بنی نوع کے اجتماع سے پورا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ کیونکہ تمدن سے ان کی اصطلاح میں یہ اجتماع ہی مراد ہے اور یہ اجتماع اسی وقت منظم ہوتا ہے جب کہ ان کے درمیان معاملہ اور عدل ہو۔ کیونکہ ہر شخص کو اس چیز کی خواہش ہوتی ہے جس کا وہ محتاج ہے اور اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ جو اس میں مزاحم ہو۔ اور دوسروں

پر ظلم کی طرف اس کو دعوت دیتا ہے، تو اس سے ہرج واقع ہوتا ہے۔ اور اجتماع کے کام اور اس کے نظام میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اور معاملہ وعدل کی اتنی جزئیات ہیں جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ قوانین کے وضع کے بغیر ضبط میں نہیں آ سکتے۔ اور وہ قوانینِ سنت اور شرع ہیں۔ پس ضروری ہے کہ کوئی شارع ہو۔ پھر اگر وہ لوگ وضع سنت اور وضع شرع میں باہم نزاع کریں تو ہرج واقع ہو۔ اس لیے مناسب ہے کہ شارع استحقاق طاعت میں ان سے ممتاز ہو۔ تا کہ باقی لوگ قبول سنت میں اور شرع میں اس کی اطاعت کریں۔ اور یہ استحقاق اسی وقت متصور ہوگا جب کہ وہ ایسے آیات کے ساتھ مختص ہو جو اس پر دلالت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہی معجزات ہیں۔ پھر جمہور عوام احکام شرع کو بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں جب کہ ان پر ان کی مرغوبات کا شوق غالب ہو۔ پس وہ معصیت پر اور شرع کی مخالفت پر پیش قدمی کرتے ہیں۔ چنانچہ جب مطیع کے لیے ثواب ہو اور نافرمان کے لیے سزا ہو تو خوف اور امید ان کو طاعت اور ترکِ معصیت پر آمادہ کریں گے گویا شریعت کا انتظام اس کے اعتبار سے قوی ہے جب کہ ایسا نہ ہوتا۔ پس ان پر شارع اور بدلہ دینے والے کی معرفت ضروری ہے اور ضروری ہے کسی ایسے سبب کا ہونا جو کہ اس معرفت کو محیط ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے صاحبِ شرع اور بدلہ دینے والے کے لیے عبادات مذکورہ مشروع کی گئیں۔ اور ان کا تکرار کیا گیا۔ تا کہ اس تکرار کی وجہ سے تذکر مستحکم ہو جائے تو اس صورت میں مناسب ہے کہ شارع ایسے خالق کی تصدیق کی دعوت دے جو علیم وقدیر ہے۔ اور شارع پر ایمان لانے کی دعوت دے جو کہ اس خالق کی جانب سے ان لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہے اور سچا ہے اور وعدۂ وعید ثواب وعذاب اخروی کے اعتراف کی دعوت دے۔ اور عبادات کے ساتھ قیام کی دعوت دے جن میں خالق کا ذکر اس کی صفات جلال کے ساتھ ہو۔ اور اس سنت کی اطاعت کی دعوت دے جس کے لوگ اپنے معاملات میں محتاج ہیں۔ یہاں تک کہ اس دعوت کے ذریعے وہ عدل جاری ہو جائے جو کہ امور نوع کے نظام کو درست کرنے والا ہو۔ اور اس سنت کا استعمال تین امور میں نافع ہے۔ اول قوائے نفسانیہ کی ریاضت اس کو شہوت کے بغل گیر ہونے سے روکتی ہے۔ اور اس غضب سے روکتی ہے جو کہ نفس ناطقہ کو جناب قدس کی طرف توجہ سے روکتی ہے۔ دوسرے امور عالیہ میں برابر غور وفکر کرنا جو کہ عوارضِ مادیہ اور کدوراتِ حسیہ سے پاک ہیں۔ اور ملاحظہ ملکوت کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ تیسرے شارع کے انذارات (ڈرانا) کی یاد کا آنا۔ اور نیک کام کرنے والوں کے لیے وعدہ اور بدکاروں کے لیے وعید کی یاد کا آنا جو دنیا میں عدل قائم کرنے کو مستلزم ہے۔ مزید برآں آخرت

میں اجر و ثواب ہے۔ یہ تو ان کا کلام ہے اور اس کے قریب قریب معتزلہ کا یہ قول ہے کہ تکلیف عقلاً واجب ہے اس لیے کہ یہ قبائح کے ارتکاب سے روکنے والی ہے کیونکہ انسان بہ مقتضائے طبیعت مرغوبات اور لذیذ چیزوں کی طرف رغبت کرتا ہے۔ پس جب اسے معلوم ہوگا کہ یہ حرام ہے تو وہ اس سے رک جائے گا۔ اور قبائح سے رکنا واجب ہے۔

چوتھے تکلیف یا تو فعل کے وجود کے ساتھ ہوگی۔ اور اس کے واجب ہونے کا اور اس کے صدور کے متعین کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس وقت اس کے صدور کا عبث قبیح ہونا متعین ہوگا۔ اور یہی حال اس وقت بھی ہے جبکہ تکلیف فعل کے بعد ہو۔ کیونکہ یہ تحصیل حاصل کی تکلیف ہے۔ اور یا قبل وجود فعل کے ہے۔ یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ اس لیے کہ فعل قبل فعل کے محال ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا وجود اس کے عدم کی حالت میں نہیں ہوتا۔ اور جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قدرت فعل کے ساتھ اور اس کی تکلیف اس حالت میں محال یعنی تحصیل حاصل کی تکلیف نہیں ہے۔ اور یہ تو اسی صورت میں ہوتا ہے اگر فعل اس تحصیل سے پہلے حاصل ہو جس تحصیل میں کہ وہ مشغول ہے۔ اور یہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اس تحصیل کی وجہ سے حاصل ہے۔ علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ تکلیف احداث کی طرح ہے۔ پس کہا جائے گا کہ اس کا احداث یا تو اس کے وجود کی حالت میں ہے تو یہ تحصیل حاصل ہے اور یا اس کے عدم کی حالت میں ہے تو یہ جمع بین النقیضین ہے۔ اور احداث ان امور میں ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ پس احداث میں تمہارا جو جواب ہوگا۔ تکلیف کے متعلق میرا بھی وہی جواب ہوگا۔ معتزلہ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ تکلیف قبل فعل کے ہے اور یہ تکلیف مالایطاق نہیں ہے۔ اس لیے کہ فی الحال تکلیف دوسرے حال میں واقع کرنے کی ہے نہ یہ کہ فوری واقع کرنے کی۔ کہ جمع بین النقیضین یعنی وجود و عدم کا اجتماع لازم آئے۔ جیسا کہ کافر کو فی الحال تکلیف اس کی دی گئی ہے کہ دوسرے حال میں ایمان کو وقوع میں لائے۔ اور یہ محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ اگر مثلاً وہ دوسرے حال میں کفر کو جاری رکھے تو اس میں ایمان پر قدرت نہیں ہے۔ اور اگر ایمان سے بدل ڈالے تو وہ اس کا مکلّف نہیں ہے۔ اس لیے کہ تحصیل حاصل کی تکلیف محال ہے اور اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ تکلیف اسی سے متعلق ہے جو کہ قدرت میں ہے۔ اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس چیز کی تکلیف دی گئی ہے وہ اس کے وجود کے زمانے میں مقدور ہو۔ باقی رہا قدرت کا تکلیف کو جامع ہونا تو یہ نہیں ہے مزید برآں تحصیل حاصل کی تکلیف اس وقت محال ہے جب کہ دوسری تحصیل کی تکلیف دی جائے نہ کہ اسی

تحصیل کی جیسا کہ گزرا۔ پس اگر تم کہو کہ کفر کا جاری رکھنا دوسرے حال میں ان کے نزدیک ایمان پر اس کی قدرت کے منافی نہیں۔ اس لیے کہ ایمان کفر کی حالت میں ان کے خیال کے مطابق قدرت میں ہے۔ کیونکہ قدرت فعل سے پہلے ثابت ہے تاکہ کافر کو ایمان کی تکلیف صحیح ہو۔ اس بنا پر کہ جو چیز قدرت میں نہیں ہے اس کی تکلیف نہیں دی جاتی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق''۔ اور اس صورت میں پہلی شق کو اختیار کر کے بھی جواب صحیح ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھو گے۔ تو میں کہتا ہوں (اور اللہ سبحانہٗ خوب جانتا ہے) کہ ناظر کی مراد یہ ہے کہ دوسرے حال میں کفر پر قائم رہنے کی صورت میں ایمان اس وقت بھی قدرت میں نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ وجود اور عدم کا جمع کرنا ہے۔ پس ان کے اس اعتذار کا کہ فی الحال تکلیف صرف دوسرے حال میں واقع کرنے کی ہے۔ کوئی اصلاحی فائدہ نہیں۔ چنانچہ اس بنا پر پہلی شق کو اختیار کر کے جواب ممکن نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ پس سمجھو۔

پانچویں بعض ملاحدہ کا خیال ہے کہ افعال شاقہ بدنیہ کی تکلیف باطن کو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اور ان صفات میں جو کہ واجب ہیں اور جو جائز ہیں اور وہ افعال جو کہ ممتنع ہیں ان میں تفکر سے روکتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ مصلحت جس کی اُس سے توقع ہے وہ فوت ہیں۔ یعنی امور مذکورہ میں غور وفکر کرنا' پھر مزید براں وہ امور جو تکلیف کی وجہ سے متوقع ہیں۔ پس یہ عقلاً ممتنع ہے۔

اور جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی معرفت میں فکر کرنا یہی تکلیف کا مقصد اعلیٰ ہے۔ اور تمام تکالیف اس کی معاون ہیں۔ اور مکلف کے لیے اس اصلاح معاش کا سبب اور وسیلہ ہیں۔ جو کہ اوقات کو ان پریشانیوں سے صاف کرنے میں مددگار ہیں۔ جو تکالیف کی مشغولیتوں پر اور اضافہ کرتی ہیں۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ عقل میں...... بعثت کی طرف سے کفایت ہے۔ پس کوئی فائدہ نہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عقل جس چیز کے حسن کا فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور جس کے برے ہونے کا حکم دے اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور جس کے اچھے برے ہونے کا کوئی فیصلہ نہ کرے تو ضرورت کے وقت اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس لیے کہ ضرورت موجود ہے۔ پس اس حاجت کا اعتبار کرنا واجب ہے تاکہ اس کے فوت ہونے کی مضرت کو دفع کیا جا سکے۔ اور محض مضرت کا احتمال اس کے برے ہونے کی تقدیر پر اس کے معارض نہ ہوگا۔ اور اس حاجت کے نہ ہونے کے وقت اس کو احتیاطاً ترک کر دیا جائے گا۔ تاکہ وہ مضرت دفع ہو سکے جس کا وہم ہے اور حسن وقبح کے متعلق عقل کا حکم تسلیم کرتے ہوئے جواب یہ ہے کہ شرع

جو بعثت سے مستفاد ہے اس کا فائدہ اس کی تفصیل ہے جس کو عقل نے اجمالاً حسن و قبح اور منفعت و مضرت کے مراتب دیے ہیں اور اس چیز کا بیان کرنا ہے جس سے عقل ابتداً قاصر ہے کیونکہ عقل کے حکم کو ماننے والے اس کا انکار نہیں کرتے کہ بعض افعال ایسے ہیں جن میں عقل کچھ حکم نہیں کرتی۔ مثلاً وظائف عبادات تعیین حدود و مقادیر، اور نفع پہنچانے والے اور مضر افعال کی تعلیم۔ اور نبی شارع اس طبیب حاذق کی طرح ہے جو دوائیں اور ان کے طبائع و خواص جانتا ہے۔ یہ ایسے امور ہیں کہ اگر عام لوگوں کے تجربے کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے تو وہ ایک طویل زمانے میں ممکن ہے جس میں اس کے فوائد سے وہ محروم رہیں گے۔ اور اس کے کمال تک پہنچنے سے پہلے وہ ہلاکتوں میں پڑیں گے۔ کیونکہ اس مدت میں بسا اوقات ایسی دوائیں استعمال کریں گے جو ان کی ہلاکت کا سبب ہوگا۔ اور نہیں معلوم ہونگی کہ یہ ان کی ہلاکت کا سبب ہے مزید برآں ان امور میں مشغول ہونا نفس کو مشقت میں ڈالنے کا اور ضروری صنعتوں کے تعطل کا اور مصالح معاش سے بے توجہی کا سبب ہوگا۔ جب وہ طبیب کی جانب سے مطمئن ہوں گے تو ان کا بوجھ ہلکا ہوگا۔ اور اس سے نفع حاصل کریں گے۔ اور ان مضرتوں سے محفوظ رہیں گے پس جس طرح کہ امور مذکورہ کی معرفت کے امکان میں طبیب سے بے نیازی کا دعوٰی نہیں کیا جاسکتا اسی طرح تکالیف اور افعال کے احوال کی معرفت کے امکان کے متعلق نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اس میں عقل کے تامل کی وجہ سے مبعوث سے بے نیازی ہے یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے جب کہ نبی وہ چیز جانتے ہیں کہ اس کا علم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتا ہے بخلاف طبیب کے کہ محض فکر و تجربہ کے ذریعے ان تمام امور کی طرف پہنچنا ممکن ہے جو کہ وہ جانتا ہے پس جب کہ وہ اس سے مستغنی نہ ہو تو نبی سے تو بدرجہ اولیٰ مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اور اثبات نبوت اور حسن تکلیف کے سلسلے میں حکما کے مذہب کی تقریر جو پہلے بیان ہو چکی ہے اس میں اس کلام کا تتمہ ہے۔

چھٹا یہ ہے کہ معجزہ ممتنع ہے۔ اس لیے کہ یہ خرق عادت ہے اور اس کا جائز قرار دینا سفسطہ ہے۔ پس معجزہ نبوت کو ثابت نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خرق عادات آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کے پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔ اور بعض مواد میں خرق کے عدم وقوع کا یقین اس کے فی نفسہٖ امکان کے منافی نہیں ہے۔ علاوہ بریں خرق عادت انبیاء اور اولیاء سے ایک عادتِ مستمرہ ہے جو ہر زمانے اور وقت میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے عاقل منصف کے لیے اس کا انکار ممکن

نہیں۔ بلکہ ہم کہیں گے کہ معجزہ ہمارے نزدیک وہ ہے جس سے مدعیٔ رسالت کی تصدیق مقصود ہو۔ اگرچہ خرقِ عادت...... نہ ہو۔ میں کہوں گا کہ اس میں اعتراض ہے اس لیے کہ یہ اس کے منافی ہے۔ جو معجزہ کے شرائط میں پہلے گزر چکا ہے کہ خرقِ عادت اس میں شرط ہے۔ نیز اس سبب سے کہ اگر یہ نہ ہو تو معجزہ دیگر امور معتادہ کی طرح صدق پر دلالت نہیں کرے گا۔ پس تم سمجھو۔

ساتویں یہ کہ معجزہ کا ظاہر ہونا صدق پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ وہ جادوگر ہو۔ اور یہ اس کا فعل ہو اللہ کا فعل نہ ہو۔ اور تمہارا اس کے حق ہونے اور امور غریبہ میں اس کی تاثیر پر اتفاق ہے یا کسی طلسم کی وجہ سے ہو جس کا علم اس کو خاص طور پر ہو۔ اور جواب یہ ہے کہ تجویزات عقلیہ علم عادی کے منافی نہیں ہیں۔ جیسا کہ محسوسات میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ہم یقین کرتے ہیں کہ جسم معین کا حصول اس کے عدم کے فرض کے مانع نہیں۔ بلکہ اس کو اس کے حصول کے جزم کے ساتھ ساتھ ایسا جزم ہے جو کہ واقعہ کے مطابق ہے۔ اور اس طرح ثابت ہے کہ اس حس کا شبہہ اس کی طرف راہ نہیں پا سکتا۔ جو کہ اس کی قابلِ اعتماد شہادت دیتا ہے۔

"اور عادتِ حس کی طرح علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے پس جائز ہے کہ جس طرح حس کسی چیز کا یقین کرتی ہے اسی طرح عادت کی بنا پر اس کا یقین کیا جائے۔ باوجود کہ فی نفسہ اس کے نقیض کا امکان ہے۔ نیز اپنے موقع پر بیان ہو چکا ہے کہ میں مؤثر صرف اللہ ہے۔ تو معجزہ صرف اس کا فعل ہوگا۔ مدعی کا نہیں۔ اور سحر وغیرہ اگر اعجاز کی اس حد کو نہ پہنچیں جیسا کہ معجزے کا حال ہے مثلاً سمندر کا چیرنا۔ مُردوں کا زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دینا۔ تو ظاہر ہے کہ سحر معجزہ کے ساتھ مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ پس کوئی اشکال نہیں۔ اور اگر حدِ اعجاز کو پہنچے تو دعوائے نبوت اور تحدی کے بغیر ہو تو بھی ظاہر ہے کہ اس میں التباس نہ ہوگا۔ یا ان دونوں چیزوں کا دعویٰ بھی ہو تو اس صورت میں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے ہاتھ پر پیدا نہ کرے یا یہ کہ اس کے علاوہ کوئی شخص اس کے معارضہ پر قادر نہ ہو۔ ورنہ کاذب کی تصدیق ہوگی۔ اور یہ کذب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر محال ہے"۔

آٹھویں یہ کہ معجزہ کے حصول کا علم اس شخص کے لیے جس نے اس کا مشاہدہ نہ کیا ہو تو تواتر کے ذریعے ممکن ہے۔ اور وہ علم کا فائدہ نہیں دیتا۔ پس کسی کی نبوت کا علم اس شخص کو نہیں ہو سکتا جس نے اس کے

معجزے کا مشاہدہ نہ کیا ہو اور تواتر علم کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس لیے کہ اہل تواتر میں سے ہر ایک پر کذب کا احتمال ہے۔ تو اس طرح پورے پر کذب کا احتمال ہے کیونکہ سبھوں کا کذب ان میں سے ہر ایک کا کاذب ہونا ہی ہے۔

جواب یہ ہے کہ کل کا اس حیثیت سے کہ کل ہے برابر ہونا تسلیم نہیں کہ سب پر ایک ہی حکم لگایا جائے۔ اس لیے کہ دس آدمیوں کی قوت ایک چیز کے ہلانے پر قادر ہے۔ جس پر ان میں سے ہر ایک شخص (فرداً فرداً) قادر نہیں ہے۔

نواں یہ ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے شریعتوں کا تتبع کیا' تو ہم نے اس کو پایا کہ یہ ان امور پر مشتمل ہیں جو کہ عقل اور حکمت کے موافق نہیں۔ پس ہمیں معلوم ہوا کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ اور وہ امور یہ ہیں۔ مثلاً جانور کے ذبح کا مباح کرنا۔ اور اس کو کھانے وغیرہ کے فائدے کے لیے تکلیف دینا۔ اور ایام معینہ میں بھوک پیاس کے برداشت کرنے کو واجب کرنا۔ اور ان لذتوں سے روکنا جن سے بدن کی بہتری ہے۔ اور افعال شاقہ اور میدانوں کے طے کرنے کی تکلیف دینا۔ اور مثلاً بعض مقامات کی زیارت کرنا۔ اور بعض مقامات میں قیام کرنا۔ بعض میں سعی کرنا' بعض کا طواف کرنا۔ باوجودے کہ وہ مقامات ایک دوسرے کے مثل ہیں۔ اور بچوں اور مجنونوں جیسی صورت اختیار کرنی کہ ننگے سر اور ننگے پیر ہونا۔ اور نشانہ بازی کرنا۔ حالانکہ کوئی چیز نشانے کی نہیں۔ اور ایک پتھر کو بوسہ دینا حالانکہ دیگر پتھروں پر اس کو کوئی فضیلت نہیں۔ اور مثلاً آزاد حسین عورتوں کی طرف دیکھنے کو حرام کرنا۔ اور حسین لونڈی کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دینا۔

حسن وقبح کے متعلق عقل کا حکم تسلیم کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کو لازمی تسلیم کرتے ہوئے جواب یہ ہے کہ غایت امر یہ ہے کہ ان مذکورہ صورتوں میں حکمت کی واقفیت نہیں ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں کوئی حکمت ہے ہی نہیں۔ بہت ممکن ہے کوئی ایسی مصلحت وہاں م ہو جس کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہو۔ اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقل کے ماسوا ایک اور درجہ ہے جس میں ایک ایسی آنکھ کھل جاتی ہے جس سے غیب کو اور مستقبل میں ہونے والے اور ان دوسرے امور کو دیکھ لیتا ہے جن سے عقل معزول ہے۔ جس طرح کہ حس کی قوت تمیز کے مدرکات سے قاصر ہے۔ اور عنقریب میں اس کی مزید تحقیق مسلک ثانی کے ابتدا میں ان شاء اللہ تعالیٰ پیش کروں گا۔

دوسرا مسلک خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کے اثبات میں

تم جانو کہ بعض امور کے ایسے خواص ہیں کہ عقل کی نگاہ اس کے ارد گرد نہیں پھٹک سکتی۔ بلکہ عقل اس کے کذب کی قائل ہونے کے قریب ہوتی ہے اور اس کے محال ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ پس چاہیے کہ ہم ان امور کے امکان، بلکہ ان کے پر دلیل قائم کریں۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ افیون بقدر ایک دانگ سمِ قاتل ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنی برودت کی وجہ سے رگوں میں خون کو منجمد کر دیتی ہے۔ اور جو شخص علم طبیعت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ گمان کرے گا کہ سب سے بارد مرکب، پانی اور مٹی کا مرکب ہے۔ چنانچہ یہ دونوں عنصر بارد ہیں اور یہ معلوم ہے کہ کئی رَطل پانی اور مٹی اپنے بارد کرنے میں باطنی طور پر اس حد کی تبرید کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور کسی طبیعی کو اس کی خبر دی جائے۔ اور اس نے اس کا تجربہ نہ کیا ہو، تو کہے گا کہ یہ محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے پر دلیل یہ دے گا کہ اس میں ناریت اور ہوائیت بھی ہے اور سبھوں کا پانی اور مٹی سے اندازہ کیا جائے تو تبرید میں اس افراط کا سبب نہ ہوگا۔ اور جب اس میں دو حار ملا دیے جائیں تو بدرجہ اولیٰ اس کا سبب نہ ہوں گے۔ اور وہ اس کو برہان (دلیل) سمجھے گا۔ طبیعیات والٰہیات کے متعلق فلاسفہ کی اکثر دلیلیں اسی جنس پر مبنی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے تمام امور کا تصور اس کے مطابق کیا ہے جیسا کہ انہوں نے پایا اور سمجھا ہے۔ اور جس کو انہوں نے نہیں سمجھا تو اس کا محال ہونا فرض کر لیا۔ اسی طرح جو شخص رویائے صادقہ سے مانوس نہیں ہے۔ اور ایک شخص دعویٰ کرے کہ وہ حواس کے زائل ہونے کے وقت غیب کو معلوم کرتا ہے تو اس قسم کی عقلوں کا اعتراف کرنے والے اس کا انکار کر دیں گے۔ اور اگر کسی شخص سے پوچھا جائے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی ہو جو کہ ایک دانے کے برابر ہو اور وہ شہر میں رکھ دی جائے تو پورے شہر کو ختم کر دے۔ پھر خود بھی ختم ہو جائے۔ اور باقی نہ رہے تو اس کا جواب یہ ملے گا کہ یہ محال ہے جو کہ منجملہ خرافات کے ہے۔ لیکن یہ حالت آگ کی ہے۔ اس حالت کو سن کر اس کا انکار وہی شخص کرے گا جس نے آگ کو دیکھا نہ ہو۔ اور اکثر احکام شرائع اور عجائبِ آخرت کا انکار اسی قبیل سے ہے۔ تو طبیعی مجبور ہو کر کہے گا کہ افیون میں تبرید کی ایسی خاصیت ہے جو اس قیاس پر مبنی نہیں ہے جو کہ طبیعت سے سمجھا جاتا ہے پھر تم اس کو کیوں نہیں جائز قرار دیتے کہ اوضاع شرعیہ میں قلب کے علاج اور اس کے تصفیہ کے ایسے خواص م ہیں جن کا ادراک حکمتِ عقلیہ سے نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ صرف نبوت کی آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے تو ایسے خواص کا اعتراف کیا ہے جو ان سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں چنانچہ جو ان لوگوں نے اپنی

کتابوں میں نقل کیا ہے منجملہ ان کے ایک عجیب اور مجرب خاصیت اس شکل (نقش ۱۵) کی ہے جو حاملہ کی سختی ولادت کے وقت دو ایسی ٹھیکریوں پر بنائی جاتی ہے جن کو پانی نہ لگا ہو اور ان دونوں کو اس کے دونوں پاؤں کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور حاملہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہے تو فوری ولادت ہو جاتی ہے۔ اور ان لوگوں نے اس کے امکان کا اقرار بھی کر لیا ہے۔ اور عجیب خواص کے سلسلے میں اس کو ذکر کیا ہے۔ یہ شکل اس قسم کی ہے کہ اس میں نو خانے ہوتے ہیں۔ اور ہر خانے میں ایک مخصوص ہندسہ لکھا جاتا ہے اور ان سبھوں کا مجموعہ طول و عرض آڑے ترچھے میں پندرہ ہوتا ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جو لوگ اس کی تصدیق

٦	٧	٢
١	٥	٩
٨	٣	٤

٢	٩	٤
٧	٥	٣
٦	١	٨

ر	ج	ح
ء	٥	ا
ب	ز	و

کرتے ہیں ان کی عقل میں اس بات کی سچائی کیوں نہیں آتی کہ فجر نماز میں دو رکعتوں اور ظہر میں چار رکعتوں اور مغرب میں تین رکعتوں کا مقرر کرنا ان خواص کی بنا پر ہے جو حکمت کی نظر سے معلوم نہیں ہوتیں۔ حالانکہ اس کا سبب ان اوقات کا مختلف ہونا ہے اور ان خواص کا ادراک نور نبوت سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور تعجب تو اس پر ہے کہ اگر اس عبارت کو منجمین کی عبارت میں پیش کیا جائے تو وہ ان اوقات کے اختلاف کا اعتراف کر لیں اور اس کے لیے دلائل ترتیب دیں۔

پس ہم کہیں گے کہ کیا حکم اور طالع مختلف نہیں ہوتے جب کہ آفتاب وسط آسمان میں ہو یا مشرق میں یا مغرب میں ہو۔ تو وہ جواب دیں گے ہاں کیوں نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسی پر اپنی تقویمات' اختلاف مطالع اور مدتوں اور عمروں کے تفاوت کی بنیاد رکھی۔ حالانکہ زوال اور آفتاب کے وسط آسمان میں ہونے اور نہ مغرب اور آفتاب کے مغرب میں ہونے میں کوئی فرق ہے۔ پس اس تصدیق کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نجومی کی عبارت میں سنا ہے جس کا کذب سیکڑوں بار آزمایا ہوا ہے۔ اور برابر اس کو سچ سمجھے گا۔ یہاں تک کہ اگر نجومی کہے کہ جب آفتاب وسط آسمان میں ہو اور اس کی طرف فلاں ستارے متوجہ ہوں اور تو اس وقت نیا کپڑا پہنے تو تو اسی کپڑے میں قتل کیا جائے گا۔ پس وہ اس وقت میں کپڑے نہیں پہنے گا۔ حالانکہ سخت سردی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوگا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ جن لوگوں کی عقلیں ان عجیب

باتوں کو قبول کرتی ہیں اور وہ اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ یہ ایسے خواص ہیں جن کا علم بعض انبیاء کا معجزہ ہے تو پھر اس قسم کی باتوں کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں جو نبیء صادق سے سنی ہیں۔ اور ان کی تائید معجزات کے ذریعے کی گئی ہے۔ اور ان کا کذب کبھی معلوم نہیں ہوا۔ اور رکعات کی تعداد میں، رمی جمار میں، ارکان حج کی تعداد اور دیگر شرعی تعبدات میں ان خواص کا امکان ان کی سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ ہم ان میں اور دواؤں اور نجوم کے خواص میں کوئی فرق نہیں پاتے۔ پس اگر وہ کہے کہ میں نے نجوم کا اور کچھ طب کا تجربہ کیا تو ان کا بعض حصہ صحیح پایا۔ اس لیے میرے دل میں اس کی تصدیق جاگزیں ہو گئی۔ اور میرے دل سے اس کا مستبعد ہونا اور اس کی نفرت جاتی رہی۔ لیکن یہ (احکام شرع) ایسے امور ہیں جن کا میں نے تجربہ نہیں کیا۔ تو میں اس کے اور تحقق کو کس طرح جان سکتا ہوں۔ اگرچہ اس کے امکان کا اقرار کرلوں۔ پس میں کہوں گا کہ تم صرف ان امور پر اکتفا نہیں کرتے جن کا تم نے تجربہ کیا ہے۔ بلکہ تم نے تجربہ کاروں کی خبریں سنی ہیں اور اس میں ان کی تقلید کی ہے۔ پس تم اولیاء کے اقوال سنو جنہوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ اور شریعت کے تمام احکام میں جو کہ وارد ہوئے ہیں انہوں نے حق کا مشاہدہ کیا ہے۔ یا ان کا راستہ اختیار کرو تو تم بعض مشاہدہ کا ادراک کرو گے مزید برآں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ تم نے تجربہ نہیں کیا لیکن تمہاری عقل تصدیق واتباع کے وجود کا قطعاً تقاضا کرتی ہے۔ کیونکہ اگر ہم فرض کریں کہ ایک شخص عاقل بالغ ہے۔ لیکن تجربہ کار نہیں ہے وہ بیمار پڑ جائے۔ اور اس کا باپ بھی ہے جو کہ مشفق ہو اور طب میں ماہر ہو۔ اور جب سے اس شخص نے ہوش سنبھالا ہے۔ اسی وقت سے باپ سے یہ دعوٰی سنتا آیا ہے۔ کہ وہ طب کا علم رکھتا ہے اب اس کا باپ اس کے لیے کوئی دوا تجویز کرے اور کہے کہ یہ تمہارے مرض کے لیے مفید ہے اور تمہاری بیماری کو شفا بخشنے والی ہے تو اس کی عقل جس چیز کا تقاضا کرتی ہے وہ یہ کہ اس دوا کو استعمال کرے۔ اگرچہ وہ تلخ ہو۔ اور ذوق کو ناگوار ہو۔ اور اگر وہ اس کی تکذیب کرے اور کہے کہ اس دوا کی مناسبت میری عقل میں نہیں آتی کہ اس سے شفا حاصل ہوگی۔ اور نہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے تو تم اس کو احمق ہی سمجھو گے۔ پس اگر تم یہ کہو کہ نبی ﷺ کی شفقت اور اس طب سے آپ کی واقفیت مجھے کس طرح معلوم ہو سکتی ہے تو میں جواب دوں گا کہ تم نے اپنے باپ کی شفقت کس طرح معلوم کی یہ کوئی امر محسوس نہیں ہے۔ بلکہ تم اس کو اس کے قرائن احوال اور شواہد اعمال کے ذریعے اس کے مصادر اور موارد میں تمہیں یقینی طور پر اس کا علم حاصل ہوتا ہے جس میں شبہہ نہیں ہوتا۔ اور جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال میں اور ان اخبار میں غور کیا جو

آپ سے منقول ہیں۔ اور ان میں آپ ﷺ نے لوگوں کے حق میں مختلف قسم کی رفق و نرمی کے ذریعے تہذیب اخلاق اور بچھڑے ہوؤں کی اصلاح کی طرف خلق کی رہنمائی کا اہتمام کیا ہے۔ تو اس کو لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ امت پر آپ کی شفقت اس شفقت سے زیادہ ہے جو باپ کو بیٹے پر ہوتی ہے اور اگر ان عجیب افعال پر غور کرے جو آپ ﷺ سے ظاہر ہوئے اور غیب کے عجائب پر غور کرے جن کے متعلق قرآن میں آپ ﷺ کی زبان کے ذریعے خبر دی گئی اور ان خبروں پر غور کرے جو آخری زمانے کے متعلق دی گئی ہیں۔ اور جس طرح آپ نے ذکر کیا اسی طرح ان کے وقوع پر غور کرے تو اسے لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا کہ آپ اس درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جو عقل سے ماوراء ہے اور اس میں وہ نظر کھل جاتی ہے جس سے غیب اور وہ خواص اور امور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی اور نبی صلی اللہ علیہ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے صدق کے علمِ ضروری کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ اور تم قرآن پر غور کرو۔ اور اخبار کا مطالعہ کرو تو تم کو ظاہری طور پر معلوم ہو جائے گا۔ امام غزالی نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر تم کو کسی شخص معین کے متعلق شک ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو تمہیں اس کا یقین صرف اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے احوال کا علم یا تو مشاہدہ کے ذریعے یا تواتر کے ذریعہ یا ایک دوسرے سے سنو۔ کیونکہ جب تم نے طب یا فقہ کو جان لیا تو تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم فقہا اور اطبا کو بھی ان کے احوال کا مشاہدہ کر کے اور اگر مشاہدہ نہ کیا ہو تو ان کے اقوال کو سن کر معلوم کر سکتے ہو۔ چنانچہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے فقیہ ہونے اور جالینوس کے طبیب ہونے کی معرفت سے تم عاجز نہیں رہو گے۔ اور یہ معرفت حقیقی ہوگی تقلید کی بنا پر نہ ہوگی۔ بلکہ اگر تم کچھ طب اور فقہ پڑھو گے اور ان کی کتابوں اور تصنیفات کا مطالعہ کرو گے تو تم کو ان دونوں کی حالتوں کا علمِ ضروری حاصل ہوگا۔ اسی طرح جب تم نے نبوت کے معنی سمجھ لیے تو قرآن و اخبار پر بہت زیادہ غور کرو۔ اس وقت اس کا علمِ ضروری حاصل ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نبوت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ اور اس کی تائید اس کے تجربے سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے عبادات اور تصفیۂ قلب میں ان کی تاثیر کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ اپنے اس قول میں کس قدر صادق ہیں کہ جو شخص اس چیز پر عمل کرے جو اس کو معلوم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس چیز کے علم کا وارث بنا دیتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتا۔ اور آپ کا یہ ارشاد کس قدر سچا ہے کہ جس نے کسی ظالم کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس ظالم کو اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد کس قدر صحیح ہے کہ جس نے صبح کی اس حال میں کہ اس کو ایک ہی فکر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت کی فکروں سے کفایت کرتا ہے۔ پس جب کہ تم اس

کا ہزار دو ہزار کئی ہزار بار تجربہ کرو تو تم کو علم ضروری اس طرح حاصل ہوگا کہ اس میں کوئی شک نہ ہوگا۔ چنانچہ اس طریقے سے نبوت کا یقین طلب کرو۔ اور یہ ایمان قوی علمی ہے۔ باقی رہا ذوقی مثلاً مشاہدہ تو یہ صوفیہ کے اس طریقے ہی میں پایا جاتا ہے۔

علماء نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے اثبات میں کئی دلیلیں بیان کی ہیں۔

پہلی دلیل جو جمہور علماء کے نزدیک معتمد ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہوا۔ اول معجزہ تو متواتر ہے ایسا متواتر کہ اس کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی طرح قرار دیا۔ چنانچہ اس کے انکار کی گنجایش نہیں۔ دوسرے آپ کا معجزہ قرآن وغیرہ ہے۔ قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ آپ نے اس کی تحدی کی اور کسی نے معارضہ نہیں کیا' اس لیے معجزہ ہے اور جہاں تک تحدی کا تعلق ہے تو یہ بھی متواتر ہے کہ اس میں کوئی شبہہ کی گنجائش نہیں۔ اور قرآن میں تحدی کی بہت سی آیات ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہ اسی جیسی بات لے آئیں۔ یا مثلاً یہ قول کہ دس سورتیں اسی جیسی بنا لاؤ۔ یا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ایک سورۃ اس جیسی لے آؤ۔ باقی رہا یہ دعویٰ کہ کسی نے معارضہ نہیں کیا تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن نے تحدی کی اور بڑے بڑے بلغاء وفصحائے عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا تو باوجودے کہ ان لوگوں کی تعداد بطحاء کے سنگ ریزوں سے زیادہ تھی۔ اور اس چیز کی اشاعت کے سب سے زیادہ حریص تھے جو اس کے دعوے کو باطل کردے۔ اور غایت عصبیت وحمیت جاہلیہ کے لحاظ سے مشہور تھے' مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر ایک دوسرے کو ہلاک کردینے میں معروف تھے۔ لیکن اس کے باوہ اس جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے قاصر رہے۔ یہاں تک کہ حروف کے ذریعے معارضہ کے بدلے انہوں نے تیغ آزمائی کو ترجیح دی پس اگر وہ معارضہ پر قادر ہوتے تو یقیناً معارضہ کرتے۔ اور اگر معارضہ کرتے تو ہم تک تواتر سے پہنچتا۔ کیونکہ اس کے نقل کرنے کے دواعی بہت زیادہ تھے۔ (اور اسی طرح تواتر کے ساتھ پہنچتا جس طرح خطیب کا منبر پر قتل کیا جانا)۔ اور ان تمام چیزوں کا علم دیگر عادیات کی طرح قطعی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ جس چیز کی تحدی کی جائے اور اس کا معارضہ نہ کیا جائے تو وہ معجزہ ہے جیسا کہ معجزے کی حقیقت اور اس کے شرائط کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اور اس پر چند اعتراضات ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہ تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں۔ یا شاید معارضہ کو مدعی کی

ہمنوائی کرتے ہوئے اس لیے ترک کر دیا ہو کہ اس کی دولت سے وافر حصہ حاصل کریں۔ دوسرے یہ کہ شاید ان لوگوں نے پہلے اس کو حقیر سمجھا ہو اور گمان کیا ہو کہ آپ ﷺ کی دعوت پوری ہونے والی نہیں۔ اور آخر میں آپ کی شدت شوکت اور متبعین کی کثرت کی وجہ سے آپ سے خائف ہو گئے ہوں یا معاشی ضروریات کی تحصیل نے معارضہ سے روک دیا ہو۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے کہ معارضہ کیا گیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوا۔ یا ظاہر ہوا لیکن آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور متبعین نے اپنے غلبے کے وقت اس کو چھپا دیا ہو۔ اور اس کے آثار مٹ گئے ہوں یہاں تک کہ بالکل محو ہو گیا ہو۔

اس کا اجمالی جواب تو وہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ تجویزات عقلیہ علم عادی کے منافی نہیں ہیں۔ جیسا کہ محسوسات میں ہوتا ہے اور پہلے اعتراض یعنی یہ کہ شاید تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں تو اس کا تفصیلی جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ مدعی نبوت اگر کوئی ایسی چیز لے آئے جو اس کے دعوے کی تصدیق کرے اور وہ اس کی تحدی بھی کرے اور لوگ اس کے معارضہ سے عاجز ہوں تو علم ضروری عادی حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اور اس میں قدح کرنا کھلم کھلا سفسطہ ہے۔ اور دوسرا اعتراض یہ کہ شاید پہلے ان لوگوں نے اس کو حقیر سمجھا ہو پھر آخر میں خائف ہو گئے ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت عادیہ اور وجدانیہ کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس شخص کے معارضہ کی طرف سبقت کریں جو کسی ایسے امر اہم میں منفرد ہونے کا مدعی ہو جس سے اپنے معاصرین پر اسے برتری حاصل ہو۔ اور وہ لوگوں سے پیروی کرنے کو کہے اور لوگوں کی جان و مال کے متعلق حکم جاری کرے۔ اور یہ بھی بالبداہت معلوم ہے کہ اس قسم کے امور میں کوئی شخص اس طرح اعراض نہیں کر سکتا کہ معارضہ پیش کرنے کی طرف بالکل متوجہ ہی نہ ہو۔ اور اس صورت میں اس کی دلالت صرف قدرت کی بنا پر ظاہر ہے۔ کیونکہ نفوس جب کہ اس پر فطری طور پر پیدا کیے گئے ہوں پھر ان کا اس سے روک دینا ایک ایسا امر ہے جو کہ خارق عادت ہے اور یہ مدعی کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ چیز اس نے پیش کی ہے جو دوسروں کی قدرت میں ہو۔ اور تیسرا اعتراض یعنی یہ کہ شاید اس کا معارضہ کیا گیا ہو۔ لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہوا ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عادت کی بنا پر معلوم ہے کہ قدرت تسلیم کرتے ہوئے معارضہ ضروری ہے۔ اسی طرح عادت کی بناء پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا اظہار ضروری ہے۔ کیونکہ اسی سے مقصود پورا ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات و اماکن میں مانع کا احتمال تمام اوقات و اماکن میں اس کے احتمال کو ضروری قرار نہیں دیتا ہے۔

بلکہ ضرورت عادیہ کی بناء پر اس کا انتفاء معلوم ہے پس اگر معارضہ کیا گیا ہو تو عادۃً اس کا مخفی رکھنا محال ہے کہ نہ مدعی کے اصحاب کی طرف سے ان کے غالب آنے کے وقت اخفا ہو سکتا ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اخفا کر سکتا ہے پس تمام احتمالات باطل ہو گئے اور دلالت قطعیہ ثابت ہو گئی۔

اور تم جانو کہ متکلمین نے اعجازِ قرآن کی وجہ میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ وہ نظم غریب اور اسلوب عجیب پر مشتمل ہے جو کہ عرب کے نظم و نثر کے مخالف ہے جو کہ سورتوں اور قصص کی ابتداء میں اور ان کے آخر میں ہیں اور آیات کے وہ فواصل جو عرب کے کلام میں بمنزلہ سجع کے ہیں کہ یہ چیزیں قرآن میں اس طور پر واقع ہوئی ہیں کہ ان کے کلام میں اس کی مثال نہیں ملتی اور وہ اس سے عاجز تھے بعض معتزلہ کا یہی خیال ہے۔ اور اہل عربیہ اور جاحظ معتزلی کہتے ہیں کہ قرآن کا بلاغت کے اعلیٰ درجے پر ہونا ان تراکیب کی بنا پر ہے جن کی مثال ان کی تراکیب میں نہیں ملتی۔ اور ان کی بلاغت کے درجات اس سے قاصر ہیں۔ چنانچہ جو شخص عربیت اور فنون بلاغت سے واقف ہو گا وہ اعجاز قرآن کو جان لے گا۔ اور قاضی باقلانی کہتے ہیں کہ وجہ اعجاز دونوں امور ہیں۔ یعنی نظم غریب اور بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر اس کا فائز ہونا۔ اور بعض کے نزدیک غیب کے متعلق خبر دینا وجہ اعجاز ہے جیسے وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِي بِضْعِ سِنِيْنَ۔ (اور وہ ان لوگوں کے غلبے کے بعد چند سالوں میں غالب آ جائیں گے) اس میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ رومی ایرانیوں پر تین سے لے کر نو سال تک کی مدت میں غالب آ جائیں گے۔ اور ایسا ہی واقع بھی ہوا جس طرح کہ خبر دی گئی تھی۔ بعض کے نزدیک اعجاز کی وجہ اس میں اختلاف اور تناقض کا نہ ہونا ہے باوجودے کہ اس میں طول و امتداد ہے اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ ''اگر یہ غیر اللہ کی جانب سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلافات پائے جاتے''۔ بعض کے نزدیک اس کا اعجاز صرفہ کی بنا پر ہے یعنی عرب بعثت سے پہلے قرآن کے مثلِ کلام پیش کرنے پر قادر تھے۔ لیکن اللہ نے ان کو اس کے معارضہ سے روک دیا۔ اس روکنے کی کیفیت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ استاذ جو ہم (اہل سنت والجماعت) میں سے ہیں اور نظام معتزلی کہتے ہیں کہ ان کو ان کی قدرت کے بااس سے روک دیا۔ اور یہ اس طور پر کہ ان کے دواعی کو پھیر دیا۔ خصوصاً اس حال میں کہ ان کے حق میں اسباب داعیہ بہت زیادہ تھے مثلاً یہ کہنا کہ تم اس سے عاجز ہو، سرداری سے ہٹ جانا اور تابعداری کی تکلیف۔ اور مرتضیٰ نے جو شیعہ میں سے ہیں کہا کہ بلکہ ان سے وہ علوم سلب کر لیے جن کی ضرورت معارضہ میں ہوتی ہے۔ اور قرآن کے اعجاز میں قدح کرنے

والوں کے کچھ شبہے اور اعتراضات ہیں۔ اول یہ کہ وجہ اعجاز کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کے لیے ظاہر ہو جو اس سے استدلال کرتا ہے اور اس میں تمہارا اختلاف اس کے مخفی ہونے کی دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختلاف اور خفا اگر کسی ایک وجہ میں ہو تو یہ اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کا مجموعہ جس بلاغت اور نظم غریب اور غیب کی خبروں پر اور علم و عمل کے لحاظ سے حکمتِ بالغہ پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ جو وجوہ اعجاز بیان کیے گئے ہیں ان سبھوں کے لحاظ سے معجز ہے۔ اور اختلاف اگر کسی وجہ میں ہوا ہے تو وہ نظروں کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔ یا ان صاحبان نظر کے مبلغ علم کے باعث ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ اگر وجوہ مذکورہ میں سے کسی ایک خاص وجہ کے اعتبار سے معجزہ نہ ہو تو یہ لازم آئے کہ ان کے مجموعے کی وجہ سے بھی معجزہ نہ ہو۔ اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک خاص وجہ کی بناء پر معجزہ نہ ہو۔ اور بہت سے بلیغ ایسے ہیں جو نظم یا نثر پر قادر ہیں اور دوسرے پر قادر نہیں ہیں۔ اور ان میں سے ایک پر قادر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سبھوں پر قادر ہو۔ اور نہ یہ بات ہے کہ وہ ہر چیز جو ہر ایک کے لیے ثابت ہو وہ کل کے لیے بھی اسی حیثیت سے ثابت ہو کہ وہ کل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اس بات کو مقتضی ہے کہ صرف مجموعہء قرآن معجز ہو۔ اس کی کسی چھوٹی سورت کی مقدار معجز نہ ہو۔ یہ خلاف واقعہ ہے اس لیے کہ ایک چھوٹی سی سورت کی مقدار بھی معجز ہے۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ پس اگر تم کہو کہ جواب دینے والے کی مراد یہ ہے کہ مجموعہء قرآن ان وجوہ اعجاز کے مجموعہ کی وجہ سے معجز ہے جو کہ بیان کیے گئے ہیں۔ اور اس کی ہر سورت ان وجوہ میں سے کسی ایک غیر متعین وجہ کی بناء پر معجز ہے، تو میں کہوں گا کہ اس صورت میں وہ دفع نہیں ہو سکتا جو کہ معترض نے کہا ہے کہ وجہ اعجاز کے لیے ضروری ہے کہ بیّن ظاہر ہو۔ اور اس تقدیر پر اعجاز کی وجہ ظاہر نہیں رہتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ خدا کی پناہ کہ اس کے بین اور متعین ہونے کو ممنوع قرار دیا جائے۔ اور بہ نظر انصاف غور کرنے والے پر یہ پوشیدہ نہیں کہ اس کا ممنوع قرار دینا صریح مکابرہ جھگڑا ہے۔ پس سمجھو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کے بعض حصے میں اختلاف کیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاتحہ اور معوذتین قرآن میں سے نہیں ہیں باوجودے کہ یہ مشہور سورتوں میں سے ہیں اگر اس کی بلاغت حدِ اعجاز تک پہنچی ہوئی ہوتی تو یہ غیر قرآن سے ممتاز ہوتا۔ اور وہ اختلاف نہ کرتے۔ تو جواب یہ ہے کہ صحابہ کا اختلاف قرآن کی ان بعض سورتوں میں ہے جو بذریعہ آحاد مروی ہے اور آحاد ظن کا فائدہ دیتے ہیں۔ لیکن مجموعہ قرآن تواتر کے ذریعے منقول ہے جو کہ یقین کا

فائدہ دیتا ہے۔ پس یہ آحاد بالکل ناقابل التفات ہیں۔ مزید برآں ہم یہ کہیں گے کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ پر اس کے نازل ہونے کے متعلق اختلاف نہیں کیا۔ اور نہ اس کے حد اعجاز تک پہنچے ہوئے ہونے میں ان کا اختلاف ہے۔ بلکہ محض اس کے قرآن میں سے ہونے کے متعلق اختلاف ہے۔ اور یہ چیز ہمارے مقصد میں مضر نہیں۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جمع قرآن کے وقت جب کوئی ایسا شخص جو عدالت میں ان کے نزدیک مشہور نہ تھا کوئی آیت لے کر آتا تو اس کو بغیر ایک گواہ یا قسم کے مصحف میں داخل نہ کرتے۔ اگر اس کی بلاغت حد اعجاز تک پہنچی ہوئی ہوتی تو اس کو اس کی وجہ سے جان لیتے۔ اور مصحف میں داخل کرنے کے لیے عدالت اور گواہ یا قسم کی ضرورت نہ ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ ان کا اختلاف قرآن میں آیت کے مقام اور آیت کی تقدیم و تاخیر کے متعلق ہے۔ ان کے قرآن میں سے ہونے کے متعلق اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ اس کی قرأت پر مداومت کرتے تھے۔ پس جس کو ایک شخص لے کر آیا تو اس کا قرآن میں سے ہونا یقینی تھا۔ اور گواہ یا قسم کا مطالبہ محض ترتیب کی خاطر تھا۔ پس کوئی اشکال نہیں۔ نیز ایک یا دو آیتوں کا معجز نہ ہونا ہمارے لیے مضر نہیں۔ کیونکہ معجز لازمی ہے کہ ایک سب سے چھوٹی سورت کے مقدار ہو۔ اور سورت کم سے کم تین آیات کی ہوتی ہے۔

اور چوتھا اعتراض یہ ہے کہ ہر صناعت کی ایک معین حد ہے کہ اس حد پر ٹھہر جاتی ہے۔ اس سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ اور ہر زمانے میں کسی ایسے شخص کا ضروری ہے جو تمام ابنائے زمانہ پر فائق ہو۔ تو شاید حضرت محمد ﷺ اپنے ہم عصروں میں سے سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ اور انہوں نے ایسا کلام پیش کیا جس سے آپ کے معاصر عاجز رہے۔ اگر یہ معجزہ ہے تو ہر وہ شخص جو کوئی ایسی چیز پیش کرے جس کے ذریعے معاصرین پر صناعت میں فائق ہو جائے تو یہ معجز ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ باطل ہے۔ اور جواب یہ ہے کہ معجزہ ہر زمانہ میں اسی جنس سے ظاہر ہوتا ہے جو اس زمانہ کے لوگوں پر غالب رہتا ہے۔ اور وہ لوگ اس زمانہ میں انتہائی بلند درجے تک پہنچ کر اس معتاد حد پر رک جاتے ہیں۔ جہاں تک کسی بشر کے لیے پہنچنا ممکن ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ ایسی چیز دیکھتے ہیں جو کہ اس صناعت کی حد سے خارج ہے تو وہ لوگ جانتے ہیں کہ یہ اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر یہ حال نہ ہوتا۔ تو قوم کے نزدیک نبی کا معجزہ متحقق نہ ہوتا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا رواج تھا۔ اور جادوگروں کو معلوم تھا کہ سحر کی

حد تخییل اور اس چیز کا وہم پیدا کرنا ہے جس کا حقیقت میں کوئی ثبوت نہیں۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ عصاء سانپ ہو گیا۔ اور ان کے سحر کو جو وہ تراشتے تھے نگلنے لگا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ سحر سے باہر ہے۔ اور انسانی طاقت سے خارج ہے۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ لیکن فرعون نے اس ہنر میں عاجز ہونے کے باعث یہ گمان کیا کہ ان کا بڑا ان کو تعلیم دیتا ہے۔ یہی حال طب کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں میں اس کا رواج غالب تھا۔ اور وہ لوگ اس میں انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ تو جو لوگ اس باب میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے ان لوگوں نے جان لیا کہ مُردوں کا زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دینا فن طب کی حد سے خارج ہے۔ بلکہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

اور بلاغت رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بلند درجے پر پہنچی ہوئی تھی۔ اور اسی کے باعث وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات قصیدے کعبہ کے دروازے پر لٹکا رکھے تھے تاکہ اس کے معارضہ کے لیے تحدی کریں۔ اور سیر کی کتابیں اس کی شہادت دیتی ہیں۔ پھر جب نبی کریم ﷺ وہ چیز لے کر آئے جس کے مثل پیش کرنے سے تمام بلغاء عاجز رہ گئے۔ باوجودے کہ کثرت سے جھگڑا اور اختلاف انہوں نے کیا۔ اور آپ کی نبوت کا انکار کیا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض کفر پر مرے اور بعض آپ کی نبوت کے واضح ہونے کے باعث مسلمان ہو گئے۔ اور بعض اسلام سے نفرت کے باذلت اور پستی کو اپنے لیے لازم کرتے ہوئے مسلمان ہوئے جیسے کہ منافقین اور بعض وہ تھے جو ایسے رکیک معارضے میں مشغول ہوئے کہ صاحبان عقل کو اس پر ہنسی آتی ہے۔ مثلاً اس کلام کے ذریعے معارضہ کیا۔ وَالزارعاتِ زرعاً. فالحاصداتِ حصداً والطاحنات طحناً. والطابخاتِ طبخاً فَالاٰکِلاتِ اکلاً۔ اور ان میں بعض وہ تھے جنہوں نے جنگ وخوں ریزی کو اختیار کیا۔ اور جان و مال اور اہل و عیال کو ہلاکت اور تباہی کے لیے پیش کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ یقیناً اللہ سبحانہ کی طرف سے ہے۔

اور پانچواں اعتراض یہ ہے کہ اس میں لفظ اور معنی کے لحاظ سے اختلاف ہے۔ حالانکہ اس سے اختلاف کی نفی اس طرح کی گئی ہے کہ اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔ لفظی اختلاف کی مثال جیسے کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ کے بجائے کَالصُّوْفِ الْمَنْفُوش۔ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کے بجائے فَامْضُوا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہ .... فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ کے بدلے فَکَانَتْ کَالْحِجَارَةِ۔ اور ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ کے بدلے ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْکَنَةُ

وَ الذِلَّةُ ہے۔ اور معنوی اختلاف کی مثال:۔ رَبَّنَا بَاعِدْبَيْنَ اَسْفَارِنَا امر کے صیغہ کے ساتھ اور رب کے ندا کے ساتھ ہے۔ اور رَبُّنَا بَاعَدَ صیغہ ماضی اور رب کے رفع کے ساتھ پہلی صورت میں دعا اور دوسری صورت میں خبر ہے۔

دوسری مثال هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّکَ صیغہ غائب اور با کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اور هَل تَستَطِيْعُ رَبَّکَ خطاب کے ساتھ ہے۔ پہلی صورت میں رب کے متعلق خبر دریافت کرنا ہے۔ اور دوسری صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت دریافت کرنا ہے۔ جواب یہ ہے کہ جو بذریعہ آحاد منقول ہے تو وہ مردود ہے۔ اور جو بذریعہ تواتر منقول ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے ضمن میں داخل ہے کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کافی شافی ہے۔ پس لفظی و معنوی اختلاف اس کے اعجاز میں مخل نہیں۔

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ اس میں لحن اور بے فائدہ تکرار ہے۔ لحن کی مثال اِنْ هٰذٰانِ لَسَاحِرَانِ ہے اور لفظی تکرار کی مثال وہ ہے جو سورہ رحمٰن میں ہے۔ اور معنوی تکرار کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے۔

پہلے کا جواب یہ ہے کہ اِنْ هٰذٰانِ لَسَاحِرَانِ کے متعلق کہا گیا ہے کہ کاتبوں کی غلطی ہے۔ کیونکہ ابوعمرو نے اِنَّ هٰذَا مِنْ پڑھا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ تثنیہ کی حالت میں اور اسماء ستہ میں الف کا باقی رکھنا قبائل عرب کی ایک لغت ہے۔ مثلاً یہ قول۔

اِنَّ اَبَاهَا وَاَبَا اَبَا هَا   لَقَدْ بَلَغَا فِی الْمَجْدِ غَايَتَا هَا

اور اہل مدینہ اور اہلِ عراق نے ان مقامات میں اسی لغت پر پڑھا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف هٰذَا کے ساتھ مخصوص ہے۔ کہ اس میں نون زیادہ کیا گیا ہے۔ اور الف کو اپنی حالت پر باقی رکھتے ہوئے اس میں تبدیلی نہیں کی۔ جیسا کہ اَلَّذِيْنَ میں کیا گیا ہے کہ اس میں اَلَّذِیْ پر صرف نون کا اضافہ کیا گیا۔ اور یا کو تینوں حالتوں میں اپنی حالت پر باقی رکھا گیا۔ اور یہ اس لیے کہ لفظ هٰذا میں معرب اور مبنی کے تشنیہ کے درمیان اور لفظ اَلَّذِی میں معرب اور مبنی کے درمیان اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ضمیر شان مقدر ہے۔ اور اس صورت میں لام حیز مبتدا میں ہے۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ قلیل ہو۔

اور دوسرے اعتراض (یعنی تکرار لفظی و معنوی) کا جواب یہ ہے کہ تکرار کے فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے تحقیق معنی میں مبالغہ اور تقریر کی زیادتی ہوتی ہے۔ دوسرے اس سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ ایک ہی معنی کو ایسی عبارتوں کے ذریعے ادا کرنے پر قدرت حاصل ہے۔ جو ایجاز و اطناب میں مختلف ہیں۔ اور یہ بلاغت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک قصہ کبھی بہت سے امور پر مشتمل ہوتا ہے، تو کبھی قصے کے بیان کرنے کا مقصد صرف بعض امور کا بیان کرنا ہوتا ہے۔ اور بعض امور اس کے ضمن میں تبعاً آجاتے ہیں۔ اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔

اور باقی دیگر معجزات مثلاً شق قمر، جمادات کا کلام کرنا۔ اور آپ ﷺ کی طرف حرکت کر کے آنا، اور حیوانات کا کلام کرنا، تھوڑی خوراک سے بہت سے لوگوں کو آسودہ کر دینا، اور انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑنا۔ اور غیب کی خبر دینا اور اس قسم کے افعال بہت زیادہ ہیں، جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ تو یہ معجزات اگرچہ ان میں سے ہر ایک متواتر نہیں ہے۔ لیکن ان کے درمیان قدر مشترک یعنی معجزے کا ثبوت بلاشبہہ متواتر ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت (کہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے) اور یہ اثبات نبوت میں ہمارے لیے کافی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اثبات کی دلیلوں میں سے دوسری دلیل جس کو معتزلہ میں سے جاحظ نے اور ہم میں سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کردہ کلام سے سمجھا جاتا ہے کہ نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے حالات اور دعوت کی حالت میں اور دعوت پوری ہونے کے بعد آپ ﷺ کے حالات اور آپ ﷺ کے عظیم اخلاق اور حکیمانہ احکام۔ اور ایسی جگہ پیش قدمی جہاں بڑے بڑے بہادر ہچکچاتے ہوں ان امور سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی تمثیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہمات دین میں اور نہ مہمات دنیا میں کبھی جھوٹ بولے اگر ایک بار بھی جھوٹ بولتے تو آپ کے دشمن اس کے مشہور کرنے میں پوری کوشش کرتے اور نہ آپ نے نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد ہی کسی برے فعل پر اقدام کیا۔ اور آپ انتہائی فصیح تھے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ میں ”جوامع الکلم“ دیا گیا ہوں۔ باوجودے کہ آپ ﷺ امی تھے۔ اور آپ ﷺ نے رسالت کے پہنچانے میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی نبی کو اس قدر تکلیف نہیں دی گئی جس قدر مجھے دی گئی۔ اور اس پر عزیمت میں کوتاہی کے بغیر آپ ﷺ نے صبر کیا۔ اور جب دشمنوں پر غالب آ گئے اور

لوگوں کی جانوں اور مالوں میں اپنا حکم نافذ کرنے کے لحاظ سے بلند مرتبہ پر پہنچ گئے تو اپنی پہلی حالت نہیں بدلی بلکہ ابتدائے عمر سے آخر عمر تک ایک ہی پسندیدہ طریقہ پر قائم رہے۔ اور اپنی امت پر بہت زیادہ شفیق تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ۔ اور فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ "نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ کے ذریعے خطاب کیے گئے۔ اور بہت ہی زیادہ سخی تھے۔ یہاں تک کہ آپ فَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ کے ذریعے عتاب کیے گئے۔ اور دنیوی سامان کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ چنانچہ قریش نے آپ کو مال، بیوی اور سرداری پیش کی تا کہ اپنے دعوے کو چھوڑ دیں لیکن آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوے۔ اور فقراء و مساکین کے ساتھ غایت تواضع کے ساتھ اور مال داروں اور ذی ثروت لوگوں کے ساتھ غایت ترفّع کے ساتھ پیش آئے۔ اور رسول اللہ ﷺ کبھی اپنے دشمنوں سے نہ بھاگے اگرچہ بہت زیادہ خوف کا مقام ہوتا۔ مثلاً اُحد اور احزاب کے دن۔ اور یہ آپ کے دل کے قوی ہونے اور باطن کی قوت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت پر اعتماد نہ ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے ذریعے اس کا وعدہ کیا تھا۔ تو عادۃً یہ ممتنع ہوتا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا حال نہیں بدلا۔ اگرچہ مختلف حالات پیش آئے۔ غرض جو شخص ان امور کا اور ان جیسے دیگر امور کا تتبع کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اگرچہ نبوت پر دلالت نہیں کرتے۔ کیونکہ کسی شخص کا دیگر اشخاص سے مزید فضل میں ممتاز ہونا اس کے نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن ان کا مجموعہ یقیناً صرف انبیاء کو حاصل ہوتا ہے پس آپ ﷺ کی ذات میں ان امور کا جمع ہونا آپ ﷺ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ہے۔

ان دلیلوں میں سے تیسری دلیل جس کو امام رازی نے اختیار کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس قوم کے درمیان دعویٰ کیا جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔ اور نہ ان میں حکمت تھی۔ بلکہ وہ حق سے اعراض کرنے والے تھے اور یا تو بتوں کی عبادت پر مثلاً مشرکینِ عرب، یا دینِ تشبیہ اور صنعت تزویر، اور بے سروپا جھوٹی باتوں کے رائج کرنے پر مثلاً یہود، یا دو خداؤں کی عبادت اور محارم کے نکاح پر مثلاً مجوس یا باپ بیٹے اور تثلیث کے قائل ہونے پر مائل تھے جیسے نصاریٰ۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں میں دعویٰ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور حکمت باہرہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تا کہ مکارم اخلاق کو پورا کروں، اور لوگوں کو عقائد حقّہ کے ذریعے ان کی قوتِ علمیہ

میں، اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے ان کو قوتِ عملیہ میں کامل کروں۔ اور عالم کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعے منور کردوں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کردیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ کج دین کمزور پڑ گئے۔ اور فاسد کلام زائل ہو گئے۔ اور توحید کے آفتاب اور تنزیہ کے چاند اطراف عالم میں چمک اٹھے اور نبوت کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ نبی وہی ہے جو نفوس بشریہ کی تکمیل کرتا ہے۔ اور دل کے ان امراض کا علاج کرتا ہے جو اکثر نفوس پر غالب ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی طبیب کا ہونا ضروری ہے جو ان کا علاج کرے۔ اور جب مریض دلوں کے علاج میں اور ان کی تاریکیوں کے دور کرنے میں حضرت محمد ﷺ کی دعوت کی تاثیر کامل اور پوری تھی تو آپ ﷺ کے نبی ہونے کا یقین ضروری ہو گیا کہ آپ افضل الانبیاء والرسل ہیں۔

امام نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا کہ یہ برہان ظاہر ہے کہ برہان لِمّ میں سے ہے۔ کیونکہ ہم نے نبوت کی حقیقت کے متعلق بحث کی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ ماہیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی پس آپ اپنے ماسوا سے افضل ہیں۔

باقی رہا نبوت کا معجزے کے ذریعے ثابت کرنا تو یہ برہان اِنّ ہے۔ اور یہ دلیل نبوت کے ثابت کرنے میں حکماء کے طریقے کے قریب ہے۔ اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اپنے معاش و معاد میں ایک ایسے شخص کے محتاج ہیں جس کی تائید اللہ کی طرف سے کی گئی ہو۔ اور وہ ان لوگوں کے لیے ایسا قانون وضع کرے جو دونوں جہان میں ان کی سعادت کا ذریعہ ہو۔

☆.....☆.....☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی وتجدیدی تحریک کا مرکز ومحور نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایقان وایمان

پروفیسر ڈاکٹر اے۔ ایف۔ ایم۔ ابوبکر صدیق (ڈھاکہ یونیورسٹی، بنگلہ دیش)

ترجمہ، ڈاکٹر عدنان خورشید مسعودی (کراچی)

☆☆

حقیقتاً شیخ احمد سرہندی کا عظیم کارنامہ جو ان کی تمام سعی کا حاصل اور ان کی کثیر الجہتی اصلاحی تحریک کا مرکزی نقطہ رہا، ان کی وہ کامیابی تھی جو انہوں نے نبی آخر الزماں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وشریعت پر ایقان وایمان کو مضبوط کرنے کے لیے کی ہے یہی بنیادی اصول ان کی ہر اصلاحی اور تجدیدی سعی کا محور رہا، ان کی تجدیدی سعی نے معاشرتی فساد وانحراف کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہی گمراہی اور سرکشی مسلم امہ کی دینی، روحانی وذہنی شعور کی بنیادوں کو تہس نہس کردینے کے لیے چیلنج بنی ہوئی تھی۔ اس گمراہی کو وجود میں لانے والے کئی ذہن تھے ان میں سے ایک ایران کی نقطوی تحریک کے ماننے والے تھے جو نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے منکر تھے، ان کی سرکشی کی بنیاد یہ تھی کہ رسول کی نبوت اسلامی سن کے ایک ہزار سال مکمل ہونے پر ختم ہوجاتی ہے۔ ان کا یہ دعوٰی تھا کہ نئے زمانے کے لیے انسان کو نیا اور تازہ قانون درکار ہوتا ہے، ایک ایسا قانون جس کی بنیاد منطق اور فلسفہ پر ہو، اس نظریہ کو پسکھوان کے محمود نے جلا بخشی جس کے بہت سے ماننے والے ایران اور برصغیر پاک وہند میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس گمراہی کی ایک اور اہم شاخ اکبر کا دینِ الٰہی تھا جس کے ماننے والے یہ دعوٰی کرتے تھے کہ ان کے دین نے نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبادل فراہم کیا اور یہ کہ ان کا لایا ہوا نظام شریعتِ اسلامی کا متبادل ہے۔ یہ

نئے نئے نظریات اور نئے نئے دساتیر جو دین اسلام سے قطعی سرکشی پر مبنی تھے، مسلمانوں کی مذہبی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہونے لگے اور گمراہی کی جڑیں اس قدر گہری ہوتی چلی گئیں کہ عام مسلمان تو کجا، دین سے محبت رکھنے والے دل اور اسلامی فقہ اور شریعت کو سمجھنے والے دیندار علماء بھی اس سرکشی اور گمراہی کے نظریات کو جذب کرنے لگے۔ زندگی گزارنے کے نئے نئے طور طریقے اور رسوم و عادات آہستہ آہستہ مسلمان معاشرے کا حصہ بنتے چلے گئے، اس قسم کے تمام گمراہ کن نظریات نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بنائے ہوئے راستے کے لیے کھلا چیلنج بنے ہوئے تھے، نظریہ وحدۃ الوجود (کی غلط تعبیرات) بھی گمراہی پر مبنی نظریات میں سے ایک نظریہ بن گیا، اس کے ماننے والوں کے مطابق اس نظریہ کی بنیاد کشفی حقائق پر تھی، مگر حقیقتاً اس نظریہ کے ماننے والوں نے کبھی ان غلط خیالات کی تصدیق کی نہ کبھی نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تعبیرات کی تعلیم دی اور نہ کبھی ان کے رفقاء یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جانشین اور تابعین نے ان تعبیرات کی تبلیغ کی۔ لیکن اس کے باوجود شعوری یا لاشعوری طور پر یہ کوشش کی گئی کہ یہ تعبیرات شک وشبہہ سے بالاتر نا قابل انکار حقیقت ہیں، مگر حقیقتاً یہ تعبیرات نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بنائی ہوئی کھلی ہدایات کے سراسر خلاف اور مد مقابل تھیں ان تعبیرات نے مسلم امہ کے دلوں اور دماغوں کو مسحور کر لیا تھا اور یوں مسلم معاشرہ میں اس کی جڑیں گہری ہوتی گئیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم معاشرہ اپنے مذہبی رجحانات سے بے تعلق و بے غرض ہو گیا اور بے یقینی و کاہلی کی فضا تمام مسلم امہ پر چھا گئی۔ اس کے باوجود اس نظریہ کی تبلیغ کرنے والوں میں سے کچھ دیندار صوفی وہ بھی تھے جو نہ صرف یہ کہ ہر صورت میں شریعت کی پابندی کرتے تھے بلکہ اس نظریہ کی غلط تعبیرات سے نفرت کا اظہار اس لیے کرتے تھے کہ یہ تعبیرات شرعی قوانین سے تجاوز کرتی تھیں، ان تعبیرات کا لب لباب یہی ہے کہ تمام دنیا خدا ہے ان گمراہ کن فرقوں میں ایک فرقہ عقیدہ امامیہ کے ماننے والوں کا بھی تھا، جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اماموں کا خدائی و آسمانی حق ہے کہ وہ مسلمانوں کی قیادت کریں، ان اماموں کو اس قدر معزز گردانتے تھے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجے گئے قائدین ہیں جن کو امت کی قیادت کرنی ہے، بالکل اسی طرح کہ جس طرح اللہ کا کوئی نبی قیادت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ تر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ان لوگوں کا جو خیال اور نظریہ تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و رہنمائی کے متحیر کر دینے والے اثر کو زائل کر دینے کے مترادف تھا اور اس

طرح اس آیتہ قرآنی کی بھی تکذیب ہوتی ہے (معاذ اللہ)۔

> ''وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں''۔ (سورہ جمعہ آیت نمبر۲ پارہ:۲۸)

بعض سیاسی ودیگر وجوہات کی بناء پر اس فرقہ امامیہ نے برصغیر پاک و ہند میں تیزی سے اپنے اثر ونفوذ میں اضافہ کیا یہاں تک کہ مسلم معاشرہ بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا، مسلم معاشرہ میں زیادہ تر اہل سنت وجماعت کے ماننے والوں نے فرقہ امامیہ کے فکروافکار اور رسم ورواج کے اثر کو ہلکے ہلکے قبول کرنا شروع کر دیا۔

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے احساس زیاں کو بیدار کیا، نبوت ورسالت کی اہمیت کو واشگاف الفاظ میں بیان کر کے دینِ الٰہی کے اثرات کو زائل کیا، نظریہ وحدۃ الشہود پیش کر کے نظریۂ وحدۃ الوجود کی غلط تعبیرات کے مسموم اثرات کو ختم کیا اور امامت وہدایت کی حقیقت پر روشنی ڈالی شیعی اثرات کو زائل کیا، شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے توکل علی اللہ اور ایمان وایقان کو اپنی تجدیدی تحریک کا مرکز بنایا اور اسی ایمان اور توکل کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ نے ان تمام رکاوٹوں کو اکھاڑ پھینکا جو کہ یونانی اور ایرانی فلسفیوں، اور ہندی ومصری صوفیانہ تخیلات کی وجہ سے وجود میں آئی تھیں اور مسلم امہ کی نظروں سے صحیح عقائد ونظریات اوجھل ہو گئے تھے۔ آپ نے عقائد اہل سنت وجماعت کا احیا کیا۔

متذکرہ بالا نظریات وخیالات کو مدنظر رکھا جائے تو ہم بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ مجدد اعظم شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے اپنی تجدیدی تحریک اور اصلاحی کوششوں میں اسلام کے کسی ایک گوشہ پر توجہ نہیں دی بلکہ ان تمام گوشہ ہائے زندگی کو مدنظر رکھا جو احیاءِ اسلام کے لیے ضروری تھے۔

(ماخوذ از مقالۂ ڈاکٹریٹ، غیر مطبوعہ)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عقیدۂ ختمِ نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی

سید شبیر حسین زاہد

☆

عقیدہ ختمِ نبوت اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے کہ اس کی بنیاد پہ مسلمانانِ عالم کا دین وایمان مستحکم ومصدق اور ان کا عمل یگانگت وہمہ گیری کا مظہر ہوتا ہے۔ اس عقیدے کی مختصراً تشریح اس طرح ہے کہ سلسلہ نبوت کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و بعثت سے ہوا۔ اور پھر مختلف علاقوں، زمانوں، قبیلوں قوموں اور ملکوں وغیرہ میں یہ منصب پروان چڑھتا ہوا حضور سرورِ کائنات صاحبِ لولاک رحمۃ للعلمین ﷺ کے عہد تک منتہی ہوا۔ بعثت آدم علیہ السلام و بعثتِ محمدی ﷺ کے درمیان روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش پیغمبر احکام الٰہی کی تبلیغ واشاعت کرنے آئے اور بروایاتِ مصدقہ تقریباً تین سو تیرہ اولوا العزم وغیر اولوا العزم رسول مبعوث ہوئے اور انہوں نے پیغامِ الٰہی کی ترویج ونفاذ کرنے کا حق ادا کیا۔ لیکن حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اور قرآن مجید کی سورہ احزاب (سیپارہ بائیس) کی آیت چالیس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان کر دیا گیا کہ:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ
وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔

محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ (مگر ہاں) وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ انبیاء کے ختم کر دینے والے ہیں۔

قرآن مجید کے اس اعلان کو آیہ تکمیل دین کے ذریعے موکد کیا گیا۔ جو کہ سورہ مائدہ (سیپارہ چھٹا) میں تیسری آیت ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ

لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

> آج کے دن ہم نے (اے مسلمانو!) تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر میں نے اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر میں راضی ہو گیا ہوں۔

ان کے علاوہ تقریباً اٹھانوے آیات قرآنی اور ہیں۔ جو اشارۃً و کنایۃً اور مجملاً و مفصلاً عقیدۂ ختم نبوت کی تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں[1]۔ حدیث کے ذخیرے پر نظر ڈالی جائے۔ تو تقریباً دو سو دس احادیث اس عقیدہ (ختم نبوت) کی صحت پر شاہد ہیں۔ بطور نمونہ صرف ایک حدیث مبارکہ تبرکاً درج کی جاتی ہے:

> حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آں حضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اس (گھر) کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا۔ اور میں ہی خاتم النبیّن ہوں یا مجھ پر تمام رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (بخاری، کتاب الانبیا، مسلم کتاب الفضائل، مسند احمد جلد دوم، نسائی، ترمذی، کنز العمال وغیرہ)۔

دو سو دس احادیث کا فرداً فرداً یہاں ذکر طوالت کا باعث ہی ہوگا۔ کہ یہ مضمون عنوان بالا سے اتنی ہی مناسبت رکھتا ہے۔ جتنا ذکر کر دیا گیا[2]۔

عقیدہ ختم نبوت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع مستند تاریخ سے ثابت ہے۔ چنانچہ دور صدیقی رضی اللہ عنہ میں مسلیمہ کذاب، سجاح اور طلیحہ اسدی جھوٹے مدعیان کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتال کیا۔ اس میں مسلمان مقتولوں کو شہید سمجھا گیا۔ مدعیین کذاب اور ان کے حواریوں کو کافر سمجھا گیا۔

ان کے خون کو حلال اور مال کو غنیمت سمجھا گیا۔ ان کے دورانِ جنگ قید ہونے والے بیوی بچوں کو غلام ولونڈیاں بنایا گیا۔ چنانچہ جنگِ یمامہ اسلام کی وہ مشہور جنگ ہے جو عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت وصیانت کے لیے لڑی گئی۔ اور مسلیمہ کذّاب کو اس کے جھوٹے دعوٰی کی بنا پر کہ وہ اللہ کا نبی ہے' کیفر کردار کو پہنچایا گیا۔ اس سے اس عقیدے کے بارے میں تمام صحابہ کے عملی وعقیدہ کے اجماع کی صحت متعین ہو جاتی ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں[۳]۔

دورِ خلافت راشدہ کے بعد ہر دور' ہر طبقے اور ہر سطح پر عقیدہ ختم نبوت کو بالکل اسلام کی حقیقی قدروں کے مطابق سمجھا گیا۔ اور اس کے منکروں کی نہ صرف زبان سے مخالفت کی گئی۔ بلکہ ہاتھ سے اُن کو ان کے جھوٹے دعووں سے رجوع پر مجبور کیا گیا۔ اور انکار کی صورت میں تہ تیغ کیا گیا۔ منکرین کے مسلمانوں کے ہاتھوں انجام کو پہنچنے کی تاریخ علامہ ابوالقاسم رفیق دلاوری نے ''ائمہ تلبیس'' کے نام سے دو جلدوں میں مرتب کی ہے۔ جو دور رسالت کے اسود عنسی سے لے کر بیسویں صدی عیسوی کے جھوٹے نبیوں تک محیط ہے۔ جن کا انجام بُرا ہوا۔ بقول اکبر الہٰ آبادی ۔

اسلام سے جس نے بھی بے وفائی کی ہے
پایا نہیں میں نے اس کا انجام بخیر

رسول خدا ﷺ نے اپنے بعد کسی بھی قسم کے ظلّی' بروزی' مثیل' تبع نبی یا صاحب شریعت اور بلا شریعت رسُول و نبی کی آمد کی منسوخی کا صریحاً اعلان کیا ہے۔ قرآن نے نبی (خاتم النّبین) کا لفظ بولا ہے۔ جس کا رسول ہونا ضروری نہیں مگر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے۔ یعنی نبی کے منصب کے انقطاع کا مطلب یہ ہوا کہ سلسلہ نبوت بھی موقوف ہوا۔ اور سلسلۂ رسالت بھی۔ مطلقاً نبی کا لفظ لایا گیا۔ جس میں نبوت کی ہر قسم شامل ہے۔ یعنی نبوت ہر قسم کی منقطع وموقوف ہے۔ قرآن کے اعلان خاتم النّبین کے مفہوم کی تشریح وتفصیل رسول ﷺ نے احادیث کے ذریعے سے ذکر فرمائی۔ مگر ہاں! دو ہستیوں کی آمد کا ذکر بھی ہوا ہے۔ جو اعلان ختم نبوت کے بعد بھی آئیں گی۔ مگر ان ہستیوں کی آمد سے نہ تو عقیدہ ختم نبوت کی صحت متاثر ہوگی اور نہ ہی ان ہستیوں کی آمد سے جمہور مسلمانوں کے انقطاع نبوت کے عقیدے میں کسی قسم کی کمی وبیشی ہونے کا امکان ہے۔ ان دونوں ہستیوں کا حدیث صحیحہ سے اثبات ہوا ہے۔ اور جو رُوح حدیثِ مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔ وہ عقیدہ ختم نبوت کے موافق اور منکرین کے دعاوی کے مخالف

ہے۔ مُشتے از خروارے کے طور پر صرف ایک ایک حدیث پیش خدمت ہے چنانچہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

> حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کہ میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد درمیانہ' ان کی رنگت سرخ و سپید' دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے' صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ خنازیر کو مار ڈالیں گے' جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے علاوہ تمام ملتوں کو ختم کر دے گا۔ اور وہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) دجّال کو قتل کر دیں گے اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے۔ پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے[۴]۔
>
> (ابوداود و مسند احمد)

اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی متعدد نشانیاں اور آپ کے دینی اقدامات کا اثبات مذکور ہے آپ کس حیثیت سے زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تفسیر کبیر کے مفسر علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی رقمطراز ہیں کہ:

> انبیاء کا دور محمد ﷺ کی بعثت تک تھا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہو گئے تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد محمد ﷺ (کی شریعت) کے تابع ہوں گے۔ (جلد سوم ص ۳۴۳)

علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی جلد ۲۲ ص ۳۲ پر اسی مفہوم کو یوں مشرّح فرماتے ہیں کہ:

> پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر

> باقی ہوں گے بہر حال! اس (نبوت) سے معزول تو نہ ہو جائیں گے مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ (پچھلی شریعت) اُن کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اب وہ اصول و فروع میں اس شریعت کی پیروی کے مکلف ہوں گے۔ لہٰذا اُن پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ بلکہ وہ رسول ﷺ کے نائب اور آپ ﷺ کی امت میں امت محمدیہ ﷺ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔

غرضیکہ سیکڑوں احادیث میں نزول مسیح علیہ السلام کا واضح علامات اور تین نشانیوں کے ساتھ تذکرہ موجود ہے۔ جو کہ شریعت محمدی ﷺ کی اقتداء میں ترویج دین محمدی ﷺ کے لیے ہوگی۔ تقریباً تمام عربی، فارسی اور اردو مفسرین نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو جمہور مسلمان اُمت کے عقیدے کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

آمد مہدی علیہ السّلام پر بھی محدث شوکانی کے نزدیک پچاس حدیثیں، سید بدر عالم مدنی کے نزدیک پچاس مرفوع احادیث اور اٹھائیس آثار اور مولوی محمد ادریس کاندھلوی کے نزدیک ظہور مہدی پر نوے سے زائد احادیث موجود ہیں جنہیں تیس صحابہ کرام نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوگا۔ جس کے زمانے میں غیر معمولی برکات ظاہر ہوں گی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے قبل پیدا ہوگا۔ دجّال اس کے عہد میں ظاہر ہوگا۔ مگر اس (دجّال) کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ خلیفہ نماز کے لیے مصلے پر آ چکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر وہ مصلّٰی چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ چونکہ آپ مصلّے پر جا چکے ہیں۔ لہٰذا اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت (امت محمدی ﷺ) کی بُزرگی ہے (کہ ایک نبی ایک غیر نبی کو نہ صرف یہ کہ امامت کا حق دے بلکہ خود اس کی اقتداء میں نماز ادا کرے) اسلیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نماز آپ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔ یہ تمام صفات ان صحیح احادیث سے ثابت ہیں جن میں محدثین کو کوئی کلام نہیں۔ جمہور امت کے نزدیک یہ خلیفہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔ اگر چہ ان تمام

احادیث میں نام کی صراحت نہیں ہے مگر بعض غیر صحیح احادیث میں نام کی صراحت بھی موجود ہے۔ لہٰذا علامہ سفارینی کے نزدیک ایمان لانا اس (خروج وظہور امام مہدی علیہ السلام) پر واجب ہے جیسا کہ علمائے اہلسنت کے ہاں ثابت اور مدون ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے اختر کاشمیری کی تصنیف نظریہ انتظار مہدی' سہیل پبلیشرز زاوی روڈ لاہور ۱۹۸۸ء)۔

درج بالا تصریحات اور دوسری تفصیلات سے یہ بات بھی ثابت ہے۔ کہ اہلسنت کے نزدیک حضرت امام مہدی علیہ السلام اگرچہ اولاد رسول ﷺ ہوں گے۔ اور آپ کا منصب اگرچہ جزوی طور پر نبوی ہوگا۔ مگر نہ آپ کسی قسم کا کوئی دعوٰی نبوت ورسالت کریں گے۔ اور نہ ہی آپ دین محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور عقیدے یا دین کی تبلیغ وتشہیر کریں گے۔

یہ حقیقت اب تاریخ سے ثابت ہو چکی ہے کہ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کو جب مسلمان علماء کی بدکرداری نے اسلام سے بدظن کر دیا اور اسلام دشمن عناصر نے اس کے ذہن میں تمام مذاہب کی حقیقت کا ایک ہونا اور صلح کلی کا نظریہ راسخ کر دیا اور اکبر کے گھر میں م ہندو رانیوں نے اکبر کی فکر و سوچ کو دین اسلام سے ہٹا کر ہندوازم کی طرف لگایا اور دوسرے غیر مسلم درباری امراء وزراء اور لالچی و گمراہ علماء نے اکبر کی سوچوں کو پراگندہ و پریشان کر دیا تو اکبر نے تمام مذاہب و ادیان کو دربار سے باہر نکال کر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ اور اس کا نام "دین الٰہی" یا توحید الٰہی رکھا گیا۔ اس دین میں اسلام غائب تھا جبکہ دوسرے تمام مذاہب مثلاً عیسائیت' ہندوازم' پارسی ازم' چین ازم وغیرہ کے اثرات غالب تھے۔ اگرچہ اکبر نے واضح طور پر اپنے نبی ہونے کا دعوٰی تو نہیں کیا۔ مگر دو وجہ سے اس نے اپنا نبی ہونا ہی ظاہر کیا تھا۔ اول یہ کہ ایک نیا دین ایجاد کیا۔ ظاہر ہے ہر نیا آنے والا پیغمبر نیا دین یا نئی شریعت ہی لایا کرتا ہے۔ دوم پرانے تمام ادیان کا ایک ملغوبہ تیار کر کے انہیں کلیتہً اپنے دربار سے نکال دیا۔ اس طرح اسلام مشمولہ دوسرے ادیان کے سرکاری طور پر منسوخ کر دیا گیا۔ لہٰذا ہر نبی اپنے سے پہلے ادیان کی منسوخی کا اعلان ہی کیا کرتا ہے۔ اور قدیم ادیان کی اچھی باتیں جاری رہنے دیتا ہے۔ اور خود نئی باتوں کا اضافہ کرتا ہے۔ منتخب التواریخ کے مولف ملا عبدالقادر نے متعدد وجوہ کی بناء پر اکبر کی شخصیت کو نبی کے مدعی کے طور پر ثابت کیا ہے۔ چند ایک وجوہ کا تذکرہ درج ذیل ہے:

اول:......اکبر نے کلمہ ایجاد کیا (لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ)۔ کلمہ کی تجدید سے دین کی تجدید مستلزم ہے۔

دوم:......اکبر کی دینی حیثیت کے استحکام کے لیے جو محضر نامہ تیار کیا اس میں اکبر کو اعدل، اعقل اور اعلم لکھا گیا۔ خوبیوں کے اعتبار سے افضل التفضیل کا صیغہ مطلقاً تو اللہ کو روا ہے کیونکہ وہ مالک حقیقی اور سب سے بڑا ہے۔ اس کی خوبیاں اور قدرتیں ذاتی ہیں مگر انسانوں میں خصوصاً یہ صیغہ صرف انبیاء کو روا ہے۔

سوم:......اکبر نے اپنے نئے دین کی شناخت کے لیے ایک نیا نام جاری کیا یعنی دین الٰہی یا توحید الٰہی یا نو آئین الٰہی وغیرہ وغیرہ۔

چہارم:......اکبر نے اپنے دینی عقائد کو ایک نئی شناخت دی۔ انہیں عقائد الفی یا دین الفی کہا جاتا تھا۔ (ایک ہزار سالہ عقائد یا ایک ہزار سالہ دین)۔

پنجم:......اکبر خود کو روحانی پرشک کہتا تھا۔ اور اس نے آئین رہنمونی بھی بنایا تھا۔ ہندوؤں میں روحانی پرشک نبی کا متبادل لفظ ہی ہے۔

ششم:......دین الٰہی کی قبولیت کے اقرار نامے سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ دین الٰہی قبول کرتے وقت اسلام یا سابقہ دین کو ترک کرنے کا واضح الفاظ میں اعلان کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے۔ ایک عقیدے کے قبول کرتے ہوئے پہلے عقیدے کو چھوڑنے کا مطلب ترک دین کر کے نئے دین میں داخل ہونا ہی ہوتا ہے۔

ہفتم:......اکبر نے دوسرے امور میں تجدید کے علاوہ اپنا علیحدہ سن یعنی تقویم بھی ایجاد کی۔ جسے تقویم الفی کا نام دیا اور مروجہ سن ہجری کو منسوخ کر دیا گیا۔

ہشتم:......اکبر کو اَن پڑھ (یعنی اُمّی) قرار دیا گیا۔ کہ یہ صرف انبیاء کی خصوصیت ہے وہ دنیاوی مدرسوں اور استادوں سے تعلیم نہیں پاتے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ اکبر ایک پڑھا لکھا (واجبی ہی سہی) شخص تھا۔ اور علماء کے مباحثوں، مجادلوں اور مناظروں سے اس نے اپنی علمی حیثیت بڑھالی تھی۔

نہم:......اکبر کے درشن کو آغاز یوم و آغاز کار کا سب سے اہم جزو اور باعث سعادت فعل قرار دیا گیا۔ یہ شرف صرف انبیائے وقت کو حاصل ہوتا ہے۔

دہم:......اکبر کو سجدہ کرنے کی روایت اختیار کی گئی۔ سجدہ کی حقدار صرف ذات الٰہی ہے۔ اس کے علاوہ

باذنِ الٰہی اگر کسی شخصیت کو سجدہ کیا گیا۔ (سجدۂ تعظیمی) تو وہ بھی ایک نبی ہی تھے یعنی حضرت آدم علیہ السلام۔ سجدہ کی حد تک تعظیم کا حق' اگر ہے تو صرف نبی وقت کو۔

یازدہم :...... نندنہ کے نواح میں دوران شکار ایک درخت کے نیچے اکبر نے اپنے اوپر بے خودی کی ایک ایسی حالت طاری کی جو گوتم بدھ کے گیا کے قریب بڑ کے درخت کے نیچے حصولِ گیان سے مکمل طور پر مشابہت رکھتی تھی۔ اس طرح اکبر نے اپنے آپ کو پہلوں کی طرح ایک مکمل پرشک ثابت کرنے کی کوشش کی۔

دوازدہم :...... اکبر نے عبادات کے طریقے اور اوقات نئے سرے سے مقرر کیے جن میں اکبر کی اپنی ذات کو مرکز و مرجع کی حیثیت حاصل تھی۔

سیزدہم :...... اکبر کے دین الٰہی میں داخلے کے وقت جان' مال اور عزت کی قربانی کا اقرار کیا جاتا تھا۔ جان اور عزت آج تک صرف انبیاء کے اشارے پر قربان کی جاتی رہی ہے۔

چہاردہم :...... اکبری دور میں دین الٰہی کے دستور کے مطابق مُردوں کے کفن دفن کو بھی نیا رواج دیا گیا۔ یعنی دین الٰہی کے پیروکار مرنے کے بعد اس طرح دفن کیے جاتے تھے کہ ان کا سر مشرق کی سمت اور پاؤں مغرب کی سمت ہوتے تھے۔ قبر کے ایک حصے کو کھلا چھوڑا جاتا تھا تاکہ صبح کے وقت سورج کی کرنوں کی مردہ کو سعادت و برکت نصیب ہو۔ اس طرح کی تجدیدیت کا حق صرف نبی وقت کو حاصل ہوتا ہے۔

پانزدہم :...... اکبر کے دربار میں عقائد الفی کے مطابق ہی مروّج عبادات کی اجازت تھی۔ ورنہ اس کے علاوہ ہر قسم کی عبادت ممنوع تھی۔ (مزید تفصیل و حوالہ جات کے لیے دیکھیے منتخب التواریخ از ملا بدایونی' دین الٰہی اور اس کا پس منظر از پروفیسر محمد اسلم' حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ از ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود مظہری وغیرہ)

شانزدہم :...... دور اکبری کے ایک شاعر ملا شبری سیالکوٹی نے اپنے درج ذیل شعر میں اکبر کے دعوٰی نبوت کا ذکر کیا ہے۔

بادشاہِ امسال دعوئِ نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن

(تجلیات امام ربانی ص ۱۴)

اکبر کو بگاڑنے اور کفریہ اعمال تک لانے میں علماءِ سُوء اور درباری گمراہوں کا بہت ہاتھ ہے۔ اس کا ذکر بھی ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں کیا ہے۔ چنانچہ درباری علماء نے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے من گھڑت دلیلیں دے کر بادشاہ کو یقین دلایا کہ آپ اس عہد کے صاحب زمان ہیں۔ اور آپ کا ظہور مسلمانوں اور ہندوؤں کے فرقوں کو ختم کرنے اور سب کو ایک عقیدے پر قائم کرنے کے لیے ہوا ہے۔ ملا شریف آملی نے محمود پسیخوانی کے سالخوردہ وقدیم رسالوں سے یہ شہادت نکال کر اکبر کو باور کرایا۔ کہ ۹۹۰ھ میں باطل کو ختم کرنے والے ایک شخص کا ظہور ہوگا۔ اور ''صاحب دین حق'' کے کلمہ سے اس پیشگوئی کی تعبیر کی گئی کہ جمل کے قاعدے کے مطابق اس جملہ کے ۹۹۰ عدد ہوتے ہیں۔ اس طرح عہدہ تجدید دین کے شرف کا مستحق اکبر کو گردانا گیا ابوالفضل اور فیضی، جو مشہور شیعہ ملا مبارک ناگوری کے بیٹے تھے، انہوں نے بھی اکبر کو گمراہ کرنے اور صاحب زمان بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہندو درباریوں اور پنڈتوں نے بھی ہندوستان میں اسلام کی شکل بگاڑنے کے مقصد کے پیش نظر اکبر کو ''اوتار'' قرار دیا۔ اور اسے ایک نئے دین کے بانی ہونے کے مژدے سنائے۔ غرضیکہ ان لادینی عناصر اور گمراہ مسلمان درباریوں نے اکبر کو راہ راست سے ہٹا دیا۔ اور وہ کارنامہ انجام دیا جو دراصل ابلیس (شیطان) کو انجام دینا چاہیے تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک کشف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ شیطان بے کار بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا کہ بے کاری کا کیا سبب ہے۔ تو شیطان نے مسکرا کر جواب دیا۔ کہ میرا کام علماءِ سُوء اور گمراہ طبقہ کر رہا ہے۔ اس لیے اب مجھے فرصت ہی فرصت ہے[۵]۔

درج بالا مباحث اور اس سے ماخوذ نتائج سے بآسانی یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اکبر دراصل پیغمبری کا مدعی تھا۔ اکبر چونکہ ہندوستان میں بااختیار تھا۔ اور تمام دشمن اسلام قوتیں اس کی پشت پناہ تھیں۔ لہٰذا اگر اکبر کے گمراہ کن اور کفریہ اقدامات جاری رہتے اور ہندوستانی مسلمان آہستہ آہستہ محمد عربی ﷺ کا دین چھوڑتے رہتے۔ تو آج ہندوستان میں خالص مسلمان دیکھنے کو بھی نہ ملتے۔ بلکہ ہندوستانی معاشرہ مسلم ہندو رنگ میں رنگا ہوا ہوتا۔ اس وقت اکبری فتنے کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا۔ اور ابتداً آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے حواریوں، درباریوں، امرا اور حکام کو دین کی اصلی شکل سے روشناس کرانے کے منصوبے پر عمل شروع کیا۔ اور رابطے بذریعہ خطوط، مریدین اور بذاتِ خود قائم کیے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کے

نظریات میں مثبت تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انہی لوگوں کو فتنہ اکبری اور اس کے دین کی خطرناکیوں سے آگاہ کیا۔ اور ترویج ونفاذ دین حقیقی اور اختتامِ اقدامات کفریہ پر راغب کیا۔ آہستہ آہستہ اکبر کو بھی انہی درباریوں اور حاشیہ نشینوں کے ذریعے دین کی اصل شکل دکھانے کی کوشش کی گئی۔ ابھی یہ عمل جاری ہی تھا کہ اکبر اپنے کفریہ فتنہ کے ہمراہ اس دنیا سے اُٹھ گیا اور جہانگیر نے چند ایک غیر دینی رسوم کو چھوڑ کر باقی تمام اکبری روایات فوراً ختم کر دیں۔ اس کے دور میں بھی مجددی مشن جاری رہا۔ تا آنکہ آپ ہندوستان کی دینی فضاء کو ایک دفعہ پھر صحیح اسلامی روح سے روشناس کرانے میں کامیاب ہوگئے۔

عقیدہ ختم نبوت اور اقوال مجدد

حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ عقیدہ ختم نبوت کے پرجوش داعی تھے۔ بلکہ اس عقیدے کی مضبوطی کے لیے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء سنت، ردِ بدعت، اطاعت ومتابعت رسول ﷺ اور اتباع شریعت کے امور کی بجا آوری پر بہت زیادہ زور دیا ہے کیونکہ ان امور کی پیروی ہی دراصل مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت پر مستحکم کر سکتی تھی۔ ذیل میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی انہی تعلیمات کا عکس پیش کیا جارہا ہے۔ جس کے دو مقاصد ہیں۔ اول مخالفین ومعاندین کے ان الزامات کا رد جو وہ آپ کو عقیدہ ختم نبوت کا منکر ثابت کرنے کیلیے کرتے ہیں دوم حضرت امام رحمتہ اللہ علیہ کے ہندوستان میں اس عظیم کارنامے کا احاطہ کرنے کی کوشش جس کا ذکر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح کیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(۱)......تمام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم کے خاتم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اور آپ کا دین گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے۔ اور آپ کی کتاب تمام کتابوں سے بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت منسوخ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر آپ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی ہو کر رہینگے۔ (مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم)

(۲)......حمد وصلوٰۃ کے بعد فرزندی مولانا امان اللہ کو معلوم ہو کہ نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں

ظلّیت کی کچھ بھی آمیزش نہیں ہے (ظلّی نبوت کا انکار) اس قرب کا عروج حق تعالیٰ کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس کا نزول خلق کی طرف یہ قرب بالا حالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب (میں) ہے اور یہ منصب انہی بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ (مکتوب ۳۰۱ دفتر اول)

(۳)...... تحقیق! حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں والے ہوں گے اور اللہ کے نزدیک سب اولین وآخرین سے بزرگ ہیں۔ (مکتوب ۴۴ دفتر اول)

(۴)...... ہر چند منصب نبوت ختم ہو چکا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے کامل متبعین کو وارث انبیاء ہونے کی حیثیت سے نبوت کے کمالات و خصائص میں سے حصہ مل جایا کرتا ہے۔ یہاں جزوی طور پر کمالاتِ نبوت کے آپ قائل ہیں مگر مطلقاً نبوت اور منصب نبوت کی تنسیخ کے آپ بہت زبردست معلن ہیں۔ تفصیل آگے آئے گی۔ (مکتوب ۶ دفتر دوم)

(۵)...... جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسّلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔[۶] اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی ﷺ کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کریں گے۔ گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کہ اولوا العزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیائے کرام اور رُسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر الوا العزم کی دعوت و شریعت کا دورہ تمام ہو جاتا تھا۔ تو دوسرا اولوا العزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسّل علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیلی سے محفوظ ہے اس لیے حضور ﷺ کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوا العزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی ہے [۷]۔ ...... اور جاننا چاہیے کہ حضرت خاتم الرسّل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیا جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت

پورے طور پر کر سکیں۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ (مکتوب ۲۰۹ دفتر اول)

(۶)...... جاننا چاہیے۔ کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہوگئے ہیں۔ اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن امید ہے۔ کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو۔ اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے اور کمالات اصیلہ ظاہر ہوں اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔

(مکتوب ۲۶۰' دفتر اول)

(۷)...... حضرت غوث صمدانی' شاہباز لامکانی سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' پر گفتگو فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مکتوب ۲۹۳' دفتر اول میں فرمایا ہے کہ (قدمی هذه علیٰ رقبه کل ولی الله)۔ یہ حکم اس وقت کے اولیائے کرام کے علاوہ کسی اور طرف تجاوز نہیں کرتا۔ اسی طرح غوث پاک قدس سرہ سے پہلے کے اولیا کرام کو بھی یہ حکم شامل نہیں کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے کے اولیاء اللہ میں صحابہ کرام بھی داخل ہیں۔ جو حضرت شیخ قدس سرہ سے یقیناً افضل ہیں اور آپ کے بعد والے اولیاء میں بھی یہ حکم کیسے جاری ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد اولیاء میں حضرت امام مہدی بھی ہیں۔ جن کے تشریف لانے کی آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی ہے۔ اور امت کو آپ کے وجود کی بشارت سے نوازا ہے۔ اور انہیں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولوالعزم سابقین انبیاء میں سے ہیں۔ اور اس شریعت کی متابعت کے واسطے سے اصحاب خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والسلام کے ساتھ ملحق ہیں۔ اس امت کے متاخرین کی بزرگی کے باعث ہی شاید آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ ''نہیں معلوم کہ اس امت کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے۔ (ترمذی)

(۸)......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور سرور انبیاء ﷺ کی یہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد نے لکھا ہے کہ:

> آپ ﷺ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ''ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں ۸ مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور سب سے پہلے ہم ہی ہوں گے۔ (مکتوب ۴۴، دفتر اول)
>
> اگر چہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن تبعیت و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات و خصائص سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ (مکتوب ۶، دفتر دوم)

(۹)......اور اس امت کی آخریت کا شروع آں حضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتداء ہے کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے۔ اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ اور چونکہ اس امت میں نسخ وتبدیلی نہیں ہے اس لیے سابقین کی نسبت اسی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں ازسرنو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے اس معنی پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں۔ (مکتوب ۲۶۱، دفتر اول)

(۱۰)......حدیث قرطاس پر اپنی علمی وصائب رائے کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے انقطاع وحی وتکمیل دین کا ذکر یوں کیا ہے کہ اسی قبیل سے ہے وہ اختلاف جو کاغذ لانے میں صحابہ کرام کے درمیان رونما ہوا کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰات والتسلیمات نے مرض وصال میں کاغذ طلب فرمایا تھا کہ صحابہ کے لیے آپ کچھ لکھیں۔ ایک گروہ نے کہا کہ کاغذ لانا چاہیے۔ اور دوسرے گروہ نے کاغذ لانے سے روک دیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ روکنے والوں میں سے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے) طعن وتشنیع کرنے والوں نے اس راہ سے بھی حضرت فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا ہے۔ اور طعن وتشنیع کی زبانیں کھولی ہیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ طعن کا کوئی مقام نہیں اس لیے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ ''زمانہ وحی منقطع ہو گیا ہے اور احکام سماوی مکمل ہو چکے ہیں۔ اور رائے واجتہاد کے سوا اثبات احکام میں اب کوئی گنجائش نہیں''......

حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاید اس وقت سمجھا ہوگا کہ حضور سے یہ کلام درد و تکلیف کی وجہ سے بلا قصد و اختیار صادر ہوا ہے۔ جیسا کہ لفظ ''اکتب'' میں لکھتا ہوں سے وہم ہوتا ہے کیونکہ آں سرور علیہ السلام نے کبھی کچھ نہیں لکھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لن تضلوا بعدی'' (تم لوگ ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے) جبکہ دین کامل اور نعمت تمام اور رضاء مولیٰ اس سے وابستہ ہو چکی۔ اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی کیا صورت ہوگی۔ (مکتوب ۳۶، دفتر دوم)

منقول ہے کہ حضرت (امام) مہدی رضی اللہ عنہ (نبوت محمدی ﷺ کے آخر اور قرب قیامت میں) اپنی سلطنت کے زمانے میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے۔ (یعنی شریعت محمدی ﷺ کا احیا اور اس کی ترویج کریں گے)۔ (مکتوب ۲۵۵، دفتر اول)

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد ﷺ تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اعتدال تمام آسمانی کتابوں، کی جو تمام انبیا کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں۔ بطور خلاصہ ان کی جامع اور اسمائی و صفاتی کمالات کی مظہر ہے نیز وہ شریعت جو سرورِ دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی گئی ہے۔ تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعتِ حقہ کے مطابق ادا ہوں تمام ماسبق شریعتوں کا انتخاب ہیں۔

(مکتوب ۹۷، دفتر اول)

یہاں شریعت محمدی ﷺ کو شرائع ماقبل کا خلاصہ لکھ کر یہ حقیقت واضح کر دی کہ شریعت محمدی ﷺ مکمل ترین اور آخری شریعت ہے۔

(۱۱)...... اے فرزند: یہ وہ وقت ہے جب کہ امم سابقہ میں ایسے تاریک دور کے اندر اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ لیکن یہ امت خیر الامم اور اس کا پیغمبر خاتم الرسل ﷺ ہے۔ اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اس لیے ہر صدی کے بعد علمائے امت میں سے کسی ایک کو مجدد مقرر فرمایا جاتا ہے تاکہ وہ شریعتِ محمدیہ ﷺ کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد کہ جو اولوالعزم پیغمبر کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے۔ اور ہر پیغمبر پر ایسے وقت کفایت نہیں کی گئی۔ تو ایسے وقت امت محمدیہ ﷺ میں اولوالعزم پیغمبر کی جگہ تام المعرفت عالم و عارف درکار ہوتا ہے جو امِم سابقہ کے اولوالعزم پیغمبروں کا قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا می کرد

(مکتوب نمبر ۲۶۱، دفتر اول)

(۱۲)...... اور حضرت (عمر) فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق (رسول ﷺ) نے فرمایا۔ ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتا'' یعنی وہ لوازم و کمالات جو نبوت میں درکار ہیں۔ وہ تمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوے۔ (مکتوب نمبر ۱۷، دفتر سوم حصہ اول)

(۱۳)...... خاص کر آج ماہ رمضان کی سترہویں رات کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور علوم عقلی کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور اس کے عذاب و ثواب اور رویتِ دیدار کے اثبات اور حضرت خاتم الرسل کی نبوت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اقتدا اور تراویح کی سنت اور تناسخ کے باطل ہونے اور جنوں اور جنیوں کے اموال اور ان کے عذاب و ثواب کی نسبت بہت کچھ مذکور ہوا۔ (مکتوب بنام صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و محمد معصوم بحوالہ حضرت مجدد الف ثانی از سید زوار حسین شاہ ص ۵۱۵)

(۱۴)...... میں شریک دولت تو ہوں لیکن ایسی شرکت نہیں ہے جس سے برابری ثابت ہو۔ اس لیے کہ آں حضرت ﷺ سے ہمسری کا دعوٰی کفر ہے بلکہ خادم و مخدوم میں جو شرکت نسبت ہوتی ہے۔ اسی قسم کی شرکت ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ توحیدٔ ایمان اور انوار کی دولت میں جس کے خازن و قاسم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ جو شخص آں حضرت ﷺ کا شریک نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہی نہیں ہے اس میں شریک ہونا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ امر ہے۔ لیکن نبوت جو خاتم المرسلین ﷺ پر ختم ہو چکی ہے کوئی مسلمان اس میں شرکت کا دعوٰی نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس کو سوچ سکتا ہے[۹]۔

(۱۵)...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے حضور سرور کائنات ﷺ کی وہ حدیثِ مبارکہ بھی اپنے خطوط میں بیان کی ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر ہے چنانچہ فرماتے ہیں ''اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ میں اللہ کا دوست ہوں اور میں پیغمبروں کا پیش رو ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں'' (دیکھیے مکتوب ۴۴، دفتر اول) یہی حدیث حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوب نمبر ایک دفتر دوم میں بھی لکھی ہے۔

(۱۶)...... حالانکہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی باوجود اپنی کلیمی اور قرب خاص کے اگر زندہ ہوتے تو اس شریعت (شریعت محمدیہ ﷺ) کی پیروی کے بغیر اور کوئی طریقہ اختیار نہ فرماتے (اس لیے کہ بعثت محمدی ﷺ کے بعد، قبل کی نبوتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور آئندہ کو انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے)[۱۰]۔

(۱۷)..... سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول ﷺ ہیں۔

(مکتوب نمبر ۱۷ دفتر سوم حصہ اول)

روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے۔ اور امت محمدی ﷺ کی رہنمائی اور تقویت کا باعث بنیں گے منکرین ختم نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کو انکار ختم نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بھی اس بارے میں جمہور مسلمانوں کے عقیدے کی تائید کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

> (ا)...... جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل کی شریعت کی متابعت کریں گے اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی ﷺ کے مقام میں پہنچیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو تقویت دیں گے۔ (مکتوب ۲۰۹، دفتر اول)
>
> (ب)...... اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل ﷺ کی شریعت کے تابع ہوں گے۔ (مکتوب ۳۰۱، دفتر اول)
>
> (ج)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف آوری کے وقت رسول ﷺ کی شریعت مطہرہ پر عمل کریں گے، وہ رسول اللہ ﷺ کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کریں گے۔ (مکتوب ۵۵، دفتر دوم)
>
> (د)...... اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں

> گے کہ اس شریعت (شریعت محمدیہ ﷺ) کا نسخ جائز نہیں ہے۔
>
> (مکتوب ۵۵ حصہ ہفتم دفتر دوم)
>
> (ہ)...... آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ہیں۔ اور آپ ﷺ کا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے۔ اور آپ ﷺ کی کتاب تمام گزشتہ کتابوں سے بہترین ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی۔ بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے امتی ہو کر رہیں گے۔
>
> (مکتوب ۶۷، عقیدہ ۱۲، دفتر دوم)
>
> (ح)...... اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والسلام کی شریعت کی پیروی کریں گے۔
>
> (مکتوب ۱۷، دفتر سوم، اول)
>
> (ز)...... کہ اس امت کے جو بہترین امت ہے وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم) بہترین آدمی ہیں۔ اور اس ملت کے جو تمام ملتوں کی ناسخ ہے سابق ترین آدمی بھی وہی ہیں۔
> کہ ان کا زمانہ بہترین زمانہ ہے اور ان کے ساتھی (محمد رسول ﷺ) انبیاء و رسل میں بہترین رسول ہیں۔ (مکتوب ۲۴، دفتر سوم)

روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جو کہ دورِ موسوی علیہ السلام کے ایک پیغمبر تھے" کو عمر طویل تا قیامت عطا کی گئی ہے۔ منکرین ختم نبوت عمر خضر علیہ السلام کو بھی انکار ختم نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیثیت کو دور نبوت محمدی ﷺ میں نبی کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں ایک اسرائیلی کی حیثیت دی ہے۔ چنانچہ آپ مکتوب ۵۵ دفتر دوم ص ۳۶۔۳۵ پر رقم طراز ہیں کہ:

> حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضر علیہ السلام کی روحانیت متوسط ہے علیٰ نبینا وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوۃ والسلام! ظاہراً یہ بات ابتدا اور توسط کی

نسبت معلوم ہوتی ہے اور منتھی کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ جیسا کہ صاف کشف اس کی شہادت دیتا ہے۔ اور اس کی تخصیص کا موید حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا وہ قول ہے۔ کہ ایک روز منبر پر بیٹھ کر علوم اور معارف بیان کر رہے تھے۔ کہ اس اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کا گزر ہوا۔ تو شیخ نے فرمایا ''اے اسرائیلی! آ: کلام محمدی ﷺ سن'' شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر محمدی نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں۔ اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ؟ (یعنی ان کا اسرائیلی ہونا ختم نبوت کے عقیدے کے لیے مضر نہیں ہے)۔

اصطلاحاتِ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحریروں میں حضور سرور کائنات ﷺ کے لیے ختم الرسل، ختم الرسالت خاتم الرسل، خاتم الرسالت، خاتم النبوۃ وغیرہ کی اصطلاحات بکثرت ملتی ہیں۔ جو آپ ﷺ کے ذات محمدی ﷺ کے ساتھ منصب نبوت و رسالت کے اختتام کے عقیدہ کا ثبوت ہیں۔ ذیل میں چند مقامات سے ایسے فقرات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ختم نبوت سے تعلق رکھنے والی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں:

اول: ......اور نوبت یہاں تک پہنچی (دور اکبری کی تصویر) کہ مجلس میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی گئی (رسالہ اثبات النبوۃ ص ۵۲)

دوم: ......پر (جب) حضور خاتم النبوت علیہ الصلوۃ والسلام کی روحانی پرورش کا فیض ہوا تو سابقہ قابلیت اور مرتبہ سے ایسے مقام کی طرف صعود ہوا جو اقطاب محمدی ﷺ کے واسطے مخصوص ہے۔

(نور اسلام مجدد نمبر جلد اول ص ۵۳۸)

سوم: ......مقام تسلیم و رضا سے پرے حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا۔

(مکتوب نمبر ۷ دفتر دوم حصہ ششم) ۱۲

چہارم: ......خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفۂ مطلق حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔

(مکتوب ۶۷، دفتر دوم)

پنجم: ......اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو صاحبِ خلقِ عظیم تھے کفار سے جہاد کرنے اور ان پر سختی فرمانے کا حکم دیا تھا۔ (مکتوب ۱۶۳، دفتر اول)

ششم: ......اس کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام مشائخ امت کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ (مکتوب ۱۶، اول)

ہفتم: ......تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم حضرت محمد رسول ﷺ ہیں۔ (مکتوب ۶۷، دفتر دوم)

ہشتم: ......خاص کر آج...... حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی خاتمیت ......اور اسی طرح کا بہت کچھ مذکور ہوا۔ (مکتوب ۴۳، دفتر سوم)

نہم: ......(ا)......اقطاب ارشاد میں سے جو فرد (شخص) کامل ترین ہوتا ہے۔ وہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم من الصلوٰت افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کے کرم پر ہوتا ہے۔

(ب)......اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام تو رحمت عالمیان ہیں۔

(معرفت ۳۵ معارف لدنیہ از حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

(ج)......اور عین اس وقت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی روح مبارک تشریف لائی۔ اور میرے دلِ غمگین کو تسلی دی۔ (مکتوب ۲۲۰، دفتر اول)

(د)......حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے کہ ”میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے۔ جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی گنجایش نہیں (مکتوب ۲۸۵، دفتر اول)

(ہ)......لیکن خاتم الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے بری ہیں۔ آپ ﷺ کو دنیا میں رویتِ (الٰہی) میسر ہوئی اور سرِ مو اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ (مکتوب ۲۱۷، دفتر اوّل)

(و)...... اسی لیے خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیا۔ (مکتوب ۲۹۴، دفتر اوّل)

(ز)...... یہ بات طے شدہ ہے کہ آفرینش کائنات سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی ذات مقدسہ ہے۔ (ایضاً)

(ح)...... کیونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ایک باریک بال کی مانند

درمیان میں حائل اور مطلوب ہے۔ (ایضاً)

(ط)...... اس قدر نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نہایت بلکہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی نہایت بھی حق سبحانہ ہے۔ (مکتوب ۴۳' دفتر دوم)

(ی)......اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے کاروبار کا مبدء وہ حقیقت ہے جو الف کی حقیقت سے اوپر ہے۔ (مکتوب ۳۱۱' دفتر اول)

(ک)...... غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کا مبدء اس حقیقت کا اجمال ہے اور حضرت خلیل کی حقیقت مبدء اس حقیقت کی تفصیل ہے علیہم الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔ اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوۃ والتسلیمات کا رجوع حقیقت لام کی طرح ہے۔ (ایضاً)

(ل)...... حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوۃ والتسلیمات کا رب اسم مبارک اللہ ہے۔ (ایضاً)

(م) مقام رضا سے اوپر کسی کے قدم رکھنے کی جگہ نہیں مگر خاتم الرسل علیہ وعلیہم وعلیٰ آل کل الصلوات والتسلیمات کیلیے ہے۔ (مکتوب ۳۳' دفتر دوم)

دہم :...... حضرت خاتم الرسل کا مبدء تعین شان العلم ہے۔ اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام کے نصیب ہیں (ج) اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت خاتم الرسل کے سوا باقی تمام پیغمبروں کے درمیان ان کمالات جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ جو تمام حقائق بشریت وملکیت سے برتر ہے تعلق رکھتے ہیں۔ (مکتوب ۲۶۰' دفتر اول)

یازدہم :...... حتیٰ کہ اکثر علمائے اہلسنّت وجماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت کی رویت سے منع فرمایا ہے۔ (مکتوب ۲۸۳' دفتر اول)

دوازدہم :...... جاننا چاہیے کہ منصب نبوّت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسّلام پر ختم ہو چکا ہے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

سیزدہم :......اور خاتم الانبیاء افضل الرسُل کی بعثت کا فائدہ کم ہو کر رہ جائے گا۔ (مکتوب ۲۴' دفتر سوم)

چہاردہم :...... خدا کے آخری پیغمبر نے اسلام کے غلبہ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی معرفت طلب

کیا۔ (مکتوب ۹۵' دفتر دوم)

پانزدہم: ...... اور درجہ پنجم حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوت والسّلام کے زیر قدم ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی از سید زوار حسین شاہ ص ۶۵۷)۔

شانزدہم: ...... حضرت رسالتِ خاتمیت ﷺ باقی تمام انبیاء کے درمیان ذاتی تجلی کے ساتھ امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ (مبدأ و معاد از حضرت مجدد الف ثانی ص ۱۴۱)

ہفدہم: ...... سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السّلام اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول ﷺ ہیں۔

(مکتوب ۱۷' دفتر سوم)

ہشدہم: ...... اور حضرت عیسیٰ جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ (حوالہ ایضاً)

نوزدہم: ...... خاتم الانبیاء کو ان (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی متابعت کا حکم فرمایا ہے...... حالانکہ حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت پر اجماع ہے...... تجلی اصل میں حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسروں کے لیے آپ ﷺ کی تبعیت میں ہے ...... اور دوسری وجہ وہ تجلی اصل میں حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے ان کے تابع ہیں...... تو لازماً تجلی ذات کو حضرت خاتم الرسل سے زیادہ مناسبت ہوئی۔

(مکتوب نمبر ۸۸ دفتر سوم حصہ دوم)

بیستم: ...... اور وہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوات والسّلام کا رب قرار پایا۔ (مکتوب ۸۸ دفتر سوم حصہ دوم)

بست و یکم: ...... وہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ بالصلوٰۃ والتسلیمات کا رب اور مبدءِ تعین ہے' پس سب سے زیادہ سبقت لے جانے والی خاتم نبوت کی حقیقت ہے۔ (مکتوب ۹۳ دفتر سوم)

بست و دوم: ...... اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کا مبدءِ تعین' تعین اول کے دائرے کا مرکز ہے۔ یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملتِ ابراہیمی کی متابعت کا حکم ہوا۔ (مکتوب ۹۴ دفتر سوم حصہ دوم)

بست و سوم: ...... حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات نے جو کہ جہاں والوں کے لیے سراسر رحمت ہیں۔ (مکتوب ۹۵ دفتر سوم)

بست و چہارم: ...... لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں...... کہ حضرت خاتم الرسل علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبدءِ تعین حضرت کے علم کا اجمال ہے بلکہ یہ اجمال آپ ﷺ کے مبدءِ تعین کا ظل ہے۔

(مکتوب ۱۱۴ دفتر سوم)

بست و پنجم: ...... یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس عدم توسط سے اگر چہ ایک معنی ہی سے ہوں جناب حضرت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہٖ والصلوٰۃ والسلام میں قصور لازم آتا ہے۔

بست و ششم: ...... حدیث قدسی (لولاک لما خلقت الافلاک) جو کہ خاتم الرسل کی شان میں واقع ہے۔ (مکتوب ۱۲۲، دفتر سوم)

بست و ہفتم: ...... ایک سوال: اس تحقیق سے لازم آتا ہے کہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کو بھی اس حقیقت سے ترقی واقع نہ ہو۔

جواب: میرے مخدوم! حزن کا استبعاد اور حضرت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال کا فقدان جب جاہ وجلال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر کی جائے اور خداوندی عنایات کو دیکھا جائے جو آں حضرت ﷺ پر ہیں...... ہر کمال جو نوع بشر میں ممکن ہے وہ حضرت خاتمیت میں بالفعل حاصل ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہِ الصلوٰۃ والسلام۔ (دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۲۲)

بست و ہشتم: ...... خاتم النبیین اور پیغمبروں کے سردار علیہم الصلوٰت والتحیات نے فرمایا ”میرے دل پر کچھ غبار سا آجاتا ہے اور میں دن رات میں اپنے اللہ سے ستر مرتبہ بخشش مانگتا ہوں۔

(مکتوب ۲۶ دفتر دوم حصہ ہفتم)

بست و نہم: ...... ہوسکتا ہے کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو اور دوسری قوم کے لیے وہ حرام ہو۔ پس خداوند تعالیٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہوسکتا ہے۔ جب قومیں الگ الگ ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ختم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔

(مکتوب ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم)

یہ اور اس طرح کے سیکڑوں اقتباسات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے ختم نبوت کے ثبوت میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ بخوفِ طوالت انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کی حقیقت کو آیۂ تکمیل دین کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔

پس اس کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے (حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کے دین کو کامل کر دیا۔ اور ان (امت مسلمہ و حضور علیہ السلام) پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور ان کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔ اور آپ ﷺ پر انبیا و رسل کا سلسلہ ختم کر دیا۔ جو مخلوقات کی طرف واضح آیات اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ بھیجے جاتے رہے۔ (اثبات النبوۃ اردو ص ۱)

غرضیکہ لاتعداد مقامات پر حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے سرور کونین ﷺ کی ذات بابرکات کو سلسلۂ نبوت کا انقطاع کرنے والا ثابت کیا ہے۔ صریحاً بھی اور اجمالاً بھی اشارۃً بھی اور کنایۃً بھی۔ مکتوبات کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی وقیع تصانیف میں بھی حسب ضرورت اس مسئلے پر علمی و دینی نقطہ نگاہ سے کلام کیا ہے۔ اور کہیں بھی جادہ حق سے نہیں ہٹے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ تائید ایزدی سے فتنۂ اکبری کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا ذکر اقبال نے بھی کیا ہے کہ:

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

الزام انکارِ ختم نبوت کا محاکمہ

مشکک حضرات یا منکرین ختم نبوت حضرتِ مجدد کے سیاق وسباق سے علیحدہ اقوال پیش کر کے آپ کو نشانۂ تنقید بناتے ہیں۔ اور آیہ قرآنی ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّن (احزاب۔ ۴۰) کا منکر ثابت کر کے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہندوستان میں عظیم کارنامے کو آپ رحمتہ اللہ علیہ کے معتقدین اور عام مسلمانوں کی نظروں میں بے وقعت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حضرات کے پیش کیے گئے اقتباسات میں سے صرف ایک بطورِ حوالہ پیش کر کے اس موضوع کی حیثیت سے گفتگو کی جاتی ہے۔

> پس آں حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کو تبعیت و وراثت کے طریق پر کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام

لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ (مکتوب نمبر ۳۰۱ بنام مولانا امان اللہ دفتر اول)

بظاہر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ عقیدہ ختم نبوت کی قدروں کے منافی ہے۔ اور حقیقت میں رسالت مآب ﷺ کی افضلیت ختم المرسلینی کی روح اس سے مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔ مگر اگر اس فقرے کو خط کے سیاق و سباق کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ تو شک و تردد کی دُھند یک لخت چھٹتی نظر آتی ہے۔ جو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ معترضین کا مقصد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں کو یا تو گمراہ کرنا ہے اور یا پھر معترضین خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے دفاتر سے جاہل ہیں۔ ذیل میں خط کے تفصیلی مندرجات میں سے درج بالا فقرے کے سیاق و سباق کو درج کیا جاتا ہے:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بعد الحمد و الصلوٰۃ میرے فرزند مولانا امان اللہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت قربِ الٰہی جل شانہٗ سے عبارت ہے۔ جس میں ظلیّت کا شائبہ تک نہیں۔ اس کے عروج کا رخ حق جل و علا کی طرف ہوتا ہے۔ اور اس کے نزول کا رخ مخلوق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حصہ ہے اور یہ رتبہ و عہدہ ان بزرگوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس مرتبہ و منصب کو ختم کرنے والے حضرت سید البشر ہیں۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ پیروکاروں کو بھی حصہ حاصل ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات سے بطور وراثت پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔
>
> ع خاص کند بندہ مصلحتِ عام را
>
> (اللہ تعالیٰ مصلحت عام کی خاطر کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے)
>
> تو خاتم المرسلین علیہ وآلہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰت والتسلیمات کی بعثت کے بعد بطریق وراثت و تبعیت آپ ﷺ کے پیروکاروں کو

کمالات نبوت کا حصول آپ ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اے عزیز جان لے! (اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے) کہ کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات مفصّل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ اور تجلیات ظلّیہ اور معارفِ سکریہ جو مرتبہ ولایت کے مناصب ہیں۔ کے حصول پر موقوف ہے۔ ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جا سکتا ہے۔ اس مقام میں اصل تک وصول ہوتا ہے اور ظلیت کی طرف التفات و توجہ گناہ ہے۔ اور دوسرا راستہ وہ ہے کہ جس میں ان کمالات ولایت کے حصول کے بغیر ہی کمالات نبوت تک وصول میسر آ جاتا ہے۔ اور یہ دوسرا راستہ کشادہ اور فراخ ہے اور وصول کے زیادہ نزدیک ہے۔

فیضِ روح القدس از باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

(روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کیا کرتے تھے)

یہ تو تھا اس فقرے کا سیاق و سباق کی روشنی میں جائزہ۔ جو منکرین ختم نبوت پیش کرتے ہیں اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس حوالے سے اپنے ساتھ دائرہ کفر میں گھسیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ سیاق و سباق کے ساتھ یہ بات واضح ہو گئی کہ معترضہ فقرہ سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کی ختم النبوت اور ختم المرسلینی اور بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور شریعت محمدی ﷺ کو رہنما بنانے کا واضح ذکر کیا ہے۔ اور اگر بعد میں آپ نے کمالاتِ نبوت کے اخذ کو ختم نبوت سے معارض قرار نہیں دیا۔ تو اس میں قابل اعتراض بات کیا ہے۔ کمالات نبوت کا حصول منصب نبوت سے مکمل طور پر ایک علیحدہ مسئلہ ہے۔ اور پھر یہ اپنے اپنے سمجھنے کی بات ہے کوئی حالت جذب جسے زبان تصوف میں سُکر کہا جاتا ہے‘

میں کچھ کہتا ہے۔ جو بظاہر شریعت سے متضاد نظر آتا ہے۔ لیکن یہ الفاظ قابلِ مواخذہ نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی ان الفاظ کی حیثیت شریعت کی سی ہوتی ہے۔

افضلیت شریعت

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تو مدارِ نجات شریعت ہے۔ نہ کہ حقیقت و طریقت اور قابلِ تقلید فقہاء و علماء ہیں نہ کہ اصفیاء و اذکیا[۱۳]۔

سنیے آپ کیا فرماتے ہیں:

(۱)...... پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی رائے کے موافق ڈھونڈنا چاہیے اور صوفیائے کرام جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے خلاف کہیں یا کریں ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیے اور ان پر حُسنِ ظَن رکھتے ہوئے ان کے طعن سے سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں (جو بظاہر خلافِ شریعت نظر آتی ہوں) کو شطحیات میں شمار کرنا چاہیے۔ (مکتوب ۲۷۲ دفتر اول)

(۲)...... شریعت محمدی ﷺ ہی دین و عقبیٰ کی ضامن ہے۔ (مکتوب ۳۶ دفتر اول)

(۳)...... اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعتِ محمدیہ ﷺ پر ثابت قدم رکھے کیونکہ یہی مقصودِ حیات ہے اور اسی کی اتباع پر سعادتِ دارین موقوف ہے۔

(مکتوب ۲۳ دفتر اول)

(۴)...... صوفیائے کرام کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی رحمتہ اللہ علیہ کی ملتقط میں ہے اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ ان کے لیے یہی کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں یہاں تو امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ، امام ابو یوسف و امام محمد رحمتہ اللہ علیہم کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی اور ابوالحسن نوری کا عمل۔

(مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

(۵)......جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں کہ علماء اور صوفیہ میں باہم اختلاف ہے جب اچھی طرح نمود اور ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو حق علماء کی جانب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا راز یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک محدود رہتی ہے پس وہ علم جو نبوت کی مشکوٰۃ سے حاصل کیا جائے وہ لازماً اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے' کئی درجہ زیادہ صحیح اور حق ہوگا۔ (حوالہ ایضاً)

(۶)......قیاس و اجتہاد اُصولِ شرعی میں سے ایک اصل ہے۔ جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے بر خلاف کشف و الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے۔ اور الہام دوسروں پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ (ایضاً)

(۷)......احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کی تابع نہیں کیونکہ شریعت قطعی ہے۔ اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنی میں ان کا ثبوت کشف و الہام سے ہوا ہے۔ (بحوالہ حضرات القدس از مولانا بدرالدین سرہندی)

(۸)......تعجب ہے خام اور ناتمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسا کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آں حضرت ﷺ کے زمانے میں ہوتے۔ تو وہ بھی آپ ﷺ (کی شریعت) ہی کی پیروی کرتے۔ (حوالہ ایضاً)

(۹)......پس تم پر اتباع رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور التزام سنت اور شریعت کی پابندی لازم ہے۔ (مرزا داراب ابن خانخاناں کے نام مکتوب نمبر ۷۱ دفتر اول)

(۱۰)......عبادتے کہ شرع محمدی ﷺ ازاں ناطق است (عبادت وہی ہے جس پر شرع محمدی ﷺ ناطق ہو)۔ (مکتوب ۷۳ دفتر اول)

(۱۱)......جو لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز قرار دیتے ہیں وہ حقیقت

(شرع محمدی ﷺ) سے بے خبر ہیں۔ (مکتوب ۴۰، دفتر اول)

(۱۲)......جو لوگ غلط فہمی کی بناء پر احوال و مواجید یا کشف و کرامات کو اپنا مقصود بنا لیتے ہیں وہ کمالاتِ شرعیہ سے محروم رہتے ہیں۔ (مکتوب ۳۶ دفتر اول)

(۱۳)......وہی سلوک یا طریقۂ صوفیہ برحق ہے جو تدین و تشرع سے مربوط و وابستہ ہو۔ (مکتوب ۲۱۳ دفتر اول)

کیا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے شریعت کی پیروی کی اتنی زیادہ تاکید کے باوجود کبھی خود شریعت سے باہر قدم رکھا؟ اس کا جواب دین و تاریخ کے طالب علم کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کے مجموعوں اور حالات زندگی کی کتابوں مثلاً حضرات القدس، زبدۃ المقامات اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصانیف سے بآسانی مل سکتا ہے۔ درج بالا اقتباسات تو شریعت کی پابندی کی تفصیل و تاکید کے بارے میں تھے۔ ذیل میں چند ایک اقتباسات شریعت کے تفوق اور طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ طریقہ ہائے صوفیہ کے تابع شریعت ہونے کے بارے میں درج کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱)............میں انتہائی یقین سے کہتا ہوں کہ سلوک (طریقۂ صوفیہ) خادم علوم شرعیہ ہے۔ (مکتوب ۲۱۰ دفتر اول)

(۲)............طریقت و حقیقت شریعت کے تیسرے جزء اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں۔
(مکتوب ۳۶ دفتر اول)

(۳)............طریقت و حقیقت دونوں شریعت کی حقیقت ہیں۔ نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور۔ انہیں ایک دوسرے سے علاحدہ علاحدہ سمجھنا الحاد و زندیقیت ہے۔
(مکتوب ۵۷ دفتر اول)

(۴)............باطنی شریعت (حقیقت و طریقت وغیرہ) پورے طور پر ظاہری شریعت (قرآن و سنت) کی تکمیل کرتی ہے۔ دونوں میں ایک دوسرے سے بال برابر مخالفت نہیں پائی جاتی مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل کی گہرائیوں سے جھوٹ کی دید کرنا طریقت و حقیقت ہے۔ (مکتوب ۴۱ دفتر اول)

(۵)............ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کردے۔ زندقہ ہی ہوتی ہے۔

(معرفت ۳۶ معارف لدنیہ' اردو ترجمہ از حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ)

(۶)..........اور صحیح اور قابلِ اعتبار علوم وہی ہیں جو علوم شرعیہ کے مطابق ہوں حق تعالیٰ سبحانہ' ہمیں روشن شریعت پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں ثابت قدم رکھے۔

(معرفت ۳۶ معارف لدنیہ)

(۷)..........باری تعالیٰ اور ایسے ہی توحید باری بلکہ نبوت محمد رسول اللہ ﷺ بھی بلکہ تمام وہ احکام جن کو آں حضرت ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ (یعنی شریعت) سب کے سب بدیہی ہیں اگر قوتِ مدرکہ ''آفاتِ رویّہ'' اور ''امراض معنویہ'' سے محفوظ ہے تو ان امور بالا کے اثبات کے لیے (ہمیں) کسی فکر اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے (مکتوب ۴۶ دفتر اول)

(۸)..........غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے قابل ہے وہ صرف کتاب وسنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوے ہیں اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصولوں کے سوا اور جو کچھ ہو خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف والہام۔ اگر ان اصولوں کے موافق ہیں۔ تو مقبول ہیں ورنہ مردود' ہاں! وجد وحال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں۔ نیم جَو سے بھی نہیں خریدتے اور کشوف والہام کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم دام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔ (مکتوب ۲۱۷۔ دفتر اول) مجتہدین کی تقلید کرنے میں خاص اولیائے کرام بھی عام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے مکاشفات والہامات کی کوئی برتری نہیں۔ لہٰذا وہ تقلید سے آزاد نہیں ہوسکتے۔ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ' بایزید بِسطامی رحمتہ اللہ علیہ' جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ' اور خواجہ ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ بھی اجتہادی احکام میں زید و عمرو غیرہ کیطرح مجتہدین کی تقلید کے پابند ہیں۔ (بحوالہ مسلک امام ربانی۔ مکتوب ۱۷/ دفتر دوم)

اور وہ درویش کہ جن کے قدم شریعت میں پختہ ہیں اور جو عالم حقیقت کے اچّھے واقف ہیں۔ اُن کی دعاؤں کا طالب ہونا چاہیے۔ (مکتوب ۷۸ دفتر اول)

(۹)..........حضور اقدس علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کے دشمنوں

کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان (حضور سرور کائنات ﷺ) کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ (مکتوب ۱۲۵، دفتر اول)

(۱۰)............ اور تو اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تو ایمان کامل ہی تقلیدی ایمان کو بتایا ہے۔ جو تقلیدِ انبیاء سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحبِ تقلید دلیل کیساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بے شک سچا ہے پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے سب کے سب صادق اور راست ہیں تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے (باپ) دادا کی تقلید کرے اور انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔............ اس صاحبِ استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے ربنا آمنا بما انزلت و اتبعنا الرسول فا کتبنا مع الشّٰھدین (اے ہمارے رب ہم اس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی "یعنی قرآن یا شریعت محمدی ﷺ" اور رسول ﷺ کی تابعداری کی پس ہم کو حق کی شہادت دینے والوں میں سے لکھ دے)۔ (مکتوب ۲۷۲ دفتر اول)

(۱۱)............ شریعت کے تین جزو ہیں علم، عمل، اخلاص، جب تک یہ تینوں جزو نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں سے فائق و اعلیٰ ہے۔ یعنی متحقق ہوگئی۔ رِضْوَانٌ مِّنَ اللہِ اَکْبَر (اللہ کی تھوڑی رضامندی بھی بہت ہے)۔

اسی لیے شریعت تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں کی ضامن و کفیل ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب و مقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو۔ اور انسان کو اس کی محتاجی طریقت و حقیقت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے

شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔ (مکتوب ۳۶ دفتر اول)

(۱۲)............اور ان دونوں علموں کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی کیونکہ وحی فرشتے کے واسطے سے ہوتی ہے اور ملائکہ معصوم ہیں ان سے احتمال خطا نہیں ہوسکتا۔ اور الہام کا محل و مقام اگرچہ بلند ہے اور وہ دل ہے اور دل عالم امر سے ہے۔ لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدرے ہے اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہو چکا ہوتا ہے لیکن

ہر چند کہ مطمئنہ گردد
ہرگز ز صفاتِ خود نہ گردد

(یعنی نفس اگرچہ مطمئن ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا لہٰذا خطا اور غلطی کی اس مقام (الہام) میں گنجائش اور مجال ہے۔

(مکتوب ۴۱ دفتر اول)

(۱۳)............جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہوگا۔ انبیا کرام صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ علیہم جو افضل اور بہترین کائنات ہیں۔ انہوں نے شریعت ہی کی لوگوں کو دعوت دی ہے۔ اور نجات بھی اسی شریعت پر موقوف ہے اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہی ہے لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے اور احکامِ شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدائے تعالیٰ عزوجل کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔ (مکتوب ۴۸ دفتر اول)

(۱۴)............اس نعمت عظمیٰ تک وصول سیّد اولین و آخرین علیہ وعلیٰ آلہ من الصلوٰت افضلہا من التحیات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے اس دولت و نعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ تک نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود اگرچہ (یہ مخالفت) بال برابر ہی ہو۔ اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج

میں داخل ہیں جو آخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔ (مکتوب ۷۸ دفتر اول) کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے جو کچھ (ولی سے) نبی کے خلاف ہوگا۔ مردود شمار ہوگا۔ اور باطل تصور ہوگا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت اس سے خاموش ہو۔ اور نفی و اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجے میں حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہے کیونکہ الہام ظنی شے ہے۔ لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ نقص واقع نہیں ہوتا کیونکہ شریعت کی بجا آوری اور نبی کی متابعت ہی (ولی کے لیے) نجات آخرت کی ضامن ہے۔ (مکتوب ۱۰۷ دفتر اول)

(۱۵)..........طریقت سے مراد شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے شریعت اور حقیقت الگ سے کوئی چیز نہیں ہے۔ (معرفت ۲۵ معارف لدنیہ)

(۱۶)..........تقلید کے شایان شان علوم تو (صرف) علومِ شرعیہ ہی ہیں۔ نجات ابدی شافعی اور حنفی (فقہ) کی تقلید میں منحصر ہے۔ (معرفت ۲۹ معارف لدنیہ)

(۱۷)..........صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع نہایت ضروری ہے۔ اس لیے کہ نجات اس کے بغیر محال ہے۔ (مکتوب ۷۴ دفتر اول)

(۱۸)..........شریعت محمدی ﷺ تمام سابقہ شرائع کی جامع ہے اور اس کا انکار سب (شریعتوں) کا انکار اور اس کا اقرار سب کا اقرار ہے۔ (مکتوب ۷۹ دفتر اول)

(۱۹)..........کشف والہام کی صحت کا معیار علماء اہلِ سنت (فقہا) کے علوم و تحقیقات ہیں۔ اگر کوئی کشف ان علوم سے بال برابر مخالف ہے' وہ دائرہ صواب سے خارج ہے۔ یہی ہے (یعنی علوم شرعیہ یا فقہ) علم صحیح اور حق صریح۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے گمراہی ہے (مکتوب ۱۱۲ دفتر اول)

(۲۰)..........اور جو شخص جھوٹا ہے اس پر احکام شرعیہ کا بجالانا کوہ قاف کی طرح بھاری ہوتا ہے۔

(مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

(۲۱)..........قیامت میں شریعت کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ تصوف کے متعلق نہیں۔ (مکتوب ۴۸ دفتر اول)

(۲۲)..........اور تو اور امام ربانی کے نزدیک تو کلمہ طیبہ کے جزو دوم محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان و اثبات ہی شریعت کی تکمیل و حصول پر منحصر ہے۔ اگر شریعت پر عمل نہیں یا شریعت کی مخالفت ہے۔

تو آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ کلمہ طیبہ کا عملی انکار ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

> باقی ماند جزو دوم ایں کلمہ مقدسہ کہ مثبت رسالت ختم الرسل است ﷺ والتسلیمات ایں جزو اخیر محصل ومکمل شریعت است[۱۴]۔
>
> (باقی رہی اس کلمہ مقدسہ کے جزو دوم کی بات تو یہی مثبت رسالت ختم الرسل ﷺ ہے۔ شریعت کے حصول و تکمیل کا دارو مدار اسی جزء آخر پر ہے)

منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ پابند شریعت تھے مگر مقام طریقت میں آ کر حالت سُکر میں اُن کے مُنھ سے کلمہ ''انا الحق'' نکل گیا۔ جو بظاہر شرعی اقدار سے متصادم ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے علاوہ کوئی بھی ''حق'' نہیں ہے۔ لہٰذا کسی انسان کا اپنے بارے میں دعوٰی حق کرنا دوسرے لفظوں میں ''دعوٰی خدائی'' ہے۔ جو کہ شریعت کی نظر میں کفر ہے۔ یا اگر ایک مسلمان یہ دعوٰی کرے تو اصطلاحاً اس کا یہ کفر ارتداد کہلائیگا۔ اسی بناء پر اہل شرع نے منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں منصور رحمۃ اللہ علیہ کے پابند شریعت ہونے کو سراہا ہے وہاں اس کے دعوٰی انا الحق کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اس کی وجہ سے حلاج کو درجہ کاملین میں شمار نہیں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

> جو سچا ہے وہ سُکر و مستی و بے تمیزی کے باشریعت کے خلاف ایک بال برابر بھی کوئی عمل نہیں کرے گا۔ (حضرت) منصور رحمۃ اللہ علیہ انا الحق کہنے کے باوجود قید خانے میں زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہونے کی حالت میں ہر شب پانسو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔ (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)
>
> نیز غلبۂ حال کے ظہور سے پہلے اسلام اور کفر کے درمیان امتیاز نہ کرنا جس طرح اہلِ شریعت کے نزدیک کفر ہے۔ اہلِ حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے۔ اور قابلِ مذمت ہے۔ اور اہلِ شریعت اور اہلِ طریقت کے درمیان اگر کچھ اختلاف ہے۔ تو وہ غلبۂ حال کی صورت میں ہے۔ جیسا کہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ ہوا۔ جو کہ مغلوب الحال تھا۔ اہلِ شریعت نے اس کے کفر کا حکم دیا ہے۔ اہلِ حقیقت نے نہیں تاہم

> اہلِ حقیقت کے نزدیک بھی کوتاہی اس کی دامن گیر ہے۔ وہ (اہلِ حقیقت) اسے کاملین میں شمار نہیں کرتے۔ (معرفت ۲۵۔ معارف لدنیہ)

درج بالا تمام اقتباسات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ باوجود اہل طریقت میں سے ہونے کے اہلِ شریعت کے تفوق کے قائل ہیں۔ شریعت کی پابندی کو مدارِ نجات سمجھتے ہیں۔ شریعت و طریقت کی حقیقت کو ایک قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک طریقت کا شریعت سے الگ ہونا زندقہ والحاد ہے۔ طریقت کو شریعت کی خادم قرار دیا ہے۔ اور مخالف شریعت اولیا اللہ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اگرچہ اہل تصوف کے نزدیک وہ کتنے ہی معتبر کیوں نہ ہوں۔ اس کے باوجود یہ خیال کرنا کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مخالفتِ شریعت میں عقیدۂ ختم نبوت میں متردد تھے یا مدعی نبوت تھے۔ یا اجرائے نبوت کو ختم نبوت کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ کتنی بڑی ناانصافی کی بات ہے۔ **ھذا بہتان عظیم۔**

متابعتِ محمدی، مدارِ نجات

پابندی شریعت کے علاوہ حضرت مجدد متابعت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی ایک امتی مسلمان کیلیے عموماً اور ایک امتی ولی کے لیے بالخصوص لازمی سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو تابع ہو۔ اور اپنی تابعیت کا اقرار کرے وہ برابری یا عظمت کا خیال بھی دل میں لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ آیئے دیکھیں کہ حضرت مجدد متابعت محمدی ﷺ کا دوسروں اور اپنے لیے کس شدومد سے اعلان کر رہے ہیں اور تبعیت محمدی ﷺ کے دائرہ سے باہر نکلنے والے کے لیے کیا حکم لگاتے ہیں۔

(۱)...... انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تبعین کمال متابعت اور کثرت محبت کے باعث بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی بخشش و عنایت سے اپنے اتباع کردہ انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں یہاں تک کہ اتباع کردہ انبیاء اور اتباع کرنے والے اولیاء کے درمیان اصالت و تبعیت اور اولیت و آخریت کے سوا کچھ فرق نہیں رہتا۔ (مکتوب ۲۴۸ دفتر اول)

(۲)...... لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے

کو مقامِ محبوبیت تک لے جاتا ہے۔ تو ہر عقلمند اور دانشمند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے۔ (مکتوب ۴۱ دفتر اول)

(۳)......طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ ان کے درمیان بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے وہ مردود ہے۔ **كل حقيقة ردته الشريعة فهو زندقة** (ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کرے مردود اور باطل ہے) شریعت کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کو طلب کرنا مردوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰات والتحیات کی ظاہر و باطن میں متابعت پر استقامت نصیب فرمائے۔ آپ ﷺ وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ ﷺ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو میدانِ ظہور میں لایا۔ اور آپ ﷺ کو بہترین تمام کائنات قرار دیا۔ (مکتوب ۴۳ دفتر اول)

(۴)......آپ ﷺ کی اتباع کا ایک ذرہ تمام دنیوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ ﷺ کی شریعت کی بجا آوری کے ساتھ مربوط ہے۔ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ۔ (مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اکثر مکتوبات کا آغاز و انجام اس دعائیہ فقرے سے کیا ہے:

والسلام عليكم وعلىٰ سائر من اتبع الهدىٰ والتزم متابعة المصطفىٰ عليه وعلىٰ اله الصلوٰت والتسليمات۔

(سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا)۔

(۵)......مشائخ قدس اسرارھم میں سے جس نے شطحیات کے طور پر کلام کیا ہے۔ اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں۔ یہ سب کفر طریقت کے مقام میں واقع ہوا ہے۔ جو کہ سکر و بے تمیزی کا مقام ہے۔ جو بزرگ حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ وہ اس قسم کی باتوں سے پاک و بری ہیں۔ اور ظاہر و باطن میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرتے ہیں۔ اور انہی کے تابع رہتے ہیں۔ (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

(۶)......جس طرح حضور ﷺ علوم شریعت بذریعہ وحی حاصل فرماتے تھے۔ صوفیائے کرام انہیں بذریعۂ کشف حاصل کرتے ہیں۔ اور انہیں یہ استعداد و صلاحیّت حضور ﷺ کے طفیل میں آپ ﷺ کی اتباع کامل کے بدولت ملتی ہے۔ (مکتوب ۳۰ دفتر اول)

(۷)......کوئی فضیلت آں حضرت ﷺ کی متابعت کی برابری نہیں کر سکتی۔

(بحوالہ زبدۃ المقامات از مولانا بدرالدین سرہندی)

(۸)......اولوا العزم انبیاء و مرسلین بھی اتباع خاتم الانبیاء ﷺ کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ بلاشبہ اگر حضور ﷺ کے عہد مبارک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو بھی رسول ﷺ کی اتباع کرنی پڑتی۔ آپ ﷺ کی اتباع کی افضلیت کے باعث ہی آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے۔ (مکتوب ۲۶۸ و مکتوب ۲۴۹ دفتر اول)

(۹)......جو حضرات رسول ﷺ کی متابعت میں کامل تر ہوتے ہیں ان کو انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (مکتوب ۲۶۵ دفتر اول)

(۱۰)......قیلولہ (دوپہر کا مختصر آرام یعنی سونا) جو متابعت رسول ﷺ کی نیت سے ہو ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعت رسول ﷺ سے محروم ہوں۔ عید الفطر کا افطار جس کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ ابدالآباد روزے رکھنے سے افضل ہے۔ اہلِ ریاضت بہت کچھ مجاہدے

کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق نہ ہوں تو بے کار و بے سود۔ (مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

(۱۱)...... زندگی چند روزہ اگر سید الاولین و آخرین ﷺ کی متابعت میں بسر کی جائے تو امید نجات ابدی ہے۔ ورنہ کوئی عمل خیر ہو ان ﷺ کی متابعت کے بغیر ہیچ در ہیچ ہے۔

محمدِ عربی کہ آبروئے ہر دوسراست
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او ۱۵

(۱۲)...... اللہ تعالیٰ ہم کو اطاعت رسول پر (جو کہ عین حق ہے) ثابت قدم رکھے۔ آمین۔ (مکتوب ۱۵۲ دفتر اول)

(۱۳)...... تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہیں جس نے ہم کو سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری سے مشرف فرمایا۔ (مکتوب ۲۸۸ دفتر اول)

(۱۴)...... رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلے میں اپنے متوسلین سے فرمایا کہ صرف رسول ﷺ کی متابعت کی نیت کرو۔ ہمارا "تبتل وانقطاع" کیا شئے ہے۔ آپ ﷺ کی متابعت حاصل ہونے کے لیے ہم کو سو پابندیاں قبول ہیں۔ اور توسل متابعت کے بغیر ہم کو سو "تبتل وانقطاع" قبول نہیں۔ (بحوالہ زبدۃ المقامات)

(۱۵)...... ہم کیا اور ہمارا عمل کیا۔ جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر اس کے کرم کے لیے کوئی شے بہانہ ہوئی ہے تو وہ حضرت سید الاولین و سید الآخرین ﷺ کی متابعت ہے۔

(بحوالہ زبدۃ المقامات)

(۱۶)...... بحرمت نبی کریم ﷺ ہم کو آں حضرت ﷺ کی ظاہری و باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو اس دعا پر آمین کہے۔ (مکتوب ۵۴ دفتر اول)

(۱۷)……آپ علیہ الرحمۃ کے اکثر خطوط کا اختتام اس دعا پر ہوا ہے۔

(i) اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں متابعت نبی کریم ﷺ پر قائم رکھے۔

(ii) حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہم مفلسان بے سروساماں کو سید اولین وآخرین ﷺ کی دولتِ اتباع سے مشرف کرے۔ (مکتوب ۱۶۵، دفتر اول)

(۱۸)……کمال متابعت فرع کمال محبت است بآں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام (آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبے بغیر کمال متابعت کا تصور ہی ممکن نہیں)۔ (مکتوب ۱۶۵ دفتر اول)

(۱۹)……ولی جو کمال بھی حاصل کرتا ہے۔ اور جس درجے تک پہنچتا ہے وہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے طفیل میں پہنچتا ہے۔ (مبداء ومعاد ص ۲۱۶)

(۲۰)……ہر فضیلت آں حضرت ﷺ کی سنت کی پیروی اور ہر کمال آپ ﷺ کی شریعت کے اتباع سے وابستہ ہے۔ (مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

(۲۱)……ایمان بالغیب ہی حق ہے۔ اور جملہ جزئیات میں اتباع سنت ہی ارتقائے روحانی کی آخری منزل ہے۔ نہ کہ حقائق کشفیہ کو خضر راہ بنانا۔

(بحوالہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ توحید از ڈاکٹر برہان احمد)

(۲۲)…… مُحال است سعدی کہ راہِ صفا
تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ ﷺ

(اے سعدی محال ہے کہ صفائی کی راہ پر مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کے بغیر چلا جائے۔ (مکتوب ۱۲۱ دفتر سوم)

(۲۳)…… یہ بات صرف اسی وقت پیدا ہوتی ہے کہ سنت سید الاولین والآخرین کی ظاہراً و باطناً ہر طرح سے پوری پوری اتباع کی جائے۔

(مکتوب ۱۱۰ دفتر اول)

(۲۴)……حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ تعالیٰ علیہ نے مکتوب ۵۴ دفتر دوم میں متابعت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سات مراتب گنائے ہیں

جن کی مختصر تفصیل یہ ہے:

اول...... پہلا درجہ عوام اہلِ اسلام کے لیے ہے یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینان نفس سے پہلے جو کہ درجۂ ولایت سے وابستہ ہے۔ احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے۔

دوم...... دوسرا درجہ آں حضرت ﷺ کے ان اقوال واعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً اخلاق کا درست رکھنا اور بری عادتوں کا دور کرنا۔

سوم...... متابعت کا تیسرا درجہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان احوال، اذواق ومواجید کی اتباع ہے جو ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔

چہارم...... کمالاتِ ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد نفس کے مطمئن ہونے اور اعمال صالح کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے جو متابعت محمدی ﷺ کا چوتھا درجہ ہے۔

پنجم...... متابعت کا پانچواں درجہ آں حضرت علیہ الصلوٰت والتسلیمات کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے۔ جن کے حاصل ہونے میں علم وعمل کا دخل نہیں بلکہ ان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔

ششم...... متابعت کا چھٹا درجہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آں حضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس درجے میں کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو فضل واحسان سے برتر (مقام) ہے۔

ہفتم...... متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے

یہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکینِ قلبی بھی اور نفس کا اطمینان بھی۔ کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین کا دین اور آپ ﷺ کی متابعت اختیار کریں۔ (مکتوب ۱۹ دفتر دوم)

(۲۵)......عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! وہ ناجی گروہ کن لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ نبی کریم علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ گروہ ان لوگوں کا ہوگا۔ جو میری اور میرے صحابہ کی متابعت کریں گے اس نجات پانے والے کا نام اہلسنت و جماعت ہے۔ کیونکہ یہی حضرات نبی کریم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا التزام کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر قائم رکھ اور انہی حضرات کے زُمرہ میں ہمارا خاتمہ کر اور ان کے ساتھ ہی ہمارا حشر ونشر فرما (آمین)۔ (مکتوب نمبر ۶۶، دفتر دوم حصہ ہفتم)

(۲۶)......سعادت دارین کی دولت سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا واکملہا کی اس متابعت پر موقوف ہے۔ جس کی وضاحت اور طریقہ علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بیان کیا ہے۔ (مکتوب ۷۵ دفتر اول)

(۲۷)......تو اے لوگو متابعت کرو ہمارے سردار، ہمارے مولا، ہمارے شفیع اور ہمارے دلوں کے طبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی (مکتوب ۷۱، دفتر اول)

خود اپنے صوفیانہ، عالمانہ، مجددانہ اور مصلحانہ کمالات کے حصول کو متابعت رسول ﷺ کا اجر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(۲۸)...... جو علوم و معارف مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ احاطۂ ولایت سے خارج ہیں۔ اور اربابِ ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم مشکوٰۃ انوار نبوت

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مقتبس ہیں۔ (مکتوب ۴ دفتر دوم)

(۲۹)...... اخروی نجات اور ابدی فلاح سید الاولین والآخرین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع سے وابستہ ہے۔ اسی لیے ایک مسلمان حضور ﷺ کی متابعت سے درجہ محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور آپ ﷺ کی متابعت کے ذریعے سے ہی مرتبہ عبدیت پر مشرف ہو سکتا ہے۔ جو تمام مراتب میں کمال رکھتا ہے............

(۳۰)...... لیکن حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم وعلیٰ آل کل الصلوٰت والسلام کی متابعت کے وسیلے سے میری ولایت کا کاروبار ہی دوسرا ہے۔

(مکتوب ۹۵ دفتر سوم)

(۳۱)...... جب تک اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو اتباع پیغمبر ﷺ کی برکت سے کمالاتِ نبوت کے مقام پر فائز نہیں فرمایا۔ اور ان کمالات سے وافر حصہ عطا نہیں فرمایا۔ مجھ پر بذریعۂ کشف شیخین رضی اللہ عنہما کے یہ فضائل واضح نہیں ہوئے تھے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

(۳۲)...... رسول اللہ ﷺ کے کسی فعل میں ادھوری متابعت کے عوض (بھی) ہزار شب بیداریوں کو میں نہ خریدوں۔ (بحوالہ زبدۃ المقامات)

یہ تو تھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی اتباع محمدی ﷺ کے سلسلے میں تعلیمات اور ذاتی عقیدے کی بحث جس سے ایک سوال بار بار ذہن میں آتا ہے۔ کہ کیا جو خود اپنے تابع ہونے کا اعلان کرتا ہے کیا وہ اپنے متبوع سے برتر ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب نفی میں ہی ہوگا۔ اور یقیناً ہونا بھی چاہیے۔ رسالت مآب ﷺ کی ذات عالی کے سامنے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے عجز کا یوں اعتراف کیا ہے کہ:

> حالانکہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی با اپنی کلیمی اور قُربِ خاص کے اگر زندہ ہوتے تو اس شریعت (یعنی شریعت محمدیہ ﷺ) کی پیروی کے بغیر اور کوئی طریقہ اختیار نہ فرماتے۔ تو ان فقیران (آپ خود اور اپنے

متبعین کی طرف اشارہ ہے) بے سروسامان کی کیا ہستی ہے کہ آپ کی مخالفت (یا ہمسری کریں گے)

(معرفت ۴۱' معارف لدنیہ از حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ)

اطاعتِ سنت' مدارِ ایمان

سنت کی پیروی کو آپ علیہ الرحمہ کے نزدیک عقیدتاً و عملاً ایک بلند و بالا مقام حاصل ہے۔ سنت کی نافرمانی آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک باعث خُسرانِ دو جہاں ہے۔ اس سلسلے میں آپ کی تعلیمات میں سے چند ایک گوہر آبدار ہدیہ کیے جاتے ہیں۔ تاکہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ تفوق رسالت ﷺ کا اس پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے کہ سنت کے احیاء و رواج اور بدعت کے خاتمے کے سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اقوال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدے کی درستگی' صائبیت اور اکملیّت کا ثبوت ہیں:

الاول:...... رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی غیر کی اطاعت سے خدائے عزوجل کی اطاعت مقصود نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اللہ سبحانہٗ نے اپنے قولِ فیصل کو حتمی قرار دینے کے لیے کلمہ میں شامل کیا ہے تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں (یعنی اللہ اور اس کا رسول ﷺ) کی اطاعت کے مابین کسی بھی طرح کا فرق قائم رکھنے کی جسارت نہ کر سکے۔ (مکتوب ۱۵۲ دفتر اول)

الثانی:...... ہزاروں رحمتیں ہوں حضرات انبیاء پر' ان بزرگواروں کے طفیل' جہان کو نجات ابدی کی سعادت نصیب ہوئی ہے (یعنی سنت انبیاء کی پیروی ہی باعث نجات ہے)۔ (مکتوب ۶۳ دفتر اول)

الثالث:...... وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں۔ یونان کے فلسفی اس عمل میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں دیتیں۔ اور سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ (دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۲۱)

الرابع:...... سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین کا دین اور آپ ﷺ کی متابعت اختیار کریں۔ سنت سنیہ کو بجالائیں اور بدعتِ نامرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو۔ (دفتر دوم مکتوب ۱۹)

السادس:...... صوفیائے وقت بھی اگر انصاف سے کام لیں اور اسلام کے ضعف اور جھوٹ کے شائع کرنے کو ملاحظہ کریں تو انہیں چاہیے کہ سنت کے خلاف اُمور میں اپنے پیروں کی تقلید نہ

کریں اور اپنے شیوخ کے عمل کا بہانہ بنا کر امورِ مخترعہ (خود ساختہ امور) کو اپنی عادت نہ بنائیں۔ سنت کا اتباع یقیناً نجات دینے والا اور خیرات و برکات بخشنے والا ہے۔ سُنّت کے خلاف اُمور کی تقلید میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ (مکتوب ۲۳ دفتر دوم)

السابع:...... ہندو برہمنوں اور فلاسفہ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام کی شریعتوں (سنتوں) کے مطابق واقع نہیں ہوئیں۔ اس لیے سب مردود ہیں اور یہ لوگ نجات اُخروی سے محروم ہیں۔ (مکتوب ۷۱ دفتر اول حصہ دوم)

الثامن:...... جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے اس وقت تک محروم و مہجور ہے دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوی اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنا ضروری ہے۔ اور دل سے اس زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہترین چیز حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بزرگ و روشن سنت کی تابعداری ہے جس کا مدار نفسانی عادتوں کے ترک کرنے اور ظلماتی رسموں کے ہٹانے پر ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۴۲)

التاسع:...... یہ بات صرف اسی وقت پیدا ہوتی ہے۔ کہ سنت سید الاولین والآخرین ﷺ کی ظاہراً و باطناً ہر طرح سے پُوری پُوری اتباع کی جائے۔ (مکتوب ۱۱۰ دفتر اول)

العاشر:...... پس سرمایہ جمیع سعادت متابعت سنت است و ہیولائے جمیع فسادات خلافِ شریعت (تمام سعادتوں بزرگیوں) کا اجتماع (حصول) سنّت (رسول اللہ) کی پیروی میں ہے۔ اور تمام فسادات خلاف شریعت اُمور کے بجالانے سے جمع ہوتے ہیں۔ (مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

الحادی العشر:...... صرف ان عقائد و احکام کو تسلیم کیا جائے جو کتاب و سنت و اجماع کے مطابق ہوں تاکہ اہلِ بدعت اہل سنت میں شامل ہو کر ہمارے عقائد کو خراب نہ کر دیں (مکتوب ۴۷ دفتر اول)

الثانی العشر:...... اس زمانے میں یہ فقیر ہر بدعت کو ایک کلہاڑی سمجھتا ہے جو اسلام کی جڑوں کو کاٹ رہی ہے اور ہر سنت کو ایک روشن ستارہ (خیال کرتا ہے) کہ تاریکی میں برابر رہنمائی کر رہا ہے۔ (مکتوب ۲۳ دفتر دوم)

الثالث العشر:...... ہر بدعتی اور گمراہ فرقے نے اپنے زُعم باطل سے یہ بات گھڑ لی ہے کہ ان کے عقائد فاسد کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں۔ (مکتوب ۱۹۴ دفتر اول)

الرابع العشر :...... آپ یہ یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سب سے بدتر وہ گروہ ہے جو اصحاب پیغمبر ﷺ سے بُغض رکھتا ہے۔ (مکتوب ۵۴ دفتر اول)

الخامس العشر :...... خاتم الانبیاء ﷺ نے اسی قسم کی باتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ جس شخص نے ایسی بات کو پیدا کیا جو اس دین سے نہیں ہے۔ (یعنی بدعت) پس وہ بات باطل و مردود ہے۔

(مکتوب ۲۸۸، بنام غلام انبیاء سارنگ پوری دفتر اول)

السادس العشر :...... تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہیں جس نے ہم کو سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تابعداری سے مشرف فرمایا۔ اور ہمیں دین کے اندر بدعات کا ارتکاب کرنے سے بچایا۔ (حوالہ ایضاً)

السابع العشر :...... جو علوم و مطالب کتاب و سنت سے مستفاد ہیں۔ ان میں سے وہی باتیں معتبر ہیں جو علمائے اہلسنت نے قرآن و حدیث سے اخذ کیں اور سمجھی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر مخالف اہلسنت اور گمراہ بھی اپنے عقائد فاسدہ کو کتاب و سنت سے اخذ کرتا ہے۔ لیکن مخالفین اہلسنت کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب ناقابل اعتبار ہیں (مکتوب ۱۹۳ دفتر اول حصہ سوم)

الثامن العشر :...... متابعت کے سات درجوں میں پہلا درجہ یوں بیان کیا ہے کہ...... احکامِ شریعہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے۔ (مکتوب ۵۴ دفتر دوم)

التاسع العشر :...... جو کچھ کسی کو ملا ہے اتباع سنت رسول مقبول ﷺ سے ملا ہے۔ اور ملے گا۔

(بحوالہ انسائیکلو پیڈیا شاہکار قسط نمبر ۳۲ صفحہ ۱۳۲۰)

العشر ون :...... اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے۔ (دفتر اول مکتوب ۴۷)

الاول والعشر ون :...... جہانگیر سے رہائی کیلیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو شرائط پیش کیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱...... بادشاہ کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا جائے (کہ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی)

۲...... مفتی، قاضی، محتسب وغیرہ کا تقرر احکامِ شریعت کے مطابق کیا جائے۔

۳...... کفار سے جزیہ وصول کیا جائے۔ جیسا کہ حکم شرع ہے۔

۴......خلاف شرع تمام قوانین منسوخ کیے جائیں۔

۵......بدعت کی تمام رسومات کو بند کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

(بحوالہ نورِ اسلام مجدد نمبر جلد اول، ص۔۳۵_۳۴)

الثانی والعشر ون......جو شخص قرآن وسنت سے آنکھیں بند کر کے ضد اور تعصّب کرے وہ مبحث سے خارج ہے۔(بحوالہ نور اسلام مجدد نمبر جلد دوم ص ۳۳)

الثالث والعشر ون:......حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے بوقت وصال یہ وصیت بھی کی کہ ”میری تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری رعایت رکھنا۔

(بحوالہ زبدۃ المقامات)

الرابع والعشر ون:......اپنے صاحبزادوں سے زندگی کے آخری ایام میں جو وصیتیں کیں ان میں یہ بھی تھا کہ:

> میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا۔“ پھر فرمایا ”باطنی ترقی شریعت پر قائم رہنے اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کے بغیر محال ہے“ پھر فرمایا” خلاف شرع مشائخ سے بچنا جو فقرا وحدتِ وجود کے قائل ہیں اور رقص وسماع کو کام میں لاتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں۔(بحوالہ روضۃ القیومیہ، ص۔۲۶۳_۲۶۲)

معترضین کے اس بے بنیاد اعتراض کی بیخ کنی کرنے کے لیے اوپر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے افکار وعقائد پیش کیے گئے ہیں جو اس حقیقت پر دالِ باہرہ ہیں کہ حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ متابعتِ محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے عقیدہ و ایمان کا لازمی جزو سمجھتے تھے اور اسے ہی دینی و دنیاوی خیر و برکت اور نجات کا وسیلہ گردانتے تھے۔ شریعت محمدی ﷺ پر عمل کو ترقی درجات کا سبب اور آخرت میں نجات کی نشانی سمجھتے تھے۔ اور مخالفین شریعت کی ضلالت و گمراہی کا یقین رکھتے تھے۔ سنت نبوی ﷺ کو حرزِ جاں بتاتے تھے۔ سنت نبوی ﷺ سے رہنمائی ایک بامراد محمدی ﷺ کی شناخت جانتے تھے اور سنت نبوی ﷺ سے اعراض کرنے والے کو گمراہ اور بدعتی قرار دیتے تھے۔ بدعتی اور محدث (دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے والا جو مبادیات دین سے ٹکراتی ہوں) کو آپ نے کبھی اچھی نظر سے نہیں

دیکھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنے میں ساعی اور بدعتوں کے خاتمے میں کوشاں نظر آتے تھے۔ اور ذات رسالت ﷺ کے مقابلے میں اپنے آپ کو فقیر بے سر و سامان قرار دیتے تھے۔ (دیکھیے معرفت ۴۱، معارف لدنیہ) کیا یہ افکار و عقائد اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو ذاتِ محمدی ﷺ کا ایک امتی، شریعت محمدی ﷺ کا پیروکار، سنتِ محمدی ﷺ کا تابعدار اور عملِ محمدی ﷺ کا متبع سمجھنے میں ہی اپنی عزت و نجات سمجھتے تھے۔ اس کے با آپ رحمۃ اللہ علیہ پہ تفوقِ محمدی ﷺ کے گستاخانہ دعویٰ کا الزام لگانا کتنی بڑی ناانصافی اور حقیقت سے لاعلمی ہے۔

نبوت ختم مگر کمالاتِ نبوت جاری

مذکورہ اقوال میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور متعدد دوسرے اقوال میں ایک چیز کا بار بار ذکر آیا ہے۔ اور وہ ہے ''کمالاتِ نبوت'' اور یہی وہ کمالات نبوت ہیں۔ جن کے حصول یا بعد از وصال محمد رسول اللہ ﷺ جن کے باقی رہنے اور اولیائے امت کو منتقل ہونے کی اولیاء اللہ نے خبر دی ہے۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مقامات پر اولیاء اللہ کو کمالات نبوت کے حصول کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں اسی سلسلے کی چند مثالیں دی گئی ہیں:

۱...... ہر چند منصبِ نبوت ختم ہو چکا ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے کامل متبعین کو وارث انبیاء ہونے کی حیثیت سے نبوت کے کمالات و خصائص میں سے حصہ مل جایا کرتا ہے۔ (مکتوب نمبر ۶، دفتر دوم)

۲......اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے'' یعنی وہ لوازمِ کمالات جو نبوت میں درکار ہیں وہ تمام حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔
(مکتوب نمبر ۲۵۱ دفتر اول)

۳......حضرت خاتم الرسل ﷺ کا مبدء تعین شان العلم ہے۔ اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل ﷺ کے نصیب ہیں۔ (مکتوب نمبر ۲۶۰ دفتر اول)

۴......پس آں حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کو تبعیت و وراثت کے طریق پر کمالات نبوت کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ (مکتوب ۳۰۱ دفتر اول)

۵......اے عزیز جان لے کہ کمالاتِ نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو مقامِ ولایت کے کمالات متصل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے...... ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے

حصول کے بعد کمالات نبوتِ میں قدم رکھا جا سکتا ہے[١٦]۔ (حوالہ ایضاً)

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے یہ پانچ اقتباسات بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔ ورنہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوبات اور دوسری تصانیف میں بیسیوں جگہ کمالات نبوت کا ذکر کیا ہے۔ یہ کمالاتِ نبوت کیا ہیں۔ اگر دینی تعلیمات میں تھوڑا سا غور کیا جائے۔ تو یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے گی۔ کہ ہر نبی میں بحیثیت نبی چند کمالات دوسرے لوگوں (یعنی انبیاء کے حواریوں، متبعین اور عام امت) سے مختلف پائے جاتے تھے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جایا کرتا تھا۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بوقتِ ضرورت ان کے کام آیا کرتا تھا۔ اور بعض مواقع پر تو یہ عصا آپ علیہ السلام کی صداقت کا نشان بنا۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ واقعہ ذکر ہوا ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے فرعون کے درباری جادوگروں کے جادوئی سانپوں کے مقابلے میں اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا۔ اور تمام چھوٹے چھوٹے سانپوں کو نگل گیا۔ اس پر فرعونی جادوگروں نے تحیر سے کہا کہ اِنَّ ھٰذا لَسَاحِرٌ عَلِیْمٌ (بیشک یہ ایک ماہر جادوگر ہے)[١٧] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بغل میں رکھنا اور پھر باہر نکالنا اور اس کی چمک کا کمال جس کا قرآن نے یوں ذکر کیا ہے: وَنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا ھِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ (اور اس نے ہاتھ کو نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے چمکتا روشن تھا) بالکل ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احیائے موتیٰ کا کمال، مٹی کے پرندوں پر پھونک مار کر اڑانے کا کمال، اندھوں کو بینا اور کوڑھی کو فوراً تندرست کرنے کا کمال۔ کیا یہ کمالاتِ نبوت ہی نہ تھے؟ یقیناً یہ کمالات نبوت تھے۔ پھر حدیث کے مطالعہ سے چند اور کمالاتِ نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً پیغمبر کہے تو بے جان کنکریں کلمہ پڑھ کر آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دیں۔ نبی حکم کرے تو درخت جڑوں سے اکھڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ آپ ﷺ خواب میں جو کچھ بھی دیکھیں جاگنے پر وہ حقیقت بن کر ظاہر ہو۔ کم کھانا لاتعداد لوگوں کو کافی ہو۔ زبان کی تاثیر ہر خاص و عام پر ظاہر ہو۔ یہ کمالاتِ نبوت ہی تو ہیں۔ نبی کے لیے نماز تہجد کا فرض ہونا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطرناک حد تک کم خوراک کھانا اور دوسروں سے زیادہ طاقتور اور شجیع ہونا۔ عبادت میں غایت درجہ انہماک اور خشوع و خضوع سب کمالاتِ نبوت ہیں۔ اور یہ سب انبیاء کو تائید ایزدی سے ہی عطا ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ بھی ان کمالات کو اتباعِ پیغمبری پیرویِ سنت نبی ﷺ اور پابند شریعت کے دائرے میں رہ کر عبادت و ریاضت اور مجاہدے کے اشغال سے بفضل تائید ایزدی حاصل کر لیتے ہیں۔ ان میں کمالات نبوی کی جھلک تو ہوتی ہے۔ مگر یہ

نبوی کمالات نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ کمالات اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ مثلاً فوق العادت یا خرق عادت کام یعنی کرامات وغیرہ (ترمذی، کنز العمال)۔ چند ایک کا مختصر سا تذکرہ ذیل میں درج ہے:

☆...... اولیاء کو عبادت و ریاضت میں خصوصی انہماک حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ پیغمبروں کی طرح قائم اللیل اور صائم الدہر ہوتے ہیں۔

☆...... تبلیغ (اوامر ونواہی) میں اولیاء کا رجحان پیغمبروں کی طرح ہوتا ہے۔ یعنی تن، من، دھن کی بازی بھی اس کام میں لگا دیتے ہیں۔

☆...... حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں ''خوارق عادت'' امور کے بجالانے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ جو پیغمبروں کے معجزے کا عکس ہوتی ہے۔

☆...... حق گوئی اور حق پسندی کو اولیاء اللہ پیغمبروں کے شوق کی حد تک حرز جاں سمجھتے ہیں۔ اور کبھی اس خصوصیت سے محرز نہیں ہوتے۔

☆...... انبیاء کی طرح ان کی دعائیں بھی مستجاب ہوتی ہیں اور فوری اثر دکھاتی ہیں۔

☆...... انبیاء کی طرح اولیاء کو بھی بارگاہِ الٰہی میں مسلمان امت کی بخشش کی دعا کرنے اور قبولیت کی فضیلت سے نوازا گیا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خوبی ذکر کی گئی ہے۔

☆...... کم کھانا، کم سونا، کم گفتگو کرنا۔ یہ تینوں پیغمبرانہ خصائص ہیں۔ جو اکثر اولیاء اللہ میں پائے گئے ہیں۔

☆...... انبیاء کو وحی کی شکل میں کلام الٰہی کی سعادت سے مشرف کیا جاتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کو کشف والہام کی شکل میں یہی کمال حاصل ہوتا ہے۔

☆...... انبیاء اصلاحِ خلق کے لیے مامور ہوتے ہیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پہ لاتے ہیں۔ بعینہٖ اولیاء بھی اصلاح کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں۔

☆...... انبیائے حق کو قضائے معلق میں باذنِ الٰہی تصرف کا اختیار ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ بھی باذنِ الٰہی قضائے معلق میں تصرف کر سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ دو ایسی خصوصیتیں اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں جن کو زبانِ فیض ترجمان پیغمبر زمان ﷺ نے صراحتاً نبوت کہا ہے......

اول...... سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبوت میں سے اچھے خواب کے سوائے کوئی جزو باقی نہیں رہا......

دوم...... میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ خوبی اول، عام درجے کے مسلمان پر بھی تقویٰ کے اول درجے ہی میں حاصل ہوسکتی ہے۔ (بفضلِ تعالیٰ) اور دوسری خوبی امت کے خصوصی طبقے کو حاصل ہوتی ہے جو اہلِ علم کہلاتا ہے۔ اہلِ علم میں اور غیر اولیاء دونوں شامل ہیں۔ لیکن اولیاء کے کمال کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ پہلے عالم (عارف کامل) ہو۔ پھر اہل طریقت میں سے ہو۔ ورنہ بقول حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ:

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہُو

(یعنی جو درویش ہے مگر عالم نہیں ہے۔ وہ دیوانہ ہے۔ کہ جب مرے تو کافر ہو کر مرے) ۱۸۔

کمالاتِ نبوت کے حصول وغیرہ کا ذکر تو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر شخصیات نے بھی کیا ہے بلکہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں رسول خدا ﷺ کے ارشادات کا مطالعہ کیا جائے۔ تو کمالات نبوت کے وجود کی بڑی واضح تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن ختم نبوت کے عقیدہ کی تصریح کے ساتھ مثلاً:

۱...... حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ **لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب** (ترمذی) یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کمالاتِ نبوت موجود تھے مگر بایں ہمہ ان کو عہدۂ نبوت نہیں دیا گیا۔ کیونکہ سلسلۂ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ حدیث میں لفظ ''لو'' سے اسی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ لفظ ''لو'' عربی زبان میں اسی غرض کے لیے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ لہٰذا حدیث مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ بھی نبی نہیں ہوئے۔

۲...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ جب (غزوۂ تبوک کے موقع پر)

آں حضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (مدینہ میں) چھوڑ جائیں اور جہاد میں نہ لے جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر آپ نے مجھے (پیچھے) چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ (کہ جہاد چھوڑ کر بیٹھ گئے) آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو۔ جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ (یعنی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے اسی طرح تم بھی میرے پیچھے (رہو) مگر (اتنا فرق ہے کہ حضرت ہارون نبی تھے اور) میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (اس لیے تم بھی نبی نہیں ہو) اس حدیثِ مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت کے کمالات موجود تھے۔ اس لیے رسول خدا ﷺ آپ کو حیثیت ہارون دے رہے ہیں مگر چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہیں۔

۳...... حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ ”اگر میں کسی کو خلیل بناتا۔ تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا“

(یاد رہے یہ ارشاد نبوی ﷺ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب ۲۹۰ میں بھی درج کیا ہے۔ (دفتر اول) اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیل بننے کی مکمل صلاحیتیں (یا کمالات) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھے۔ (یعنی آپ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام کے لیے یحییٰ علیہ السلام کی طرح محمد ﷺ کے لیے خلیل بن سکتے تھے) مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت منقطع ہے۔ لہٰذا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجود حامل کمالاتِ نبوت ہونے کے خلیل نہ بن سکے اسی طرح حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے زہد و ورع میں مثیل مسیح علیہ السلام قرار دیا تھا۔ مگر چونکہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کی تمام اقسام ہی منسوخ و منقطع ہیں لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نبی علیہ السلام کے منصب سے دور رکھا گیا۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرما کر کہ میرا خدا کے ساتھ ایسا وقت بھی ہوتا ہے۔ جب کوئی رسول اور فرشتہ درمیان میں نہیں ہوتے۔ حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ کے اندر بھی اس کمال کا اثبات ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”اور حضرت ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ بھی وراثت اور تبعیت کی بناء پر اس دولت

(ملاقاتِ الٰہی) سے مشرف ہوئے تھے۔ کیونکہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لیے آپ ﷺ کے تمام کمالات سے وراثت اور تبعیت کے طور پر وافر اور پورا حصہ ملتا ہے"۔ (مکتوب ۲۹۴ دفتر اول)

حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے چند اور روایات میں کمالاتِ نبوت کے باقی رہنے کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً......

اول...... تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے......

دوم...... تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ مکلّم ہوا کرتے تھے بغیر اس بات کے کہ وہ نبی ہوں پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں بھی ہوسکتا ہے۔ تو وہ (عمر رضی اللہ عنہ) ہے......

سوم...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قیامت کے دن تمام امم سابقہ ہمارا احترام کریں گی اور کہیں گی کہ یہ امت بلحاظ کمالات (نبوت) سب کے سب انبیاء ہونے کے قریب ہیں......

چہارم...... **کادوا ان یکونوا انبیاء** یعنی یہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم باعث کمالات انبیاء ہونے کے قریب تھے۔

درج بالا گفتگو سے دو چیزیں بالخصوص ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ منصبِ نبوت سرکارِ رسالت مآب ﷺ پر ختم ہوگیا ہے اس لیے اب قیامت تک کسی بھی حیثیت کا کوئی نبی نہیں۔ دوم یہ کہ کمالاتِ نبوت افرادِ امت میں جاری رہیں گے۔ یہ کمالات صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی تھے۔ بعد کے علمائے امت بھی ان کمالات کے حامل ہوئے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں میں سے مزید ان کمالات سے متصف ہوسکتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک فارغ التحصیل عالم میں مدرس ہونے کی قوت درس وتدریس کا کمال بدرجہ اتم موجود ہے۔ مگر جب تک وہ منصب استاذی پر مامور نہ ہو۔ استاذ نہیں کہلا سکتا۔ یا ایک شخص میں بادشاہ ہونے کے تمام کمالات و خصائص موجود ہوں مگر وہ بادشاہ نہیں کہلا سکتا۔ تاوقتیکہ اسے عہدۂ بادشاہت پر براجمان نہ کریں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اگر کسی کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (سچا خواب) زندگی میں ایک دفعہ یا متعدد مرتبہ حاصل ہو۔ تو کیا اسے نبی کہہ دیں گے؟ اسی طرح ایک عالم دین کو بموجب حدیث مبارکہ "**علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل**" کے نبی کہہ سکتے ہیں؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لیے کہ بے شک سچا خواب یا عالم دین ہونے سے ایک کمال نبوت کا حصول تو یقینی ہوگیا ہے مگر یہ ایک کمال

ہے۔ جبکہ نبی مجموعہ کمالات ہوتا ہے۔ ایک کا مجموعہ سے کیا مقابلہ' کمال کو اصل سے کیا نسبت، کیونکہ ولی تمام کمالاتِ نبوت حاصل کر لینے کے باوجود بھی (جبکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ امت کے لوگوں کا درجہ کسی حالت میں بھی انبیا کے متماثل نہیں کرتا) نبی سے کمتر ہی ہوگا۔ کہ وہ نبی کے مقابلے میں ''مکالمہ الٰہی'' کے اس شرف سے پھر بھی محروم ہے، جسے عرف عام میں وحی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وحی کا سلسلہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے ساتھ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی باوجود حامل کمالات نبوت ہونے کے اولیا کے انبیا سے مفضول ہونے کا اپنی تعلیمات میں ذکر کیا ہے۔ (اقتباسات پیچھے گزر چکے ہیں) اور تو اور آپ تو اولیائے امت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی نیچے شمار کرتے ہیں جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے پھر انبیائے حق کے مقابل کیسے کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔ (مکتوب ۲۴ دفتر سوم) لہٰذا یہ بات محقق ہوگئی کہ اولیاء اللہ باوجود کمالاتِ نبوت اپنے اندر جذب کرنے سے اولیاء اللہ کے مقابل نہیں ہوسکتے۔ **الولایۃ افضل من النبوہ** (ولایت نبوت سے افضل ہے) کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کا ارشاد ہے کہ:

> انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل متبعین کمالِ متابعت اور کثرتِ محبت کے باعث بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت و بخشش سے اپنے اتباع کردہ انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں یہاں تک کہ اتباع کردہ انبیاء اور اتباع کرنے والے اولیاء کے درمیان اصالت و تبعیت اور اولیت و آخریت کے سوا کچھ فرق نہیں رہتا۔ اس امر کے باوجود کوئی تابع (اتباع کرنے والا) خواہ وہ افضل الرسل ﷺ کے متبعین میں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اگرچہ وہ نبی (زمرۂ انبیاء میں سب سے کم درجے کا نبی ہو)۔ (مکتوب ۲۴۸ دفتر اول)

حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے تو انبیاء و اولیاء کے درمیان نسبت کو یہاں تک بیان کر دیا ہے کہ

"کمالاتِ ولایت نبی کو کمالاتِ نبوت (نبی علیہ السلام) کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ کے ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی"۔ (مکتوب ۲۶۱ دفتر اول)

ان مباحث سے یہ ثابت ہو گیا کہ کمالات نبوت کا حصول نبوت کا جاری رہنا نہیں اور نہ ہی اس سے انقطاع نبوت کے عقیدہ کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کمالاتِ انبیاء تو حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر انبیا بن نہیں سکتے۔ اس لیے کہ یہ منصب ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے۔ اور اب قیامت تک کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں ہاں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احیاء اور دین محمدی ﷺ کی ترویج واشاعت کے لیے امت میں سے لوگ آتے رہیں گے۔ خواہ انہیں ولی کہیں یا غوث کہیں، قطب کہیں یا قطب مدار کہیں، مجدد کہیں یا مجدد الف کہیں، امام کہیں یا مہدی کہیں بات ایک ہی ہے۔ اگرچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے تشریعی نبوت کے اختتام اور غیر تشریعی نبوت کے اجراء کا عقیدہ بیان نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہوں نے اس موضوع پر بحث کی ہے [۱۹]۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اولیاء نے اس طرح کے اقوال بیان کیے ہیں [۲۰]۔ جن کو بنیاد بنا کر مخالفین نے بہت شور وغل کیا ہے۔ اور طبقہ صوفیہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ایسے اقوال کی اصلیت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے سے مراد ان اولیاء اللہ کا یہی مطلب ہے کہ نبوت تشریعی (یعنی محمد ﷺ کی شریعت کے نافذ ہونے کے بعد) منقطع ہو گئی ہے اب قیامت تک شریعت محمدی ﷺ کا نافذ العمل رہنا مشیتِ الٰہی کے نزدیک مقصود ومطلوب ہے۔ لیکن نبوت کا کام جاری ہے یعنی تبلیغ وتذکیر، ہجرت برائے دین، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، حق گوئی وحق شناسی، نفاذ شریعت واحیائے دین محمدی ﷺ کا کام علمائے امت اور صوفیائے ملت انجام دے رہے ہیں۔ ان کاموں کا جاری رہنا نبوت کا جاری رہنا ہے انہی کاموں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی آمد پر کریں گے۔ اور یہی کام حضرت امام مہدی علیہ السلام انجام دیں گے۔ یہ عمل نبوت کا عمل ہے۔ لہٰذا ایک لحاظ سے نبوت جاری ہے۔ کہ انبیائے بنی اسرائیل (العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) نبیوں کا کام انجام دے رہے ہیں۔ لیکن اس نبوی عمل کے جاری رہنے سے حضور رسالت مآب ﷺ کی فضیلت خاتم النبین متاثر نہیں ہوتی [۲۱]۔ اس لیے کہ نہ کوئی مدعی نبوت ہے اور نہ ہی عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے۔

یہاں بہتر ہوگا اگر ایک اور وضاحت کر دی جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ جیسے کہ معلوم ہے کہ منصب نبوت کا آغاز حضرت آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابو البشر کے دور سے ہوا۔ جو بعد کو درجہ بدرجہ ارتقائی منازل

طے کرتا ہوا اور زمین کے مختلف حصوں اور انسانوں کے مختلف طبقات میں تعارف الٰہ اور صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دینے والے مقاصد کو پورا کرتا ہوا حضور سرورِ کائنات باعثِ تخلیقِ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت مبارک تک منتہی ہوا ہے۔ اب قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت و شریعت کی سرفرازی ہے۔ اور آپ ﷺ کی سعادت ہے۔ جس میں نہ کوئی نیا دخل اندازی کرسکتا ہے۔ اور نہ کوئی پرانا دوبارہ آئے۔[۲۲] لیکن جیسا کہ انسانوں کی فطرت ہے کہ وہ جلد ہی جادۂ مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور انہیں پھر سے پیغمبرانہ فرائض (دعوت و تذکیر) کے ذریعے منزلِ صواب پہ لانا پڑتا ہے۔ اب انبیاء کا سلسلہ موقوف ہوگیا ہے۔ تو ان پیغمبرانہ فرائض کی بجا آوری کون کرے گا؟ ظاہر ہے کہ یہ فرض اب علمائے امت کا ہے جنہیں زبانِ رسالت سے ”کانبیاء بنی اسرائیل“ کا خطاب ملا ہے۔ ان علماء میں صوفیہ بھی شامل ہیں کہ انہوں نے بھی عام لوگوں کو شریعت محمدی ﷺ اور سنتِ نبوی ﷺ پہ واپس لانے میں علماء کے شانہ بشانہ کام کیا ہے۔ اور ان صوفیہ کی تعلیمات، فرمودات اور ملفوظات میرے اس دعوٰی پر گواہ ہیں۔[۲۳]

اثبات النبوۃ، کارنامۂ مجدد

اب ہم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تالیف لطیف کا جائزہ لیتے ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اکبری فتنہ کا ردّ کرنے کے لیے اس پر آشوب دور میں لکھی کیونکہ اس تصنیف کا تعلق بلاواسطہ اکبری نبوت کے ردّ اور حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی نبوتِ قاہرہ و شریعتِ ظاہرہ کے اثبات سے ہے لہٰذا اس تصنیف کا جائزہ بھی اسی مقام پر لیں گے۔ اور اثبات نبوتِ محمدی ﷺ کے سلسلے میں امام ربانی کے ارشادات و تعلیمات بھی اس کتاب سے پیش کریں گے۔

رسالہ اثبات النبوۃ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اصل عربی زبان میں لکھا گیا۔ جس کا متعدد فضلاء نے اردو و فارسی ترجمہ کیا ہے۔ اثبات النبوۃ کے مندرجات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ پہلی بحث نبوت کے معنی کی تحقیق میں ہے دوسری بحث معجزہ کے بیان میں ہے۔ پہلا مقالہ دو مسالک پر مشتمل ہے پہلا مسلک بعثت اور نبوت کی حقیقت کی گفتگو پر مشتمل ہے اور دوسرا مسلک خاتم الانبیاء والرسل و مناصب نبوت و رسالت ﷺ کی نبوت کے اثبات میں ہے۔ دوسرا مقالہ فلاسفہ کی مذمت میں اور ان کے علوم کی ممارست اور ان (کی کتابوں) کے مطالعے سے جو ضرر ہوتا ہے اس کے بیان میں ہے۔

اثبات النبوۃ عام کتابی سائز کے چوالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کا انداز بیان علمی و ادبی ہے۔ اور طرز تحریر میں دل کشی و جاذبیت ہے۔ سترہ سال کی عمر میدان تصنیف و تالیف میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نو واردی، عرصہ تدریس میں کم تجربہ کاری، یہ ایسے عوامل ہیں کہ ایک مصنف سے ایسے علمی معیار کی توقع نہیں کی جا سکتی جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس رسالے میں نظر آتا ہے یہ خداداد ذہانت اور فطری ذکاوت کا نتیجہ ہے۔ کہ ایک اہم علمی و دینی مسئلے کو سلجھانے اور اسے عوام الناس کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لیے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تمام نکات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ موضوع کے لحاظ سے تحریر میں بحث و مناظرہ کی رنگ آمیزی کا ہو جانا یقینی بات تھی لیکن اس کے باحضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر پایۂ ثقاہت اور فصاحت و بلاغت سے گرنے نہیں پائی اور خوش اخلاقی، سنجیدگی اور متانت جو ایک بلند مرتبہ بزرگ کے قول، کردار اور تحریر و تقریر میں ہونی چاہیے۔ اس رسالے میں بدرجہ اتم موجود ہے حضرت مجدد الف ثانی اپنے منصب اور مشن سے بخوبی آگاہ ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے جذباتیت کے بجائے فکر بلند کا معیار برقرار رکھا ہے۔ اور اپنی باقی تصانیف کی طرح ”فصیح و بلیغ انداز بیان کے جلو میں اپنے موقف کو پوری وضاحت اور قوی دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے“۔

(بحوالہ صفحہ ۱۲۔۱۰ انوار اسلام مجدد نمبر جلد ۲)

رسالہ اثبات النبوۃ کے لکھنے کی غرض و غایت اور اس دور کے دینی ماحول پر روشنی ڈالتے ہوئے خود امام ہمام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ (جو ولی اور مددگار ہے) اس کی رحمت کا محتاج احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین (اللہ سبحانہٗ ان کو نامناسب اور عیب دار کرنے والے امور سے محفوظ رکھے) کہتا ہے کہ جب میں نے اس زمانے میں دیکھا (کہ اصل نبوت کے متعلق لوگوں کے اعتقاد میں پھر ایک شخص معین (مراد اکبر اعظم ہے) کی نبوت کے ثبوت اور تحقیق میں اور نبوت کے شروع کردہ امور پر عمل میں فتور آ گیا ہے) اور لوگوں میں اس (فتور) کا شائع ہونا متحقق ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانے کے ایک جابر حکمران نے بہت سے علماء کو ناقابلِ ذکر

سختیاں اور تکالیف پہنچائیں صرف اس لیے کہ وہ علماء شرعی احکام کی پیروی اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنے میں پختہ تھے۔ چنانچہ بہت سے علماء اہلِ اسلام کو قتل کرادیا گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے اپنی مجلس میں حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کردی اور جس کا یہ اسم شریف رکھا گیا تھا۔ اس کے نام کو بدل کر دوسرا نام رکھ دیا۔ گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔ حالانکہ یہ ہندوستان میں بڑے شعائر اسلام میں سے ہے۔ مساجد اور مسلمانوں کے مقابر ویران کردیے۔ (لیکن) کفار کی عبادتگاہوں اور ان کے رسوم و پوجا پاٹ کے دنوں کی تعظیم کی گئی۔

مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر اور اس کی علامتیں باطل قرار دے دیں۔ اور کفار کے رسوم اور ان کے مذاہب باطلہ رائج کیے۔ حتی کہ کفار ھند کے احکام شائع کیے اور ان کو ان کی اصلی زبان (سنسکرت) سے فارسی زبان میں منتقل کیا۔ تا کہ اسلام کے سارے آثار مٹا دیں (لہٰذا) جب میں نے جان لیا کہ شک اور انکار کا مرض وسیع ہو گیا ہے یہاں تک کہ علاج کرنے والے بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور مخلوق ہلاکت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ تو میں نے لوگوں کے افراد کے عقیدوں کی جستجو کی۔ اور ان سے ان کے شبہات دریافت کیے اور ان کے رازہائے دروں اور عقائد کی کرید کی تو ان کے فتور اعتقاد اور ضعف ایمان کی وجہ‘ عہد نبوت کی دوری‘ علم فلسفہ کی مشغولیت اور حکمائے ہند کی کتابوں کے سوا کوئی سبب نہ پایا۔ نیز میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا۔ جنہوں نے علم فلسفہ پڑھا تھا۔ اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل وفضیلت کے مدعی ہو گئے تھے اور انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اور اصل نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص (یعنی جلال الدین اکبر) کے لیے اس کے ثبوت میں خود بھی

گمراہ ہوے اور یہاں تک کہنے لگے کہ نبوت کا حاصل حکمت اور مصلحت پرمبنی ہے جب میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کیلیے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کردے اور ان کے لیے ایسی بات لکھوں جو ان کے شبہ کو زائل کردے کیونکہ جب میں نے دیکھا کہ یہ میری ذات پر ایک حق واجب ہے اور ایک لازمی قرض ہے جو بغیر ادائیگی کے ساقط نہیں ہوتا۔ تو میں نے ایک رسالہ کی تالیف کی اور اصل نبوت کا مطلب ثابت کرنے پھر خاتم الرسل (علیہ من الصلوٰت افضلہا ومن التحیات اکملہا) کے حق میں اس کے ثبوت وتحقیق اور منکرین اور اس کی نفی کرنے والوں کے شبہات کی تردید اور فلسفہ کی مذمت اور ان کے علوم کی ممارست اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جو ضرر حاصل ہوتا ہے اس کے بیان کرنے کے لیے ایک مقالہ دلائل وبراہین کے ساتھ لکھا جو میں نے قوم کی کتابوں سے اخذ کیے اور اس پر اضافہ اور الحاق کیا جو میرے درماندہ دل پر اللہ ملک جلیل کی مدد سے ظاہر ہوا۔

(ص ۶۔۱۲ اثبات النبوۃ اردو)

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے اثبات اور نبوت اکبری کے رد اور حواریین اکبر کے دعووں، دلائل، فلسفیانہ موشگافیوں اور لایعنی تاویلات کے ابطال پر گفتگو کی ہے۔ رسالے کے مطالعے کے بعد نبوت اور متشککین کے اوہام کے سلسلے میں کوئی دغدغہ دل میں نہیں رہتا۔ یہ بات بانگِ دہل کہی جاسکتی ہے۔ اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اکبر کے دین جدید کے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوتے۔ اور آپ قلم وعمل سے اس فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کرتے۔ تو آج دین اکبری کا فتنہ ہندوستان کے مسلمانوں کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا۔ اس لیے کہ اکبر کو ملک پر تسلط حاصل تھا۔ گمراہ عالم اس کے اردگرد جمع تھے عوام الناس علمی وفلسفیانہ تانوں بانوں کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ غیر اسلامی ادیان وفرقوں کے پیروؤں کی ہر طرح کی کوششیں اکبری مقصود کو تقویت دے رہی تھیں۔ بلکہ ان سب نے اپنی دینی اصطلاحات کے مطابق

اکبر کو ’’نیا نبی‘‘ تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس خطرے کو محسوس کیا۔ اس کا ابطال کیا۔ عوام وخواص کو اپنا ہمنوا بنایا۔ اکبری و جہانگیری ایوانوں میں زلزلہ برپا کیا گمراہوں اور ان کی باطل تاویلات کا پول کھولا۔ اور نبوت محمدی ﷺ کی ابدی حقانیت اور تا قیامت برتری نیز رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ’’خاتم النبیین‘‘ کی حفاظت و صیانت کے سے موضوعات کو اپنے رسالہ ’’اثبات النبوۃ‘‘ اور دوسرے قلمی شاہکاروں و تعلیمات کے ذریعے مفصل کیا۔ یہ رسالہ جہان امام ربانی میں شامل ہے۔

اس رسالے کے مطالعے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ تحریر، زورِ بیان، متکلمانہ انداز، فلسفیانہ اصطلاحات کا استعمال اور عارفانہ وعالمانہ اظہار کا بخوبی اندازہ ممکن ہے۔ ان تمام اور دوسرے بیانات کے مطالعے کے بعد یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نبوت کا حقیقی تصور، معجزہ کا تصور اور نبی کی نبوت کی دلیل کے طور پر اس کی اہمیت قرآن کی اہمیت وحیثیت نبی کے ذمے امور و مشن کی تفصیل اور حضور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی تفصیل اور آپ ﷺ کی افضلیت وغیرہ پر کلام کر کے دراصل اکبر کی بے معجزہ، بے کتاب، بے مقصد اور غیر ضروری نبوت کے تصور کو رد کیا ہے۔ فیضی اور ابوالفضل وغیرہ نے انہی نبوی حیثیات و متعلقات کو دھندلا کر اکبری نبوت کے لیے راہ ہموار کی تھی۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں پھر سے واضح وبیّن کر کے اکبری حواریوں کے مقاصد کو خاک میں ملا دیا۔ اور اکبر کی نبوت کو اعلان سے بھی پہلے نابود کر دیا۔ یہی اثبات النبوۃ لکھنے کا مقصد تھا۔ جو شاید آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیشِ نظر رہا ہوگا۔

عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت مجدد

(عقلی دلائل کی روشنی میں)

ان تمام طویل ابحاث اور تشریحات کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں شک کا کانٹا ہو اور وہ ان تمام توجیہات و اثبات کو تسلیم کرنے میں مذبذب ہو تو اس کے اطمینانِ قلب کی خاطر ذیل میں چند عقلی نکات اس باب میں واضح کیے جاتے ہیں کہ آپ علیہ الرحمۃ ختم نبوت کے مسلمانوں کی طرح معتقد اس نظریہ عقیدہ کے محافظ ومدعی اور اس نظریہ کے مقصد عظیمہ کے تحت اپنے طبقہ کے عوام وخواص اور اکبری دربار کے وغیر درباری علماء کے درمیان تبلیغ واشاعت کا محرّک رہے۔

اول :......آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریروں اور بیانات وغیرہ کے ذریعے کبھی بھی اور کسی بھی انداز سے نہ اپنے لیے اور نہ کسی دوسرے کے لیے نبوت کا دعوٰی بلکہ امکان ظاہر کیا۔ ظاہر ہے۔ اگر آپ منکر ختم نبوت ہوتے تو یقیناً نبوت کے اجراء سے اپنے آپ کو یا کسی پیرومرشد یا متبوع شخصیت کو ضرور متصف کرتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا۔

دوم :......آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بھی انداز اور کسی بھی پہلو سے اجرائے نبوت کا اثبات نہیں کیا۔ انکار ختم نبوت سے اجرائے نبوت کا عقیدہ مستلزم ہے۔ لہٰذا جب آپ کسی بھی جہت سے اجرائے نبوت جدیدہ کے قائل قرار نہیں دیے جاسکتے۔ تو یقیناً انکار ختم نبوت کے عقیدہ کے بھی قائل قرار نہیں دیے جاسکتے۔ جو کہ ایک دوسرے کی شرط ہیں۔

سوم :......آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں اور توضیحات سے پیچھے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظلی' بروزی اور تبع قسم کی نبوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریحاً ان موضوعات پر کلام تک نہیں فرمایا۔ جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت پر متعدد بار توضیحی عبارتیں لکھی ہیں۔ اور منکرین کے رد میں طویل طویل گفتگو کی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ عقیدہ ختم نبوت کے داعی اور منکرین کے زبردست مخالف تھے۔

چہارم :......آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مبہم کلام کے حامل اولیاء اللہ (مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ) اور مشکوک اقوال پر خوب گرفت کی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اس عنوان پر متشابہ گفتگو کا رد اور وضاحت بھی ضروری سمجھتے تھے۔ کجا یہ کہ کسی منکر کے عقیدہ کے موافق ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طرز عمل آپ کے حامل عقیدہ ختم نبوت ہونے کا ثبوت ہے۔

پنجم :......آپ رحمۃ اللہ علیہ اگر منکر ختم نبوت ہوتے۔ تو سب سے پہلے اس منصب کے حامل خود ہوتے۔ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف مجدد بلکہ عہدۂ مجدد الف ثانی پر فائز تھے۔ لہٰذا منصب نبوت پر براجمان ہونے کا زیادہ حق بھی آپ ہی کو تھا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہدۂ مجددیت کی توثیق واثبات میں طویل کلام کیا ہے لیکن منصب نبوت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا جو اس بات کا اشارہ ہے کہ آپ اس منصب کے اختتام کے مکمل طور پر قائل تھے۔

یہ پانچ عقلی دلائل اس حقیقت کی برہان قاطع ہیں۔ کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہوش سنبھالنے سے لے کر تادم مرگ عقیدہ ختم نبوت کے داعی رہے اسی کا پرچار کیا اور اپنے پیروؤں کو اسی عقیدہ پر کاربند رہنے کی تاکید کر گئے۔ لہٰذا مخالفین ومعاندین کے بے بنیاد اعتراضات وشکوک ان کے فاتر العقل ہونے کا ثبوت تو ہو سکتے ہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے منکر عقیدہ ختم نبوت ہونے کا ثبوت ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عقائد کے ساتھ بزرگان دین کی دلی وحق واقعی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆……☆……☆

حواشی:

۱……تفصیل کے لیے دیکھیے

امام احمد رضا خان بریلوی کی تصانیف (۱) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ (۲) المبین ختم النبیین
مفتی محمد شفیع تھانوی دیوبندی کی تصنیف ختم نبوت ﷺ (کامل)

۲……ایضاً ۳……ایضاً

۴……مشہور منکر عقیدہ ختم نبوت ﷺ اور مدعی نبوت جدیدہ مرزا غلام احمد قادیانی لعنۃ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو مسیح موعود اور مثل موعود ثابت کرنے کے لیے احادیث میں مذکور خصائص عیسوی علیہ السلام اور علامات نزول عیسیٰ علیہ السلام کو دور از کار تاویل باطلہ سے اپنے اوپر چسپاں کیا ہے مگر منہ کی کھائی ہے۔ اسے مسیح موعود تو ایک طرف کسی نے مسلمان تک نہیں سمجھا

۵……فتنہ اکبری' اس کے محرکات' مضمرات اور علماء سوء (مثلاً فیضی وابو الفضل) کے سیاہ کارناموں کا ذکر صرف ملا عبدالقادر بدایونی ہی نے نہیں کیا۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ فرق صرف انداز بیان کا کیا ہے۔ بلکہ خود حضرت امام ربانی نے اپنی تصنیف ''اثبات النبوۃ'' کے دیباچے میں انہی حالات اور اپنے عزائم واقدامات کا ذکر بالتفصیل کیا ہے امام ربانی کی اس تصنیف سے اقتباسات آگے دیے جائیں گے

۶……یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرور دو عالم ﷺ کی شریعت آخری کے مطابق امت محمدی ﷺ کے بچے کھچے مومنوں اور دائرہ ایمان میں داخل ہونے والوں کو زندگی گزارنے کا حکم دیں گے۔ اور اسی طرح آپ کا دینی طرز عمل بھی اسی شریعت حقہ کے مطابق ہوگا۔ اسی پر گفتگو کرتے ہوئے اختر کاشمیری نے نظریہ انتظار میں ص ۹۱ پر لکھا ہے کہ جیسے کہ بعض لوگوں نے فقہا کے حوالے سے یہ بات مشہور کر دی ہے۔ کہ حضرت خضر علیہ السلام پچاس برس تک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کرتے رہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام ومہدی علیہ السلام

تشریف لائیں گے تو دونوں بزرگ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (کے فقہ) کی تقلید کریں گے۔ علامہ شہروزی مدنی نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ **وقع بعض جهلة الحنفية انه ادعى ان كلامن عيسىٰ ومهدى يقلد مذهب الامام ابى حنيفه** یعنی بعض جاہل احناف کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام جب آئیں گے تو (مسلک) امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید کریں گے۔

''اسی عنوان پر بحث فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواجہ محمد پارسا کا قول فصول ستہ سے نقل کیا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول فقہ حنفی کے مقلد ہوں گے'' (مکتوب ۲۸۲ دفتر اول) مگر اپنے عقیدے کی صراحت اس طرح کردی ہے۔ کہ'' حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا اجتہاد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ (لیکن) وہ اس مذہب کی تقلید نہیں کریں گے کیونکہ ان کی شان اس سے بلند ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں (اگرچہ اتباع شریعت میں وہ دوسرے علمائے امت کی طرح ہی ہوں گے) علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (مکتوب نمبر ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم)

۷...... یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو قرب قیامت کو آسمان سے نزول فرمائیں گے اور شریعتِ محمدی ﷺ کو جاری بھی فرمائیں گے اور خود اس کی اتباع بھی کریں گے

۸...... یہاں دنیا میں آمد کے لحاظ سے آخری کہنا بحیثیت نبوت کے ہے۔ ورنہ غیر نبی انسان تو آپ ﷺ کے بعد بھی پیدا ہوئے۔ پیدا ہو رہے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے

۹...... حوالہ کیلیے دیکھیے

تجلیات امام ربانی ترجمہ وتلخیص مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد اول، ص۔ ۲۴۔ ۲۳

۱۰......دیکھیے، معارف لدنیہ از حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (اردو ترجمہ) معرفت۔ ۴۱

۱۱......حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت میں بھی علماء میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نبوت کا مدعی ہے دوسرا ولایت کا۔ ولایت کی صورت میں حضرت خضر علیہ السلام کا عقیدہ ختم نبوت ﷺ سے تعارض کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے

۱۲...... فوق مقام رضا قدمے نیست مگر خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ازاں مقام خبر دادہ (حوالہ ایضاً) (تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے راقم کا مقالہ ''قصہ موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہما السلام)

۱۳...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کو بھی انکار ختم نبوت ﷺ کے الزام سے متہم کیا جاتا ہے انہوں نے بھی نہ خود کبھی ایسا دعوٰی کیا نہ کسی کے لیے ''نبوت محمدی ﷺ'' کے بعد ''نبوت ﷺ'' کا اقرار واعلان کیا۔ آپ بھی نجات اُخروی کی ضمانت شریعت کو قرار دیتے ہیں۔ طریقت کو نہیں ('' مقال العرفا باعزاز شرع وعلماء'')

۱۴...... مکتوب ۴۶ دفتر دوم

۱۵...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو کہ دونوں جہان کے لیے سرمایۂ آبرو ہیں۔ اگر کوئی ان ﷺ کے در کی خاک نہیں ہوا تو اس کے سر میں خاک (مکتوب ۱۶۵ دفتر اول)

۱۶...... منکرین ختم نبوت نے چند دوسرے اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کے ایسے اجزاء بھی اپنے عقیدۂ باطل کی تائید میں پیش کیے ہیں۔ مثلاً حضرت بایزید بسطامی طیفوری شامی کا قول ہے۔ مجذوب کے بہت سے درجات ہوتے ہیں ان میں سے بعض نبوت کا تہائی حاصل کرتے ہیں۔ بعض کو نصف سے زیادہ ملتا ہے۔ اور بعض کو نبوت میں سے بہت زیادہ حصہ ملتا ہے۔ اور خاتم الاولیا کہلاتے ہیں۔" (بحوالہ تذکرۃ الاولیاء) اسی طرح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ کرامت کے اندر تجھے نبوت مل جائے"۔

فکر کن در راہے نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

(بحوالہ مثنوی)

۱۷...... فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمال کو جادو کہا ہے مگر در حقیقت یہ کمال نبوت تھا جس کے ہونے میں قدرت الٰہیہ کو خصوصی دخل تھا

۱۸...... اولیاء کبار نے علم کی حیثیت پر مختلف طریقوں سے کلام کیا ہے۔ اور اس کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کیا ہے۔ چند مثالیں حاضر ہیں

(۱)...... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ سارا علم (جس پر ہمارے عمل کا دارومدار ہے) احادیث نبوی ﷺ کا نچوڑ ہے

(۲)...... حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "اللہ کو تو میں نے اللہ کے ذریعے سے پہچانا باقی اور سب کو رسول اللہ ﷺ (کی سنت اور شریعت کے علم) کے ذریعہ سے

(۳)...... محمد بن فضل بلخی کہتے ہیں۔ علم کی تین قسمیں ہیں ایک علم من اللہ دوسرا علم مع اللہ اور تیسرا علم باللہ۔ علم باللہ علم معرفت ہے۔ کہ انبیاء و اولیا نے اسی ذریعہ سے معرفت باری حاصل کی ہے۔ اور بغیر اس کے انہیں معرفت حاصل نہ ہو سکی۔ علم من اللہ علم شریعت ہے۔ یعنی احکام الٰہی اور فرائض عبدیت کا علم، علم مع اللہ علم مقامات طریقت و درجات اولیاء کا نام ہے۔ معرفت بغیر علم شریعت کے قبول کیے درست نہیں ہو سکتی اور شریعت پر عمل بغیر مقامات رسی کے پورا نہ ہو پائیگا۔ اور جسے علم نہیں اس کے قلب پر جہل کی موت طاری ہے۔ اور جسے علم شریعت نہیں اس کا قلب مرض نادانی میں گرفتار ہے۔" یہ تمام اقوال اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ صوفیہ کے نزدیک علم کا ہونا ایک لازمی جزو اور خوبی ہے

۱۹...... لیکن یہ ضرور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے کہ ایسے تمام لوگوں کا رد کیا ہے جو کسی طرح کے بھی لفظی ہیر پھیر سے نبوت

یا وحی کے مدعی تھے۔ مثلاً سید محمد جونپوری پر آپ کی تنقید دیکھیے (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

۲۰...... مثلاً شیخ اکبر محی الدین رحمتہ اللہ علیہ "فتوحاتِ مکیہ" میں فرماتے ہیں کہ "نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے۔ اگر چہ تشریعی نبوت منقطع ہوگئی ہے پس شریعت اجزائے نبوت میں ایک جزو ہے۔" (جلد ۲ باب ۷۳) علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ "یادرکھو! مطلق نبوت نہیں اٹھی صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے۔" (الیواقیت والجواہر جلد ۲) اسی طرح کے اقوال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ' اعلحضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اور دوسرے کئی صوفیہ وعارفین کے پیش کیے جاتے ہیں جو انکار ختم نبوت کو مستلزم ہیں

۲۱...... مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ' حضرت علی مرتضٰی رضي اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے انتہائی قریبی ساتھی اور آپ ﷺ کے معاون ومددگار تھے۔ جن کے بارے میں تحسینی کلمات بار ہا زبان نبوت فیض ترجمان سے ادا ہوے۔ ان چاروں بزرگوں میں خصائص انبیاء کے معاملے پر روشنی ڈالتے ہوے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ یوں قمطراز ہیں کہ:

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ کمالات محمدی ﷺ کے حصول کے باگزشتہ انبیاء کرام میں سے جانب ولایت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰت وتسلیمات علیٰ نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور جانب دعوت وتبلیغ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ صلوٰت اللہ وتسلیمات علیٰ نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین ہر دو جانب میں حضرت نوح علیہ السلام صلوٰت اللہ وتسلیمات' علیٰ نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ دونوں جانب حضرت عیسیٰ صلوٰت اللہ وتسلیمات' علیٰ نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ بھی ہیں۔ اور اس کا کلمہ بھی اس بناء پر آپ میں جانب نبوت سے جانب ولایت غالب ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی جانب ولایت غالب ہے (مسلک امام ربانی ص ۵۰۔ ۳۴۹) ظاہر ہے کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ بعداز وصال نبی ﷺ بھی رہا ہے لہٰذا جب اس وقت فضیلت ختم نبوت متاثر نہیں ہوئی۔ تو اب بھی کمالات نبوت اور پیغمبرانہ خصائص والے علماء وصوفیہ کے اور پیغمبرانہ امور کے جاری ہونے کی وجہ سے خصوصیت ختم نبوت پر ہرگز کوئی زد نہیں پڑتی۔ واللہ اعلم

۲۲...... یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت کو تشریف لائیں گے۔ جو پرانے ہیں مگر ان کے آنے سے سیادتِ محمدی ﷺ کی حیثیت پر کوئی فرق نہ پڑے گا۔ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام جنہیں شیعہ کتب میں پیغمبرانہ خصائص اور پیغمبری امور کی انجام دہی کا حامل بتایا گیا ہے مگر شیعہ اور سنی دونوں اس باب میں متفق ہیں کہ حضرت امام مہدی شریعت محمدی ﷺ کے پیرو ہوں گے ان کے علاوہ ہر آنے والا جو دعوٰی وحی ونبوت کرے

الفاظ حدیث کی صراحت سے کافر قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح کسی کا آنا یا لایا جانا ختم نبوت کو مجروح نہیں کر سکتا.....

۲۳...... مثلاً سرخیل اولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''احکم الحاکمین کے ہوتے ہوئے کسی امر میں حاکم نہ بن بیٹھ۔ تیرے حاکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔ اگر تیرے ذہن میں کوئی خیال یا وسوسہ گزرے یا الہام کی کیفیت پائی جائے۔ تو اس کو قرآن و حدیث کے معیار پر پرکھ لے۔'' (بحوالہ فتوح الغیب) شیخ داؤد رقی کا قول ہے کہ اللہ سے محبت رکھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی طاعتوں کو اختیار کیا جائے اور اس کے رسول ﷺ کی راہ پر چلا جائے'' (بحوالہ رسالہ القشیریہ) سچے تصوف کی بنیاد رسول کریم ﷺ کے ساتھ محبت اور ربطِ قلب پیدا کرنے پر ہے۔ اپنے دل کو اس ذات گرامی کی محبت میں اٹکایا جائے۔ اور اسی کو اپنا شیخ اور امام بنایا جائے۔ (بحوالہ فقر محمدی از شیخ احمد الواسطی) حضرت علی بن عثمان ہجویری الکلابی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ جو چیز مطلوب حقیقی ہے وہ خداوند تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی میں بھی سچی جان نثاری اور فدویت ہے (بحوالہ کشف المحجوب) حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سید الطائفہ کا ارشاد ہے۔ کہ ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا پابند ہے جو شخص کلام پاک اور احادیث نبوی کا عالم نہیں۔ اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں (بحوالہ رسالہ القشیریہ) ان تمام اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہ تمام اور دوسرے بھی اولیاء اللہ نہ صرف اپنے لیے شریعت محمدی ﷺ کو قابل تقلید سمجھتے تھے بلکہ اسی طرف اپنے متبعین اور مریدوں میں بھی سنت رسول ﷺ اور کتاب الٰہی کے رہنما ہونے کی تاکید کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن و سنت کے نفاذ میں مشغول تھے جو کہ پیغمبرانہ عمل ہے

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

وسیلۂ خاتم النبیّن صلی اللہ علیہ وسلم

(مکتوبات امام ربانی کے آئینے میں)

پروفیسر عبد الباری صدیقی فرنگی محلی

☆

یہ بات ثابت ہے کہ حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ جل شانہ اور دیگر تمام حقیقتوں کے درمیان مرکزی واسطے اور وسیلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے آپ کے واسطے اور وسیلے ہی سے قربِ خداوندی کی سعادت مل سکتی ہے۔ آپ کی شفاعت کے بغیر نہ فلاح نصیب ہو سکتی ہے اور نہ نجاتِ اخروی۔ ایک مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ واضح فرما دیتے ہیں کہ:

> پس حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ اور باقی تمام حقیقتوں کے درمیان واسطہ ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور وسیلے کے بغیر کوئی بھی مطلوب تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ پس آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں اور آپ کی بعثت بلاشبہہ تمام کائنات کے لیے رحمت ہے اور اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تمام انبیائے اولوالعزم آپ کی اتباع کے متمنی رہے اور آپ کی امت میں شامل ہونے کی آرزو کرتے رہے۔

شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہٗ حضرت شیخ فرید بخاری کو لکھتے ہیں کہ:

> پس میں یہ سمجھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مجھے لغزشوں سے محفوظ رکھے اور توفیق عطا فرمائے کہ میں یہ حق

ادا کرسکوں کہ بلاشک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم میں سب سے برگزیدہ ہستی ہیں اور روزِ قیامت آپ ہی کی ذات واحد ذات اقدس ہوگی جس کی اتباع میں پیچھے پیچھے عالم انسانیت کا جمِ غفیر ہوگا اور اللہ کی نظر میں اولین و آخرین میں آپ ہی سب سے بزرگ ہیں اور آپ ہی کو اپنی قبر سے سب سے پہلے ظاہر ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ آپ ہی کو اول شافع اور "اول مشفع" کا اعزاز ملے گا یعنی شفاعت کرنے میں آپ ہی سبقت فرمائیں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گی۔ اور آپ ہی کی سب سے پہلی ہستی ہوگی جو جنت کا دروازہ سب سے پہلے کھٹکھٹائے گی تو پھر اسی لمحے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اسے کھول دے گا اور یوم قیامت حمد و ثنائے خداوندی کا جھنڈا "لوائے حمد" آپ ہی کے دست اقدس میں لہرا رہا ہوگا۔ اور اس جھنڈے کے سائے میں حضرت آدم علیہ السلام کھڑے ہوں گے پس آپ ہی کی ہستی اللہ سے قریب ترین ہوگی اور اس کا ایک حصہ نظر آئے گی۔ یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ "بروزِ قیامت ہمیں "اولون" ہوں گے اور ہمیں "آخرون" اور میں یہ بات کسی قسم کے فخر و غرور سے بالاتر ہوکر کہہ رہا ہوں۔ اور میں اللہ کا حبیب اور تمام مرسلوں کا قائد ہوں اور یہ بات فخریہ نہیں کہتا اور خاتم النبیین ہوں۔ اور یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔ اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں بے شبہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا اور مجھے اپنی ساری مخلوقات میں بہترین قرار دیا پھر ساری مخلوقات کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے ان میں سے برگزیدہ ترین فریق میں مبعوث فرمایا پھر ان فرقوں کو قبیلوں میں منقسم کر کے مجھے سب سے برگزیدہ قبیلے میں مبعوث فرمایا۔

پس میں سب سے برگزیدہ ہستی ہوں میرا گھرانہ سب سے شریف گھرانہ

اور میں ''اول الناس'' ہوں۔ یعنی بنی نوعِ انسان میں مجھی کو اولیت حاصل ہے پس میں ہی روزِ قیامت سب سے پہلے اپنی قبر سے ظاہر ہوں گا۔ جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں لوگ وفد در وفد حاضری دیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جس وقت انہیں بولنے کی ہمت نہیں رہے گی تو میں ان کی طرف سے بارگاہِ ایزدی میں عرض کروں گا اور جب انہیں حبس وقید کی سزا ملے گی تو میں ہی ان کے لیے شفاعت کی درخواست کروں گا اور جب وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے تو میں انہیں نجات کی خوشخبری سناؤں گا۔

پس اس روز (روزِ قیامت) شرف وفضیلت عطا کرنے اور بابِ نجات وا کرنے کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور اس روز ''لوائے حمد'' بھی میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کی نظر میں اولادِ آدم میں سب سے بڑھ کر منظورِ نظر ہوں گا اور میرے چاروں طرف ''بیضِ مکنون'' کی طرح مصفّٰی ومطہر ہزاروں خادم ہوں گے۔ اور جب قیامت کا دن آئے گا تو میں سارے نبیوں کا امام اور ان کا ترجمان ہوں گا اور ان کے درمیان صاحبِ شفاعت کے اعزاز پر فائز ہوں گا اور یہ بات میں فخریہ نہیں کہتا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ ہوتی تو پھر اللہ سبحانہ خلق کو پیدا ہی نہ فرماتا اور یوں اپنی شانِ ربوبیت کا مظاہرہ نہ فرماتا اور اس وقت بھی نبی کی حیثیت سے آپ کا وجود تھا۔ جب آدم علیہ السلام آب وخاک کی عبوری منزل (Transitional Stage) سے گزر رہے تھے۔

ان مکتوبات سے اہلِ سنت وجماعت کے عقیدے کے مطابق آنحضرت ﷺ کے عقیدۂ ختم نبوت کی تمام خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی بد عقیدہ آپ کو شفیع المذنبین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین، اور سب سے بڑھ کر حقیقۃ الحقائق نہیں مانتا تو وہ منکر خدا کے عذابِ مخلد سے بچ نہیں سکتا۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ سوم

مٹا دی شرک کی ظلمت کیا اسلام کو روشن
طریقہ سب میں بہتر ہے مجدد الف ثانی کا
(مصطفیٰ)

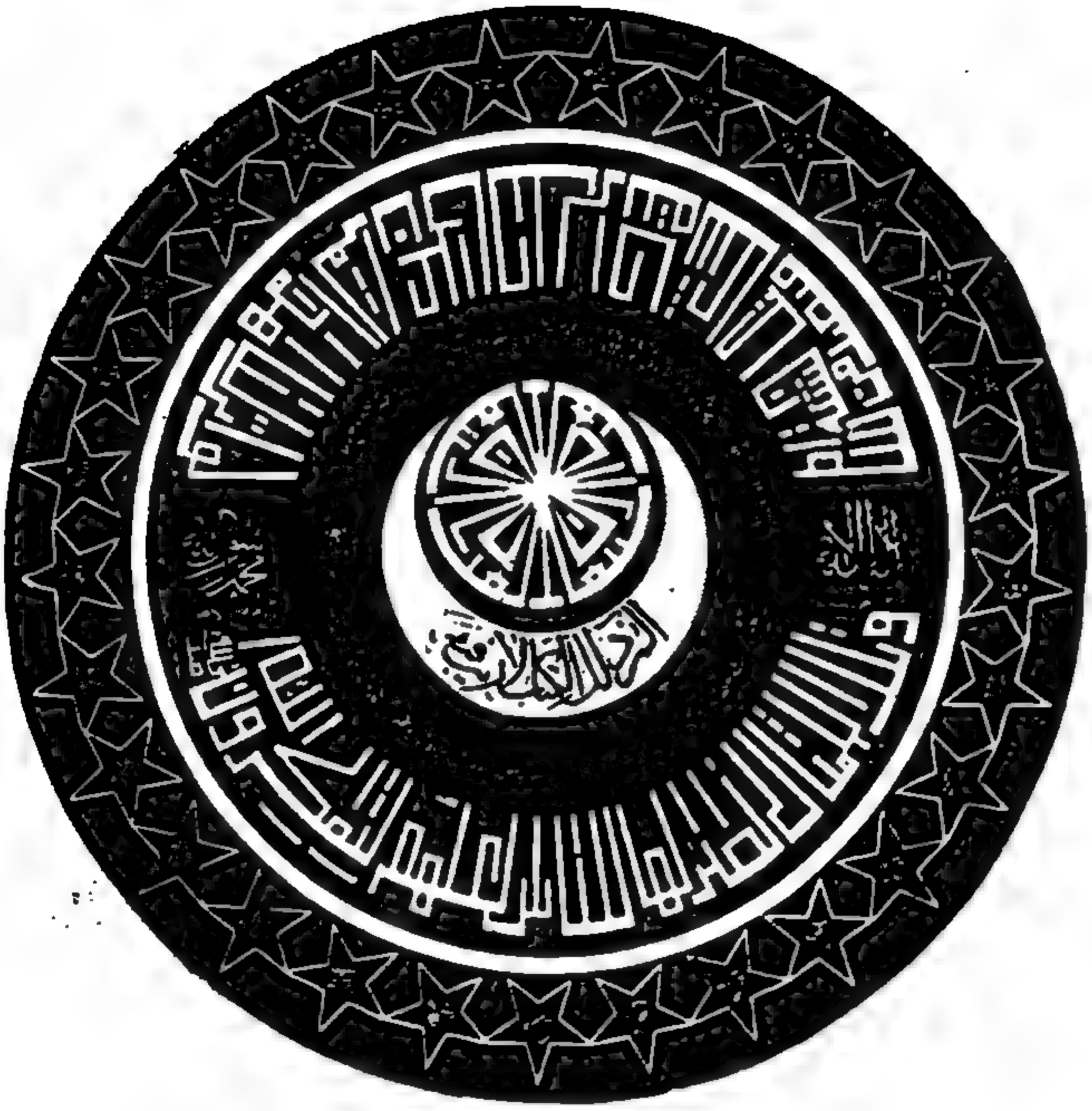

نقش قرآن، بیرونی حاشیہ، بہ ستارے شمسی پلیے
اندرونی حاشیہ عظمتِ قرآن پر آیت، کرسی سادہ،
چاند کے اندر فاتحہ" چاروں قل، گرہ مرکز،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ ردِّ روافض

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

☆☆

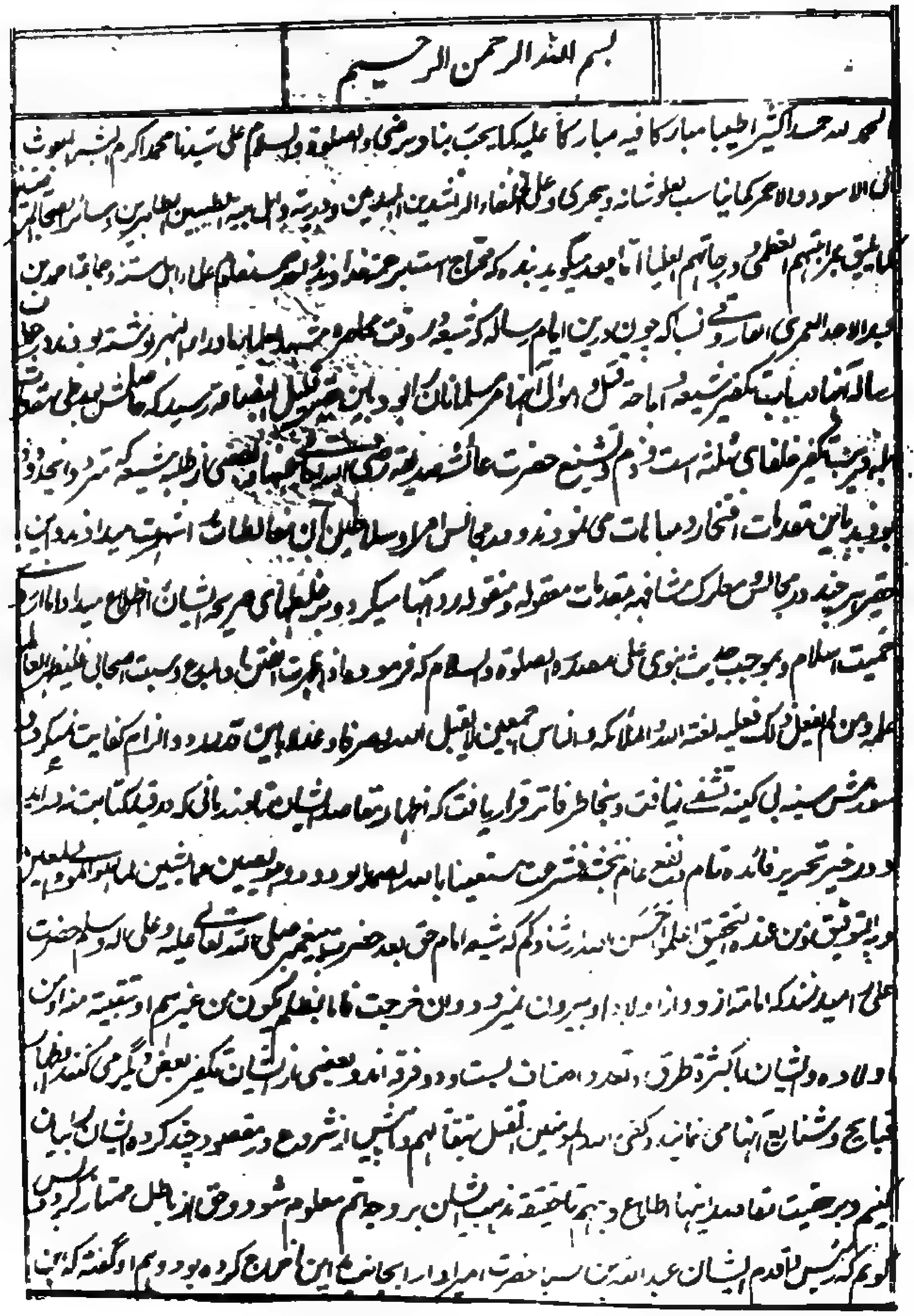

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا ویرضی والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد اکرم المبعوث الی الاسود والاحمر کما یناسب بعلو شانہ ویحری وعلی الخلفاء الراشدین المہدیین من بعدہ وعلی اہل بیتہ الطیبین الطاہرین وسائر الصحابۃ المتصفین بما یلیق بجنابہم العظمی ودرجاتہم العلیا

ابن ملجم علی را نکشته بلکه شیطان را که بصورت او متمثل شده بود کشته است و علی در سحاب است رعد آواز اوست و برق تازیانه اوست و تابعان عبد الله چون سماع آواز رعد میگویند که علیک السلام یا امیر المؤمنین و طائفه کاملیه ازین که اصحاب ابو کامل اند تکفیر اصحاب پیغمبر صلی الله تعالی علیه وسلم می کنند بترک بیعت علی و تکفیر علی می کنند بترک طلب حق خود و بتناسخ قائلند و طائفه بیانیه که اصحاب بیان بن سمعان اند میگویند که خدا بصورت انسان است و او تمام هلاک شود مگر وجه او و روح خدا در علی حلول کرد بعد از آن در پسر او محمد بن الحنفیه بعد از آن در پسر او هاشم بعد از آن در بیان و طائفه مغیریه که اصحاب مغیرة ابن سعید عجلی اند میگویند که خدا بصورة مردی نورانی است که بر سر او تاجی است از نور و دل او منبع حکمت است و طائفه جناحیه اصحاب عبد الله بن معاویة بن عبد الله بن جعفر ذی الجناحین بتناسخ ارواح قائل گشته‌اند و می گویند که روح خدا اول در آدم حلول کرد بعد از آن در شیث و همچنین در انبیا و ائمه تا آنکه بعلی و اولاد او و اولاد اولاد او منتهی شد بعد از آن در عبد الله حلول کرد و این گروه منکر قیامت اند و محرمات را حلال میدانند کالخمر والمیتة والزنا و غیرها و طائفه منصوریه اصحاب ابی منصور عجلی که در خدمت امام محمد باقر رضی بوده فلما تبرء منه الامام و طرده ادعی الامامة لنفسه میگویند که ابو منصور بآسمان رفته بود و حضرت حق بدست خود بر سر او مسح کرد و فرمود یا بنی اذهب فبلغ عنی بعد از آن بزمین فرود آمد و او الکسف است که در قول حق تعالی و ان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا سحاب مرکوم مراد ایشان میگویند که رسالت منقطع نمی شود و جنت عبارتست از امامی که ما را بمحبت ایشان امر نموده‌اند و نار کنایه است از آن شخصی که ما را ببغض او حکم کرده‌اند مثل ابی بکر و عمر و همچنین فرائض عبارتست از مردمی که ما را بمحبت آنها امر فرموده‌اند و محرمات آن طائفه که ما را ببغض آنها حکم کرده و طائفه خطابیه اصحاب ابی الخطاب اسدی که در خدمت امام جعفر صادق رضی الله تعالی منسوب بوده است و امام چون غلوی و اراده خبث او معلوم کرد از وی بیزار گشته او را از صحبت خود براند و بعد ذلک ادعی الامامة لنفسه میگویند که ائمه انبیا اند و حسنات ابناء الله جعفر صادق اله است و ابو الخطاب نبی و از علی افضل است و هولاء یستحلون شهادة الزور لموافقیهم علی مخالفیهم و نیز میگویند که جنت نعیم دنیا است و نار آلام آنست و دنیا هرگز فانی نخواهد شد و محرمات و ترک فرائض را مباح می دانند و طائفه غرابیه از ایشان میگویند که محمد بعلی مشابه تر بود از مشابهت غراب بغراب و مگس بمگس و حضرت حق سبحانه تعالی وحی بجانب علی رضی الله عنه فرستاده بود و جبرئیل از کمال مشابهت غلط کرده وحی بمحمد صلی الله علیه وآله وسلم رسانیده و شعار ایشان میگویند غلط الامین فجازها عن حیدره و ایشان حضرت جبرئیل علیه السلام را لعن میکنند و طائفه ذمیه که ذم محمد صلی الله علیه وسلم می کنند و میگویند علی اله است محمد صلی الله تعالی علیه وآله وسلم را مبعوث ساخته است که مردم را بسوی او دعوت کند محمد علیه السلام بسوی خود دعوه کرد و بعضی از ذمیه هر کدام محمد صلی الله تعالی علیه وآله وسلم اله میدانند و بعضی از ایشان ۲ قائل اند که اصحاب عبا باشند محمد علیه السلام و علی و فاطمه و حسن و حسین رضی الله عنهم میگویند که

۲ محمد صلی الله علیه وسلم را در احکام اسلام مقدم میدانند و جمعی دیگر علی رضی الله عنه را و گروهی از ایشان

این هر پنج تن را واحد دانند و روح در اینها حلول کرده است و هیچ یکی را بر دیگری مزیت و فضیلت نیست و ایشان
فاطمه رضی الله عنها را تانیث نمی گویند تحاشیا عن وصمة التانیث و طائفه یونسیه یونس بن عبد الرحمن قمی گویند خدا بر عرش است
و هر چند ملائکه او را بر داشته اند اما او از ملائکه قوی است در کلنگ که بر دو پا میگردد و او هر دو پای خود کلان
و بقوت تر است و طائفه مفوضه از ایشان میگویند که خدا تعالی دنیا را خلق کرده به محمد علیه السلام تفویض نموده مباح
ساخت او را هر چیزی که در دنیا است و بعضی از ایشان میگویند که دنیا را بعلی رض تفویض نموده و طائفه اسماعیلیه باطن
قرآن قائلند نه بظاهر و میگویند نسبت باطن بظاهر مثل نسبت لب است بقشر و کسی که تمسک بظاهر آن میکند بعذاب
و مشقت که امتثال اوامر و اجتناب از نواهی است گرفتار است و باطن آن بترک عمل بظاهر آن میرساند و در این مطلب
بآیه کریمه تمسک میکنند قال عز و جل فضرب بینهم بسور له باب باطنه فیه الرحمة و ظاهره من قبله العذاب و ایشان محمد
بن اسماعیل را امام میدانند و میگویند پیغمبرانیکه بشرائع ناطق اند هفت اند آدم و نوح و ابراهیم و موسی و عیسی و محمد علیهم افضل
الصلوة و محمد مهدی آخر الرسل میگویند و اصل دعوات ایشان بابطال شرائع و در احکام شرعیه تشکیک می کنند چنانکه
میگویند حائض را چرا روزه قضا گفتند نه نماز و چرا غسل از منی واجب شد نه از بول و چرا بعضی نماز چهار رکعت
فرض شده و بعضی دیگر سه رکعت و بعضی دو رکعت چرا فرض گشت پس شرائع را تاویلات می کنند و میگویند که صلوات امام
میدانند و نماز کنایه از رسول میدانند باین آیه تمسک می کنند ان الصلوة تنهی عن الفحشاء و المنکر و احتلام را افشای سر یعنی
اسرار بسوی نا اهل میدانند و غسل تجدید عهد است و زکوة تزکیه نفس بمعرفت دین خیال کرده اند و کعبه نبی است و باب علی
رض و صفا محمد علیه السلام و مروه علی رض و طواف هفتگانه عبارت از موالات ائمه سبعه میدانند و جنت راحت ابدان است از
تکالیف و نار مشقت ابدان است بمزاولت تکالیف و از امثال این قسم خرافات بسیار دارند و نیز میگویند که خدا نه موجود است
نه معدوم نه عالم نه جاهل نه قادر است نه عاجز و چون حسن بن محمد صباح ظاهر شد تجدید دعوات کرد و بنای خود
امام که بزعم ایشان هیچ زمانه از امام خالی نیست و ایشان منع می کنند عوام را از خوض در علوم و خواص الناس
در کتب متقدمه بر فضائح و قبائح ایشان مطلع گردید و چنگیز و هلاکو بسیار خلق زنده اند و بشرائع استهزا می کنند
و طائفه زیدیه که منسوب بزید بن علی بن زین العابدین اند بعضی از ایشان مسمی بجارودیه اند که نص خفی
بامامت علی رض قائلند و تکفیر اصحاب میکنند بسبب ترک متابعت علی رض بعد پیغمبر صلی الله تعالی علیه و سلم و قوم
سلیمانیه اند گویند امامت شوری است در میان خلائق و ابوبکر و عمر رض را امام میدانند اگرچه از مردم خطا واقع شده
که با وجود علی رض با ایشان بیعت نمودند الا این خطا بدرجه فسق نرسیده اند و عثمان و طلحه و زبیر و عائشه رضی الله
تعالی عنهم تکفیر می کنند و سیوم تبریه اند که بسلیمانیه موافق اند الا آنکه توقف در عثمان رض میکنند و بیشتر زیدیه در این زمانه

اعتقادات نمودند اصول معتزله را ج نمودند و شروع بمذهب امام اعظم ابوجعفر رحمه الله سبحانه کرد در چند مسئله و طائفه
امامیه ایشان بنص جلی بر خلافت علی رض قائلند و تکفیر اصحاب میکنند و امامت را تا امام جعفر رض باتفاق میرسانند
و بعد از ان در امام منصوص خلاف دارند و آنچه مشهور است و مختار جمهور ایشان بر چند ترتیب است که بعد امام جعفر رض
پسر او امام ابو موسی کاظم رض است و بعد از ان امام علی بن موسی الرضا و بعد او محمد بن علی التقی و بعد او حسن بن علی
الزکی و بعد او محمد بن الحسن رض و هو الامام المنتظر و اوایل ایشان زیادی امام بعضی رجوع کردند و بعضی دیگر بجانب
تشبیه هذا آخر بیان فرقهم الضالة المضلة و چند کرده دیگر ایشان را اینجا ذکر نکرده که در اصول عقاید مذکور
مذکور به موافقت بکر در چند مسئله که اختلاف مزبور از زید پوشیده نماند بر محقق که دیوانه و تمیز دارد و بر حقیقه مطالب
ایشان اطلاع یابد بلی اگر رجوع بدلائل نماید حکم بفساد آنها کند چنانکه بقاعده معلوم و بدیهه العقل و بدیهة البطلان
است ایشان از کمال جهالت خود را باهل بیت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وسلم و ائمه اثنا عشر نسبت میکنند و متابعت و موافقت
آنها ادعا می نمایند حاشا و کلا ثم حاشا و کلا ایشان از محبت همه اهل بیت بری اند و متابعت قول ایشان نمی کنند و محبت این بد کیشان
و دو رنگی محبت نصاری است بحضرت عیسی علی نبینا و علیه الصلوة والسلام میکنند و در حق او غلو نموده او را بخدائی می پرستیدند و او
از آن محبت بیزار بود و بر ایشان عن علی رضی الله تعالی عنه انه قال قال لی النبی صلی الله تعالی علیه و آله وسلم فیک مثل
من عیسی ابغضته الیهود حتی بهتوا امه و احبته النصاری حتی انزلوه بالمنزلة التی لیست له ثم قال یهلک فی رجلان محب مفرط
یقرظنی بما لیس فی و مبغض یحمله شنآنی علی ان یبهتنی قوله سبحانه اذ تبرأ الذین اتبعوا مناسب حال ایشان است یعنی در وقتی
که متبوعان از تابعان بیزار شوند و متابعت قول ما ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا و هب لنا من لدنک
رحمة انک انت الوهاب فالآن نشرع فی جواب عن اوهامهم الواهیة معتصما بحبل الله الملک الاکبر انه علی ما یشاء قدیر
و بالاجابة جدیر قال علماء اهل السنة شکر الله تعالی سعیهم حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم کمال تعظیم و توقیر
خلفای ثلثه میکردند و در مدح هر یک احادیث کثیره وارد گشته و جمیع اقوال و افعال آن حضرت کریمه و ما ینطق
عن الهوی ان هو الا وحی یوحی بموجب وحی است و شیعه که مذمت ایشان می کنند مخالفت وحی میکنند و مخالفت وحی
کفر است شیعه در جواب آنها دلیل نقلی بطریق معارضه گفته اند که از دلیل قدح خلفای ثلثه و بطلان خلافت ایشان
لازم می آید زیرا که در شرح مواقف از آمدی که از اکابر اهل سنت است منقول است که قریب بوفات جمیله حضرت
پیغمبر صلی الله تعالی علیه و آله وسلم در میان اهل اسلام مخالفت واقع شده و مخالفت اول این بود که حضرت پیغمبر صلی الله
تعالی علیه و آله وسلم در مرض موت فرمود که ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی عمر رضی الله تعالی عنه با این امر راضی
نشده گفت ان الرجل غلبه الوجع و عندنا کتاب الله حسبنا پس صحابه اختلاف کردند و غوغا آغاز نهادند حضرت پیغمبر

ع/

صلی الله تعالی علیه وآله وسلم ازین معنی بدرد آمده فرمود که هر چیز که پیش من نزاع سزاوار نیست و مخالفت دیگر آن بود که آنکه از تعبیه مذکوره پیغمبر صلی الله علیه علی آله وسلم جمعی را مقرر ساخت که همراه اسامه بسفری بروند و بعضی از آن جمع تخلف نمودند و بعرض حضرت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وآله وسلم رسید و آن حضرت مکرر مبالغه فرمودند که جهزوا جیش اسامة رضی الله عنه لعن الله من تخلف عنه و مع هذا آن جمعی تخلف کردند و متابعت ننمودند پس گوییم امری که حضرت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وآله وسلم در باب نوشتن وصیت فرمودند بمقتضای کریمه مذکوره وحی است و منعی که عمر کرده منع ورود وحی است و رد وحی کفر است علی ما اعترفتم به و علی ما دل علیه قوله تعالی ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الکافرون و کافر قابل خلافت نیست صلی الله تعالی علیه وآله وسلم و نیز از تخلف جیش اسامه رض بمقتضای دلیل مذکور کفر است و متخلفان خلفای ثلث اند اما و چون حضرات در صحیفه شریفه اعتراف نمودند که فعل حضرت وحی است اقوال ایشان که گفتیم گوییم اخراج حضرت پیغمبر مروان را از مدینه بالضرورة وحی است و آوردن عثمان او را و اعزاز او بر خلاف آن نمودن بتعظیم او کفر خواهد بود وجه اول دلیلی که حضرات بر آن ذکر کردیم قوله تعالی لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الآخر یوادون من حاد الله و رسوله ولو کانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشیرتهم اقول و بالله العصمة والتوفیق لا نسلم که جمیع اقوال و افعال آن حضرت صلی الله تعالی علیه وآله وسلم موجب وحی است و استشهاد ایشان بکریمه غیر تمام است زیرا که آن مختص بقرآن است قال القاضی البیضاوی وما ینطق عن الهوی ای ما یصدر نطقه بالقرآن عن الهوی ان هو الا وحی یوحی اما اقوال آن حضرت صلی الله تعالی علیه وآله وسلم بر حسب وحی نیست بر بعض اقوال و افعال آنسرور علیه الصلوة والسلام که از غرض الهی نبود عتاب نازل شد کما فی قوله تعالی یا ایها النبی لم تحرم ما احل الله لک تبتغی مرضات ازواجک و قوله عز وجل عفا الله عنک لم اذنت لهم و قوله سبحانه ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا و قوله تعالی ولا تصل علی احد منهم مات ابدا و لا تقم علی قبره و در این آیه از ادای نماز آنسرور است صلی الله تعالی علیه وآله وسلم برای منافق و بر ایستادن بر قبرش از ادای نماز بر آن و بعد از عزم بر ادای آن و بر تقدیر نهی از فعل محقق است سواء کان فعل الجوارح او فعل القلب و امثال ذلک فی القرآن کثیرة پس معلوم شد که بعضی افعال و اقوال آنسرور علیه الصلوة والسلام از روی اجتهاد باشد قال القاضی البیضاوی فی تفسیر قوله عز وجل ما کان لنبی الآیة فیه دلیل علی ان الانبیاء یجتهدون وانه قد یکون خطأ ولکن لا یقرون علیه و اصحاب کرام در امور عقلیه و احکام اجتهادیه مجال اختلاف و نزاع خلاف داشتند و بعضی نزول وحی موافق رای صحابی نازل شد چنانکه در اساری بدر مطابق رای امیر المؤمنین عمر رض وحی آمده چه توجه آنسرور در امور عقلیه کمتر بود قال القاضی البیضاوی روی انه علیه الصلوة والسلام اتی یوم بدر بسبعین اسیرا فیهم العباس و عقیل بن ابی طالب فاستشار فیهم فقال ابو بکر رض قومک و اهلک استبقهم لعل الله یتوب علیهم وخذ منهم فدیة تقوی بها اصحابک وقال عمر رض اضرب اعناقهم فانهم ائمة الکفر

فهناک من الفداء امکنی من فلان و مکن علیا و حمزة من اخویهما فلیضرب اعناقهم فلم یهو ذلک رسول الله تعالی صلی الله علیه و آله و سلم و قال ان الله لیلین قلوب رجال حتی یکون الین من اللبن و ان الله لیشد قلوب رجال حتی یکون اشد من الحجارة و ان مثلک یا ابا بکر مثل ابراهیم علی نبینا و علیه و آله افضل الصلوات و التسلیمات قال فمن تبعنی فانه منی و من عصانی فانک غفور رحیم و مثلک یا عمر مثل نوح علی نبینا و علیه و آله التحیات قال لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا فخیر اصحابه و اخذ الفدیة فنزلت یعنی آیة ما کان للنبی الخ فدخل عمر رض علی رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم فاذا هو و ابوبکر رض یبکیان فقال یا رسول الله اخبرنی فان اجد بکاء بکیت و الا تباکیت فقال ابکی علی اصحابی فی اخذهم الفداء و لقد عرض علی عذابهم ادنی من هذه الشجرة لشجرة قریبة قال القاضی البیضاوی ایضا روی انه علیه الصلوة و السلام قال لو نزل العذاب لما نجی منه غیر عمر و سعد بن معاذ رض و ذلک لانه ایضا اشار بالاثخان انتهی پس گوییم تواند بود که امر آن حضرت باتیان قرطاس و تجهیز جیش اسامه رض و هم چنین امر آن حضرت عمر را بابلاغ الطریق وحی نباشد بلکه بطریق رای و اجتهاد باشد و مخالفه آنها لازم نگردد که کفر باشد زیرا که ازین قسم مخالفه صحابه کرام آمده است چنانکه بالا گذشت با وجود تحقیق زمان نزول وحی انکار بر آن مخالفه وارد نشده و عتاب نیامده حال آنکه اندک چیزی از سوء ادب نسبت با آن سرور علیه الصلوة و السلام از صحابه صادر میشد حق سبحانه و تعالی فی الحال انکار و ملامت می کرد و بر مباشرین آن وعید نازل می فرمود کما قال عز من قائل یا ایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون و قال شارح المواقف نقلا عن الآمدی حیث قال کان المسلمین عند وفاة النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم علی عقیدة واحدة الا من کان یبطن النفاق و یظهر الوفاق ثم نشأ الخلاف فیما بینهم اولا فی امور اجتهادیة لا یوجب ایمانا و لا کفرا و کان غرضهم منها اقامة مراسم الدین و ادامة مناهج الشرع القویم و ذلک کاختلافهم عند قول النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم فی مرض موته ائتونی بقرطاس الخ و کاختلافهم بعد ذلک فی التخلف عن جیش اسامة رض فقال قوم بوجوب الاتباع لقوله علیه الصلوة و السلام جهزوا جیش اسامة رض لعن الله من تخلف عنه و قال قوم بالتخلف انتظارا لما یکون من رسول الله صلی الله تعالی علیه و آله و سلم فی مرضه اگر کسی گوید اثبات مقدمه ممنوعه نماید که ثبوت اجتهاد آن سرور صلی الله تعالی علیه و آله و سلم از وحی بوده لیس صادق آمده که جمیع افعال و اقوال آن سرور علیه الصلوة و السلام بموجب وحی است حد احکام اجتهادیه پیغمبر بی تقدیر ممنوع وحی شده گوییم که مراد از جمیع اقوال و افعال هر قول و فعل اوست صلی الله تعالی علیه و آله و سلم خاصة علی سبیل التفصیل کما ینبغی علی فطن المتأمل و الا یلزم ان یکون اقوال جمیع المجتهدین فی عالم بموجب الوحی لان اجتهادهم ثبت بالوحی و النص فاعتبروا یا اولی الابصار علی انا نقول ثبات تلک المقدمة لا یجدی نفعا لانا نسلم المقدمة القائلة بان مخالفتها کفر و سند ما مر فافهم و آنچه در باره عبارة علما ما ورا النهر واقع شده که جمیع افعال و اقوال آن حضرت صلی الله تعالی علیه و آله و سلم

ابر

موجب نمی هست مراد ازان والله سبحانه اعلم سهامی امور اجتهادیه است که از ان سرور علیه الصلوة والسلام صادر شده سوا کان بالوحی الجلی او بالخفی و همین قدر تعمیم در مدعای ایشان کافی است چه احادیثی که در مدایح خلفای ثلثه وارد گشته اند از قبیل اخبار از مغیبات اند و موطن طریق الوحی و غیر لا مدخل للرای الاجتهاد فیه قال عز و جل و عنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو و قال سبحانه عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول اما بیت تقدیر لازم است که از کریمه و ما ینطق عن الهوی حاصل از قرآنی وحی جلی مراد دارند که اینجا شک نیست که از ان کلام مخالفه چنین افعال قبیل لا مخالفة وحی لازم می آید و مخالفة وحی کفر است و الاحادیث الواردة فی البشارة الدالة علی انهما من اهل الجنة علام الله سبحانه کثیرة بحیث وصلت لکثرة الطرق و تعدد الرواة الی حد الشهرة بل الی حد التواتر معنی فلنذکر عدة منها ما روی الترمذی عن النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم انه قال لابی بکر انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض و منها ما روی ابو داود عن ابی هریرة رضی الله عنه عنه علیه الصلوة والسلام انه قال اتانی جبرئیل فاخذ بیدی فارانی باب الجنة الذی یدخل منه امتی فقال ابو بکر یا رسول الله وددت انی کنت معک حتی انظر الیه فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه و آله و سلم اما انک یا ابا بکر اول من یدخل الجنة من امتی و منها ما روی البخاری و مسلم عن النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم انه قال دخلت الجنة فاذا انا بقصر من ذهب فقلت لمن هذا قالوا لعمر بن الخطاب فاردت ان ادخله فانظر الیه فذکرت غیرتک فقال عمر بابی انت و امی یا رسول الله اعلیک اغار و منها ما رواه ابن ماجه عن النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم انه قال ذلک الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة قال ابو سعید والله ما کنا نری ذلک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی لسبیله و منها ما اخرج ابو یعلی عن عمار بن یاسر قال قال صلی الله تعالی علیه و آله و سلم ما قدمت ابا بکر و عمر ولکن الله قدمهما و منها ما اخرج ابو یعلی قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم اتانی جبرئیل فقلت یا جبرئیل حدثنی بفضائل عمر بن الخطاب فقال لو حدثتک بما لبث نوح فی قومه ما نفدت فضائله و ان عمر حسنة من حسنات ابی بکر و منها ما رواه الترمذی و ابن ماجه عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم قال ابو بکر و عمر سیدا کهول اهل الجنة من الاولین و الآخرین الا النبیین و المرسلین و منها ما روی البخاری و مسلم عن ابی موسی الاشعری انه قال کنت مع النبی صلی الله علیه و سلم فی حائط من حیطان المدینة فجاء رجل فاستفتح فقال النبی صلی الله علیه و آله و سلم افتح له و بشره بالجنة ففتحت له فاذا ابو بکر فبشرته بما قال رسول الله صلی الله تعالی علیه و آله و سلم فحمد الله ثم استفتح رجل فقال افتح له و بشره بالجنة علی بلوی تصیبه فاذا عثمان فاخبرته بما قال النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم فحمد الله سبحانه ثم قال الله المستعان و اینها امثال که اخراج مراد ازان الطریق کی بوده فلازم که اخراج و نفی ملتفی مراد الصحیح بوده باشد چرا نتواند بود که اخراج مرتجع و تقریب مجمل خواسته باشد چنانکه آن سرور علیه الصلوة والسلام در حد زنا فرموده البکر بالبکر جلد مائة و تغریب عام و حیث امیر المومنین

عثمان رضی الله عنه بر توقیت اخراج عم خود اطلاع داشت بعد مضی مدت عقوبت و تغریب او را بمدینه آورد و لا محذور فیه
و آیه لا تجد قوما الخ منهای مودت کفار می کند و کفر مروان ثابت نشده که مودت او ممنوع باشد فافهم و انصف
و لا تعسف تعسف خبط العشواء و نیز شیعه ثانیا بطریق منع و مناقضه گفته اند که ورود مدح خلفای ثلثه از حضرت پیغمبر
صلی الله علیه و آله و سلم متفق علیه فریقین نیست چه در کتب شیعه اثری از ان نیست و انچه دلالت بر مدح ایشان کند مثل قرآن و آیات
مذکورتین و غیرهما در کتب فریقین مسطور نیست و نیز بعضی از اهل سنه تجویز وضع حدیث برای مصلحت کرده اند پس اعتماد
بر حدیث غیر متفق علیه نیست اقول انی دفع الاشکال بطریق اثبات المقدمة الممنوعة والله سبحانه اعلم چون شیعه از
کمال تعصب و عناد طعن سلف و سب خلفای ثلث بلکه تکفیر ایشان از اسلام و عبادة خود خیال کرده و احادیث
صحاح که در مدایح و مناقب ایشان می باشند دلیل خرج میکنند و تحریفات و تصرفات در آنها می نمایند حتی در کلام
الله که مدار اسلام بران هست و از صدر اول بتواتر منقول هست و هیچ شبها در راه نیافته و قبول زیاده و نقصان
نمی کند آیات مخترعه و کلمات مزخرفه در ان آورده اند و در آیات قرانی تصحیفات می نمایند چنانکه در کریمه ان علینا جمعه
و قرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه بهمین طریق تصحیف و تحریف می کنند ان علینا جمعه و قرآنه فاذا قرأنه فاتبع قرأنه از کمال
ضلالت میگویند که بعضی آیات قرانی را حضرت عثمان پوشیده داشته است که در مدایح اهل بیت بوده اند و آنها
را داخل قران نساخته و نیز بالا گذشت که طائفه از ایشان شهادة زور از برای نفع و صلاح کرده خود تجویز کرده
اند پس بسبب این مفاسد مورد طعن گشتند و اعتماد و عدالة ایشان از میان برطرف شد و کتب مدونه ایشان از
درجه اعتبار ساقط شدند و حکم توریت و انجیل محرفه گرفتند و در کتب اهل سنه مثل صحیح بخاری که اصح کتب
بعد کتاب الله است و صحیح مسلم و غیرهما اجزاء مدایح و تعظیم خلفای ثلث نیست و انچه ایشان از فساد طبیعة و اختلال
مزاج خود ذم خیال کرده اند تصور باطل و خیال فاسد هست مانند علیل وجدان صفرا هست مر شکر را تلخ و
تحقیق آن بالا گفته شد و اما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و انکه گفته اند که بعض اهل سنه
وضع حدیث برای مصلحت تجویز کرده اند پس اعتماد بر حدیث غیر متفق علیه نیست بر تقدیریست که اهل سنت کلام
آن بعض رد نکنند و در مقام انکار او نباشند و اظهار کذب آن ننمایند والواقع لیس کذلک بلکه ایشان در کتب
خود کذب و افترا او را تصریح کرده اند و از درجه اعتبار و اعتماد ساقط نموده فلا یعبأ بهم شیئا و لا یلتبس الحق الصحیح
الیس بالباطل الظاهر المبین بطلانه و ایضا شیعه در جواب بطریق منع گفته که مخالفه خبر واحد لا نم که ضرر است
چه مخالفه اخبار آحاد از مجتهدین واقع شده پوشیده نماند احادیثی که در توصیف و تعظیم خلفای ثلث وارد شده
اند اگرچه از روی الفاظ آحاد اند اما از کثرة رواة و تعدد طرق آنها بحد تواتر معنوی رسیده اند منه. و [illegible]

انکار مدلول آنها کفر است و مخالفت چنین اخبار احاد از مجتهدی اقدم نشده است بلکه امام ابوحنیفه رحمه الله که
رئیس اهل سنت است مطلق خبر واحد بلکه اقوال صحابه را بر قیاس مقدم میدارد و مخالفت آنها تجویز نمیکند و هم
شیعه بعد تسلیم ورود مدح خلفای ثلث در جواب گفتند و منع تعدد مضمینه نمودند که تعظیم و توقیر حضرت پیغمبر صلی
الله تعالی علیه و آله وسلم نسبت بخلفای ثلث قبل از صدور مخالفت از ایشان دلالت بر حسن و سلامت عاقبت نمی کند
چه عقوبت قبل صدور عصیان با آنکه معلوم الصدور باشد لایق نیست لهذا حضرت امیر از علی ابن ملجم خبر داده عقوبت
نفرموده پوشیده نماند احادیثی که در مدایح ایشان وارد گشته اند دلالت بر حسن و سلامت عاقبت میکنند و از
این خاتمه خبر میدهند چنانکه از احادیث مذکوره هم این دلالت مفهوم میشود و امثال این احادیث از صحاح و حسان
بسیار است و چنانچه عقوبت قبل صدور عصیان با آنکه معلوم الصدور باشد لایق نیست همچنین مدح کسی که معلوم
الذم و مستوجب عقوبت باشد هم است سزاوار نیست و نیز والمدح یدل علی حسنهم حالا و مآلا لهذا حضرت امیر ابن ملجم را اگرچه
عقوبت نفرموده و مدح و توصیف او هیچ جا نکرده و اعتبار تعظیم و توقیر او هم نداشته تحقیق این مبحث در کریمه لقد رضی
الله عن المؤمنین مذکور خواهد شد قال علماء ما وراء النهر رحمهم الله سبحانه خلفای ثلث بمقتضای کریمه لقد رضی
الله عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة برضوان حق ملک منان مشرف شده اند پس سب ایشان کفر باشد
شیعه در جواب بطریق مناقضه گفتند و استلزام مرضوان ایشان را منع نمودند و منودند که مدلول آیه تحقق
رضای حضرت الله تعالی است از فعل خاص که بیعت باشد کسی منکر این نیست که بعض افعال حسنه مرضیه ایشان
واقع است سخن درین است که بعض افعال قبیحه از ایشان بوجود آمده که مخالف آن عهد و بیعت است چنانکه در امر خلافت
مخالفه نص حضرت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وسلم نمودند غصب خلافه کردند حضرت فاطمه را آزرده ساختند چنانکه
در صحیح بخاری مذکور است و در مشکوة در مناقب آن حضرت علیها الرضوان منقول است که من آذاها فقد آذانی و من آذانی فقد
آذی الله و کلام صادق بمضمون ان الذین یؤذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الآخرة ناطق است محال
که بواسطه این افعال ذمیمه و منع وصیت حضرت پیغمبر صلی الله علیه وسلم و تخلف از جیش اسامه مورد طعن و
مذمت شدند چه سلامت عاقبت بحسن خاتمه اعمال و وفا کردن بحضرت رسول متعال است لا باقوال و اثبات
المقدمة الممنوعة و بیان الاستلزام ان مدلول آیه کریمه تحقیقا و تدقیقا رضای حق است سبحانه از مومنان
در وقت بیعت ایشان با آن سرور علیه الصلوة والسلام فمآله الی الباب ان التدقیق یفضی الی علیه تعبیر رضا
سبحانه عنهم ثم کون البیعة مرضیة انما یعلم من بها لما کانت علیه الرضا و کون هؤلاء المبایعین مرضیین کون هی
مرضیة بالطریق الاولی و اما ان البیعة هی المرضی علیها اصالة مع عدم کون الموصوفین بها مرضیین کما

[illegible]

زعموا فانا لا نفهم اصلا لما لا یخفی علی من له ادنی دربة فی اسالیب الکلام ولما لبس علیهم الحق سموا خطائهم دینا
پس گوییم چه که حق سبحانه وتعالی از ایشان راضی شده باشد و دانسته باشد سرائر و بواطن ایشان و سکینه
و طمانینت بر ایشان نازل فرموده باشد کما دل علیه قوله سبحانه بعده فعلم ما فی قلوبهم فانزل السکینة علیهم اگر در
علیه الصلوة والسلام ایشان را بجنت مبشر ساخته باشد از خوف سوء خاتمه و نقض عهد و بیعت مصون و مامون
باشد علی انا نقول اگر مراد از آیه رضای حق سبحانه وتعالی باشد از آن فعل خاص که بیعت است کما زعموا گوییم که
که حق سبحانه از بیعت ایشان راضی شد این قول مستحسن ساخت جماعه که بآن موصوف اند مرضی و محمود العاقبه
باشد چه الله تعالی از افعال کفار راضی نیست و همچنین از اعمال جماعه که مذموم العاقبه اند و آن افعال را
مستحسن ساخته اگرچه فی نفسها حسنه و صالحه باشد در باب اعمال صالحه ایشان میفرماید والذین کفروا اعمالهم
کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء حتی اذا جاءه لم یجده شیئا و در جای دیگر میفرماید من یرتدد منکم عن دینه فیمت
وهو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والاخرة پس عملی که در آخرت بکار نیاید و باخیر شود رضای حق سبحانه
تعالی از آن عمل هیچ معنی ندارد چه رضای بهایه مرتبه قبول است در ره قبول خداوندی عز وجل باعتبار مآل
است انما العبرة للخواتیم هذا و ورود نص از حضرت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم از برای خلافه امیر المؤمنین رضی
الله تعالی عنه ثابت نشده است بلکه دلیل از عدم صدور آن که اگر ورود می یافت بتواتر منقول میشد زیرا مما
یتوفر الدواعی علی نقله کنقل الخطیب علی المنبر و نیز حضرت امیر رض بآن نص احتجاج میکرد و ابوبکر رض را از خلافه منع
میساخت چنانکه ابوبکر رض انصار را از امامه منع میکرد بحدیث الائمة من قریش و انصار قبول کردند و ترک امامه نمودند
قال شارح التجرید کیف یزعم من له ادنی مسکة ان اصحاب رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم مع انهم بذلوا مهجهم
و ذخائرهم وقتلوا اقاربهم وعشائرهم فی نصرة رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم واقامة شریعته وانقیاد امره
واتباع طریقه انهم خالفوه قبل ان یدفنوه مع وجود هذه النصوص القطعیة الظاهرة الدلالة النصوص علی المراد بل هنا
امارات در روایات ربما یفید مجموعها القطع بعدم مثل هذه النصوص بل انها لم تثبت عند من یوثق به من المحدثین مع
شدة محبتهم لامیر المؤمنین ونقلهم الاحادیث الکثیرة فی مناقبه وکمالاته فی امر الدنیا ولم ینقل فی خطبه ورسائله
ومفاخراته ومخاصماته وعند تاخره عن البیعة وجعل امر الخلافة شوری بین ستة نفر ودخل علی ثم فی الشوری و
قال عباس فعلی رضی الله تعالی عنهما امدد یدک حتی یقول الناس بایع عم رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم
ابن عمه فلا یختلف فیک اثنان و قال ابوبکر رض وددت انی سالت رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم
عن هذا الامر فیمن هو فکنا لا ننازعه وخلع علی رض معاویة ولم ینبه الناس انه نص من النبی صلی الله تعالی علیه

وآله

و آله وسلم و نهی ظاهر آن است از حضرت فاطمه علیها الرضوان که در حدیث وارد گشته جهت مطلق هر وجه که باشد مراد نخواهد بود زیرا که آنحضرت رضی الله تعالی عنها در بعض اوقات آنحضرت امیر رضی الله تعالی عنه را آزرده داشته چنانکه در اخبار و آثار آمده و نیز حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم بعض ازواج خود را فرموده لا تؤذینی فی عائشه رض فان الوحی لا یاتینی و انا فی ثوب امراة الا عائشه رض را آزار خود فرموده و شک نیست که حضرت صدیقه علیها الرحمة از حضرت امیر آزرده داشته پس گوئیم تواند بود ایذائی که در احادیث نهی از آن وارد گشته است مخصوص باشد بایذائی که از هوای نفسانی و اراده شیطانی بوده باشد و آزاری که از امر اظهار کلمه حق که مطابق حدیث و نص است حاصل شود ممنوع و منهی عنه نباشد و معلوم هست که باعث آزار آنحضرت زهرا علیها الرضوان از صدیق اکبر رض بواسطه منع ارث از فدک بوده و صدیق اکبر رض در منع آن متمسک بحدیث نبوی علیه الصلوة والسلام بوده که نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه صدقة نه از تبع هوای نفسانی تا داخل وعید باشد اگر کسی گوید که چون صدیق علیه الرضوان متمسک بحدیث بوده و حکمی که از آن حضرت سرور علیه الصلوة والسلام شنیده بود عمل کرده حضرت زهرا علیها الرضوان چرا در غضب شده و آزار کشیده که آن آزار فی الحقیقة آزار آنحضرت بوده و هم منهی عنه بود جواب گوئیم که این غضب و آزار اختیاری و قصدی نبوده بلکه مقتضای طبع بشری و جبلت عنصری بوده که در آن دخل قدرت و اختیار نیست و نهی منع آن تعلق نگیرد [illegible] قال [illegible] حضرت ابوبکر رضی الله تعالی یار غار و مصاحب پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم بوده و مصاحب پیغمبر قابل ذم و طعن نیست [illegible] منع گفتند که آیه قال له صاحبه وهو یحاوره اکفرت دلیست بر آنکه مصاحب مسلم و کافر شایع است و یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار نیز موید مدعو هست پس حضرت یوسف علیه السلام که پیغمبر است و کس را صاحب خواند که بت پرست بودند پس ظاهر شد که مجرد مصاحب پیغمبر بودن دلیل خوبی نیست هرگاه او را بهبود نداشت اقول هذا المقدمة الممنوعة که مصاحب بشرط مناسبت البته موثر است و انکار تاثیر آن مصادم بدیهه و معارض عرف و عادت است [illegible] که از آثار صحبت منکر است جهل او بر ما معرز شود و چون در میان مسلم و کافر مناسبت متحقق شود از قبول تاثیر صحبت بگذر که محروم باشد با آنکه منقول است که اند و بت پرست از برکت صحبت حضرت یوسف علیه السلام مسلمان شدند و از کیش مشرکان برگشتند پس حضرت صدیق رضی الله تعالی عنه باوجود مناسبت تام از سعادت صحبت آن حضرت علیه الصلوة والسلام چرا مستعد نشود و از کمال و معارف او چون محروم ماند و حال آنکه آن سرور علیه الصلوة والسلام میفرمایند ما صب الله شیئا فی صدری الا و قد صببته فی صدر ابی بکر رض و هر چند مناسبت بیشتر فواید صحبت افزون تر لهذا حضرت صدیق

رقم از جمیع امتی ابو بکر افضل نیست و هیچ یکی از انبیا بمرتبهٔ او نرسید چه مناسبت بآن سرور دارد بیشتر
دانست قال علیه الصلوة والسلام ما فضل ابو بکر بکثرة الصلوة ولا بکثرة الصیام ولکن بشیء وقر فی قلبه علما
گفته اند که آن شیء حب پیغمبر است صلی الله تعالی علیه وآله وسلم والفنا فیه پس انصاف باید کرد که چنین مصاحب پیغمبر
چون قابل ذم و طعن باشد کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا قال علماء ما وراء النهر که حضرت
امیر با وجود کمال شجاعت در وقت بیعت مردم با خلفای ثلث بودند و منع نفرمودند و خود نیز متابعت و بیعت
فرمودند و این نیز دلیل حقیت بیعت است و اگرنه قدح آن حضرت لازم آید شیعه در جواب بطریق نقض گفتند و
بالزام مشترک وا نمودند و ممکن توجیه بطریق المنع ایضا کما لا یخفی علی من له ادنی درایة فی المناظرة و نمودند
که قبل از آنکه حضرت امیر از تجهیز و تکفین فارغ شدند خلفای ثلث در سقیفه بنی ساعده اکثر اصحاب را جمع
برای ابی بکر رض بیعت گرفتند و از آن حضرت بعد از اطلاع براین قلت اتباع و بیم هلاک اهل حق یا باعث دیگر مباشر حرب
نشدند و این دلالت بر حقیت بیعت نمیکند چه حضرت امیر با کمال شجاعت در ملازمت حضرت پیغمبر با حضرت امیر و
سایر صحابه با کفار قریش جنگ نکرده از مکه معظمه مهاجرت نمودند و بعد از مدتی که متوجه مکه شدند در حدیبیه صلح
نمودند و مراجعت فرمودند پس هر وجهی که برای جنگ نکردن حضرت پیغمبر و حضرت امیر و سایر صحابه گنجد
برای جنگ نکردن حضرت امیر تنها می گنجد مع شیء زاید چه ظاهر است که حقیقة کفار قریش اصلا متصور نیست
و نزد اهل تحقیق این نقض درینجا نیز جاری است چه فرعون در دعوی خدای چهار صد سال بر مسند سلطنة
بوده و هر یک از شداد و نمرود و غیرهما نیز سالها درین دعوی باطل بودند و حضرت الله تعالی با کمال قدرت
ایشان را هلاک نکرده و هرگاه درباره حق سبحانه تاخیر در دفع خصم گنجد درباره بنده تنها بطریق اولی می گنجد و بجز و
که حضرت امیر با ایشان بیعت کردند وقوع آن بلا اکراه و تقیه ممنوع است اقول فی حل الاشکال والله سبحانه اعلم بحقیقة
الحال که علمای ما وراء النهر مجموع تاخیر حرب حضرت امیر بحضرت ابی بکر و متابعت او بصدیق دلیل حقیت
خلافة حضرت ابی بکر رضی الله تعالی عنهما ساخته اند و شک نیست که آن منتقض نمیشود بتاخیر حرب حضرت
پیغمبر صلی الله علیه وآله وصحبه وسلم و مبارک با کفار قریش و بتاخیر اهلاک الله تعالی فرعون و شداد و نمرود را
پس شق ثانی از دلیل درینجا اصلا متحقق نیست بلکه نقیض آن ثابت است زیرا که حضرت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم
و مبارک و حضرت الله تعالی غیر از مذمت و تشنیع ایشان نفرموده و بجز بدی یاد نکرده اند فاین هذا من ذلک
و چون شیعه در بیعت امیر بصدیق رضی الله تعالی عنهما مجال انکار نداشتند که این خبر بحد تواتر رسیده و انکار
آن مصادم بدیهه عقل بود بضرورت باکراه و تقیه قائل گشتند و در ابطال خلافة صدیق رضی الله تعالی عنه

۲۰

بهتر ازین مجال سخن نیافتند و مخلصی از برای خود ازین نتوانستند پیدا کرد فاقول فی بیان حقیقة خلافة الصدیق رضی الله تعالی عنه و رفع احتمال الاکراه والتقیة که اصحاب کرام رضی الله تعالی عنهم بعد رحلت حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم و بارک پیش از دفن بنصب امام مشغول گشتند نصب امام بعد انقراض زمان نبوت واجب بود بل جعلوه اهم الواجبات زیرا که آنسرور علیه الصلوة والسلام امر فرموده بود باقامة حدود و سد ثغور و تجهیز جیوش از برای جهاد و حفظ [illegible] و ما لا یتم الواجب المطلق الا به کان مقدورا فهو واجب لهذا صدیق اکبر رضی الله تعالی عنه گفت ایها الناس من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت لابد لهذا الامر ممن یقوم به فانظروا و هاتوا آرائکم فقالوا صدقت پس اول حضرت عمر بصدیق بیعت کرد رضی الله تعالی عنهما بعد از ان جمیع اصحاب از مهاجرین و انصار رضی الله تعالی عنهم بیعت کردند و بعد از بیعت ایشان حضرت ابی بکر رضی الله تعالی عنه بر منبر برآمد و بجانب قوم ملاحظه نمود زبیر را رضی الله تعالی عنه نیافت فرمود که حاضر سازند چون حاضر گشت صدیق رضی الله تعالی عنه فرمود که می خواهی که اجماع مسلمانان را بشکنی زبیر رضی الله تعالی عنه گفت لا تثریب یا خلیفة رسول الله پس به صدیق رضی الله تعالی عنه بیعت کرد باز حضرت صدیق رضی الله تعالی عنه در قوم ملاحظه فرمود حضرت امیر را نیافت فرمود که طلبند چون حاضر شد صدیق گفت که میخواهی که اجماع مسلمانان شکست آری گفت لا تثریب یا خلیفة رسول الله فبایعه حضرت امیر و زبیر از برای تاخیر بیعت خود عذر گفتند که ما غضبنا الا لانا اخرنا عن المشورة وانا نری ابا بکر احق الناس بها انه لصاحب الغار وانا لنعرف شرفه و خیره ولقد امره رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بالصلوة بین الناس وهو حی قال الشافعی رحمة الله علیه اجمع الناس علی خلافة ابی بکر و ذلک لاضطرار الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فلم یجدوا تحت ادیم السماء خیرا من ابی بکر فولوه رقابهم و ایضا اجماع امت بر حقیة خلافت یکی از ابی بکر و علی و عباس منعقد بود. و علی و عباس با ابو بکر منازعت نکردند بلکه بیعت کردند پس اجماع بر امامت ابی بکر تمام شد چه اگر ابو بکر بر حق نمی بود علی و عباس با او منازعه میکردند چنانچه علی بمعاویه منازعت کرد با وجود شوکت از معاویه طلب حق کرد تا آنکه خلق کثیر را بکشتن داد مع ان المطلب اذ ذاک اشد و فی اول الامر اسهل لکون عهدهم بالنبی اقرب و بحمیة فی تنفیذ احکامه ارغب ایضا عباس از امیر طلب بیعت کرد و امیر قبول نکرد اگر حق جانب او میدید قبول میکرد و حال آنکه زبیر با کمال شجاعت با وجود بنی هاشم و جمعی کثیر با وی متفق بودند و اجماع کافی است از برای حقیة خلافة ابی بکر اگرچه نص بر خلافة او وارد نشده کما قال جمهور العلماء بلکه اجماع اقوی است از نصوص غیر متواتره چه مدلول اجماع قطعی است و مدلول آن نصوص ظنی با آنکه گوییم که نصوص هم

باز گشته اند از برای حقیة خلافت و کما ذکره المحققون من المحدثین والمفسرین فمعنی قول الجمهور من
علماء اهل السنة علی ما ذکره بعض المحققین انه علیه الصلوة والسلام لم ینص علیها لا انه ابدا انه لم یامر بها لاحد
و بما ذکر یظهر حقیة خلافة الصدیق و بطل احتمال الاکراه و التقیة تقیه آنزمان احتمال داشت که اهل آن عصر
تابع حق نمی بودند و بسعادت خیر القرون قرنی مستسعد نشده شد قال ابن الصلاح والمنذری الصحابة کلهم
عدول و قال ابن الحزام الصحابة کلهم من اهل الجنة قطعا قال سبحانه و تعالی لا یستوی منکم من انفق من
قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعد الله الحسنی لانهم انما طلبوا
فثبت علیهم الحسنی وهی الجنة و لا یتوهم ان التقیید بالانفاق والقتال فیهما یخرج من لا یتصف بذلک منهم لان
تلک القیود خرجت مخرج الغالب فلا مفهوم لها علی ان المراد من اتصف بذلک ولو بالقوة والعزم
و بالجملة اکراه و تقیه مستلزم نقص آن حضرت است کرم الله سبحانه وجهه زیرا که در اکراه ترک
عزیمت است و در تقیه کتمان حق که منهی عنه است هرگاه مؤمن عامی تنها لکن بترک اولی راضی نشود
مرتکب منهی عنه گردد فکیف اسد الله و زوج بنت رسول الله تعالی علیه و آله وسلم که در شجاعت
و تصلب دین بی نظیر بود مرتکب چندین امور ناشایسته گردد و اینها از کمال جهالت و فرط ضلالت
است که آن حضرت را امام کمان کرده اند و نقصان آن را کمال دانسته [illegible]
اعتقادا و قول علماء ما وراء النهر در حق شیعه سب و لعن حضرات شیخین و ذی النورین و بعضی از
ازواج طاهرات رضوان الله تعالی علیهم اجمعین که کفر است تجویز کنند بر بادشاه اسلام حکم
بر سائر انام بنابر امر ملک علام قتل و قمع ایشان اعلاء الدین الحق واجب لازم است و تخریب ابنیه و اخذ
اموال و امتعه ایشان جائز شیعه در جواب البرق اللامع گفته اند که شارح عقاید نسفی در تکفیر ساب شیخین
تکفیر ایشان اشکال کرده و صاحب جامع الاصول شیعه را از فرق اسلامی شمرده و صاحب مواقف
نیز همینه گفته و نیز امام محمد غزالی سب شیخین کفر نیست و شیخ اشعری شیعه را اهل اهل قبله را کافر
نمیداند پس آنکه حضرات در تکفیر شیعه گفته نه موافق سبیل مومنان است و نه مطابق حدیث و قرآن
مقابل منها المقدمة الممنوعة که سب شیخین کفر است و احادیث صحیحه بران دال است منها ما اخرج المحاملی
و الطبرانی و الحاکم عن عویم بن ساعدة انه صلی الله علیه و آله وسلم و بارک قال ان الله تعالی اختارنی
و اختار لی اصحابا فجعل منهم وزراء و انصارا و اصهارا فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائکة والناس
اجمعین لا یقبل الله منه صرفا و لا عدلا و کما اخرج الدار قطنی عن علی رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی

تعالی علیه وآله وسلم وبارک قال سیأتی من بعدی قوم یقال لهم الرافضة فإن ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون
قال قلت یا رسول الله ما العلامة فیهم قال یقرظونک بما لیس فیک ویطعنون علی السلف واخرجه من
طرق اخری نحوه وزاد وعنه وآیة ذلک انهم یسبون ابا بکر وعمر من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائکة والناس
اجمعین وامثال این حدیث بسیار آمده است که این رساله گنجائش ذکر آنها ندارد و از سب شیخین موجب بغض
ایشان است وبغض ایشان کفر است بخبر من ابغضهم فقد ابغضنی ومن اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی
الله وایضا اخرج ابن عساکر ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم قال حب ابی بکر وعمر ایمان وبغضهما
کفر واخرج عبد الله بن احمد عن انس مرفوعا انی لارجو لامتی فی حبهما انی قول لا اله الا الله وبغض ایشان
موجب ایشان معاقبت بالمکر دلانها علی طرفی النقیض ونیز تکفیر مومن موجب کفر است چنانچه در حدیث صحیح
وارد است من رمی رجلا بالکفر او قال عدو الله ولیس کذلک الا کان کما قال والا رجعت علیه وما یقین
میدانیم که ابوبکر وعمر مومنانند ودشمنان خدا نیستند ومبشر بجنت اند پس تکفیر ایشان راجع بقائلان
باشد بمقتضای این حدیث پس محکم بکفر هم واین حدیث اگرچه خبر واحد است اما تکفیر بسبه معلوم میشود اگرچه
جاحد او کافر نشود وقال الامام عصره ابو زرعة الرازی من اجل شیوخ الاسلام اذا رایت الرجل ینتقص
احدا من اصحاب رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم فاعلم انه زندیق وذلک لان القرآن حق و
الرسول حق وما جاء به حق وما ادی الینا ذلک کله الا الصحابة رضی الله تعالی عنهم فمن جرحهم انما اراد
ابطال الکتاب والسنة فیکون الجرح به الیق ویحکم علیه بالزندقة والضلالة والکذب والفساد ولا
الفساد هو الاقوال الحق وقال سهل بن عبد الله التستری وناهیک به علما وزهدا ومعرفة وجلالة لم
یؤمن برسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم من اصحابه وسئل عبد الله بن المبارک وکفاک به جلالة
وعلما ایهما افضل معاویة او عمر بن عبد العزیز فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع
مع رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز کذا مرة اشار بذلک الی ان فضیلة
صحبته ورؤیته صلی الله تعالی علیه وعلی آله وسلم لا یعدلها شیء وهذا فی غیر اکابر صحابته رضوان الله
علیهم ممن لم یفضهم الا مجرد رؤیته صلی الله تعالی علیه وآله وسلم فما ظنک فی من ضم الیها قاتل معه
صلی الله علیه وآله وسلم او فی زمنه بامره او نقل شیئا من الشریعة الی من بعده او انفق شیئا من ماله
بسببه فهذا مما لا یمکن ادراک فضله وشک نیست که شیخین از اکابر صحابه اند پس تنقیص ایشان سبب
تکفیر بلکه تنقیص ایشان موجب کفر وزندقه وضلالت است کما لا یخفی وفی المحیط المجید رحمه الله تعالی بحمده

الصلوة خلف الرافضة لانهم انکروا خلافة الصدیق وقد اجتمعت الصحابة علی خلافته وفی الخلاصة من انکر
خلافة الصدیق فانه کافر ویکره الصلوة خلف صاحب هوا و بدعة ولا یجوز خلف الرافضة ثم قال ان کل
ما هو هوی یکفر به لا یجوز والا یجوز ویکره وکذا من انکر خلافة عمر فی الاصح هرگاه انکار خلافة ایشان کفر باشد
فکیف حال من سبهم او لعنهم پس ظاهر شد تکفیر شیعه مطابق احادیث صحاح و موافق طریق سلف است و آنکه
از بعضی از اهل سنت عدم تکفیر شیعه نقل کردند بر تقدیر صحت و دلالت آن بر عدم تکفیر اینها محمول بر توجیه
و تاویل است عدم تکفیر شیعه نقل کردند بر تقدیر صحت و دلالت آن بر عدم تکفیر اینها محمول بر توجیه و تاویل
است تطابق الاحادیث و مذهب جمهور العلماء و اکثر شیعه از سب و لعن حضرت عائشه صدیقه در باره ان
حضرت علیها الرضوان بسبب مخالفه ثم طعن و تشنیع ثابت کردند و گفتند آنچه از خبث و فحش در باره عائشه
الشنیعه نسبت کرده اند حاشا ثم حاشا اما چون عائشه مخالفة امر و قرن فی بیوتکن نموده بهجرت در آمده و بجنگ
آنحضرت اقدام نموده و بحکم حدیث حربک حربی حرب حضرت امیر حرب حضرت پیغامبر است صلی الله تعالی
علیه و آله و سلم و محارب پیغامبر یقینا مقبول نیست بنابرین مورد طعن شده پوشیده نماند که امر
بقرار به بیوت و نهی از خروج اینها مطلق که شامل جمیع اقوال و ازمنه باشد مراد نیست و خروج
بعضی از ازواج آنسرور علیه الصلوة والسلام با او در بعضی اسفار و آن دلالة میکند پس امر بملازمت
بیوت مخصوص گشت بوقت دون وقت و حال دون حال و در رنگ عام مخصوص البعض شد و
و عام مخصوص البعض از روی مدلول ظنی است مجتهد را جائز است که افراد دیگر هم بعلت مشترکه از آن
اخراج نماید و شک نیست که حضرت صدیقه رضی الله تعالی عنها عالمه مجتهده بوده و ترمذی از ابی موسی
روایت میکند که او گفته که ما اشکل علینا اصحاب رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم حدیث قط فسألنا
عائشة الا وجدنا عندها منه علما و همچنین ترمذی از موسی بن طلحه روایت می کند که او گفته ما رایت احدا
افصح من عائشة رضی الله تعالی عنها پس تواند بود که حضرت صدیقه خروج خود را در بعض اوقات
یا بعض احوال از برای بعضی منافع و مصالح از آن مخصوص کرده باشد و لا محذور فیه و لا طعن علی انا
نقول الظاهر من الآیة نهی الخروج بلا ستر و حجاب کما یدل علیه قوله سبحانه بعده و لا تبرجن تبرج الجاهلیة
الاولی و اما الخروج مع الستر و الحجاب فخارج عن النهی و خروج حضرت صدیقه از برای اصلاح بود از برای
حرب کما قال بعض المحققین و اگر از برای حرب باشد چنانکه مشهور است فلا باس به ایضا لانه عن اجتهاد
و لا عن هوی چنانکه تاریخ موافق از آنها می نقل میکنند که واقعات جمل و صفین از روی اجتهاد بود

والمجتهد وانکان مخطیا لامواخذه له قال القاضی البیضاوی فی تفسیر قوله تعالی لولا کتاب من الله لولا حکم من الله سبق اثباته فی اللوح وهو ان لا یعاقب المخطی فی اجتهاده اه آنکه گوئیم خطای مجتهد هم نزد خدای عزوجل هدایت است کما نقل رزین عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه قال سمعت رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وبارک یقول سالت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الله الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشی مما هم علیه فهو عندی علی هدی ثم قال اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم وحدیث حرکه گیای تواند بود که نزد حضرت صدیقه رضی الله تعالی عنها به ثبوت نرسیده باشد یا مخصوص باشد بحرب مخصوص چه تواند بود که اضافه برای عهد باشد و الف لام برای تزویج نسبت با جمله خود و تزییف کتب اهل السنة آورده اند که در کتب شیعه چنین هست که در وقت حضور ابن ام مکتوم اعمی در حدیث حضرت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وآله وسلم کسی که با اهل آن حضرت عبور کرد حضرت پیغمبر این معنی اعتراض فرموده که تو کور نیستی و اهل سنة در کتب خود آورده اند که حضرت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم عائشه را بکتف مبارک خود برداشت تا تماشای حبشی کند که در کوچه ساز می نواختند و لعب از دل فرموده یا حمیرا جواب شیعه این علی الاطلاق از این مسبب توان کرد پوشیده نماند تواند بود که این واقعه پیش از نزول آیة حجاب متحقق شده باشد بعد منع از حضور ابن ام مکتوم بعد از نزول آن بحجیت آمده بود که آن امر مشروع باشد نه ممنوع چنانکه در احادیث صحاح وارد است و عنقریب مذکور خواهد شد که حبشه در مسجد حضرت پیغمبر صلی الله تعالی علیه وآله وسلم نیزه بازی میکردند و آن در رنگ تیر اندازی هست در حق آنکه هر دو آله غزو جهاد اند و تیر اندازی مشروع است فکذا ما هو مثله و نیز وقوع آن لهو در مسجد دلالت بر مشروعیت میکند کما لا یخفی و لو سلم که بعد از نزول آیة حجاب بوده پس گوئیم که حضرت صدیقه در آن وقت صغیره بوده نه مکلفه کما یفهم مما روی البخاری والمسلم عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت والله لقد رایت النبی صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وبارک یوما علی باب حجرتی والحبشة یلعبون بالحراب فی المسجد ورسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم یسترنی بردائه لانظر الی لعبهم بین اذنه وعاتقه ثم یقوم من اجلی حتی اکون انا التی انصرف فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن الحریصة علی اللهو انتهی بهر که در اصحاب کرام وارد آمدن و در میان ایشان حکم نمودن از کمال بی ادبی و حرمان از سعادت است و طریق اهل اسلم آنست که منازعات و اختلافات که در میان ایشان واقع شده بعلم حق سبحانه مفوض سازند و همه ایشان را بخیر و نیکی یاد کنند و حب ایشان را حب پیغمبر علیه الصلوة والسلام دانند من احبهم فبحبی احبهم حدیث صحیح است قال الشافعی و هو منقول عن عمر بن عبد العزیز تلک دماء طهر الله عنها ایدینا

فلیطر فیها استنا الا چون شیوه شنیعهٔ اصحاب ابن بدعی یاد می کنند و سب و طعن ایشان جرات می
می نمایند علمای اسلام را واجب و لازم است که رد ایشان نمایند و مقاصد ایشان را ظاهر سازند و ازین
قبیل است بعضی سخنان که ازین حقیر درین باب تحریر آمده چنانکه ذکر یافته ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا
ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت
مولینا فانصرنا علی القوم الکافرین هذا ما تیسر لی فی ردهم و اظهار شناعتهم بعون
الله سبحانه و حسن توفیقه و نسأل الله سبحانه ان یثبت قلوبنا علی دینه و یوفقنا لمتابعة حبیبه صلی الله تعالی
علیه و آله و سلم و لنختم الرسالة بالخاتمة الحسنة و ذکر مناقب اهل البیت و ذکر فضائلهم رضی الله تعالی عنهم
اجمعین قال الله سبحانه انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا اکثر المفسرین علی انها نزلت
فی علی و فاطمة والحسنین رضی الله تعالی عنهم لتذکیر ضمیر علیکم و ما بعده و قیل نزلت فی نسائه صلی الله علیه و آله
و سلم [illegible] سبحانه واذکرن ما یتلی فی بیوتکن و نسب الی ابن عباس رضی الله تعالی عنهما و قیل المراد النبی
[illegible] اخرج احمد عن ابی سعید الخدری انها نزلت فی خمسة النبی صلی الله تعالی علیه و آله و سلم و علی و
فاطمة والحسن والحسین رضوان الله تعالی علیهم اجمعین و ذهب الثعلبی الی ان المراد من الاهل فی الآیة جمیع
بنی هاشم [illegible] والتشکیک فیما یجب الایمان به و ثبت فی بعض الطرق و تحریمهم علی النار و عن
[illegible] قال لما نزلت هذه الآیة ندع ابناءنا و ابناءکم دعا رسول الله صلی الله تعالی علیه
و آله [illegible] فاطمة و حسنا و حسینا فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی و عن المسور بن المخرمة ان رسول
[illegible] و سلم قال فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی و فی روایة یریبنی ما ارابها و
[illegible] قال خرجت مع رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم فی طائفة من النهار حتی
[illegible] ثم لکع یعنی حسنا فلم یلبث ان جاء یسعی حتی اعتنق کل واحد منهما صاحبه
[illegible] و عن انس قال لم یکن احد اشبه بالنبی صلی الله علیه و آله و سلم من الحسن
[illegible] ایضا کان اشبههم برسول الله صلی الله تعالی علیه و آله و سلم و عن زید بن ارقم
[illegible] و سلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب الله
[illegible] و عترتی [illegible] و لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما و عنه ان رسول
[illegible] لعلی و فاطمة والحسن والحسین انا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم و عن جمیع بن
عمیر [illegible] عائشة رضی الله تعالی عنها فسألت ای الناس کان احب الی رسول الله صلی الله

فقالت

تعالی علیه وآله وسلم قالت فاطمة فقیل من الرجال قالت زوجها وعن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما
ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وبارک قال ان الحسن والحسین هما ریحانتای من الدنیا وعن علی رضی الله
تعالی عنه قال الحسن اشبه برسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم ما بین الصدر الی الرأس والحسین
اشبه بالنبی صلی الله علیه وآله وسلم ما کان اسفل من ذلک وعن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما قال کان
رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حامل حسن بن علی علی عاتقه فقال رجل نعم المرکب رکبت یا غلام فقال
النبی صلی الله تعالی ونعم الراکب هو وعن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت ان الناس یتحرون بهدایاهم
یوم عائشة یبتغون بذلک مرضات رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وبارک وقالت ان نساء رسول
الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وبارک کن حزبین فحزب فیه عائشة وحفصة وصفیة وسودة والحزب الآخر ام
سلمة وسائر نساء رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فکلم حزب ام سلمة فقلن لها کلمی رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم وبارک یکلم الناس فیقول من اراد ان یهدی الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم
فلیهده الیه حیث کان فکلمته فقال لها لا تؤذینی فی عائشة فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثوب امراة
الا عائشة قالت اتوب الی الله من اذاک یا رسول الله ثم انهن دعون فاطمة فارسلن الی رسول الله
صلی الله تعالی علیه وآله وسلم فکلمته فقال یا بنیة الا تحبین ما احب قالت بلی قال فاحبی هذه وعن عائشة
رضی الله تعالی عنها قالت ما غرت علی احد من نساء النبی صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وبارک ما غرت
علی خدیجة وما رأیتها ولکن کان یکثر ذکرها وربما ذبح الشاة ثم یقطعها اعضاء ثم یبعثها فی صدائق خدیجة
فربما قلت له کانه لم یکن فی الدنیا امراة الا خدیجة فیقول انها کانت وکانت وکان لی منها ولد
وعن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم وبارک
العباس منی وانا منه وعنه قال قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وآله وسلم احبوا الله لما یغذوکم
من نعمه فاحبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی وعن ابی ذر انه قال وهو آخذ بباب الکعبة سمعت النبی
صلی الله تعالی علیه وآله وسلم یقول الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن
تخلف عنها هلک فلیکن هذا آخر الرسالة الٰهی بحق بنی فاطمه ÷ که بر قول ایمان کنی خاتمه
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ÷ من و دست و دامان آل رسول الحمد لله وسلام علی عباده الذین
اللهم اغفر لی ولوالدی بحق النبی العربی واهل بیته واحسن الیهما والیه بحرمة جمیع احباب الحضرة
المدنی صلی الله تعالی علیه وآله واصحابه واهل بیته وسلم وبارک عدد خلقه ورضی نفسه وزنة عرشه ومداد کلماته

الحمد لله سبحانه علی الاختتام والصلوة والسلام علی حبیبه محمد النبی الامی سید الانام الی یوم

خاتمة الطبع

هزارها شکر و احسان ایزد منان را و درود بیکران حبیب رحمان را که درین آوان
توامان کتاب مستطاب معدن فتوحات اعنی هر سه دفتر مکتوبات امام ربانی غوث
حضرت مجدد الف ثانی علیه الرحمة والرضوان معه رساله رد روافض ردیه و
شنیعه باهتمام عاصی بانواع معاصی شیر محمد خان بن غلام محمد خان باشنده
مالک مطبع احمدی دهلی حلیه طبع پوشید امید از قاریان با صدق و صفا آنکه
داعی از دعا دریغ نفرمایند اللهم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر واجعل عواقب امورنا

۵ رجب المرجب و صلی الله علی سیدنا محمد و علی
صحبه و سلم ۱۲۹۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی اور تقلید ائمۂ مجتہدین

علامہ محمد جلال الدین قادری

☆

امام ربانی دعوتِ حق دیتے ہوئے اور صراطِ مستقیم کی تعلیم ارشاد کرتے ہوئے مرزا داراب بن خان خاناں کے نام مکتوب میں فرماتے ہیں۔

> شکر منعم تعالیٰ اولاً بتصحیح عقائد است بمقتضائے آرائے فرقہ ناجیہ کہ اہلِ سنت و جماعت اند وثانیاً باتیان احکامِ شرعیہ عملیہ است بروفقِ آرائے مجتہدین ایں فرقہ علیہ وثالثاً بتصفیہ وتزکیہ است برطبق سلوکِ صوفیہ علیہ ایں فرقہ سنیہ ووجوب ایں رکن اخیر استحسانی است بخلاف رکنینِ سابقین چہ اصل اسلام مربوط بایں دو رکن است وکمالِ اسلام منوط بآں یک رکن و عملی کہ مخالف ایں ارکان ثلاثہ است اگر چہ از جنس ریاضاتِ شاقہ ومجاہداتِ شدیدہ باشد داخلِ معصیت است ونافرمانی و ناسپاسی منعمِ جل سلطانہ“۔ (مکتوب امام ربانی۔ جلد اول۔ مکتوب نمبر ۱۷)

ترجمہ: منعم حقیقی کے شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے عقائد کو فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی آرا کے مطابق درست کیا جائے۔ اس کے بعد اس گروہ کے مجتہدینِ عظام کی تحقیقات کے مطابق احکامِ شرعیہ پر عمل کرے۔ اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس عالی قدر جماعت کے صوفیہ کرام کے طریقہ پر راہِ سلوک طے کرتا ہوا اپنا تزکیہ نفس کرے۔ اس آخری رکن

> کا وجوب درجۂ استحسان میں ہے بخلاف دونوں پہلے ارکان کے' کیونکہ یہ دونوں اسلام کے اصل کے ساتھ متعلق ہیں اور کمالِ اسلام اس آخری رکن سے مربوط ہے اور وہ عمل جو ان ارکانِ ثلاثہ کے خلاف ہو۔ خواہ وہ سخت ریاضت یا شدید مجاہدے کی قسم ہی سے کیوں نہ ہو' داخل معصیت ہے۔ ایسا کرنا اس منعم حقیقی جل سلطانہ کی نافرمانی اور ناشکری ہے۔

اس مکتوب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کا طریقہ بتایا نیز بڑے حتمی انداز میں ارشاد فرمایا کہ دین کی اصل دو باتیں ہیں:

۱......اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق اپنا عقیدہ درست رکھنا۔

۲......کسی امام مجتہد کی تقلید کرنا اور اس کے کتاب وسنت سے مستنبط احکام پر عمل پیرا رہنا۔

نیز فرمایا کہ اولیائے کاملین کی تربیت کی نہج پر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کرنا۔ دین کا کمال ہے اصل دین کا حاصل کرنا فرض ہے جبکہ کمالِ اسلام درجہ استحسان میں ہے۔

امام ربانی قدس سرہ نے ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو اصل اسلام اور اساس دین قرار دیا ہے۔ ائمہ مجتہدین کی تقلید دین کی اجتماعیت کا باعث ہے فرقہ بندی کو مٹاتا ہے اور امتِ واحدہ کی تشکیل کا واحد طریقہ ہے۔ جو لوگ تقلید سے آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں وہ دین میں تفرقہ بازی کا جرم کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص علمی طور پر اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ براہِ راست قرآن وحدیث سے مسائل کا استخراج کرسکے اور اگر کوئی سرپھرا ایسی ناپاک جسارت کرے گا اسلام کا حلیہ بگاڑ دے گا۔ **اعاذنا اللہ من ذلک**

ملت اسلامیہ کو انتشار وافتراق سے پاک رکھنے کے لیے امام ربانی قدس سرہ السامی نے جو نسخۂ کیمیا تجویز فرمایا وہ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب میں یوں ہے:

> واز علومیکہ از کتاب وسنت مستفادند' ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب وسنت اخذ میکند' پس ہر معنی از معانیِ مفہومہ ازینہا معتبر نباشد۔
>
> (دفتر اول۔ مکتوب۔ ۱۹۳)

ترجمہ: وہ علوم جو کتاب وسنت سے مستفاد ہیں ان میں سے وہی بات معتبر ہے جو بزرگان اہل سنت نے کتاب وسنت سے اخذ کی اور سمجھی ہے ورنہ یوں تو ہر

> بدعتی اور ہر گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کو اپنے فاسد زعم میں کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کی سمجھی ہوئی کوئی بات معتبر نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیونکر جائز ہے کہ صرف ائمہ مجتہدین کے کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام ومفاہیم ہی معتبر ہیں ہر عامی کے کتاب وسنت کے بیان کردہ مفاہیم معتبر نہیں' اس کا جواب خود امام ربانی یوں ارشاد فرماتے ہیں :

> وآنکہ گفتم کہ معانی مفہومہء علماء اہلِ حق معتبر است وخلاف آں معتبر نیست' بنابرآں ست کہ آں معانی را از تتبع آثار صحابہ وسلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اخذ کردہ اند واز انوارِ نجومِ ہدایت شاں اقتباس فرمودندہ اند لھذ انجاتِ ابدی مخصوص ایشاں گشت وفلاحِ سرمدی نصیب ایشاں آمد اولٓئک حزبُ اللہِ الا اِنَّ حزبَ اللہِ ھُمُ المُفلِحُوْن۔ (مکتوب بنام امان اللہ فقیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب۔ ۲۸۶)

ترجمہ: یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق (ائمہ مجتہدین) کے سمجھے ہوئے معانی ہی قابلِ اعتبار ہیں اور دوسروں کے معتبر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے یہ معانی صحابہ کرام اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے آثار اور تتبع سے اخذ کیے ہیں اور یہ نجوم ہائے ہدایت کے انوار سے حاصل کیے ہیں۔ اس لیے نجاتِ ابدی ان کے ساتھ مخصوص ہوگئی ہے۔ اور فلاحِ دارین کا حصہ بن گئی ہے۔

ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک امام کی تقلید کتنی ضروری ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس امر سے بھی لگا سکتے ہیں کہ اکابر بزرگانِ دین' سلف صالحین جن کے قلوبِ صافیہ ہدایت سے منور ہو چکے ہیں۔ وہ بھی عام مومنین کی طرح امام معین کی تقلید کرتے ہیں۔

ارباب مشاہدہ اور اصحاب مجاہدہ میں سے ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جو کسی ایک امام کی تقلید نہ کرتا ہو۔ ذرا توجہ فرمائیے اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا شمار کیجیے۔ ایک جماعت میں آپ کو امام ابو یوسف' امام محمد' امام زُفر اور امام حسن جیسے اصحابِ فقہ نظر آئیں گے کہ جن کے اپنے اقوال قابلِ حجت

ہیں جبکہ دوسری صف میں حضرت عبداللہ بن مبارک، امام وکیع، حضرت داؤد طائی اور حضرت فضیل بن عیاض، بشر حافی، ابراہیم بن ادھم جیسے اعاظم صوفیہ کرام شامل ہیں۔ جنہوں نے سراج الامہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ اور پھر متقدمین و متاخرین میں بے شمار اولیاء اللہ وہ ہیں جنہوں نے باجود جلالت علمی کے حضرت امام ابوحنیفہ کی تقلید کی۔

قدوۃ العارفین حضرت سید علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش، زبدۃ السالکین حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی معروف بہ خواجہ غریب نواز اجمیری، عمدۃ الواصلین حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر، برکت المصطفیٰ فی الہند حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی، تاج المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی کے علاوہ خود امام ربانی مجدد الف ثانی قدست اسرارہم القدسیہ فقہ حنفی پر عمل پیرا رہے۔ اولیائے کاملین اور امام اعظم کی تقلید کے حوالے سے امام ربانی کا ارشاد کتنا واضح ہے۔ اپنے صاحبزادگان کے نام ایک مکتوب میں فرمایا:

> اربابِ ولایت خاصہ یا عامہ مومناں در تقلیداں برابر اند کشوف والھامات ایشاں مزیت نمی بخشد واز ربقہ تقلید نمی برآرد ذوالنون و بسطامی و جنید و شبلی بایز زید و عمر و بکر و خالد کہ از عوام مومنانند در تقلیداں در احکام اجتھادیہ مساوی اند آرے مزیت ایں بزرگواراں در امور دیگر است۔

> ترجمہ: اونچے مرتبہ کے اولیاء اللہ بھی مجتہدین کی تقلید میں عام مومنین کے برابر ہیں۔ ان کے کشوف اور الہامات کی فضیلت کا اس میدان میں کوئی دخل نہیں اور وہ حلقۂ تقلید سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور شبلی جیسے بزرگ بھی عام مومنین مثل زید و عمر و بکر و خالد کی طرح مجتہدین کے احکام کی تقلید کے پابند ہیں۔ ہاں دوسرے امور میں ان بزرگوں کو ضرور فضیلت حاصل ہے۔

کچھ لوگ ائمہ مجتہدین کے خلاف یہ دلیل دیتے ہیں کہ فلاں فلاں مسئلہ شرعیہ میں ہمارے پاس فلاں فلاں دلیل ہے۔ مجتہدین کے اجتہاد کے خلاف فلاں حدیث صحیح موجود ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب دلیل منصوص مل جائے قیاس اور اجتہاد کو ترک کر دینا ہی قرین قیاس ہے۔ اس کا جواب امام ربانی قدس سرہ اپنے

مکتوب بنام میر محمد نعمان میں یوں لکھتے ہیں۔

> اگر کسے گوید کہ ما علم بخلاف آں دلیل داریم، گویم کہ علم مقلد در اثبات حل و حرمت معتبر نیست، دریں باب ظن مجتہد معتبر است اَدِلّہ مجتہدین را اوھن از بیتِ عنکبوت گفتن بسیار جرات نمودن است و علم خود را بر علم ایں اکابر ترجیح دادن و ظاہر اصولِ اصحاب حنفیہ را باطل ساختن و روایات معتبرہ مفتیٰ بہا را برہم زدن و شواذ گفتن احادیث ورع را ایں اکابر بواسطہ قرب عہد و وفور علم و حصول ورع و تقوٰے از ما دور افتادگان بہتر می دانستند و صحت و سقم و نسخ و عدم نسخ آنھا را بیشتر از ما می شناختند (مکتوب امام ربانی، دفتر اول مکتوب ۳۱۲)

ترجمہ: اگر کوئی کہے کہ ہم دلیل مجتہد کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ثبوت حل و حرمت میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے۔ ہاں مجتہدین کے دلائل کو مکڑی کے جالے کی طرح کمزور بتانا انتہائی دیدہ دلیری ہے، اسی طرح اپنے علم کو اُن کے علم پر ترجیح دینے اور اصحاب حنفیہ کے اصولوں کو باطل ٹھہرانے کا معاملہ ہے کہ یہ روایاتِ معتبرہ مفتیٰ بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے۔ یہ حضرات احادیث کو زمانہ نبوی سے قرب کے باعث اور زیادہ علم رکھنے نیز زیور تقوٰی و ورع سے آراستہ ہونے کے سبب ہم دور افتادہ لوگوں سے بہتر جانتے تھے اور ان کے سقم و صحت اور نسخ و عدم نسخ کی پہچان ہم سے زیادہ رکھتے تھے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شانِ رفیع کو امام ربانی نے جس عقیدت و محبت سے خراج تحسین پیش کیا ہے وہ پڑھنے سننے کے لائق ہے۔

> ''از علوِ شان امام بزرگ ترین ایں بزرگواراں امام اجل پیشوائے اکمل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہ نویسد کہ اعلم و اورع و اتقائے مجتہدین است، چہ شافعی و مالک و چہ احمد حنبل۔ امام شافعی می فرماید **اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِیْ حَنِيفَةِ**۔ (مبداء ومعاد مطبع مجددی امرتسر۔ ص ۳۹)

ترجمہ: ان بزرگوں میں سے سب سے بڑے بزرگ، امام اجل، پیشوائے اکمل ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھلا میں کیا لکھوں۔ وہ ائمہ مجتہدین میں سب سے بڑے عالم اور سب سے زیادہ ورع و تقوی والے ہیں۔ کیا امام شافعی اور امام مالک اور کیا احمد بن حنبل، امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام فقہاء ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔

حضرات! ذراسی مہلت لے کر ہم امام ائمہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقامات رفیعہ، کردار، سیرت، اخلاق، عقائد اور اعمال کی جھلک دیکھتے ہیں۔ اجلہ علماء شریعت اور عرفاء طریقت نے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ سید ہجویری مخدوم امم حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق فرمایا ہے۔

امامِ اماماں و مقتدائے سنیاں، شرف فقھاء و عز علماء ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الخزاز رضی اللہ عنہ وی را اندر مجاہدت عبادت قدم درست بودہ است و اندر اصول ایں طریقت شانے عظیم داشت۔

ترجمہ: اماموں کے امام، سنیوں کے پیشوا، فقہاء کا شرف اور علماء کی عزت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا مجاہدہ اور عبادت میں طریقہ درست تھا اور اصول طریقت میں آپ کی عظیم شان تھی۔

حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے یہ روایت فرمائی کہ امام اعظم کو خواب میں (حضور علیہ نے) ہدایت فرمائی کہ میری سنتوں کی تہذیب کر اور قابلِ عمل احادیث کو نکھار۔ چنانچہ محدثین اور فقہاء نے دیکھ لیا کہ کس حزم و احتیاط، ورع و تقوی اور علم راسخ سے منشاء رسالت علی صاحبہا افضل الصلوٰت و اکمل التسلیمات کو واضح کیا۔ امتِ مرحومہ کا عظیم حصہ آپ کا پیروکار ہے۔ بارگاہِ رسالت میں امام اعظم کا بڑا مقام ہے۔ اور آپ کو مقبول بارگاہ رسالت کہنا زیادہ صحیح ہے۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔

السلام علیک یا امام المرسلین

مزار پُر انوار سے جواب آیا

وعلیک السلام یا امام المسلمین

خود امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب آقا سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کے حضور نعت شریف

کا جو نذرانہ پیش کیا وہ بجائے خود شاہکار ہے، حفظ کے قابل ہے۔ اس کے چند اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

یَاسَیِّدَ السَّادَاتِ جِئتُکَ قَاصِداً
اَرْجُوْ رِضَاکَ وَاحْتَمِیْ بِحَماکَ

اے سیدوں کے سید! میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں۔ آپ کی مہربانی اور خوشنودی کی امید رکھتا ہوں اور اپنے آپ کو سب برائیوں سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

وَاللّٰہ یَا خَیْرُ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِی
قَلْباً مَّشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاکَ

اللہ کی قسم اے بہترین مخلوق! تحقیق میرا دل آپ کی زیارت کا بہت شوق رکھتا ہے۔ سوائے آپ کے اور کسی کو نہیں چاہتا۔

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ
مِنْ زَلَّةٍ بِکَ فَازَ وَ هُوَ اَبَاکَ

آپ وہ ہیں کہ حضرت آدم نے (جو آپ کے باپ ہیں) جب لغزش بخشانے میں آپ کے رتبہ برتر کا وسیلہ لیا تو ان کی خطا معاف ہوئی۔

یَا اَکْرِمِ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی
جُدْلِیْ بِجُوْدِکَ وَارْضِنِی بِرِضَاکَ

اے تمام موجودات سے بزرگ برتر! اے حاصل کائنات! مجھے اپنی بخشش وعطا سے نوازیے اور اپنی خوشنودی کی مسرت عطا کیجیے۔

بارگاہِ مصطفیٰ علیہ السلام میں مقبولیت کا وہ مقام کہ امام المسلمین کا خطابِ دلنواز عطا ہوا، اور بارگاہِ رسالت میں حاضری کا وہ شوق، کہ یارسول اللہ کہتے ہوئے دل تپیدہ، دیدۂ نم دیدہ کے ساتھ قصد وارادہ سے حاضری کی تیاری اور پھر حاضری کے موقع پر اوصافِ حمیدہ، اخلاقِ جلیلہ اور کمالات رفیعہ سے مزین نعت کا نذرانہ، اللہ اللہ یہ جالوٹنے کی ہے۔

حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کو اپنا مقتدا تسلیم کرنے والو! آپ حضرات کے لیے دعوتِ فکر ہے مقامِ غور ہے۔ لمحۂ تدبر ہے وقت محاسبہ ہے۔ اگر آپ امام ربانی کی تعلیمات کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہو آپ کے فرمودات کو قابلِ سند جانتے ہو اور امتِ مرحومہ کے اتحاد کے داعی ہو فرقہ بندی سے دور رہنا چاہتے ہو تو امام اعظم قدس سرہ کی تقلید اختیار کرو۔ کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے فقہ حنفی کو معیار حق جانو۔ اپنے ناقص اور محدود علم کو فقہ حنفی کے مسائل پر ترجیح نہ دو اور پھر تقلید کے ساتھ ساتھ امام اعظم قدس سرہ کے عقیدے کے مطابق اپنا عقیدہ کرلو۔ یارسول اللہ یا حبیب اللہ کا نعرہ بلند کیجیے۔ مدینہ طیبہ حاضری کے وقت عزمِ زیارت اور قصدِ مصطفیٰ لے کر حاضر ہوں۔ نعت شریف کو وظیفۂ جان بنا لیجیے۔ باذن الٰہی اپنے آقا و مولیٰ حضور سید المرسلین سے شفاعت طلب کیجیے۔

یقین جانیے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک نہایت نورانی مسلک ہے۔ نظر کشف میں دیکھنے والوں نے اس کو چشمۂ صافی دیکھا ہے اور اس سے سیراب ہونے کی دعوت دی ہے۔ اپنے ممدوح حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ارشاد سنیے۔ مخدوم زادہ عالی درجت خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کو مکتوب لکھتے ہیں:

> بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ می شود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی دررنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذاہب دررنگ حیاض و جداول بنظر درآیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سوادِ اعظم از اھل اسلام متابعان ابی حنفیہ اند علیھم الرضوان و ایں مذہب باکثرت متابعان دراصول و فروع از سائر مذاہب ممیز است و دراستنباط طریق علیحدہ دارد و ایں معنیٰ منی از حقیقت است۔ (دفتر دوم۔ مکتوب۔ ۵۵)۔

ترجمہ: تکلف اور تعصب کے شائبہ کے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کشف کی نظر میں اس مذہب حنفی کی نورانیت بہت بڑے دریا کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ اور باقی مذاہب حوضوں اور نہروں کی مانند نظر آتے ہیں اور ظاہر کی نظر سے دیکھیں تب بھی یہی کچھ دکھائی دیتا ہے کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم امام اعظم کے متبعین پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور

> پیروکاروں کی کثرت کے علاوہ یہ مذہب حنفی اصول وفروع میں باقی مذاہب سے ممتاز ہے اور استنباط مسائل میں اس کا طریقہ کار ہی نرالا ہے اور یہ اس کے برحق ہونے کی دلیل ہے۔

امام ربانی قدس سرہ السامی کی تعلیمات کو برحق ماننے والو! اتحاد امت کی دعوت دینے والو! آؤ ہم سب امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہی مساعی کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ بے دغدغہ ان کے متخرجہ مسائل پر عمل کریں۔ اس کی مخالفت چھوڑ دیں۔ یہ امام اعظم کی تقلید کا ایک پہلو ہے جس کا تعلق قالب شریعت سے ہے۔ امام اعظم کی سیرت کا دوسرا پہلو بھی آپ نے گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرمایا۔ جس کا تعلق روح شریعت' بصورت طریقت سے ہے۔ حب رسول' مجاہدہ' ریاضت اور ارباب مشاہدہ سے تعلق خاطر نے امام اعظم قدس سرہ کے مسلک کو چشمۂ صافی بنا دیا ہے۔ امام اعظم کی سیرت و کردار کے بعض حصوں کو قبول کر کے اور بعض سے انکار کر کے بقول امام ربانی متعصب نہ بنیں۔ بڑی خیر خواہی اور ہمدردی سے انکار کرنے والوں کو نصیحت فرماتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے خیر فرماتے ہیں۔ ہم بھی آپ کی دعا کے ساتھ آمین کہتے ہیں۔

> ''مخالفان او را صاحب رائے می دانند و الفاظے کہ مبنی از سوءِ ادب اند با او منتسب می سازند باوجودیکہ ھمہ بکمال علم و وفور ورع و تقوٰی او معترف اند حضرتِ حق سبحانہ و تعالیٰ ایشاں را توفیق دہاد کہ آزار راس دین و رئیس اھل اسلام نمایند و سواد اعظم اسلام را ایذا نکنند''

ترجمہ: مخالفین ان کو صاحب رائے سمجھتے اور بے ادبی پر مبنی الفاظ سے یاد کرتے ہیں حالانکہ سب آپ کے کمال علم اور کثرت ورع و تقوٰی کے معترف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق ہدایت دے کہ وہ دین کے سردار اور مسلمانوں کے پیشوا کو رنجیدہ نہ کریں اور مسلمانوں کے سواد اعظم کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

آمین بجاہ نبیک الکریم علیہ التحیة والثناء والصلوٰة والتسلیم و ببرکة اولیائک الکاملین و علماء ملة الراسخین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین.

آخر میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ایک ذاتی واقعہ بیان کرنا دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ کتاب وسنت سے منشا خداوندی اور منشا رسول ﷺ سمجھنے میں امام اعظم ابوحنیفہ کتنے ماہر ہیں۔ ائمہ کرام میں سے منشا خداو مصطفیٰ ﷺ سمجھنے میں آپ سب سے زیادہ بہرہ مند ہوئے۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم** ۔ فقہ حنفی پر عمل کرنے میں کتنی سہولت' برکت اور حکمت ہے۔ اس سلسلے میں امام ربانی فرماتے ہیں کہ مجھے مدت سے ایک آرزو رہی کہ کوئی معقول وجہ ایسی نکل آئے کہ مذہب حنفی میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کی جا سکے۔ جبکہ نماز میں قرأت کو اس کی جگہ معقول نظر نہیں آتا تھا۔ کیونکہ حدیث نبوی میں بھی تو آیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ لیکن میں اپنے مذہب کی رعایت کے سبب بے اختیار فاتحہ نہیں پڑھا کرتا تھا اور اس ترک کو ریاضت' مجاہدہ کی ایک قسم شمار کرتا تھا۔ آخرکار اللہ سبحانہ تعالیٰ نے رعایت مذہب کی برکت سے کہ فقہی مذہب تبدیل کرنا ایک طرح کا الحاد ہے۔ مذہب حنفی میں مقتدی کے قرأت ترک کرنے کی حقیقت کو ظاہر فرما دیا۔ اور بصیرت کی نظر سے دیکھا تو حکمی قرأت سے زیادہ زیبا نظر آئی۔ کیونکہ امام اور مقتدی سب مقامِ مناجات میں کھڑے ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ بیشک نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس کام میں وہ امام کو پیشوا بناتے ہیں۔ پس امام جو کچھ بھی پڑھتا ہے مثال کے طور پر جیسے کوئی جماعت کسی حاجت کے تحت اپنے عظیم الشان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور وہ لوگ ایک کو اپنا پیشوا بنا لیں تاکہ وہ سب کی زبان سے تنہا عرض حاجت کرے۔ اس حالت میں جبکہ پیشوا گفتگو کرے تو دوسروں کا بولنا سوءِ ادب اور بادشاہ کی ناراضی کا باعث ہوگا۔ پس اس جماعت کا حکمی تکلم' جو پیشوا کی زبان سے ہو رہا ہے وہ ان کے حقیقی تکلم سے بہتر ہے۔ اسی طرح قرأت امام کے ساتھ قوم کی قرأت داخل شور وشغب' ادب سے بعید' تفرقے کا موجب اور اجتماع کے منافی ہے اور حنفی وشافعی مذاہب کے اکثر اختلافی مسائل اسی قبیل سے ہیں کہ ان کو ظاہر صورت تو شافعی مذہب کو ترجیح دیتی ہے جبکہ باطنی اور حقیقی لحاظ سے وہ مذہب حنفی کی موید ہوتی ہے۔

"وبریں فقیر ظاہر ساختہ اند کہ در خلافیات کلام حق بجانب حنفی ست" (مبداء ومعاد۔ مطبوعہ مطبع مجددی امرتسر۔ ص ۳۸)

ترجمہ: فقیر پر ظاہر فرمایا گیا ہے کہ مسائل کلامیہ وفقہیہ میں حق مذہب حنفی کی طرف ہے۔

مولا کریم ائمہ کرام' صوفیہ عظام کی اتباع نصیب کرے۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام ربانی مجدد الف ثانی اور رفعِ سبابہ

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
(شیخ الحدیث، جامعہ اسلامیہ، لاہور)

☆☆

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ملا محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ایک عریضہ ارسال کیا اور امام ربانی سے دریافت کیا کہ التحیات میں کلمۂ شہادت پڑھتے وقت انگشتِ شہادت کا اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ ساتھ ہی مولانا علیم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رسالہ بھجوایا جس میں انہوں نے اس اشارے کو جائز قرار دیا تھا۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا تفصیلی جواب عنایت فرمایا۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ اشارہ نہیں کرنا چاہیے۔ تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ ہو۔

امام ربانی کا موقف یہ ہے کہ جس طرح حدیث شریف کو چھوڑ کر قرآن پاک پر عمل نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح فقہائے کرام کے فتاوٰی اور تشریحات کو چھوڑ کر حدیث پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ سورۂ فاتحہ میں جو دعا سکھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرما، صراطِ مستقیم کیا ہے؟ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ان لوگوں کا راستہ ہے جن کو رب کریم جل شانہ نے انعام سے نوازا ہے اور انعام یافتہ لوگ کون ہیں؟ انبیاء، صدیقین اور شہداء کے بعد صالحینِ امت ہیں۔ ہماری کامیابی اور ہدایت یہی ہے کہ ہم امتِ مسلمہ کے صالحین کے تسلسل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں ورنہ آوارگی اور خواہشِ نفس کی پیروی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

مولانا علیم اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اشارے کے جواز پر جو دلائل دیے تھے، ان کا خلاصہ حسب ذیل تھا:

۱۔ احادیث پیش کیں۔

۲۔ فقہ حنفی کی روایات پیش کیں۔

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کیا کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح کریں گے، جس طرح نبی اکرم ﷺ کرتے تھے۔ اس کے بعد امام محمد نے فرمایا: ’’یہی میرا قول ہے اور یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے:

امام ربانی نمبر دو اور تین کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کے جائز ہونے کی روایات نہ تو اصول کی روایات ہیں اور نہ ہی ظاہر مذہب کی، جہاں تک امام محمد شیبانی کے ارشاد کا تعلق ہے تو وہ بھی روایات نوادر میں سے ہے۔ اصول کی روایات میں سے نہیں ہے۔

(مکتوبات امام ربانی فارسی دفتر اول حصہ پنجم مکتوب ۳۱۲)

اس ارشاد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ مذہب حنفی کے مسائل کے تین طبقے ہیں:

۱۔ وہ مسائل جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی چھ کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں:

(۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر
(۴) سیر کبیر (۵) مبسوط اور (۶) زیادات

یہ چھ کتابیں امام محمد سے بطریق شہرت روایت کی گئی ہیں، ان مسائل کو مسائل اصول کہتے ہیں اور ان ہی کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔

۲۔ وہ مسائل جو ظاہر الروایۃ کی ان چھ کتابوں کے علاوہ امام محمد کی دوسری کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں۔

۳۔ مسائل الفتاوی، ان ہی کو ’’الواقعات‘‘ بھی کہتے ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جو امام محمد کے شاگردوں یا ان کے شاگردوں کے شاگردوں یا بعد کے علماء نے استنباط کیے اور ان کے بارے میں تین اماموں (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد) سے کوئی روایت نہیں ہے۔

(حاشیہ مکتوبات بحوالہ مقدمہ شرح وقایہ)

امام ربانی فرماتے ہیں کہ مولانا علیم اللہ نے اشارے کے جائز ہونے کے بارے میں فقہ حنفی کی جو روایات پیش کی ہیں اور امام محمد کا جو حوالہ دیا ہے یہ سب غیر ظاہر الروایت سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے ان پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

اس دعوے کی تائید میں فتاویٰ غرائب سے محیط کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

> کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے گا؟ امام محمد نے یہ مسئلہ اصل (مبسوط) میں بیان نہیں کیا، مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض فرماتے ہیں: اشارہ نہ کرے، بعض کہتے ہیں: اشارہ کرے، امام محمد نے غیر اصول کی روایت میں ایک حدیث نبی اکرم ﷺ سے بیان کی ہے کہ آپ اشارہ کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد امام محمد نے فرمایا: یہ میرا قول ہے اور یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اشارہ سنت ہے اور بعض نے فرمایا مستحب ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، صفحہ سابقہ)

اس کے بعد امام ربانی نے فقہ حنفی کی ان کتابوں کے حوالے نقل کیے ہیں جن میں اشارے کو حرام، مکروہ اور ممنوع کہا گیا ہے، ملاحظہ ہوں:

۱۔ صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ (فتاویٰ غرائب)

۲۔ نماز میں ''اشهدان لا الٰه الا الله'' کہتے وقت انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے۔ (فتاویٰ سراجیہ)

۳۔ اس پر فتویٰ ہے، کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے۔ (فتاویٰ کبریٰ)

۴۔ کلمۂ شہادت ادا کرتے وقت انگشتِ شہادت کے ساتھ اشارہ نہ کرے، یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ غیاثیہ)

۵۔ نہ تو اشارہ کرے اور نہ ہی انگلیاں بند کرے، یہی ہمارے اصحاب (احناف) کے ظاہر اصول کا قول ہے، جیسے زاہدی میں ہے، اسی پر فتویٰ ہے جیسے کہ مضمرات، فتاویٰ ولوالجی اور فتاویٰ خلاصہ وغیرہ میں ہے، ہمارے اصحاب (ائمۂ احناف) سے یہ روایت بھی ہے کہ یہ سنت ہے۔ (فتاویٰ غیاثیہ)

۶۔ پھر جب تشہد شروع کرے اور ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ تک پہنچے تو کیا دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے؟ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں یہ مسئلہ بیان نہیں کیا، مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے فرمایا: اشارہ نہ کرے، فتاوٰی کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے، اور بعض نے فرمایا کہ اشارہ کرے، فتاوٰی غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ نہ کرے، یہی مختار ہے۔ (خزانۃ الروایات بحوالہ تاتارخانیہ)

ان روایات کے پیش کرنے کے بعد امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ وافاض علینا فیوضہ وبرکاتہ فرماتے ہیں:

> جب معتبر روایات میں اشارے کا حرام ہونا بیان کیا گیا ہے، اشارے کے مکروہ ہونے کا فتوٰی دیا گیا ہے، اشارے اور انگلیوں کے بند کرنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس ممانعت کو ظاہر اصول احناف کہتے ہیں تو ہم مقلدین کو حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضا پر عمل کرتے ہوئے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اتنے علماء مجتہدین کے فتووں کے مطابق حرام، مکروہ اور ممنوع کام کے مرتکب ہوں۔ (وہی حوالہ سابقہ)

غور فرمائیں کہ امام ربانی کیا فرما رہے ہیں؟ وہ فرماتے ہیں کہ ہم مقلد ہیں، ہمارا یہ مقام نہیں کہ ائمۂ مجتہدین کو چھوڑ کر براہِ راست حدیث شریف سے استدلال کریں، وہ اپنے علم، تقوٰی اور زمانۂ نبوت کے قرب کی وجہ سے ہم سے کہیں زیادہ دین کا فہم رکھتے تھے، یہ امام ربانی جیسے عالم وعارف فرما رہے ہیں تو ہم کس شمار قطار میں ہیں کہ مجتہد ہونے اور مجتہدین کا مقابلہ کرنے کا دعوٰی کریں۔

اشارے کو جائز قرار دینے والوں کے خلاف امام ربانی کا استدلال ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ جو حنفی ہو پھر اشارے کو جائز قرار دے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس کے نزدیک (۱) ان علماء مجتہدین کو (جنہوں نے اشارے سے منع کیا ہے) اشارے کے جائز ہونے سے متعلق معروف احادیث کا علم نہیں تھا۔ یا (۲) ان علماء کو اُن احادیث کا علم تو تھا، لیکن انہوں نے اُن احادیث کے مقتضا پر عمل نہیں کیا، بلکہ احادیث کے خلاف اپنی آراء کے مطابق حرام اور مکروہ ہونے کا حکم دیا۔

یہ دونوں شقیں غلط اور فاسد ہیں، کوئی بے وقوف یا معاند ہی ان کو جائز قرار دے سکتا ہے۔ (وہ ہم سے کہیں زیادہ وسیع علم رکھتے تھے، جب ہمیں علم ہے تو انہیں کیوں نہیں ہوگا؟ اس لیے پہلی شق باطل ہے،

دوسری شق کا باطل ہونا اور بھی زیادہ واضح اور ان کے علم وتقویٰ کے منافی ہے)۔

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اشارے کے مجوزین نے تین طرح استدلال کیا ہے، پہلا استدلال احادیث سے تھا، بیانِ مذکور میں احادیث سے استدلال کا جواب بھی ہے کہ کیا ائمہ علماء کو ان احادیث کا علم نہ تھا یا علم تو تھا لیکن انہوں نے دیدہ و دانستہ احادیث کی مخالفت کی اور اپنی رائے سے فتویٰ صادر کر دیا؟ مزید گفتگو آئندہ آ رہی ہے۔

صاحبِ ترغیب الصلوٰۃ نے اشارہ نہ کرنے کی ایک اور وجہ یہ بیان کی تھی، امام ربانی اسے نقل کر کے رد فرماتے ہیں، ترغیب الصلوٰۃ میں ہے:

> تشہد میں انگشتِ شہادت کا اٹھانا علماء متقدمین کی سنت ہے (یعنی ان کا معمول تھا) لیکن علماء متاخرین نے اس سے منع کیا ہے، کیونکہ رافضیوں نے اس مسئلے میں غلو کیا تو سُنّیوں نے اسے ترک کر دیا تا کہ سُنّیوں پر رافضی ہونے کی تہمت نہ لگے۔

امام ربانی فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ کتبِ معتبرہ کے خلاف ہے، کیونکہ ہمارے ائمہ کے ظاہر اصول کا حکم یہ ہے کہ نہ تو اشارہ کیا جائے اور نہ ہی انگلیاں بند کی جائیں، لہٰذا اشارہ نہ کرنا علماء متقدمین کی سنت (طریقہ) ہے، ترک کرنے کی یہ وجہ نہیں کہ تہمت کی نفی کی جائے۔

اس مقام پر پہنچ کر امام ربانی ایک سوال کا جواب دیتے ہیں اور وہ یہ کہ ائمۂ مذکورین نے اشارے کو حرام اور مکروہ قرار دیا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ امام ربانی فرماتے ہیں:

> ان اکابر دین کے بارے میں ہمارا حسنِ ظن یہ ہے کہ جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل واضح نہیں ہوئی، انہوں نے حرمت یا کراہت کا فتویٰ نہیں دیا، اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کے اقوال بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''یہ وہ ہے جو علماء نے بیان کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارے کے سنت اور مستحب ہونے کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں پہنچے، بلکہ ان کے نزدیک اس کے خلاف ہر

دلیل صحت کو پہنچی ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اکابر کی بات رد کر دی جائے۔

ایک دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں اس فتوے کی خلاف دلیل کا علم ہے۔ (مثلاً وہ احادیث جو اشارے کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔)

امام ربانی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> حِلّت اور حرمت کے ثابت کرنے میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے، اس سلسلے میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔

مخالفین پر رد

اشارے کو جائز قرار دینے والے بعض حضرات نے ممانعت کے دلائل کو مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور قرار دیا تھا، امام ربانی ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> مجتہدین کے دلائل کو مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور قرار دینا بڑی جرأت ہے، اسی طرح اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا، احناف کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا اور جن روایات پر فتویٰ ہے ان کو رد کرنا اور انہیں شاذ کہنا بڑی بے باکی ہے۔

رہا یہ سوال کہ اشارے کے جائز بلکہ مستحب ہونے کے بارے میں احادیث وارد ہیں، تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام ربانی فرماتے ہیں:

> ان اکابر کا زمانہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے قریب تھا، ان کا علم وسیع تھا، یہ اصحابِ تقویٰ و ورع تھے اس لیے یہ حضرات ہم دور پڑے ہوئے لوگوں کی نسبت احادیث کو بہتر جانتے تھے، احادیث کے صحیح یا غیر صحیح، منسوخ یا غیر منسوخ ہونے کو ہم سے بہتر پہچانتے تھے، انہوں نے ان احادیث کے مقتضا پر عمل نہیں کیا تو ضرور ان کے پاس کوئی معتبر دلیل ہوگی۔

اس کے بعد خود ان احادیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اشارے کی کیفیت اور انگلیوں کے بند کرنے کے بارے میں احادیث میں بکثرت اختلاف ہے، اس اختلاف نے نفسِ اشارہ میں اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ اور جس حدیث میں اضطراب ہو وہ ضعیف ہوتی ہے۔ روایات کا اختلاف دیکھیے:

۱۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انگلیاں بند کیے بغیر اشارہ کیا۔ جن حضرات نے انگلیاں بند کرنے کا تذکرہ کیا ہے ان میں بھی اختلاف ہے۔

۲۔ بعض حضرات نے ۵۳ کے اشارے کے انداز میں انگلیاں بند کرنے کا تذکرہ کیا۔ (اور وہ یوں کہ چھنگلی، اس کے ساتھ والی انگلی اور درمیانی انگلی کو بند کر لیا جائے اور انگشت شہادت کو پھیلائے رکھا جائے اور انگوٹھے کا کنارہ اس کی جڑ پر رکھ دیا جائے۔

۳۔ بعض نے یہ روایت کیا کہ ۲۳ کے اشارے کی طرح انگلیاں بند فرمائیں۔ (یعنی انگوٹھا درمیانی انگلی پر رکھا جائے)

۴۔ بعض نے بتایا کہ چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی بند کر لی، درمیانی انگلی اور انگوٹھے کے ساتھ دائرہ بنا لیا اور انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا۔

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ صرف انگوٹھا درمیانی انگلی پر رکھ کر اشارہ فرماتے تھے۔

۶۔ ایک روایت میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ران پر اور بایاں ہاتھ دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ فرماتے تھے۔

۷۔ ایک روایت میں ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر، پنجہ پنجے پر اور کلائی کلائی پر رکھ کر اشارہ فرماتے تھے۔

۸۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیاں بند فرما لیتے اور اشارہ کرتے۔

۹۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگشتِ شہادت کو حرکت دیے بغیر اشارہ فرماتے تھے۔

۱۰۔ بعض روایات میں انگشتِ شہادت کو حرکت دینے کا ذکر بھی آتا ہے۔

۱۱۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ تشہد کے پڑھنے کے وقت اشارہ فرماتے تھے، اس روایت میں یہ تعین نہیں ہے کہ کس وقت اشارہ فرماتے تھے۔

۱۲۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ کلمۂ شہادت (اشھدان لا الٰہ الا اللہ) کے ادا کرتے وقت اشارہ فرماتے تھے۔

۱۳۔ بعض روایات میں ہے کہ دعا کے وقت اشارہ فرماتے تھے۔ جب یہ دعا مانگتے:

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ

(اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر پختگی عطا فرما)

جب علماء احناف نے اشارہ کرنے میں راویوں کا یہ اضطراب (اختلاف) دیکھا تو انہوں نے کہا کہ چونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس لیے نماز میں زائد فعل خلافِ قیاس ثابت نہیں کیا جائے گا۔

نیز نماز میں جہاں تک ممکن ہو انگلیوں کا قبلہ شریف کی طرف متوجہ کرنا سنت ہے، جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

فَلْیُوَجِّهْ مِنْ اَعْضَائِهِ الْقِبْلَةَ مَا اسْتَطَاعَ

(جہاں تک ممکن ہو اپنے اعضا کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے)

سوال: کثرت اختلاف سے حدیث اس وقت مضطرب (اور ضعیف) ہوتی ہے جب روایات کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو، اور جس مسئلے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں تطبیق دی جا سکتی ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کا تعلق مختلف اوقات سے ہو۔

جواب: بہت سی روایات میں لفظ ''کان'' واقع ہوا ہے اور یہ لفظ منطقیوں کے علاوہ دوسرے علماء کے نزدیک قضایا کلیہ کے حروف میں سے ہے، (جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ یہ کام کیا کرتے تھے) اس لیے تطبیق نہیں دی جا سکتی۔

سوال: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے خلاف پاؤ تو میرا قول چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو۔ (پھر کیا وجہ ہے؟ کہ آپ ائمۂ احناف کے فتوی پر عمل کرتے ہیں اور حدیث پر عمل نہیں کرتے۔)

جواب: حدیث سے وہ حدیث مراد ہے جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو نہ پہنچی ہو، اور امام اعظم نے اس حدیث کا علم نہ ہونے کی بناء پر حدیث کے خلاف فتوی دیا ہو، جبکہ اشارے سے متعلق احادیث

ایسی حدیثیں نہیں ہیں کہ امام اعظم کو ان کا علم نہ ہو، یہ احادیث معروف ومشہور ہیں، ان کے بارے میں یہ احتمال قابلِ قبول نہیں ہے کہ ان کا علم نہ ہو۔

سوال: علماء احناف نے اشارے کے جواز پر بھی فتوٰی دیا ہے، جب فتوے مختلف ہیں (بعض کے مطابق اشارہ جائز اور بعض کے مطابق ناجائز) تو جس فتوے پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے۔

جواب: اگر فتاوٰی میں جواز اور عدمِ جواز یا حلال اور حرام ہونے کا واقع ہو جائے تو ناجائز اور حرام ہونے کی جانب کو ترجیح دی جائے گی۔

نیز شیخ ابن ہُمام (صاحب فتح القدیر وشارح ہدایہ) رفعِ یدین کے مسئلے میں کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھانے اور نہ اٹھانے کی احادیث میں تعارض ہے، ہم ہاتھ نہ اٹھانے کی روایات کو قیاس کے ذریعے ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ نماز کی بنیاد سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

ابن ہمام سے اختلاف

شارح ہدایہ محقق علی الاطلاق شیخ کمال الدین امام محمد بن عبدالواحد معروف بہ ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں فرمایا:

> بہت سے مشائخ سے اشارہ نہ کرنا منقول ہے اور یہ روایت اور درایت کے خلاف ہے۔

یہ بات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے موقف کے خلاف ہے، اس لیے فرماتے ہیں:

> علامہ ابن ہمام نے ان علماء مجتہدین کی طرف جہالت کی نسبت کیسے کر دی؟ جو شریعت کے چوتھے اصل (چوتھی دلیل) قیاس سے استدلال کرنے والے ہیں، یہی احناف کے نزدیک ظاہر مذہب اور یہی ظاہر الروایت ہے۔

اس شیخ (ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ) نے راویوں کے کثرتِ اختلاف کے سبب پیدا ہونے والے اضطراب کی وجہ سے حدیث قُلَّتَین کو ضعیف قرار دیا ہے۔

فرزند ارشد محمد سعید (ابن حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ) اس سلسلے

میں ایک رسالہ لکھ رہے ہیں، جب صاف کر کے لکھ لیا جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو بھجوا دیا جائے گا۔

استدراک

التحیات میں انگلی سے اشارہ کرنے کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا موقف گزشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا، وہ اسے متعدد فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق ناجائز اور ممنوع قرار دیتے ہیں، اس مکتوب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ربانی صرف ذکر وفکر اور مراقبات میں مصروف رہنے والے صوفی نہیں تھے، بلکہ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کے عظیم عالم اور متبحر فاضل تھے، ورنہ وہ کسی بھی مسئلے میں جائز یا ناجائز کہنے پر اکتفا کرتے، حالانکہ آپ ابھی ملاحظہ کر چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح اپنا موقف پیش کیا، اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ علماء اسلام کی عظمت وناموس کے تحفظ کے بھی قائل تھے، وہ اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ کوئی بھی شخص خواہ وہ ناقص مقلد ہی ہو اُٹھ کر ائمۂ مجتہدین کا مقابلہ کرنا شروع کر دے۔ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ہر شخص کو اس کے مقام پر بٹھانا چاہیے۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ انہوں نے کس طرح فقہ حنفی کی کتب میں سے اشارے کی ممانعت کے حوالے پیش کیے، مجوزین کی پیش کردہ احادیث کا اضطراب واضح کیا، ان کے پیش کردہ فقہی حوالوں کا جواب دیا اور مخالفین کی طرف سے اٹھائے جانے والے سوالوں کا عالمانہ جواب دیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

فقہی مسائل میں اختلاف کوئی نئی بات نہیں، امام ابو یوسف اور امام محمد نے بہت سے مسائل میں اپنے استاد امام اعظم سے اختلاف کیا، امام ربانی نے اشارے کو جائز قرار دینے والوں سے اختلاف کیا، اس لیے اگر کوئی عالم اس مسئلے میں دلائل کے ساتھ امام ربانی سے اختلاف کرے تو اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ بزرگوں کے ادب اور احترام میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیے۔

حضرت شیخ ملا مراد حنفی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ وہ نقشبندی مجددی بزرگ ہیں جنہوں نے ''مکتوبات امام ربانی'' کا عربی میں ترجمہ کیا ہے، انہوں نے حضرت امام ربانی کے بیانات پر اختلافی نوٹس لکھے ہیں، ذیل میں ان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے موطا امام محمد میں بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد فرمایا "ہم رسول اللہ ﷺ کے عمل کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔"

اس کے جواب میں امام ربانی نے فرمایا:

> یہ اصول کی روایت نہیں بلکہ نوادر کی روایت ہے۔

اس پر ملا مراد عرض کرتے ہیں کہ:

> یہ نوادر کی روایات میں سے ہے جیسے کہ امام ربانی قدس سرہ نے اس کا اعتراف کیا ہے، لیکن اشارہ نہ کرنے کی روایات نہ تو اصول کی روایات ہیں اور نہ نوادر کی۔ بلکہ یہ واقعات اور فتاویٰ کے قبیلے سے ہیں اور ان کا مرتبہ نوادر سے بھی کم ہے۔ اسی لیے اکثر متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ اشارہ کرنا سنت ہے اور یہی وہ حق ہے جس کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور حق زیادہ لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔

(حاشیہ مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ پنجم ص ۱۶۳)

خلاصہ یہ ہے کہ نوادر کی روایات کے مقابل اکثر ظاہر الروایت کی روایت ہوتی تو اسی کو ترجیح دی جاتی، لیکن یہاں تو نوادر کے مقابل فتویٰ کی روایت ہے اس صورت میں تو نوادر کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

۲۔ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ غرائب وغیرہ سے اشارے کی ممانعت اور حرمت کے بارے میں فتوے نقل کیے ہیں، اس پر ملا مراد نے نوٹ لکھا ہے:

> مخفی نہ رہے کہ یہ روایات معتبر نہیں ہیں، بلکہ یہ روایات ہی نہیں ہیں، یہ تو ان مشائخ کے اقوال ہیں اور یہ مشائخ اصحاب ترجیح اور اصحاب فتاویٰ نہیں ہیں، جیسے کہ قواعد سے واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں۔

۳۔ امام ربانی نے فرمایا کہ اشارے کے جائز ہونے کے بارے میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں، اس پر ملا مراد حاشیہ لکھتے ہیں:

> بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں بہت سے صحابہ کرام سے احادیث بیان کی ہیں، ملا علی قاری نے ان احادیث کا کچھ حصہ اپنے رسالہ

> ''تزیین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ'' میں نقل کیا ہے اور بہت سے احناف نے خصوصاً متاخرین نے اس موضوع پر مستقل رسائل لکھے ہیں۔
> (حاشیہ، ص ۱۶۳)

۴۔ امام ربانی نے فرمایا: ہم مقلدوں کا یہ کام نہیں ہے کہ احادیث کے مقتضا پر عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اتنے علماء مجتہدین کے فتاوٰی کے مطابق حرام، مکروہ اور ممنوع امر کے مرتکب ہوں۔ اس پر علامہ مراد نے نوٹ لکھا ہے کہ:

> یہ علماء (جن کا حوالہ امام ربانی نے نقل کیا ہے) نہ تو مجتہد ہیں اور نہ ہی اصحابِ ترجیح میں سے ہیں (تو مجتہدین کے فتووں کی مخالفت کہاں سے لازم آئی؟)

۵۔ امام ربانی نے فرمایا: جو حنفی اشارہ کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے نزدیک علماء مجتہدین کو ان معروف احادیث کا علم نہیں تھا؟ یا علم تھا لیکن انہوں نے احادیث پر عمل کرنے کے بجائے اپنی آراء پر عمل کیا۔ یہ دونوں شقیں فاسد ہیں اور ان کو جائز قرار دینے والا یا تو بے وقوف ہوگا یا معاند۔ اس پر علامہ مراد نے باادب گزارش کی ہے:

> جو شخص اشارے کا قائل ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ ان علماء کو احادیثِ اشارہ کا علم تھا (تاہم انہوں نے اضطراب کی بنا پر ان احادیث پر عمل نہیں کیا) لیکن میرے نزدیک اشارے کی احادیث کو ترجیح ہے، لہٰذا اس شخص کو نہ تو بے وقوف کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی معاند۔ (حاشیہ ص ۱۶۴)

۶۔ امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حلت وحرمت کے ثابت کرنے میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے، اس سلسلے میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔ اس پر علامہ مراد حنفی کا معروضہ ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں:

> یہ بات سر آنکھوں پر (یعنی ہمیں تسلیم ہے) لیکن امام مجتہد سے تو اشارہ کرنا ثابت ہے (جیسے کہ موطا امام محمد کے حوالے سے گزر چکا ہے) اشارے سے منع کرنا اور اس کا ترک کرنا امام مجتہد سے ثابت نہیں ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس عقلی اور نقلی دلیل موجود ہے جو جامع شرائط ہے، لیکن اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

۷۔ امام ربانی نے فرمایا: اشارے کی حدیثوں میں اضطراب ہے (اور مضطرب ضعیف کی قسم ہے) اس پر مولانا نور احمد امرتسری مجددی (محشی مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ امرتسر) نے حاشیہ لکھا ہے:

> شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) فرماتے ہیں غالباً نبی اکرم ﷺ کا عمل بھی مختلف تھا، کبھی اس طرح، کبھی اُس طرح، جیسے کہ مختلف روایات میں اکثر مقامات پر اسی طرح تطبیق دی گئی ہے۔

۸۔ ایک جگہ امام ربانی نے فرمایا: لفظ کان منطقیوں کے علاوہ دوسرے علماء کے نزدیک قضیہ کلیہ کا حرف (سور) ہے۔ اس پر محشی نے نوٹ لکھا ہے:

> فنِ حدیث کے ماہر پر مخفی نہیں کہ حدیث شریف کی عبارات میں لفظ ''کان'' ہمیشہ قضیہ کلیہ کے لیے نہیں آتا، ورنہ بہت سے مقامات میں تعارض پیدا ہو جائے گا۔

۹۔ امام ربانی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اشارے کی احادیث اس قبیلے سے نہیں ہیں (کہ امام صاحب کو ان کا علم نہ ہو) بلکہ معروف ہیں۔ اس پر علامہ مراد حنفی نے حاشیہ لکھا ہے:

> اسی لیے تو امام محمد نے فرمایا کہ اشارہ میرا قول ہے اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے، اسی طرح امالی میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول بیان کیا گیا ہے۔ (حاشیہ نمبر ۱، ص ۱۶۶)

اس تفصیل سے یہ بات سامنے آ گئی کہ اس مسئلے میں حضرت علامہ مراد حنفی مجددی، حضرت ملا علی قاری، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، مولانا نور احمد نقشبندی مجددی اس مسئلے میں امام ربانی کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔

☆……☆……☆

صلى الله عليه وسلم
١٤٠٧م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ چہارم

یہی اک فلسفہ تدوین روز و شب سے حاصل ہے
ازل کی صبح سے جاری مصاف حق و باطل ہے
(مصطفیٰ)

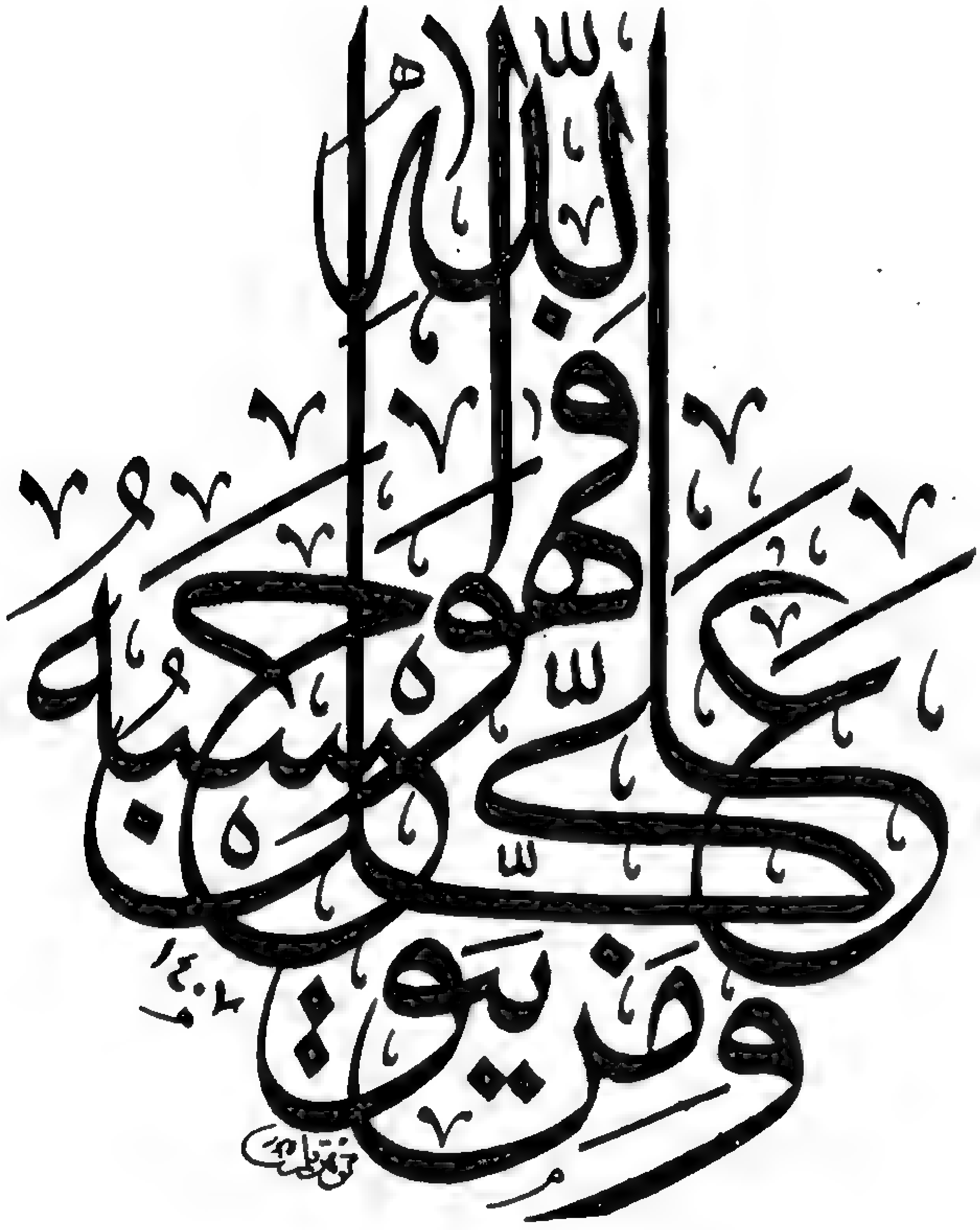
ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مکتوب امام ربانی درطریق ایصال ثواب ووسیلہ

ترتیب وترجمہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

پیش ازیں بچند سال دابِ فقیر آن بودہ کہ اگر طعامے پخت مخصوص بروحانیت مطہرۂ اہل عبای ساخت وبہ آن سرور حضرتِ امیر وحضرت فاطمہ وحضرت امامین راضم میکرد علیہم الصلوات والتسلیمات شبے درخواب می بیند کہ آں سرور حاضراست عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فقیر برایشاں عرضِ سلام میکند متوجہ فقیر نمی شوند ورُو بجانب دیگر دارند دریں اثناء بفقیر فرمودند کہ من طعام درخانۂ عائشہ می خورم ہرکہ مرا طعام فرستد بخانۂ عائشہ فرستد ایں زمان فقیر دریافت کہ سببِ عدم توجہ شریف ایشاں آن بودہ کہ فقیر حضرتِ صدیقہ رادران طعام شریک نمی ساخت بعدازان حضرت صدیقہ را بلکہ سائرازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اندشریک میساخت وبجمیع اہل بیت توسل مینمود......

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ششم، مکتوب نمبر ۳۶)

ترجمہ: اب سے کچھ سال قبل فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ اگر (ایصال ثواب کے لیے) کوئی کھانا پکاتا تو اس کا ثواب صرف اہل بیت کی ارواح پاک کو نذر کرتا جس میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن وحسین علیہم الصلوات والتسلیمات کو شامل کرتا، ایک رات فقیر نے خواب

دیکھا کہ خواب میں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں، میں نے سلام عرض کیا مگر آپ ﷺ متوجہ نہ ہوئے اور چہرۂ انور دوسری جانب فرما لیا، اسی دوران فقیر سے ارشاد فرمایا کہ میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر کھانا کھاتا ہوں جسے میرے لیے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر بھیجے، فقیر اسی وقت جان گیا کہ مجھ پر توجہ شریف نہ فرمانے کی وجہ یہی ہے کہ فقیر اس کھانے (ایصال ثواب) میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو شامل نہ کرتا تھا، اس کے بعد سے حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) بلکہ تمام ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہم) کو شامل کر لیتا کہ یہ تمام اہل بیت ہیں اور ان تمام اہل بیت کو اپنے لیے وسیلہ بناتا۔

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بعض عقائد و معمولاتِ اہل سنت

(مکتوباتِ امام ربانی کی روشنی میں)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

☆☆

عقیدہ

صحیح عقیدوں اور سچے خیالوں سے زمین دل پھلتی پھولتی ہے، عقائد صحیح نہ ہوں، خیالات پراگندہ ہوں تو زندگی بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے، شباب کی مستی جب ختم ہوتی ہے انسان کھویا کھویا سا معلوم ہوتا ہے...... زندگی عذاب بن جاتی ہے، مایوسیاں گھیر لیتی ہیں، جو مٹی سے بنا تھا وہ مٹی میں مل جاتا ہے...... وہ گرد و غبار میں کھو جاتا ہے...... یہ انجام بھی کوئی انجام ہے؟...... یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے؟۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ عقائد کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کریں، کیوں کہ آخرت کی نجات انھیں بزرگواروں کی بے خطا آراء اور اقوال کی تابعداری پر موقوف ہے۔[1]

خالق و مخلوق

☆...... ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا تصور یہ ہے:

اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مقدس کے ساتھ خود موجود ہے اور تمام اشیاء اس کی ایجاد سے موجود ہیں[2] اللہ تعالیٰ

کی وحدانیت کے بارے میں آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ عوام کے فہم سے بہت ہی بلند ہیں۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

> توحید سے مراد یہ ہے کہ قلب کو ماسوائے حق کی توجہ (سے) خلاصی حاصل ہو جائے۔ جب تک دل ماسوائے حق (غیر حق) کی گرفتاری میں پھنسا ہوا ہے، اگرچہ بہت ہی تھوڑا ہو، توحید والوں سے نہیں ہے......[۳]

آگے چل کر فرماتے ہیں:

> ہاں ایک کہنا اور ایک جاننا ایمان کی تصدیق کے لیے ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں[۴]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک توحید کی حقیقت یہ ہے کہ موّحد کے دل سے غیر اللہ کا خیال تک نکل جائے۔ (ہر وہ چیز غیر اللہ ہے جو مسلمان کو اللہ سے غافل کر دے)...... البتہ جو اللہ کو ایک کہتا اور مانتا ہے وہ بھی موّحد ہے......

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس کے خلاف ہیں کہ نقائص و عیوب کو اللہ سے نسبت دی جائے...... آپ فرماتے ہیں:

> اور نقائص کی باتیں حق سبحانہ، وتعالیٰ کی جناب قدس سے مسلوب ہیں اور حق تعالیٰ جواہر، اجسام اور اعراض کی صفات ولوازم سے پاک ومنزّہ ہے۔ نیز زمان ومکان اور جہت کی بھی حضرت حق تعالیٰ کی شان میں گنجایش نہیں ہے کیوں کہ سب چیزیں اسی کی مخلوق ہیں......[۵]

بعض حضرات حق تعالیٰ کے لیے غیب کی اس بنا پر نفی کرتے ہیں کہ اُس سے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس خیال کی تردید فرماتے ہوئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> حق تعالیٰ اپنے کلامِ مجید میں علم غیب کے ساتھ اپنی تعریف فرماتا ہے اور اپنے آپ کو عالم الغیب فرمایا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ سے علم غیب کی نفی کرنا نہایت ہی قبیح اور بُرا ہے اور فی الحقیقت حق سُبحانہ وتعالیٰ کی (ایک گونہ) تکذیب ہے......[۶]

حضرت مجدالف ثانی علیہ الرحمۃ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کے قائل ہیں، وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کا دیدار فرمایا اور ان حضرات کی تکذیب فرماتے ہیں جو اس بنا پر دیدارِ الٰہی کے قائل نہیں کہ یہ دُنیا میں رہتے ہوئے ممکن نہیں۔ حضرت مجدالف ثانی علیہ الرحمۃ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> شبِ معراج میں آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رویت (باری تعالیٰ) دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے کیوں کہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات جب مکان و زماں کے دائرے سے باہر پہنچ گئے اور تنگیِ مکاں سے نکل گئے تو ازل و ابد کو آنِ واحد پایا اور ابتداء و انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا، اہل بہشت کو جو ہزارہا سال کے بعد بہشت میں جائیں گے، دیکھ لیا......؎

تعظیم و تکریمِ قرآن

دورِ جدید میں بعض اسلامی ممالک میں جو بین الاقوامی سازشوں کی زد میں ہیں، قرآن کریم کی تعظیم و تکریم نہیں کی جاتی، نہ اس پر چولی چڑھائی جاتی ہے، نہ جزدان میں لپیٹا جاتا ہے بلکہ بے کھٹکے زمین پر رکھ دیا جاتا ہے جب کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے قرآن عظیم کی تکریم و تعظیم ثابت ہے جبھی تو تیرہ صدیوں تک مسلسل قرآن کریم کا احترام کیا گیا بلکہ اب بھی تمام ممالک میں کیا جاتا ہے۔ افسوس قرآن کریم کی تعظیم و تکریم جو کبھی اختلافی مسئلہ نہ تھا، دشمنانِ اسلام کی سازشوں نے اس کو بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا۔ اس سلسلے میں حضرت مجدالف ثانی علیہ الرحمۃ کا موقف نہایت ہی معقول اور مدلّل ہے آپ فرماتے ہیں:

> قرآن مجید خداوند جل سُلطانہ، کا کلام ہے جس کو حرف و آواز کے لباس میں ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے ذریعے بندوں کو امر و نہی کا حکم دیا گیا ہے......جس طرح ہم اپنے کلام نفسی کو تالو اور زبان کے ذریعے حرف و آواز کے

> لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں اور اپنے پوشیدہ مقاصد و مطالب کا اظہار کرتے ہیں اسی طرح حضرت حق سبحانہ، و تعالیٰ نے اپنے کلامِ نفسی کو تالو اور زبان کے واسطے کے بغیر محض اپنی قدرتِ کاملہ سے حرف و آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں کے لیے بھیجا ہے اور اپنے پوشیدہ اوامر و نواہی کو حرف و آواز کے ضمن میں رہ کر ظاہر فرما دیا ہے۔ اس کلام کی دونوں قسمیں یعنی نفسی و لفظی حق جل و علا کا کلام ہیں اور ان دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق کرنا حقیقت کے طور پر ہے جس طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی و لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں اور یہ کہ قسمِ اوّل حقیقت ہے اور قسمِ ثانی مجاز، کیوں کہ مجاز کی نفی جائز ہے اور کلامِ نفسی کی نفی کرنا اور اس کو کلام خدا نہ کہنا کفر ہے[8]۔

شریعت و طریقت

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات میں شریعت پر خاص زور دیا ہے اور اس خیال کو باطل قرار دیا ہے کہ شریعت و طریقت دو الگ الگ حقیقتیں ہیں آپ کے نزدیک شریعت، طریقت ہے اور طریقت، شریعت ہے۔[9] حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات میں اکبر بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ کے درباریوں، وزیروں اور عوام و خواص سب کو شریعت کی طرف متوجہ کیا اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ہم مکتوبات سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مسلمانوں کے لیے کتنا ضروری خیال فرماتے ہیں۔

> (۱)...... مستقیم الاحوال مشائخ...... شریعت و طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہ، وتعالیٰ کی اطاعت کو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اطاعت میں جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کی اطاعت) کی صورت میں نہ ہو اسے عینِ ضلالت و گمراہی خیال کرتے ہیں[10]۔

انسان جب تک پراگندہ تعلقات کے میل کچیل سے آلودہ ہے، (محبوبِ حقیقی) سے محروم ومہجور ہے۔ حقیقت جامع (دل) کے آئینے کو غیر اللہ کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے اور اس زنگ کو دُور کرنے کے لیے سب سے بہتر مصقلہ (زنگ دُور کرنے والی چیز) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن و بلند سنت کی پیروی کرنا ہے۔ اتباعِ سنت کا دارومدار نفسانی عادتوں کے ہٹانے اور ظلماتی رسموں کے دُور کرنے پر ہے[11]۔

(۲)......محبوب ربّ العالمین (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم)......کی اتباع کے بغیر نجات ممکن نہیں[12]۔

(۳)......پس لازم ہے کہ ہمیشہ اپنی ہمّت کو احکامِ شرعیہ کی بجاآوری میں صرف کیا جائے اور اہلِ شریعت علماء وصلحاء کی تعظیم وتوقیر کرنی چاہیے اور شریعت کو رواج دینے میں کوشاں رہنا چاہیے اور گمراہ اور اہلِ بدعت کو ذلیل وخوار رکھنا چاہیے[13]۔

(۴)......جو کچھ کل قیامت کے دن کام آئے گا حضرت، صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی متابعت ہے[14]۔

(۵)......آپ کی اُمّت آپ ہی کی متابعت کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی اور ان میں سے اکثر اہلِ جنت میں سے ہیں اور کل بروز قیامت آپ ہی کی متابعت کی بدولت تمام اُمتوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے اور وہاں کی نعمتیں حاصل کریں گے[15]۔

(۶)......اگر ان دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں:

(الف) صاحب شریعتِ عزّ او علیٰ آلہٖ الصّلوٰۃ والسلام کی متابعت۔

(ب) شیخِ طریقت سے عقیدت ومحبت[16]۔

بعض اسلامی ممالک میں کلامِ لفظی کو کلام اللہ نہیں سمجھتے جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک

کلام اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے حضور با اَدب رکھے آمین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قرآنی اوراق نکالتے تو چومتے اور سر پر رکھتے، نہ معلوم ہم کو کیا ہو گیا، ہم کہاں سے کہاں چلے گئے!

سجدۂ تعظیمی

سجدۂ تعظیمی کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا موقف بالکل واضح ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> بعض فقہا نے اگرچہ بادشاہوں کے لیے سجدۂ تحیۃ جائز رکھا ہے، لیکن بادشاہوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس امر حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کی بارگاہ میں تواضع کریں اور اس قسم کی ذلت وانکساری حق تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے پسند نہ کریں۔ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے ایک جہاں کو اُن کے تابع اور محتاج بنایا ہے، اس نعمت کا شکر بجالائیں اور اس قسم کی تواضع کو جس سے کمال درجہ کا عجز وانکسار ظاہر ہوتا ہے جنابِ قدس تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مسلّم رکھیں اور اس امر میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں۔ اگرچہ بعض نے اس امر کو جائز رکھا ہے لیکن مناسب یہی ہے کہ ان کا حسنِ تواضع اس امر کو پسند نہ کرے[۱۷]۔

۱۰۲۸ھ/۱۶۱۸ء میں جب جہاں گیر بادشاہ نے اپنے دربار میں بُلایا تو آپ نے سجدۂ تعظیمی سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں اُٹھائیں مگر غیر اللہ کے آگے سر نہ جھکایا

گردن نہ جُھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار[۱۸]

(اقبال)

نور و بشر

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ نور فرمایا[۱۹] اور دوسری جگہ بشر

کہلوایا[۲۰]...... انسان حیران ہے، کیا کہے کیا نہ کہے!...... یہی حیرانگی اختلاف کا سبب بنی۔ 'نور' کے 'بشر' ہونے کی اللہ نے یہ حکمت بیان فرمائی کہ بشر کو جب ہی اُنس پیدا ہوتا ہے جب اُس کا ہادی و رہبر لباسِ بشری میں ہو، اسی لیے فرمایا......

> اگر نبی، فرشتہ کر کے بھیجتے جب بھی اسے مرد (بشر) ہی بناتے اور ان پر وہ شبہہ رکھتے جس میں اَب پڑے ہیں[۲۱]۔

یعنی مشیتِ ایزدی یہی ہے کہ انسانوں کو جو بھی ہدایت کے لیے بھیجا جائے خواہ وہ نور ہی کیوں نہ ہو، انسان ہی کی شکل میں اور لباسِ بشری میں بھیجا جائے گا...... حقیقت یہ ہے کہ چاہنے والے اور محبت کرنے والے محبوب کی حقیقت کی کھوج نہیں لگاتے، وہ تو اس کے حسن و جمال پر مرمٹتے ہیں، یہ محبت کی فطرت ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ نظر یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی طرح لباسِ بشری میں اُلجھ کر نہ رہ جائے......

اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا موقف بالکل واضح ہے آپ فرماتے ہیں:

> جاننا چاہیے، خَلقِ محمدی، دوسرے تمام افرادِ انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افرادِ عالم میں کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق جل وعلا کے نور سے پیدا ہوے ہیں جیسا کہ علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:
>
> **خلقت من نُور اللہ**[۲۲]۔
>
> میری پیدائش اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوئی ہے

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> جن مجوبوں نے جناب محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے لوگوں کی طرح خیال کیا وہ آپ کی ذات کے منکر ہو گئے......
>
> جس طرح کفار نے انبیاء علیہم السلام کو دوسرے لوگوں کی طرح جانا اور کمالاتِ نبوت کے منکر ہو گئے[۲۳]۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

> عام لوگ ظاہری شرکت دیکھتے ہیں اور خواص بلکہ اخص الخواص کو اپنے رنگ میں تصور کر کے انکار و اعتراض میں آ جاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں[۲۴]۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> جن محروموں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو لازمی طور پر وہ (آپ کے) منکر ہو گئے اور جن سعادت مندوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے عنوان سے جانا اور باقی تمام لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے[۲۵]۔

دُنیا اور آخرت کی زندگی

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نیکوکار مسلمانوں کو اچھی زندگانی کی بشارت دی[۲۶]...... شہیدوں کو حیاتِ جاوید کی خوشخبری سُنائی[۲۷]...... اپنے دوستوں اور محبوبوں کو دنیا و آخرت کی خوشخبریاں سُنائیں[۲۸]...... پھر انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی کیا بات کی جائے اور امام الانبیاء تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی حقیقت تک کس کی رسائی ہو؟...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ انبیاء علیہم السلام کی زندگی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> آپ نے سُنا ہو گا **الانبیاء یصلّون فی القبور**...... انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں...... ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام شبِ معراج میں جب حضرت کلیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں...... اس مقام کے معاملات نہایت عجیب و غریب ہیں[۲۹]۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> اور آج کل چوں کہ میرے فرزند اعظم مرحوم (محمد صادق) کی وفات

> کی وجہ سے اس مقام (عالمِ برزخ) کی طرف توجہ اور نظر کرنے کا بہت اتفاق ہوتا ہے اس لیے نہایت ہی عجیب وغریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں اگر ان کا تھوڑا سا حصہ بھی بیان کیا جائے تو فتنہ کا باعث ہو جائے گا۔

پھر فرماتے ہیں:

> قبر بھی جنت کے باغوں میں ایک باغیچہ ہے، اگرچہ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے لیکن وہ اور ہی آنکھ ہے جو ان عجائبات کا تماشا دیکھتی ہے[۳۰]۔

نور ہی نور

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر کا سایہ تھا یا نہیں؟...... اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے:

> چوں کہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود عالم ممکنات سے نہیں ہے بلکہ اُس عالم کے فوق سے ہے تو لازمی طور پر آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا سایہ نہ تھا، اور پھر یہ بھی ہے کہ عالمِ شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ سے زیادہ عالم میں کوئی چیز لطیف ہی نہیں تو سایہ کی کیا گنجائش ہے؟ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات[۳۱]۔

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بھی ہیں اور مطلوب بھی، اسی لیے آپ کی محبت کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے اور اطاعت کی بھی تاکید کی گئی ہے...... پھر بھی اختلاف پایا جاتا ہے...... اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بڑی دل لگتی بات فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:

> حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شان کو اس دنیا میں کیا پا سکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہاں میں کیا پہچان

سکتے ہیں کیوں کہ اس دارِ ابتلا (دنیا) میں سچ، جھوٹ کے ساتھ اور حق، باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے...... لیکن قیامت کے دن آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہو جائے گی جب کہ آپ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام انبیاء والمرسلین من الصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ ۳۲

علم عطائی

کیا ہم اور کیا ہمارا علم؟...... کچھ بھی تو نہیں...... ہم تو ان کے علم کا اندازہ لگانے سے بھی قاصر ہیں جنہوں نے اُستادوں سے سیکھا اور کتابوں سے پڑھا ہے...... ان کے علم کی کیا بات کریں جن کو اللہ نے اپنے کرم سے سکھایا اور پڑھایا؟ ۳۳...... ان کے غلاموں کا حال یہ ہے کہ جب ہم ان کے علم کو دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ ان ہی غلاموں میں ایک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ بھی تھے...... آپ فرماتے ہیں:

> حق جل سلطانہٗ کے انعامات سے کیا کیا تحریر کرے اور اس کا شکریہ کس طرح ادا کرے؟...... وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا رہتا ہے ان میں سے بیشتر حصہ تحریر ہوتا رہتا ہے اور ہر اہل اور نا اہل کے گوش گزار ہوتا رہتا ہے لیکن وہ اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر ممتاز ہے اس کا ذرا سا حصہ بھی اظہار نہیں کیا جا سکتا بلکہ رمز و اشارے سے بھی ان دقائق کا ذکر نہیں کیا جا سکتا...... یہ دولت جس کے پوشیدہ رکھنے میں ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیھم الصلوٰت والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیاء علیھم الصلوٰت و التسلیمات کی متابعت کرنے والوں میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں شریک ہے...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم سیکھے ہیں،

> ان دو علموں میں سے ایک یہ ہے جو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا اور بیان کیا اور دُوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں تم پر ظاہر کر دوں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے...... اور علم، علم اسرار ہے کہ ہر شخص کا فہم وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا...... یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے[٣٤]۔

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنا خاص علم فرماتا ہے جس کا بار بار قرآن حکیم میں ذکر کیا گیا ہے[٣٥]۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ متابعت کے طفیل اس علم کا کچھ حصہ آپ کے غلاموں کو بھی ملتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وہ علوم ہیں جن تک عام فہم کی رسائی نہیں، جب ہم علم کے حوالے سے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور ان کے علوم و معارف کا انکار کرتے ہیں تو ہم طفلِ ناداں معلوم ہوتے ہیں......

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> حدیث مبارکہ ”میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا“...... اپنے اور اپنی اُمت کے احوال کے جاری ہونے سے غافل نہ ہونے کی خبر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ’نیند‘ وضو کو توڑنے والی نہیں ہوتی اور چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کی حفاظت کے بارے میں جانوروں کے محافظ کی طرح ہیں اس لیے غفلت آپ کے منصب نبوت کے مناسب نہیں ہے[٣٦]۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں غفلت نام کی کوئی شئے نہیں کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو غافلوں کو ہوشیار کرے۔ جو خود غافل و بے خبر ہو وہ دوسروں کو کیا ہوشیار کر سکتا ہے......؟

محبتِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایک روز قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ٢٤ سامنے آگئی جس میں اللہ و رسول کے لیے مسلمانوں سے ایسی محبت کا مُطالبہ کیا گیا ہے جس کے

سامنے والدین، بھائیوں، بیویوں، رشتہ داروں، مال و دولت، مال تجارت، شاندار و دل پسند مکانوں کی محبت ہیچ نظر آئے...... حضرت مجدد فرماتے ہیں:

> اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہی بہت گریہ طاری ہوا اور خوف غالب آ گیا...... اس اثناء میں اپنے حال کا جائزہ لیا تو میں نے اندازہ لگایا کہ میں ان چیزوں میں سے کسی چیز میں گرفتار نہیں ہوں [٣٧]۔

محبت صادق، دیوانگی و جنوں چاہتی ہے حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

> **لن یؤ من احد کم حتٰی یقال له انّه مجنون.**
>
> تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے [٣٨]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بنا دیتی ہے [٣٩] حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ نفیس نکتہ بیان فرماتے ہیں:

> یہ بات (شرعی اور عقلی طور پر) طے شدہ اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جائیں، محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے اور آیت کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔[٤٠] (یعنی تم میری پیروی کرنے لگو تاکہ اللہ تم سے محبت کرنے لگے) میں اس رمز کا بیان ہے پس ہر عقلمند اور سمجھ دار پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل طریقے پر اتباع کرے [٤١]۔

ہمیں کامل اتباع کا حکم دیا گیا ہے...... اعمال و اقوال، احوال و اذواق میں اتباع...... محبت و نفرت میں اتباع یعنی جس سے آپ محبت کریں اس سے ہم محبت کریں، جس سے آپ نفرت کریں اس سے ہم نفرت کریں۔ محبت و نفرت کے جذبات کا صحیح استعمال یہی ہے......

میلاد شریف

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر پاک کی محفل پہلے اللہ نے سجائی[۴۲]...... پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمتوں میں سجائی، آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محفل سجائی[۴۳]...... پھر خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سجائی[۴۴]...... پھر اس سنت الٰہی اور سنتِ انبیاء پر عمل کرتے ہوئے صلحاء اُمت نے محفلیں سجائیں...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اسی محافل کے انعقاد کی اجازت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

> مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت شریف اور منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟[۴۵]

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

> ناجائز تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں راگ اور موسیقی کے قواعد کی رعایت اور پابندی کی جائے، تالیاں بجائی جائیں۔ اگر اس طرح پڑھیں کہ کلماتِ قرآن میں تبدیلی واقع نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں شرائط موسیقی کا لحاظ نہ ہو اور غرض صحیح کے تحت پڑھے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں[۴۶]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ تو اس روز جشن منانے کے قائل ہیں جس روز خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے...... ایک روز آپ کو خواب میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی آپ نے سند مرحمت فرمائی، مقام شفاعت سے حصہ بھی عطا فرمایا، آپ محرم فرزندوں کی طرح حرم شریف میں داخل ہوئے۔ اس خوشی میں آپ نے جہاں گیر بادشاہ کے لشکر سے اہلِ خانہ کو تحریر فرمایا:

> اس نعمت کے شکریہ میں ہم نے حکم دیا ہے کہ قسم قسم کے کھانے (پکا کر) آں سرور علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کو ہدیہ کریں اور خوشی کی مجلس قائم کریں[۴۷]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بعض مکاتیب میں مولود خوانی کو منع بھی فرمایا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے جو آپ نے مندرجہ بالا مکتوب میں بیان فرمائی، دوسری وجہ یہ ہے کہ عارف کامل اپنے مرید کا طبیبِ روحانی ہوتا ہے اور طبیب، مریض کو اس کی صحت کی بقا کے لیے بعض لذیذ و نفیس ماکولات و مشروبات پر پابندی لگا دیتا ہے اور کوئی اعتراض نہیں کرتا، یہ پابندی عارضی ہوتی ہے جسمانی صحت کے بعد اجازت دے دی جاتی ہے، اسی طرح روحانی مریضوں کا حال ہے، ان کی روحانی صحت کے لیے ایک وقتِ متعین تک بعض جائز اعمال سے روکا جاتا ہے، روحانی صحت کے بعد اجازت دے دی جاتی ہے۔

شفاعت

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نہ صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بلکہ ابرار کی شفاعت کے بھی قائل ہیں، خود آپ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرم سے شفاعت میں حصہ عطا فرمایا[۴۸] ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> اور اُس قیامت کے روز بدوں کے حق میں نیک لوگوں کا حضرت رحمان جل سلطانہ، کی اجازت سے شفاعت کرنا حق ہے، پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات نے فرمایا **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** (میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے)[۴۹]۔

محبتِ اہل بیت وصحابہ

اہلِ بیت اطہار، ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت، حضور انور ﷺ کی محبت کے تابع ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اُس کو ہر اُس شخص اور ہر اُس شے سے محبت ہوگی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہو...... یہ محبت کی فطرت ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کے دوستوں اور محبوب کی ہر شے سے محبت کرتا ہے اس لیے جو تاجدارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتا ہے وہ یقیناً اہل بیت، ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرتا ہے...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

> فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، پس جس کسی نے بھی اس کو ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا[۵۰]۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے یہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل فرماتے ہیں:

> جس نے علی سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے حق تعالیٰ کو ناراض کیا[۵۱]۔

اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے یہ حدیث نقل فرمائی:

> یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما اور اس شخص سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے[۵۲]۔

ازواج مطہرات بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں بلکہ عرفِ عام میں بیوی بچوں سے مراد اہل بیت ہی ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

> اے میری بیٹی! کیا اُس کو محبوب نہیں رکھتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟
>
> حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جی ہاں!
>
> حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
>
> تو بھی اس سے محبت رکھ[۵۳]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کے لیے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے یہ حدیث پاک نقل فرمائی:

> جس نے ان اصحاب سے محبت کی اُس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بُغض رکھا اس نے میرے ساتھ بُغض کی وجہ سے ان سے بُغض رکھا[۵۴]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اہل بیتِ وصحابہ کرام سے متعلق یہ حدیث شریف بھی نقل فرماتے ہیں:

> تم میں سے پُل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جس کو میرے اہل بیت اور میرے اصحاب کے ساتھ محبت ہوگی[۵۵]۔

بعض لوگوں کا اہلِ بیت کی طرف زیادہ جھکاؤ ہے اور بعض کا اصحاب کرام کی طرف، اس حدتک کہ اگر کوئی اہلِ بیت سے محبت کرتا ہے تو اس کو شیعہ سمجھنے لگتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اس خیال خام کی تردید فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

> وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہلِ سنت و جماعت کو اہلِ بیت کا محب نہیں سمجھتا اور اہلِ بیت سے محبت کرنا شیعوں کا خاصہ جانتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا شیعیّت نہیں بلکہ اصحابِ ثلاثہ (حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) کی شان میں تبرّا (لعن طعن) کرنا شیعیت ہے اور صحابہ کرام سے بیزاری قابلِ مذمّت و ملامت ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا شیعیت ہے تو جنّ و انس گواہ رہیں میں شیعہ ہوں[۵۶]۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

> اہلِ بیت کرام سے محبت رکھنا ان بزرگواروں کے نزدیک جزوِ ایمان ہے اور بوقتِ موت ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے[۵۷]۔

سچی بات یہ ہے کہ اہلِ بیت، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ثمر ہے۔ جس کو آپ سے محبت ہوگی یقیناً اس کو ان سب سے محبت ہو گی۔ جو تقسیم ہوا وہ محروم ہوا۔

تفضیلِ شیخین

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا آخری دور، دورِ جہانگیری تھا، جہاں گیر بادشاہ کی ملکہ نور جہاں کا تعلق شیعہ فرقے سے تھا، اس کا باپ دیوان کل تھا اور بھائی آصف جاہ وکیلِ مطلق تھا۔ ان کے

اختیار و اقتدار کی وجہ سے یہ خیال پھیلنے لگا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں حالاں کہ ان کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اس خیال کی اصلاح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> اور حضرات خلفاء اربعہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیوں کہ اہلِ حق کا اجماع اس پر ہے کہ پیغمبروں کے بعد افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں بعد ازاں حضرت عمر فاروق ؓ
>
> ...... حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
>
> ابوبکر و عمر دونوں اس اُمت میں سب سے افضل ہیں، جو کوئی مجھ کو ان دونوں پر فضیلت دے وہ مفتری ہے اور میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں[۵۸] (ترمذی شریف) حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اُمت محمدیہ میں سب سے افضل ہیں اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فضیلت ہے۔

محبت وصحبت اولیاء

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے آغاز میں ہی صلحاء کا ذکر فرمایا ہے[۵۹]، پھر اپنے دوستوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے بلند درجات، مقامات و کمالات کا ذکر بھی فرمایا ہے[۶۰]، ذکر کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان کو یاد رکھا جائے، ان سے محبت کی جائے، اُن کی پیروی کی جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ خود ایک عارفِ کامل تھے اور اس کا ادراک رکھتے تھے کہ اولیاء کاملین کی صحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

> اس گروہ (اولیاء اللہ) کی صحبت جو اُن کی معرفت پر مترتب ہوتی ہے، حق سبحانہ، وتعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے، دیکھیے کس صاحبِ نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں[۶۱]۔

دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

ان کی صحبت کی برکتیں کیا بیان کی جائیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے دوست کسی شخص کو قبول کرلیں چہ جائیکہ اس کو محبت وقرب سے ممتاز فرمائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشیں کبھی بدنصیب نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور آدابِ صحبت کو مدِنظر رکھیں تاکہ تاثیر پیدا ہو[۶۲]۔

تیسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> اور اپنے پیر کامل کی طرف، جو اس دولت (جمعیتِ قلب) کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے، پوری توجہ کریں اور حضور وغیبت میں اس دولتِ عظمیٰ کے وسیلوں (پیروں) کے آداب کی رعایت کو اچھی طرح مدنظر رکھیں[۶۳]۔

آپ کے ایک دوست نے حکومت میں کوئی اہم عہدہ قبول کرلیا تو اس کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> فقراء کے آستانوں کی خاک روبی، دولت مندوں کے ہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج اگر یہ بات آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو، آخرکار معقول معلوم ہوجائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا[۶۴]۔

اس میں شک نہیں کہ مُرشد کامل کی صُحبت اللہ کی عظیم نعمت ہے، یہ راز ان کے دامن سے وابستہ ہوکر ہی معلوم ہوتا ہے۔ کوئی تو بات تھی جو ہمایوں بادشاہ، شاہ محمد غوث گوالیاری کے دامن سے وابستہ ہوا۔ شاہ جہاں بادشاہ، حضرت میاں میر علیہ الرحمۃ کے دامن سے وابستہ ہوا' اورنگ زیب عالم گیر، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ ڈاکٹر اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی قبر انور سے فیض پایا اور دُنیا میں اسلامی انقلاب کے داعی بنے...... اہل اللہ کی صحبت سے انکار کرنا حقیقت میں زندگی سے انکار کرنا ہے، جس نے کاملین کی محبت وصحبت کا مزہ چکھا ہی نہیں وہ معذور ہے اور ایک عظیم حقیقت سے بے خبر ہے۔

تصرفاتِ انبیاء واولیاء

یہ سادہ سی بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ مختار کے جتنے قریب ہوگا، اختیار بڑھتا جائے گا...... قادر کے جتنے قریب ہوگا، قدرت بڑھتی جائے گی...... قوی کے جتنے قریب ہوگا، قوت بڑھتی جائے گی...... یہ مناظر دنیا میں ہم دیکھتے رہتے ہیں...... انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں اس لیے حسبِ درجات ومقامات اللہ تعالیٰ کے کرم سے اپنی قوت، قدرت، اختیار وتصرفات کو بروئے کار لاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایک مکتوب میں اپنے مشاہدات کا ذکر فرماتے ہیں جو نہایت ہی حیرت ناک ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> مدّت ہوئی بعض احباب حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں دریافت کرتے رہتے تھے۔ چوں کہ فقیر کو ان کے احوال پر پوری طرح اطلاع نہیں دی گئی تھی اس لیے جواب میں توقف کر رہا تھا...... اتفاقاً آج صبح کے حلقے میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرما ہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالمِ ارواح میں سے ہیں اور حضرت سبحانہ، وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ عالمِ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام انجام دیں جو عالمِ اجسام سے وقوع میں آتے ہیں۔

اور اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

> آپ نے دریافت کیا تھا "صاحب تصرف پیر کسی مستعد مرید کو اپنے تصرف سے اس کی قابلیت سے زیادہ بلند مرتبے پر پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟"...... ہاں پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں نہ کہ ان مراتب پر جو اس کی استعداد کے مناسب نہ ہوں[۲۶]۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ تصرفات فرماتے ہیں ان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ 'مر کر مٹی میں مل گئے' درست نہیں۔

وسیلہ انبیاء و اَولیاء

وسیلہ کے بغیر انسان ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا...... کھانے کمانے، چلنے پھرنے، لکھنے پڑھنے، سب ہی کے لیے وسیلے کی ضرورت ہے...... دورِ جدید تو وسیلوں کا دور ہے، ان وسیلوں سے ہم دور دراز کا سفر کر سکتے ہیں، میلوں فاصلوں سے باتیں کر سکتے ہیں اور ہجر و فراق میں وصل و ملاقات کا لُطف اُٹھا سکتے ہیں...... وسیلوں کو ترک کر دیں تو سفرِ زندگی یکا یک رُک جائے...... اللہ نے اپنے کرم سے وسیلوں کو پیدا کیا، ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے، وہ اپنے کرم سے بغیر وسیلے ہی اپنے انعام و اکرام سے نواز سکتا ہے پھر بھی فرمایا۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ اتوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○[٦٧] (اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ) ہاں اس تک رسائی کے لیے وسیلے تلاش کرو، نیک اعمال کا وسیلہ، نیک لوگوں کا وسیلہ کہ جب نیک عمل وسیلہ بن سکتا ہے اور عمل کرنے والا تو بدرجہ اولیٰ وسیلہ بن سکتا ہے کیوں کہ عمل اس کا تابع ہے، وہ عمل کا تابع نہیں...... وسیلہ اس لیے اختیار کرو تاکہ تم مراد کو پہنچو...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے کئی مقامات پر وسیلہ کا ذکر فرمایا، اللہ کے محبوبوں کا وسیلہ...... ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں!

> آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کے بغیر کسی کو مطلوب تک وصول محال ہے[٦٨]۔

گورنر پنجاب قلیج خان کے بیٹے قلیج اللہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> بہر حال اس گروہ (اہلِ اللہ) کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور ان لوگوں کے ساتھ التجا و عاجزی اپنا شعار بنائیں اور منتظر رہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کی محبت کے وسیلے سے اپنی محبت سے مشرف فرمائے اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے اور ان جنجالوں (غیر شرعی دنیوی تعلقات) سے بالکل آزاد کرے[٦٩]۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> اور جو روشن شریعت میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور عالمِ حقیقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں ان سے دعا طلب کرنی چاہیے اور مدد لینی چاہیے تاکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت ان کے دریچے سے ظاہر ہو کر اپنی بارگاہ کی طرف پوری طرح جذب کر لے اور مخالفت کی اس میں کوئی گنجائش نہ رہے[۷۰]۔

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> اور اسی طرح ضرورت مند لوگ زندہ اور مردہ عزیزوں (بزرگوں) سے خوف وہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی صورتیں حاضر ہو گئی ہیں اور ان کی مصیبت کو دور کر دیا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس عزیز کو اس مصیبت کے دور کرنے کی اطلاع ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی[۷۱]۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

> اور اسی طرح سے مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات کو حل کرتے ہیں۔[۷۲]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ان لوگوں کو جو ایسی باتوں میں شک یا بحث کرتے ہیں مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

> اہل اللہ پر خصوصاً جب کہ پیری ومریدی کا نام درمیان میں ہو (یعنی جب کہ وہ پیرومرشد بھی ہو) اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہو، اعتراض نہیں کرنا چاہیے اور اس کو زہرِ قاتل سمجھنا چاہیے[۷۳]۔

جب غلاموں کو وسیلہ وواسطہ بنایا جا سکتا ہے تو انبیاء علیہم السلام بالخصوص تاجدارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ وواسطہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا جس کی تائید وتصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے[۷۴]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں اس درجہ تک پہنچے مگر اُمت نبی کے واسطے سے پہنچتی ہے تو وہ پیغمبر درمیان میں حائل ہوتا ہے [۷۵]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فرض کا اپنا ثواب ہے مگر اگر کوئی اس نیت سے فرض ادا کرے کہ یہ صدقہ ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو مزید برکتوں سے بھی سرفراز ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

> کوئی شخص فرائض میں کسی فرض کو اَدا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ متابعت کی نیت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس فرض کو ہمارے نبی نے ادا کیا ہے اس لیے ہم بھی ادا کرتے ہیں تو اس صورت میں اُمید ہے کہ ادائے فرض کے ثواب کے علاوہ متابعت کا ثواب علیحدہ پائے اور اس نبی کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے سے مزید برکات سے بھی مستفید ہو [۷۶]

ہم اس خیال میں اُلجھے ہوئے ہیں کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا کیسا ہے اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جس کو کوئی زبان نقل نہیں کر سکتی اور کوئی قلم لکھ نہیں سکتا مگر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ادائے فرض میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے والا اور اس نیت سے نماز پڑھنے والا کہ یہ نماز تو پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پڑھ کر دکھائی، یہ فرض نماز سنت سے گزر کر فرض ہوئی تو یقیناً متابعت کے ثواب اور مزید برکات سے ضرور مستفید ہوگا۔

محافلِ عرس

عالمِ اسلام میں چند صدیوں سے یہ رواج ہو گیا ہے کہ بزرگانِ دین کے ایّامِ وصال پر ان کی یاد میں محفل منعقد کی جاتی ہے جس میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، کلمہ طیبہ اور دُرودِ پاک کا وِرد ہوتا ہے، نعت و منقبت بھی پڑھی جاتی ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک بھی ہوتا ہے۔ ایسی محافل کو ''عُرس'' کا نام دیا جاتا ہے...... اللہ کے محبوبوں کی یاد میں محفلیں سجانے کا تو قرآن کریم میں بھی حکم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا وَذَکِّرْهُمْ بِاَیَّامِ اللّٰهِ [۷۷] خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں [۷۸] پھر جو کچھ عُرس میں ہوتا ہے قرآن و حدیث میں اس کی تائید تو ہے

ممانعت نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے پیرو مرشد خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کا دہلی میں عُرس ہوتا تھا[۷۹] اور آپ اس میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس کے زمانے میں دہلی پہنچ کر یہ خیال تھا کہ آپ کی عالی خدمت میں بھی حاضر ہوں کہ اس اثناء میں روانگی کی خبر پھیل گئی، مجبوراً توقف کر کے چند نامربوط کلموں سے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں[۸۰]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ کے صاحب زادے اور اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمۃ کے مُرشد کریم حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ بھی اپنے والدِ ماجد کا عُرس کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> چند روز سے اس مسکین کے درد میں آرام ہے چنانچہ ڈولی میں بیٹھ کر چند گھڑیوں کے لیے پیر دستگیر (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) قدس سرہ، کی مجلسِ عُرس میں حاضر ہوا[۸۱]۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ خود عُرس میں شریک ہوتے تھے اور سرہند میں آپ کے صاحب زادگان آپ کا عُرس کرتے اور خود شرکت فرماتے...... حضرت مجدد علیہ الرحمۃ عُرس کے خلاف نہ تھے بلکہ اُن اُمور کے خلاف تھے جو اس میں خلافِ شرع شامل کر لیے جاتے ہیں، سو یہ عُرس کے ساتھ کیا خاص ہے۔ ہر ایسی محفل کی مخالفت کی جائے گی جس میں خلافِ شرع امور کا ارتکاب ہو رہا ہو۔ بعض بے کھٹکے آلاتِ موسیقی کی اجازت دیتے ہیں اور عُرس میں مزامیر کے ساتھ قوالیاں کراتے ہیں...... اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ ہے:

> سُرود و غنا کی حرمت میں آیات و احادیث اور روایاتِ فقہیہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ کسی فقیہ نے کسی زمانے میں بھی سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے[۸۲]۔

چادر پوشی

کسی چیز کو کپڑے سے ڈھکنا اس کی تکریم کی نشانی ہے ...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ پر غالباً بردِ یمانی کا غلاف چڑھایا ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبرِ انور کو چادر سے ڈھکا ...... قرآن کریم پر کپڑے کی چولی چڑھائی جاتی ہے اور کپڑے کا جزدان بنا کر اُس میں رکھا جاتا ہے ...... عورت و مرد کا کپڑے پہننا اور عورتوں کا چادر سے بدن کو ڈھانکنا، یہ سب انسانی وجود کی تکریم کی نشانیاں ہیں ...... اور تو اور بستروں پر نفیس چادریں اور فرش پر سفید چاندنیاں، گھر والوں یا آنے والوں کے اعزاز و اکرام کی نشانیاں ہیں، اس پر کوئی روک ٹوک نہیں ...... ماکولات یا مشروبات میں تحفے تحائف آتے ہیں تو خوان پوش ڈھکے ہوتے ہیں ...... الغرض کسی شے کو کپڑے سے ڈھکنا اس کی تکریم کی نشانی ہے، غالباً اس لیے بعض محتاط علماء نے بلا ضرورت بزرگوں کی قبر پر صرف ایک چادر ڈالنے کی اجازت دی ہے، پرانی ہو جائے تو دوسری چادر[۸۳]۔

۱۰۲۹ھ سے ۱۰۳۳ھ تک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جہاں گیر بادشاہ کی خواہش پر اس کے ہمرکاب رہے، اسی زمانے میں آپ نے اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی[۸۴] مزارِ مبارک پر مراقب تھے کہ اس دوران مزارِ مبارک کی چادر بدل گئی، جب مراقبے سے فارغ ہوئے تو یہ چادر خادموں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دی، آپ نے سرد آہ کھینچی اور فرمایا:

> لباسے ازیں نزدیک بہ حضرات خواجہ نہ بود لاجرم آں را ہما لطف نمودند۔
> برائے تکفین نگاہ داشتہ باش[۸۵]۔
>
> ترجمہ: اس لباس سے قریب حضرت خواجہ کے قریب کوئی لباس نہ تھا،
> لامحالہ وہی عطا فرما دیا، ہماری تکفین کے لیے یہ محفوظ رکھا جائے۔

اس واقعہ سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں ...... پہلی بات تو یہ کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف پر چادر ڈالی جاتی تھی، دوسری بات یہ کہ چادر بدلی جاتی تھی، تیسری بات یہ کہ چادر مخمل و ریشم اور زردوزی کی نہ تھی، سیدھی سادی تھی، چوتھی بات یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اس کو بخوشی قبول فرمایا بلکہ تبرک سمجھ کر اپنے کفن کے لیے محفوظ کرایا، اگر آپ کے نزدیک چادر کا چڑھانا ناجائز ہوتا تو ہرگز

قبول نہ فرماتے...... تبرکات کی تصدیق تو خود قرآن کریم سے ہوتی ہے، تابوتِ سکینہ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات سے معمور تھا اور اس کو فرشتے اُٹھا کر لائے، ﷲ[86] تبرکات نے اس کو اور مقدس کر دیا......

ایصالِ ثواب

مرنے کے بعد انسان کی اپنی کمائی کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، ہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دوسروں کی نیک کمائی سے مرنے والوں کو ضرور فائدہ پہنچتا ہے، اسی لیے بزرگوں نے ایصالِ ثواب کا طریقہ اپنایا ہے، اس کو روکنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مجبور معذور انسان کی مدد سے روکے اور یہ سراسر ظلم ہے۔ خواص اور اخص الخواص کی بات الگ ہے عام مرنے والے مسلمان اپنے عزیزوں کے اعمالِ خیر کے انتظار میں رہتے ہیں...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میت قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ وہ مردہ اپنے والد، والدہ، بھائی یا دوست کی طرف سے ہر وقت دعا کا منتظر رہتا ہے، جب قبر میں کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے[87]۔

بہت سی احادیثِ مبارکہ سے ایصالِ ثواب کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ بچشمِ خود ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ایصالِ ثواب سے مرحومین مستفیض ہو رہے ہیں، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ خود بھی کھانا پکا کر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے[88]۔ اور فاتحہ مروّجہ بھی دیا کرتے تھے چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> آپ نے جو نیاز درویشوں کے لیے روانہ کی تھی وہ مل گئی اور اس پر سلامتی کے لیے فاتحہ بھی پڑھ دی گئی ہے[89]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ وہ پابندی سے ایصالِ ثواب کے لیے اہلِ بیت اطہار کے لیے کھانا وغیرہ مخصوص فرما کر فاتحہ دیتے اور ثواب ہدیہ کرتے پھر جب دوسری بار حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا:

> میں عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر کھانا کھاتا ہوں جس کسی کو میرے لیے طعام بھیجنا ہو وہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے گھر بھیج دے۔۹۰

چنانچہ آپ اہلِ بیت کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی شریک کرنے لگے آپ فرماتے ہیں:

> فقیر اس طعام میں حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو شریک نہ کرتا تھا، بعد ازاں حضرت صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بلکہ تمام ازواج مطہرات کو جو تمام اہلِ بیت میں شریک ہیں، شریک کرلیا کرتا تھا اور تمام اہلِ بیت کو وسیلہ بناتا تھا۹۲۔

ہمارے معاشرے میں بھی ایصالِ ثواب کا رواج ہے، اس کے لیے قرآن خوانی ہوتی ہے، کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد ہوتا ہے اور مرحوم کے لیے جانور ذبح کر کے کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔۹۲ بعض ایسے ذبیحہ کے گوشت کو محض اس لیے حرام کہتے ہیں کہ وہ کسی کے نام کیا جاتا ہے گو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو قرآن کریم میں ایسے گوشت کی حلّت کے لیے واضح حکم موجود ہے اور منع کرنے والوں کو حد سے گزر جانے والے قرار دیا گیا ہے، ہم قرآن حکیم کو چھوڑ کر اپنے دل سے فیصلہ کر لیتے ہیں...... ارشاد ربانی ہے:

> **وَمَالَکُمْ اَلَّا تَاکُلُوْا مِمَّاذُ کِرَاسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ ط وَاِنَّ کَثِیْراً لَّیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَآءِ ھِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ ط** ۹۳
>
> ترجمہ: اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا، وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا، مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

بہر حال ایصالِ ثواب اور فاتحہ مروجہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز ہے اور وہ خود اس پر عامل رہے ہیں۔

بدعات

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سنت پر جتنا زور دیتے ہیں اتنا ہی بدعات سے پرہیز کی ہدایت

کرتے ہیں، یہ ہدایت کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک طبیب حاذق مباح چیزوں سے مریض کو پرہیز بتاتا ہے۔ بدعت کے بارے میں آپ کا موقف نہایت حکیمانہ اور مدبرانہ ہے...... اس موقف کو سمجھنے کے لیے تاریخی پس منظر کو ضرور سامنے رکھنا چاہیے جب کہ اکبر بادشاہ نے حکماً اسلامی شعائر پر پابندی لگادی تھی، کفار و مشرکین اور عقلیت پرستوں کا غلبہ ہوگیا تھا، ایسے ماحول میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے احیاءِ سنت کی تحریک چلائی اور مُردہ سنتوں کو زندہ کیا، بے شک ایک سنت ہزار مستحبات و مباحات پر بھاری ہے...... آپ فرماتے ہیں:

> پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی کو زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے خصوصاً ایسے زمانے میں جب کہ اسلامی شعائر (نشانیاں) بالکل مٹ گئے ہوں[۹۴]۔

آپ نے مُردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی ضرور ہدایت دی مگر نہایت حزم و احتیاط سے ہم مستحبات اور مباحات کو رواج دینے میں بھی اس حزم و احتیاط سے کام نہیں لیتے...... ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

> صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی ایسی سنت کو زندہ کرے جس پر عمل اُٹھ چکا ہو اس شخص کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے...... لیکن اس دقیقہ کی اس قدر رعایت کریں کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور ایک نیکی بہت سی برائیوں کے ظہور کا باعث نہ بن جائے کیوں کہ آخری زمانہ ہے اور اسلام کے ضعف کا وقت ہے[۹۴]۔

اگر ہم اس مومنانہ اور مجددانہ حزم و احتیاط کے ساتھ نیکیوں کو پھیلائیں تو بہت سے فتنے مٹ جائیں...... حضرت مجددِ الف ثانی علیہ الرحمۃ انحطاط کے زمانے میں سنتوں کو چھوڑ کر بدعات میں منہمک رہنے کو ملت کے لیے مناسب خیال نہیں فرماتے اور خود بھی بدعات سے بچنے کی دعا مانگتے ہیں۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> (یہ فقیر) حضرت حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت تضرع وزاری، التجاء مسکینی، عاجزی اور انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر طور پر دعا کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں نئی نئی باتیں پیدا ہوگئی ہیں اور (لوگوں نے) ایجاد

> کر لی ہیں جو حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں نہ تھیں اگرچہ صبح روشن کی مانند ہوں، اس ضعیف کو اس جماعت کے ساتھ جن کے لیے وہ (بدعات) مستند ہیں اس نئے کام کے کرنے میں گرفتار نہ کیجیو اور اس نئی چیز کی خوبی کا دیوانہ نہ بنائیو!۹۶

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایک مکتوب میں بدعات پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> مگر اس وقت جب کہ اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کی ظلمتوں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، اس وقت متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وقت پورا عالم بدعت کی کثرت کی وجہ سے بحرِ ظلمات کی طرح نظر آ رہا ہے اور سنت کا نور اپنی غربت وقلت کے باعث اس بحرِ ظلمات میں کرم ہائے شب افروز (جگنو) کی طرح محسوس ہو رہا ہے۹۷۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ بدعاتِ حسنہ کے تو قائل ہیں مگر ایسی بدعات کو حسنہ قرار نہیں دیتے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا موقف یہ ہے:

> جاننا چاہیے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء ومشائخ نے اچھا سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کی رافع کرنے والی ہیں یہی حال تمام مبتدعات اور محدثات کا ہے کیوں کہ وہ سنت پر زیادتی ہے، خواہ کسی طرح کی ہو اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع (سنت) ہے۹۸۔

غالباً ایسی بدعات کے لیے حدیث میں آیا ہے:

> جب کوئی قوم بدعت جاری کرتی ہے تو اس سے اس جیسی ایک سنت اُٹھالی جاتی ہے۹۹۔

دوسری حدیث میں ہے:

> کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت ان میں سے اٹھالیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا[۱۰۰]۔

جہاں تک ان بدعات کا تعلق ہے جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد نہیں کی گئیں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تائید فرماتے ہوئے یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

> جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا تو اس کے لیے اس کے جاری کرنے کا اجر ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کا اجر بھی اس کے لیے ہے[۱۰۱]۔

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

> اس طرح ہر وہ نیک کام جو کسی اُمّتی سے وجود میں آتا ہے، اس عمل کا جس قدر اجر عامل کو ملے گا اسی قدر اجر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ملتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو[۱۰۲]۔

سبحان اللہ! چوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم غلاموں کو نیک کام ایجاد کرنے کی اجازت دی ہے اس لیے امت محمدیہ کے ہر نیک کام کا اجر آپ کو بھی ملے گا بلکہ آپ ہی تو قاسم ہیں، خود تقسیم فرما رہے ہیں، خود لے رہے ہیں، ہم کو خوش کر رہے ہیں......

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کاملین اور اخص الخواص کی طرف سے مستحبات مباحات کو قبول کرنے اور نہ کرنے اور مستحبات و مباحات کو ان کے لیے فرض قرار دینے کی عجیب و غریب حکمتیں بیان فرماتے ہیں، قرآن کریم میں بھی ایسی بدعات کو جو رضائے الٰہی کے لیے ایجاد کی جائیں پابندی سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے[۱۰۳]۔

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض نفلی عبادتوں کے ادا کرنے میں (حق تعالیٰ کی) مرضی نہیں پاتے اور اس کے ترک کا اِذن پالیتے ہیں اور کبھی نیند کو بیداری سے بہتر سمجھتے ہیں[۱۰۴]۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> جب ان بزرگوں کے حرکات و سکنات (حق تعالیٰ) کے اذن پر موقوف ہیں تو بے شک دوسروں کے نفل بھی ان کے لیے فرض ہوں گے مثلاً ایک فعل شریعت کے حکم سے ایک شخص کی نسبت نفل ہے اور وہی فعل دوسرے شخص کے لیے الہامی حکم سے فرض ہے پس دوسرے لوگ کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی مباح امور کے مرتکب ہوتے ہیں مگر یہ بزرگوار جب کام کو مولیٰ جل سلطانہ کے امر و اذن سے کرتے ہیں وہ سب فرض ہی ہوتے ہیں۔ دوسرے کے مستحب و مباح ان کے لیے فرائض کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس تحقیق سے ان بزرگوں کی بلندیِ شان معلوم کرنا چاہیے[١٠٥]۔

مختصر یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایسی بدعات کے جواز کے قائل نہیں جو سنت میں کمی بیشی کر کے ایجاد کی گئی ہوں البتہ ایسی بدعات کے علاوہ دوسری بدعاتِ حسنہ کے جواز و استحباب کے قائل ہیں بلکہ آپ کے نزدیک اولیاء اللہ کے لیے بعض اوقات ایسی بدعات الہامی ہونے کی وجہ سے فرض کا درجہ رکھتی ہیں۔ بہر حال حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خیال میں زوال و انحطاطِ ملتِ اسلامیہ کے زمانے میں صرف سنت ہی پر عمل کیا جائے کیونکہ مرض دور کیے بغیر غذا کا استعمال نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> اوّل مرض دُور کرنا چاہیے جو ذکر نفی و اثبات سے وابستہ ہے پھر دوسرے عبادات و حسنات جو بدن کے لیے غذائے صالح کا حکم رکھتی ہے مشغول ہونا چاہیے۔ مرض دور کرنے سے پہلے جو غذا کھائیں گے وہ فاسد و مفسد ہوں گی[١٠٦]۔

امام ابوحنیفہ اور تقلید

منزل تک پہنچانے کے لیے رہبر و رہنما بنالیا کرتے ہیں، حکمت و دانائی کا یہی تقاضا ہے...... رہنما ایک ہی ہوتا ہے بیک وقت دو رہنما نہیں ہوتے، اس لیے مسلمانوں نے اماموں کو اپنا اپنا رہنما بنالیا، قیامت

کے دن بھی ہم اماموں کے حوالے سے پکارے جائیں گے[۱۰۷] ...... یہ امام بھی اللہ کی عظیم رحمت ونعمت ہیں[۱۰۸] چاروں نے ایک ہی چشمۂ صافی سے فیض پایا ہے پھر کیوں نہ ہم جام بھر بھر کر پیئیں ...... تقلید زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے ...... ایک تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی ضرورت، اس کے بغیر چارہ نہیں ...... جو لوگ انسانی افکار اور انسانی معاشرے پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے ...... دین و مذہب کے حوالے سے وہ ذات تقلید کی سب سے زیادہ مستحق ہے جو عہدِ نبوی سے سب سے زیادہ قریب ہو اور قرآن وحدیث فہمی میں سب سے ممتاز ہو ...... بلاشبہ وہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ (م ۱۵۰ھ) ہیں ...... آپ کی شان کیا بیان کی جائے ...... قرآنِ حکیم کی سورۂ جمعہ آیت نمبر ۲، ۳ نازل ہوئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ فرمایا[۱۰۹] ...... اس طرح آپ کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور حدیث میں بھی ...... آپ کے جدِّ امجد نے خاندانِ نبوت سے دعائیں لیں[۱۱۰] اور فیض حاصل کیا ...... آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت فرمائی[۱۱۱] ...... اور ان سے فیض حاصل کیا[۱۱۲] ...... آپ نے احادیث اور فتاویٰ کے ان نادر مجموعوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو صحابۂ کرام نے مدوّن کیے تھے ...... آپ نے احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ اس وقت مدوّن فرمایا جب بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف وغیرہ کتب احادیث بھی مدوّن نہ ہوئی تھیں[۱۱۳] ...... آپ نے کوفہ میں صحابیِ رسول، فقیہہ اُمّت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مسند پر بیٹھنے کا شرف حاصل کیا[۱۱۴] ...... آپ نے قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ پر برسوں غور وفکر کر کے مسائل مستنبط فرمائے ...... اور قانونِ شریعت کا ایک عظیم ذخیرہ عطا فرما کر مستقبل میں آنے والے فقہاء پر احسان فرمایا[۱۱۵] ...... آپ سابقون الاوّلون کے پیروکار تھے جن سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی[۱۱۶] ...... آپ کا عہدِ مبارک خیر القرون کی بشارت سے مشرف ہوا۔[۱۱۷] ...... آپ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن ہیں ...... سعادت مند محسن کا احسان مانتے ہیں، بدبخت و بدنصیب احسان فراموش ہوتے ہیں ...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ملتِ اسلامیہ کے ان سعادت مندوں میں ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات یاد رکھے اور ملتِ اسلامیہ کو ان کے بے مثال علم وتقویٰ سے آگاہ فرمایا ...... ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے مستحبات میں سے کسی ایک مستحب کے ترک ہونے کی وجہ سے چالیس سال کی نمازوں کو قضا فرمایا تھا[۱۱۸]۔

غور فرمائیں جس کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم ہو کہ دور جدید کے علماء کی ایک جماعت بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی وہ ملت کی امامت کے لائق نہ ہو گا تو کون ہو گا؟...... حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ، حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض یافتہ تھے[119]۔ خاندانِ نبوت کا یہی فیض ہے جس نے فقہ حنفی کو بہت بلند کر دیا ہے...... حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے روحانی مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہِ شافعیہ کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور نبوت کے کمالات کو فقہِ حنفی کے ساتھ مناسبت ہے[120]۔

پھر اسی مکتوب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

> اور اس وقت حضرت خواجہ پارسا قدس سرہٗ کی اس بات کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انہوں نے ''فصولِ ستہ'' میں نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے[121]۔

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے مگر ایک دوسرے مکتوب میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اور یہ جو خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے ''فصول ستہ'' میں لکھا ہے، ''حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کی بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے''...... ممکن ہے کہ اس مناسبت کے باعث لکھا ہو کہ جو کہ امام ابو حنیفہ کو حضرت روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہو گا نہ یہ کہ وہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیوں کہ آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں[122]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، پیروئ سنت میں امام ابو حنیفہ کی استقامت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے پیش پیش ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم کرتے ہیں اور اس طرح صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں، دوسروں کا حال ایسا نہیں ہے[۱۲۳]۔

اسی لیے امام ابوحنیفہ نے وہ مقام حاصل کیا جو دوسرے حاصل نہ کر سکے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مانند ہے جنہوں نے ورع وتقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد واستنباط میں وہ بلند مقام حاصل کیا ہے کہ دوسرے حضرات کی فہم اس کے سمجھنے سے عاجز وقاصر ہے[۱۲۴]۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ورع وتقویٰ اور کمال اتباع سنت نبوی نے انکو فقہ کا دریائے بیکراں بنا دیا...... حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> بلا تکلف وتعصب کہا جا سکتا ہے کہ مذہبِ حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے[۱۲۵]۔......

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

> اور ظاہری طور پر بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہلِ اسلام کا سوادِ اعظم (اکثریت) امام ابوحنیفہ علیہم الرضوان کا متبع ہے[۱۲۶]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ امام ابوحنیفہ کی شان اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے مخالفین کے بارے میں ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> وہ ان کے اجتہادات کو دقت معانی کے باعث کتاب وسنت کے مخالف جانتے ہیں اور ان کو اور ان کے اصحاب کو، اصحاب رائے خیال کرتے ہیں، یہ سب کچھ ان کے علم کی حقیقت ودرایت تک نہ پہنچنے اور ان کے

فہم وفراست پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے...... اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے آپ کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے، فرماتے ہیں

الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفه

سب کے سب فقہاء ابوحنیفہ کی عیال ہیں

ان کم نظر معترضین کی جرأت پر افسوس ہے کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں[۱۲۷]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بجا طور پر اظہارِ افسوس فرمایا، ایسے عظیم الشان ہستیوں کی تقلید سے انکار کرنا اور دورِ جدید کے کسی عالم کو اپنا پیشوا و امام بنانا انصاف اور دانائی کے سراسر خلاف معلوم ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث کا مطلب ومفہوم سمجھنے کے لیے کسی نہ کسی عالم کی ضرورت تو ہوگی، اس فطری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خیر القرون کو چھوڑ کر شر القرون کے کسی مولوی کی تقلید کرنا نہایت ہی حیرت ناک ہے اور امام ابوحنیفہ کے ورع وعلم کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی باتیں نہ ماننا اور بھی حیرت انگیز ہے......

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ایسے مخالفین کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان حضرات کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ دین کے پیشوا اور اہلِ اسلام کے سردار کی دل آزاری نہ کریں اور اسلام کے سوادِ اعظم کو ایذا نہ دیں[۱۲۸]۔

آگے چل کر اسی مکتوب میں بڑی دل لگتی بات فرمائی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

وہ لوگ جو دین کے اکابر کو صاحب رائے، جانتے ہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور یہ کتاب وسنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اہلِ اسلام کا سوادِ اعظم گمراہ اور بدعتی ہوا بلکہ گروہ اسلام سے بھی باہر ہوگا۔ اس قسم کا اعتقاد وہی بے وقوف جاہل کرسکتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا پھر وہ زندیق جس کا مقصد دینِ اسلام کے نصف حصہ کو باطل کرنا ہے[۱۲۹]۔

حقیقت یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں جن افکار و نظریات نے انتشار پیدا کیا یا جو افکار و نظریات انتشار پیدا کر رہے ہیں وہ دور غلامی کی یادگار ہیں، ہماری آزادی بھی دورِ غلامی سے کم نہیں، اس لیے ان افکار و نظریات کی حقیقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں...... راقم کے نزدیک مذہبی سطح پر دورِ جدید میں جو نئے افکار آ رہے ہیں ان کا تعلق سیاست اور صرف سیاست سے ہے، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے جس کے نرغے میں پورا عالمِ اسلام ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ملتِ اسلامیہ کے لیے تقلید کو لازمی قرار دیتے ہیں، آپ کے نزدیک اولیاء اللہ اور صوفیہ باوجود اپنی عظمت و بزرگی کے تقلید کے مکلّف ہیں...... ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> احکامِ اجتہادیہ میں مجتہدین کرام کی تقلید کرنے میں ولایتِ خاصہ والے حضرات، عام مومنین کے برابر ہیں، ان کے کشوف والہامات ان کو فضیلت نہیں بخشتے اور تقلید سے باہر نہیں نکالتے...... حضرت ذوالنونِ مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور شیخ شبلی (رحمہم اللہ تعالیٰ) احکامِ اجتہادیہ میں عام مومنین زید، عمر، بکر اور خالد وغیرہ کے ساتھ مجتہدین کی تقلید کرنے میں مساوی ہیں، ہاں ان بزرگوں کی بزرگی دوسرے امور میں ہے[۱۳۰]۔

اللہ اکبر! حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی نظر میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام ہے کہ جلیل القدر اولیائے کرام بھی ان کی تقلید کے مکلّف ہیں پھر اوروں کی بات کیا کی جائے؟......

جب ائمہ اربعہ یا سلف صالحین کی پیروی کی بات کی جاتی ہے تو بعض حضرات یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ کفار و مشرکین بھی یہی کہا کرتے تھے کہ اگلوں سے یہی چلا آ رہا ہے ہمارے آباؤ اجداد یہی کرتے رہے ہیں...... اللہ اکبر! کفار و مشرکین کے آباؤ اجداد تو کفار و مشرکین ہی تھے اس لیے ان کے قول کو ان مسلمانوں پر منطبق کرنا جن کے آباؤ اجداد پاک باز و پارسا تھے، دوسرے لفظوں میں یہ کہنا ہے کہ معاذ اللہ وہ کفار و مشرکین کے مثل تھے، یہ کہنا کتنی بڑی جرأت ہے؟...... سورۂ فاتحہ میں انہیں پاک بازوں کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے مولیٰ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے...... حیف، کہنے والے نے کچھ نہ سوچا اور کیا کہہ گیا[۱۳۱]؟

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سلف صالحین کی اتباع و پیروی کے بغیر نجات کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

> تمام تقریروں کا خلاصہ اور تمام نصیحتوں کا لبِ لباب دیندار لوگوں اور صاحبِ شریعت حضرات کی صحبت میں خوش رہنا ہے، دین و شریعت کا پابند ہونا اہل سنت و جماعت کے طریقے کے سلوک سے وابستہ ہے جو عام فرقہ ہائے اسلامیہ کے درمیان فرقۂ ناجیہ (نجات پانے والا فرقہ) کے نام سے منسوب ہے، ان بزرگوں کے اتباع کے بغیر نجات ناممکن ہے اور ان لوگوں کی آراء کی پیروی کے بغیر فلاح دشوار ہے، اس بات پر تمام عقلی و نقلی اور کشفی دلائل شاہد ہیں، ان میں اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ہے...... اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے، اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے[۱۳۲]۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا بے شک ایسے پراگندہ خیالوں کی صحبت عمر رسیدہ، صحیح العقیدہ مسلمانوں پر اثر انداز ہوتی ہے، یہ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے۔ اس لیے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ہی سخت لہجے میں ایسے آزاد خیالوں کی صحبت سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے، اکبر بادشاہ کے زمانے میں ہمارے زمانے کی طرح بہت سے آزاد خیال اور بے لگام مسلمان پیدا ہو گئے تھے...... اگر ایمان و اسلام محبوب ہے تو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اس نصیحت کو یاد رکھنا چاہیے......

ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

> بے باک، (آزاد خیال) طالب علم خواہ کسی فرقے سے ہوں، دین کے چور ہیں، ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ یہ فتنہ فساد جو دین میں پیدا ہو گیا ہے اس جماعت کی بدبختی کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔[۱۳۳]

☆......☆......☆

حواشی:

۱......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول (ترجمہ اردو)، مکتوب نمبر ۱۹۳، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۵۰

۲......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۲۶۶، کراچی، ص ۲۵۴ نوٹ: سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ تقریباً تمام سلاسل، وجودیت، یا ظلیت کے قائل ہیں لیکن مولانا احمد رضا خان بریلوی "ظلیت" کے قائل ہونے کے باوجود فرماتے ہیں:

> "حاش للہ الٰہ، الٰہ ہے اور عبد، عبد ہے
> ہرگز عبد نہ الٰہ ہوسکتا ہے نہ الٰہ عبد ہوسکتا ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۶، ص ۳۴، ۱۳۲)

آپ نے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا گہرا مطالعہ فرمایا تھا، الوہیت اور عبدیت کے اس تصور سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے تصور وحدۃ الشہود کی تائید ہوتی ہے۔ مسعود

۳......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۱۱، ص ۲۹۶

۴......ایضاً، ص ۲۹۶ ۳۷ ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ص ۲۳۴، ۲۳۵

۵......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶۷، ص ۲۳۴-۲۳۵

۶......ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۱۰، ص ۲۶۷

۷......ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۳

۸......احمد سرہندی، مکتوبات، مکتوب نمبر ۶۷، جلد دوم، ص ۳۷، ۲۳۶

۹......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول (ترجمہ اردو) حصہ اول، ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۸۸ مکتوب نمبر ۸۴

۱۰......ایضاً، مکتوب نمبر ۱۵۲

۱۱......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۴۳

۱۲......ایضاً، مکتوب نمبر ۷۸

۱۳......ایضاً مکتوب نمبر ۶۵

۱۴......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۱۸۴

۱۵......ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۴۹

۱۶......ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۳

۱۷......احمد سرہندی، مکتوبات، مکتوب نمبر ۹۲، جلد دوم، کراچی، ص ۲۹۹

۱۸......اقبال، بال جبریل، لاہور ۱۹۴۷ء، ص ۲۱۱

نوٹ: مولانا احمد رضا خان بریلوی نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت کے بارے میں ایک فاضلانہ مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے:

الزبدة الذکیه لتحریم سجود التحیة (۱۳۲۷ھ/۱۹۱۸ء) یہ مقالہ قابل مطالعہ ہے۔ مسعود

۱۹......قرآن کریم، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۱۵

۲۰......قرآن کریم، سورۂ کہف، آیت نمبر ۱۱

۲۱......قرآن کریم، سورۂ انعام، آیت نمبر ۹

۲۲......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۳۰۹

۲۳......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶۴

۲۴......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۹۴، ص ۳۰۴

۲۵......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶۴، ص ۱۸۸

۲۶......قرآن کریم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۹۷

۲۷......قرآن کریم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۴

۲۸......قرآن کریم، سورۂ یونس، آیت نمبر ۶۴

۲۹......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۶، ص ۶۵

۳۰......ایضاً، مکتوب نمبر ۱۶، ص ۶۵

۳۱......ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۳۱۰

۳۲......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۷، ص ۴۱

۳۳......قرآن کریم، سورۂ ابراہیم، آیت نمبر ۱۰' سورۂ انبیاء، آیت نمبر ۳۰' سورۂ مومنون، آیت نمبر ۲۴۔۳۰/ سورۂ شعراء، آیت نمبر ۱۸۶/ سورۂ یٰس، آیت نمبر ۱۵/ سورۂ ہود، آیت نمبر ۲۷

۳۴......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۲۶۸، ص ۲۹۶

۳۵......قرآن حکیم، سورۂ یوسف، آیت نمبر ۶۸/ آیت نمبر ۹۶/ آیت نمبر ۶۵

۳۶......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۲۷۴-۷۵

۳۷......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۸، ص ۶۹

۳۸......(ا) ایضاً، جلد اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۶۵، ص ۲۰۵

(ب) ایضاً، جلد اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۱۱۸، ص ۳۰۵

۳۹......بعض حضرات کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور محبت والفت سے متعلق آیات بیان نہ کرنی چاہییں کہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن: یہ بات راقم سے دو عمر رسیدہ علماء نے کہی۔ ایک کا تعلق مسلک دیوبند سے تھا دوسرے کا تعلق مسلک ابن عبدالوہاب نجدی سے تھا۔ یہ بات راقم کے لیے حیران کن تھی۔

۴۰......قرآن کریم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۳۱

۴۱......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۴۲، ص ۱۵۴

۴۲......قرآن حکیم، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۸۔۷۵

۴۳......قرآن حکیم، سورۂ صف، آیت نمبر ۳۶

۴۴......محمد امیر شاہ گیلانی: شرح شمائل ترمذی، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۳۲۸، ابوداؤد شریف، ج ۲، ص ۳۳۶

۴۵......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۲۷، ص ۲۰۴

۴۶......ایضاً، مکتوب نمبر ۲۷، ص ۲۰۴

۴۷......ایضاً، مکتوب نمبر ۱۰۷، ص ۳۲۶

۴۸......ایضاً، جلد اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۲۷۳

۴۹......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۷، ص ۵۹

۵۰......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۵۱......ایضاً

۵۲......ایضاً، ص ۱۲۵

۵۳......ایضاً، ص ۱۲۶

۵۴......(ا) ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶ (ب) ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۳۰۲
(ج) ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۱ (د) ایضاً، جلد اول، حصہ اول، مکتوب نمبر ۱۰۳
مکتوب نمبر ۱۸۷، مکتوب نمبر ۱۹۱

۵۵......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۵۶......ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۳۶

۵۷......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۵۸......ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۷، ص ۶۱، مکتوب نمبر ۶۷، جلد دوم، ص ۲۴۲۔۳۴۳

۵۹......قرآن حکیم، سورۂ فاتحہ، آیت نمبر ۶

۶۰...... قرآن حکیم، سورۂ یونس، آیت نمبر ۶۲

۶۱...... احمد سرہندی، مکتوبات، حصہ اول، مکتوب نمبر ۱۰۶، جلد اول، ص ۲۸۵

۶۲...... احمد سرہندی، مکتوبات، مکتوب نمبر ۸۷، جلد اول، ص ۲۵۲_۲۵۳

۶۳...... ایضاً، مکتوب نمبر ۲۱۸

۶۴...... ایضاً، مکتوب نمبر ۱۳۲

۶۵...... ایضاً، مکتوب نمبر ۲۸۲

۶۶...... ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۱۲، ص ۹۱

۶۷...... قرآن حکیم، سورۂ مائدہ، آیت نمبر ۳۵

۶۸...... احمد سرہندی، مکتوبات، مکتوب نمبر ۱۲۲، جلد سوم، ص ۳۷۸

۶۹...... ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۷۳، ص ۲۲۵

۷۰...... ایضاً، مکتوب نمبر ۷۸، ص ۳۳۶

۷۱...... احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۵۸، ص ۲۱۴

۷۲...... ایضاً

۷۳...... احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۷۹، ص ۲۳۷

۷۴...... قرآن حکیم، سورۂ نسآء، آیت نمبر ۶۴

۷۵...... احمد سرہندی، مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۸، ص ۲۵۵

۷۶...... ایضاً، مکتوب نمبر ۸۸، ص ۲۵۵

۷۷...... قرآن حکیم، سورۂ ابراہیم، آیت نمبر ۵

۷۸...... قرآن حکیم، سورۂ احزاب، آیت نمبر ۵۶

۷۹...... راقم کے برادر اصغر ڈاکٹر محمد سعید علیہ الرحمۃ (م ۱۹۹۶ء) درگاہ خواجہ باقی باللہ کے سجادہ نشین اور خطیب تھے، وہی عرس کراتے تھے، اب ان کے صاحب زادے ڈاکٹر مجیب احمد سلمہ، سجادہ نشین ہیں اور عرس کراتے ہیں ان کے چھوٹے بھائی حافظ محمد احمد سلمہ، مسجد شریف کے خطیب ہیں۔ مسعود

۸۰...... احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۳۳، ص ۱۴۱

۸۱...... محمد معصوم، مکتوباتِ معصومیہ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶۸، ص ۱۰۸، مطبوعہ امرتسر

۸۲...... احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۲۹۳

۸۳...... احمد رضا خاں، احکام شریعت، بریلی، ص ۷۰

۸۴......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۱

۸۵......محمد ہاشم کشمی، زبدۃ المقامات، لکھنو، ص ۲۸۴

۸۶......قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۲۴۸

۸۷......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۰۴

۸۸......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۸۹......ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۴۲

۹۰......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۱۱۷

۹۱......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۱۱۷

۹۲......مولانا احمد رضا خان بریلوی نے فاتحہ کے لیے غیر ضروری لوازمات کو نامناسب بتایا ہے۔ مثلاً شادی کے لیے تکلف کرنا، مخصوص دن ہی میں ثواب منحصر سمجھنا، کھانا آگے رکھ کر فاتحہ دینا وغیرہ وغیرہ (احمد رضا خاں: **الحجته الفائحه لطيب التعين و الفاتحه** (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) لاہور، ص ۱۴۔۱۶)

۹۳......قرآن حکیم، سورۂ انعام، آیت نمبر ۱۱۹

۹۴...... احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۴۸، ص ۱۷۵

۹۵......ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۵

۹۶......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶، ص ۳۹۔۴۰

۹۷......۱۰۰۔احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۳

۹۸......ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۸۶، ص ۴۱۔۴۲

۹۹......ایضاً

۱۰۰......ایضاً

۱۰۱......ایضاً، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۹۲، ص ۴۹، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۴، ص ۲۷۹

۱۰۲......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۷، ص ۲۰۸

۱۰۳......قرآن کریم، سورۂ حدید، آیت نمبر ۲۷

۱۰۴......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۴

۱۰۵......ایضاً، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۴

۱۰۶......ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۲

۱۰۷......قرآن حکیم، سورۂ اسراء، آیت نمبر ۱۷

۱۰۸......(ا) امام ابوحنیفہ (م۔ ۱۵۰ھ)
(ب) امام مالک بن انس (م۔ ۱۷۹ھ)
(ج) امام محمد بن ادریس شافعی (م۔ ۲۰۴ھ)
(د) امام احمد بن حنبل (م۔ ۲۴۱ھ)

۱۰۹...... بخاری شریف، لاہور ۱۹۹۱، ج ۲، ص ۹۷۳، حدیث نمبر ۸۸۹

۱۱۰......خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱ء، ج ۱۳، ص ۳۲۶

۱۱۱......معجم المصنفین، ج ۲، ص ۲۳

۱۱۲......جلال الدین سیوطی: تبییض الصحیفہ بحوالہ شرح مسلم جلد اول، لاہور، ص ۶۔۹

۱۱۳......کتاب الآثار بروایت محمد بن حسن، حافظ ابن حجر عسقلانی، الایثار بمعرفتہ رواۃ الآثار

۱۱۴......موفق بن احمد مکی: مناقب موفق، ج ۱، ص ۶۴

۱۱۵......ایضاً، ج ۲، ص ۱۳۳، جلال الدین سیوطی: ذیل الجواہر، ج ۲، صفحہ ۷۲

۱۱۶......قرآن حکیم، سورۂ بینہ، آیت نمبر ۸

۱۱۷......مشکوٰۃ، کتاب المناقب، باب مناقب صحابہ، حدیث نمبر ۴

۱۱۸......احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۹، ص ۱۱۲

۱۱۹......ایضاً، مکتوب نمبر ۲۸۹، ص ۳۹۷

۱۲۰......ایضاً، مکتوب نمبر ۲۸۲، ص ۳۴۶

۱۲۱......احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۲، ص ۳۴۶

۱۲۲......ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۱

۱۲۳......ایضاً، ص ۲۰۱

۱۲۴......ایضاً، ص ۲۰۰

۱۲۵......ایضاً، ص ۲۰۱

۱۲۶......ایضاً، ص۔ ۲۰۱

نوٹ: چند سال قبل ایک عرب محقق نے ائمہ اربعہ کے پیروکاروں کے اعداد و شمار جمع کیے تھے۔ اس کے مطابق حنفی کی تعداد ۸۶ ۱/۲ کروڑ تھی، شافعی کی تعداد ۴ ۱/۲ کروڑ، مالکی کی تعداد ۴ کروڑ اور حنبلی کی تعداد صرف ۴۰ لاکھ۔ مسعود

۱۲۷......احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۱

۱۲۸......ایضاً، ص ۲، ۲۰۱

۱۲۹......ایضاً، ص۲۰۲

۱۳۰......ایضاً، ص۲۰۳

۱۳۱......سید محمد بن علوی، مالکی حسنی نے اپنی کتاب ھو اللہ کے صفحہ۷۱، پر عنوان **الاستدلال بآیات فی غیر محلها الوارد** میں اس طرزِ فکر کا تعاقب فرمایا ہے۔

۱۳۲۔ .....احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر۲۱۳، ص۹۳

۱۳۳......ایضاً، ص۹۳

نوٹ: جن حضرات کی عالمی سیاست پر نظر ہے اور جو رازِ درون خانہ سے واقف ہیں، وہ اس مکتوب کے آخری جملے کی معنویت اور گہرائی کا صحیح ادراک رکھتے ہیں۔ مسعود

☆......☆......☆

ولقد علموا لمن اشتراه ماله
ولقد علموا لمن اشتراه ماله فی الآخرة
خوشگزار ، ۲۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عقائد و تعلیماتِ مجددیہ

علامہ قاضی غلام محمد ہزاروی

(خلف الرشید علامہ قاضی عبدالسبحان علیہ الرحمۃ)

☆☆

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ ما کان و ما یکون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ پاک کے متعلق لکھا ہے:

> حدیث تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ تحریر یافتہ بود، اشارت بدوام آگاہی نیست، بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوالِ خویش و امتِ خویش لہٰذا نوم درحق آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام، ناقضِ طہارت نگشت و چوں نبی دررنگ شبان است درمحافظت امت خود غفلت شایانِ منصب نبوت او بناشد۔

> ترجمہ حدیث: میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا، جو تحریر فرمائی ہے۔ اس میں دوام آگاہی کا اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس بات کی خبر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اور اپنی امت کے حالات سے کسی وقت بھی بے خبر نہیں ہیں۔ اسی لیے تو نیند آپ کے حق میں ناقص (توڑنے والی) وضو نہ تھی، چونکہ نبی نگران کے رنگ میں ہوتا ہے اس لیے اپنی امت کی محافظت سے کسی وقت بھی غافل رہنا اس کے منصب نبوت کے شایان نہیں ہے۔

اب دیکھیے کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تو فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بحالتِ خواب بھی امت کے حالات سے غافل نہیں مانتے، اور مسلمانوں کو بھی آپ یہی سبق دیتے رہے۔ لیکن بعد میں ایسے مسلمان کہلانے والے بھی آئے ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی عقیدت کا دم بھرتے رہے لیکن سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوار پیچھے کے حالات سے بے خبر بتاتے رہے ہیں[۲]۔

منافقینِ مدینہ نے بھی ہمارے آقا ومولیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا تھا کہ:

وَمَایُدْرِیْهِ بِالْغَیْبِ یعنی محمد کو غیب کی کیا خبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

معلوم کچھ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے منافقین مدینہ کی پیروی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اسی روش پر جینے اور مرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اسی لیے وہ مسلمانوں کو علی الاعلان یہ درس دیتے رہتے ہیں۔

''غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔''[۳]

اور جو مسلمان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بعطائے الٰہی علم غیب مانتا ہے اس پر کفر وشرک کے فتوے لگاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

> جو علم غیب اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس پر وہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے[۴]۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۳ھ) بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کے بارے میں یہ وضاحت فرماتے ہیں:

> باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باوجود نشاء عنصری از نور حق جل وعلیٰ مخلوق گشتہ است کما قال علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ ودیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است[۵]۔
>
> ترجمہ: جان لینا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش

> دوسرے انسانوں کی پیدائش کی طرح نہیں ہے، بلکہ مخلوق میں سے کوئی ایک فرد بھی تخلیق میں آپ سے مناسبت نہیں رکھتا، کیونکہ فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جسم عنصری رکھنے کے باوجود اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ دوسروں کو یہ سعادت میسر نہیں۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوبِ گرامی لکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں یہ وضاحت فرمائی ہے:

> "چوں وجود آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوقِ ایں عالم باشد، ناچار اور اسایہ نبود، ونیز در عالم شہادت سایۂ شخص از شخص لطیف تر است ولطیف تر از وے در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت دارد علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات"۔ ٦
>
> ترجمہ: جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس عالمِ ممکنات (جو تحت الثریٰ سے عرش تک کی جملہ موجودات وکائنات کو محیط ہے) ہی سے نہیں ہیں اس لیے ان کا سایہ نہ تھا اور یہ بات بھی ہے کہ عالمِ شہادت میں آدمی کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ لطیف دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے تو فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ کیسے ہوتا۔"

حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ:

> بمقتضائے آرائے صائبہ اہلِ سنت وجماعت کہ فرقہ ناجیہ اند نجات بے اتباع ایں بزرگواراں متصور نیست و اگر سرِ مو مخالفت است خطر در خطر است۔ این سخن بکشفِ صحیح والہامِ صریح نیز بہ یقین پیوستہ است احتمال تخلف ندارد۔ ۷

ترجمہ: ناجی (نجات پانے والا) گروہ اہلسنت و جماعت کے صائب عقیدوں کے مطابق اپنے عقائد رکھنے چاہیں بزرگان اہلسنت کی پیروی کے بغیر نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر ان کے عقائد سے بال برابر بھی اختلاف رکھا تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات صحیح کشف اور صریح الہام سے یقین کی حد تک پہنچی ہے اور اس کے خلاف واقع ہونے کا احتمال نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گروں کے شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر صاف صاف بتا دیا کہ اکابر اہلسنت نے کتاب وسنت کے جو مفہوم و معانی بتائے ہیں، وہی قابل اعتماد ہیں اور دوسرے لوگوں نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی کہا ہے وہ قطعاً نا قابلِ یقین ہے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کے اس حق کو آپ نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے:

از علومیکہ از کتاب وسنت مستفاد اند ہماں معتبر اند کہ ایں بزرگواراں از کتاب وسنت اخذ کردہ اند و فہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع وضال عقائد فاسدہ خود از کتاب وسنت اخذ میکند۔ پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازینہا معتبر نباشد۔[٨]

ترجمہ: ”جو علوم و مطالب کتاب وسنت سے مستفاد ہیں، ان میں سے وہی باتیں معتبر ہیں جو علمائے اہلسنت سے اخذ کیں اور سمجھی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر مخالف اہلسنت اور گمراہ اپنے عقائدِ فاسدہ کو قرآن و حدیث ہی سے اخذ کرتا ہے لیکن ان کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب نا قابلِ اعتبار ہیں۔“

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

محجوباں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بشر گفتند و در رنگِ سائر بشر تصور نمودند، ناچار منکر آمدند و صاحب دولتاں کہ او را علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوانِ رسالت و رحمت عالمیاں دانستند و از سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند، و از اہل نجات آمدند[٩]۔

ترجمہ: جن دل کے اندھوں نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا، آخر کار وہ آپ کے منکر ہو گئے۔ لیکن جن خوش نصیب حضرات نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسولِ خدا اور رحمۃ للعالمین ہونے کی نظر سے دیکھا تو انہیں آپ تمام انسانوں سے ممتاز نظر آئے' اور ایسے لوگ دولت ایمان سے مشرف ہو کر نجات پانے والوں میں سے ہو گئے۔''

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نجات آخرت کا حاصل ہونا صرف اسی پر موقوف ہے کہ تمام افعال و اقوال و اصول و فروع میں اہلسنت و جماعت ''(اللہ تعالیٰ ان کی تعداد کو بڑھائے)'' کا اتباع کیا جائے اور صرف یہی ایک فرقہ جنتی ہے۔ اہلسنت و جماعت کے سوا جس قدر فرقے ہیں جہنمی ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے دن ہر ایک شخص اس بات کو جان لے گا۔ مگر اس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا[10]۔

حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حدیث قدسی میں ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَاسِوَاکَ تَرَکْتُ لِاَجْلِکَ

یعنی اے اللہ! تو ہی ہے، اور میں نہیں ہوں، اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

یَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَاسِوَاکَ خَلَقْتُ لِاَجْلِکَ

یعنی اے محبوب! میں ہوں اور تو ہے، اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لیے پیدا کیا ہے[11]۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّۃِ.

یعنی اے محبوب! اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر تمہارا پیدا کرنا مجھے مطلوب نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا[12]۔

حضرت مجدد پاک قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ:

مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ اس لیے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ کا رب ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم[13]۔

حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وجہ سے ان کے ساتھ محبت رکھنی چاہئے۔ ان کے ساتھ محبت حضور ہی کے ساتھ محبت ہے۔ ان کے ساتھ عداوت حضور ہی کے ساتھ عداوت ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم[14]

وگویم چگونہ عدم محبت اہلِ بیت برحق اہل سنت گمان بردہ شد کہ آں محبت نزد ایں بزرگواراں زِ و ایمان است، وسلامتی خاتمہ برسوخ آں محبت مربوط ساختہ اند، محبت اہلِ بیت سرمایۂ اہلِ سنت است، مخالفان ازیں معنی غافل اند، واز محبتِ ایشاں جاہل، جانب افراط را خود اختیار کردہ اند، وماوراء افراط را تفریط انگاشتہ، حکم بخروج نمودہ اند، ومذہب خوارج انگاشتہ اند، نہ دانستہ اند کہ درمیانِ افراط و تفریط حدیست وسط کہ مرکز حق است وموطن صدق کہ نصیب اہل سنت گشتہ است شکر اللہ تعالیٰ سعیھم[15]۔

ترجمہ: ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گمان کیسے کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کو اہل بیت سے محبت نہیں، جب کہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزوِ ایمان ہے اور خاتمہ کی سلامتی اسی محبت کے راسخ ہونے پر موقوف ہے۔ اہلِ بیت کی محبت تو اہلِ سنت کا سرمایہ ہے، مگر مخالفین اس حقیقت سے غافل، اور اہل بیت کی محبت متوسط سے جاہل ہیں، انھوں نے جانب افراط کو اختیار کیا، اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم لگا دیا اور سب کو خارجی سمجھ لیا، یہ نہیں جانتے کہ افراط (انتہا پسندی) و تفریط (حد سے کمی) کے درمیان ایک حدِ وسط ہے جو مرکز حق اور موطن (مقام) صدق ہے۔ جو اہل سنت کو نصیب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات اہلسنت کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)!

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از اصحاب نیست، در بدبختیؔ او کراسخن است، کارے کہ ایں بد بخت کردہ، ہیچ کافر فرنگ نہ کند، بعضے از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند، بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند[16]۔

ترجمہ: یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بد بخت نے کیے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا، بعض علمائے اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں، تو وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہوسکتا ہے۔''

حضرت مجدد پاک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است۔ توقف در لعنتِ او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است، کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ

اند، مگر آنکہ بہ یقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب الجہنمی وامرأتہ، نہ آنکہ او شایان لعنت نیست، ان الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ۔[۱۷]

ترجمہ: یزید بدبخت زمرۂ فاسقین سے ہے، اس کی لعنت میں توقف کرنا اہلِ سنت کے مقررہ قاعدہ کی بناء پر ہے کہ انھوں نے شخص معین پر اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں رکھا' مگر جبکہ یقیناً معلوم کرلیں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے، جیسے ابولہب جہنمی، اور اس کی عورت (بیوی)، نہ اس لیے کہ وہ لائقِ لعنت نہیں (کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ) بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔''

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے افضل و اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں، پھر ان کے بعد سب سے افضل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں، ان دونوں باتوں میں اجماع امت ہے اور چاروں ائمہ مجتہدین امام اعظم ابوحنیفہ و امام شافعی و امام مالک و احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر علماء اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ پھر ان کے بعد تمام امت میں سب سے افضل سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ہیں[۱۸]۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وسیدنا طلحہ وسیدنا زبیر وسیدنا معاویہ وسیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان سب میں

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے اور یہ حضرات خطاء پر، لیکن وہ خطاء عنادی نہ تھی، بلکہ خطائے اجتہادی تھی، مجتہد کو اس کی خطائے اجتہاد پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ ہم کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے، ان سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے جو کسی صحابی کے ساتھ بغض و عداوت رکھے وہ بد مذہب ہے[۱۹]۔

حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ:

انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے، کوئی چیز ان سے نزدیک و دور نہیں[۲۰]۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں[۲۱]۔

حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کے اولیائے کرام کا طواف کرنے کے لئے کعبہ معظّمہ حاضر ہوتا ہے اور ان سے برکتیں حاصل کرتا ہے[۲۲]۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ:

مقلد کو یہ جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن عظیم و حدیث شریف سے احکام شرعیہ خود نکال کر ان پر عمل کرنے لگے، (بلکہ) مقلدوں کے لیے یہی ضروری ہے کہ جس امام کی تقلید کر رہے ہیں اسی کے مذہب کا مفتی بہ قول معلوم کر کے اسی پر عمل کریں[۲۳]۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ میل جول بہت بڑا گناہ ہے، خدا اور رسول کے دشمنوں کے دوستی و الفت، خدا اور رسول کی دشمنی و عداوت تک پہنچا دیتی ہے۔

جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم[۲۴]۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف اور صحابہ کرام واہل بیت عظام، اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعام کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے، ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر وتحریف کردی جائے اور قصیدے پڑھنے میں راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیاں بجائی جائیں، جس مجلس میلاد مبارک میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے ہاں جب تک راگنی اور سرتال کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے۔ بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے گی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلے گا[۲۵]۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعداز نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بودند نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد کہ شانِ او علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ازاں بلند تر است کہ تقلید علمائے امت فرماید، بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ می شود کہ نورانیتِ ایں مذہبِ حنفی بنظر کشفی دررنگ دریائے عظیم می نماید وسائر مذاہبِ دررنگ حیاض وجداول بنظر می درآیند الخ[۲۶]۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نزول کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے، یعنی حضرت

روح اللہ کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ یوں نہ سمجھئے کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان (بوجہ پیغمبری) اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ وہ علمائے امت میں سے کسی کی تقلید کریں، تکلف و تعصب سے بالاتر ہو کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کشف کی نظر سے دیکھا جائے تو مذہب حنفی ایک دریائے عظیم نظر آتا ہے جب کہ دوسرے مذاہب حوضوں اور نالیوں کی مانند دکھائی دیتے ہیں ظاہری حالت میں بھی یہی نظر آرہا ہے کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم (سب سے بڑی جماعت) امام ابوحنیفہ کے پیروکاروں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ یہ مذہب پیروی کرنے والوں کی کثرت کے علاوہ اصول و فروع میں دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے اور استنباطِ مسائل میں اس کا طریقہ ہی جدا ہے اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے یہ عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سنت کی پیروی میں دیگر سارے ائمہ سے آگے ہیں [۲۷]۔

حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ یہی ہے۔ اگر اس راستے کو چھوڑ دیا جائے تو اس پاک جناب تک پہنچنا دشوار ہے۔ [۲۸]

(ماخوذ ماہنامہ القول السدید، لاہور/صفر المظفر ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء)

☆......☆......☆

حواشی

۱...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم، ص۔ ۱۱۰

۲...... رشید احمد گنگوہی: براہین قاطعہ، مطبوعہ دیوبند، ص ۵۵

۳...... اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف لاہور، ص ۱۰۸

۴…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۳۱۰، ص ۴۴۶

۵…… مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ نہم، ص ۹۱

۶…… مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۸۷

۷…… مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم، ص ۳۸

۸…… مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم ص ۹۴

۹…… مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، ص ۱۸۰

۱۰…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۶۹، مطبوعہ لکھنو، ص ۸۹

۱۱…… مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۸، ص ۱۸

۱۲…… مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۲۲، ص ۲۳۲

۱۳…… مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۲۲، ص ۲۲۴

۱۴…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۲۶، ص ۳۲۶

۱۵…… مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۳۶

۱۶…… مکتوبات امام ربانی، ص ۵۴

۱۷…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، ص ۲۵۱

۱۸…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۳۳۰

۱۹…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۶۶، ص ۳۳۲

۲۰…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۸۹، ص ۳۷۱

۲۱…… مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۸، ص ۱۱۵

۲۲…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۰۹، ص ۲۱۱

۲۳…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۸۶، ص ۳۷۵

۲۴…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۶۳، ص ۱۶۶

۲۵…… مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۲، ص ۱۱۶

۲۶…… مکتوبات امام ربانی

۲۷…… مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مطبوعہ لاہور، ص ۱۵

۲۸…… مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوبات نمبر ۱۶۵، ص ۱۶۹

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسلک حضرت مجدد الف ثانی

صاحب زادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

☆☆

حیاتِ انبیاء علیہم السّلام

اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی الْقُبُوْرِ شنیدہ باشند حضرت مَاعَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ شبِ معراج چوں بر قبر حضرت کلیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ گزشتند دیدند کہ در قبر نمازی گزارد وہماں لحظہ چوں بآسمان رسیدند حضرت کلیم را آنجا یافتند معاملہ ایں موطن عجائب وغرائب دارد۔ دریں ایام چوں بتقریب فرزندی اعظمی مرحومی نظر برآں موطن بسیار کردہ میشود واسرار غریبہ بظہور مے آید کہ اگر شمہ ازاں در گفت آید باعث فتنہا گردد ہر چند سقفِ جنت عرش مجید است اما قبر نیز روضہ ایست از ریاض جنت۔ ہر چند عقل کوتاہ اندیش در تصورِ آں عاجز باشد چشم دیگر است کہ تماشائے ایں عجوبہا می نماید۔ مجرد ایمان اگر چہ بَعْدَ اللَّتَیَّا وَ الَّتِی منجی است امارفع کلمہ طیبہ مربوط بعمل صالح است وگریختن از موتِ وبا گناہ کبیرہ است در رنگ فرار یوم زحف وکسیکہ در زمین وبا، باصبر بماند وہم بمیرد از شہدا است واز فتنہ قبر مامون است و آنکہ صبر نماید وبانہ میرد از غازیان است

اِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مُتُّ سَمْعاً وَطَاعَةً
وَ قُلْتُ لِدَاعِی الْمَوتِ اَهْلاً وَ مَرْحَبًا

(از دفتر دوم حصہ ششم ۴۳ مکتوب ۱۶)

ترجمہ: آپ نے سنا ہوگا کہ انبیاء قبر میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلٰی آلہٖ والصلوٰۃ و السلام معراج کی رات جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز

پڑھ رہے ہیں۔ اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو وہاں پایا۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ آج کل چونکہ فرزند اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کی طرف بہت نظر کی جاتی ہے۔ اس لیے نہایت عجیب وغریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے تو بڑے بڑے فتنے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اگرچہ جنت کی چھت عرش مجید ہے لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے...... عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے، وہ اور ہی آنکھ ہے جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے۔ مجرد ایمان اگرچہ چنان وچنیں سے نجات دینے والا ہے، مگر کلمہ طیبہ کا بلند ہونا بھی عمل صالح پر موقوف ہے۔ اور وبائی موت سے بھاگنا یوم زحف یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگنے کی طرح گناہ کبیرہ ہے۔ جو کوئی وبا والی زمین (علاقہ) میں صبر کے ساتھ قیام کرے اور پھر مرجائے شہداء میں سے ہے اور قبر کے عذاب سے مامون ہے اور جو صبر کرے اور مرے نہیں اس کا شمار غازیوں میں ہوگا۔

گر وہ کہے کہ مرجا مرجاؤں میں خوشی سے
پیکِ اجل کو کہدوں آجا میں تیرے صدقے

فُقَراء کی خِدمَتُ

مکتوب شریف کہ از روئے التفات ارسال داشتہ بودند رسید محبت فقراء توجہ بایں طائفہ اَزْ اَجَلِّ نِعَم خداوندیست جَلَّ سلطانہ از حضرت سبحانہ وتعالیٰ استقامت برآں مسئول ومرجُو است نیاز یکہ بدرویشاں فرستادہ بودند نیز وصول یافت فاتحہ سلامت خواندہ شد۔" (دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب ۱۴۲، ص ۲۰)

ترجمہ: مکتوب جو توجہ کی بنا پر ارسال کیا تھا پہنچا۔ فقراء کی محبت اور اس گروہ سے توجہ رکھنا خدائے تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے۔ وہ نیاز جو درویشوں کے لئے بھیجی تھی وہ بھی وصول ہوئی جس کے لیے حمد وثنا کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریق

درویشانے کہ قدم راسخ در شریعت دارند واز عالمِ حقیقت نیک شناسا انداز ایشاں ہمتے باید طلب نمود ومددے باید جست تا عنائت حق سبحانہ از دریچۂ ایشاں ظاہر شدہ تمام بجانب جنابِ قدس خود تعالیٰ جذب نماید ومخالفت را دردے گنجائش نماند تا سر موئے راہ مخالفت شریعت کشادہ است محل خطرست تمام سبل مخالفت را باید مسدود ساخت۔

محال است سعدیؔ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز درپئے مصطفےٰ

(صَلٰوات اللہ وسلامٌ علیہ وعلیٰ آلہٖ)

(دفتر اول حصہ دوئم مکتوب نمبر ۸۷ صفحہ ۶۹)

ترجمہ: وہ درویش جو شریعتِ حقّہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت سے بخوبی واقف ہیں ان سے اعانت طلب کرنی چاہیے۔ تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے طفیل اپنی طرف کھینچ لے اور کسی مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اگر شریعت کی مخالفت کا راستہ بال بھر بھی کھلا رہے تو خطرہ کا مقام ہے۔ مخالفت کے تمام راستوں کو بند کرنا چاہیے۔

اطاعت ہو نہ جب تک مصطفےٰ کی
کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہوئے

بایددانست کہ خلقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) دررنگ خلق سائرافرادانسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے ازافرادعالم مناسبت باوندارد کہ اوصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودنشاعنصری ازنورحق جلّ وعلامخلوق گشتہ است کَمَا قَالَ عَلَیْہِ وَ عَلیٰ اٰلِہِ الصَّلوٰۃ وَالسَّلام خلقت من نور اللّٰہ ودیگراں راایں دولت میسّرنشدہ است، (دفتر سوم حصہ نہم ۵۷ مکتوب ۱۰۰)

ترجمہ: جاننا چاہیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دیگر افراد کی طرح نہیں کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوے جیسے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خلقت من نوراللہ (میری تخلیق اللہ کے نور سے ہوئی) اور کسی دوسرے شخص کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج بدنی سے مشرف ہوے

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعدازطلب رویۃ زخم لَن ترانی خوردوبیہوش افتادو ازاں طلب تائب گشت ومحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است و بہترین

موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شداز عرش و کرسی درگزشت و ازمکان و زمان بالا رفت۔ (دفتر اول، حصہ پنجم، ص ۱۴، مکتوب ۲۷۴)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام طلب دیدار کے بعد لَنْ تَرَانِی کا زخم کھا کر (جواب پا کر) بے ہوش ہو گئے اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام موجودات اولین و آخرین میں بہترین ہیں، باوجود اس کے کہ جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے بلکہ عرش و کرسی سے گزر کر حدود زمان و مکان سے بھی آگے تشریف لے گئے۔"

حضور ﷺ کو بشر کہنے والے مجدد کی نظر میں

مجوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند وصاحب دولتاں کہ اورا علیہ الصلوۃ والسلام بعنوان رسالت و رحمت عالمیاں دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند واز اہل نجات آمدند۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۱۴۵ امکتوب ۶۴)

ترجمہ: جن عقل کے اندھوں نے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا بالآخر منکر ہو گئے، اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان

ازیں تحقیق کہ ایں فقیر باظہار آں موفق شدہ است اعتراضاتِ مخالفاں کہ بر عدم زیادتی و نقصان ایمان نمودہ اند زائل گشت وایمان عامہ مومناں در جمیع وجوہ مثل ایمان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات نشد زیرآنکہ ایمان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کہ تمام منجلی و نورانی است ثمرات و نتائج باضعاف زیادہ دارد از ایمان عامہ مومناں کہ ظلمت و کدورت دارد وَ عَلٰی تَفَاوُتِ دَرَجَاتِہِمْ وہم چنیں ایمان ابی بکر رضی اللہ عنہ کہ در وزن زیادہ از ایمان ایں امت است باعتبار انجلاء نورانیت باید داشت و زیادتی را راجع بصفاتِ کاملہ باید ساخت نے بنی کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات باعامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت در ذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است وآنکہ صفات کاملہ ندارد گویا ازاں نوع نار جست واز

خواص وفضائل آں نوع محروم باوجود ایں تفاوت در نفسِ انسانیت زیادتی ونقصان راہ نمی باید ونمیتواں گفت کہ انسانیت قابل زیادتی ونقصان است وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الملھم للصَّوابِ

(دفتر اول حصہ چہارم ص ۱۲۸، مکتوب ۲۶۶)

ترجمہ: اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی۔ مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم وبیش نہ ہونے پر کیے ہیں زائل ہو گئے، اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے ایمان کی طرح نہ ہوا۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلواۃ واسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے موجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے، کئی گنا زیادہ ثمرات ونتائج رکھتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس امت کے ایمان سے زیادہ ہے، انجلا اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہیے اور زیادتی کو صفات کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہیے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں، اور حقیقت اور ذات میں سب متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفاتِ کاملہ کے اعتبار سے ہے۔ اور جس میں یہ صفات کاملہ نہیں ہیں گویا وہ اس نوع سے خارج ہے، اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے۔ لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادتی اور نقصان کا کوئی دخل نہیں، اور نہیں کہہ سکتے کہ انسانیت زیادتی ونقصان کے قابل ہے

وَاللّٰہ سُبْحَانَہُ الملھم للصَّوَاب.

فضیلت شیخین رضی اللہ عنہما

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است کہ ابوبکر وعمر ہر دو افضل ایں امت اند کسی کہ مرا برایشاں فضل دہد مفتری است واورا تازیانہ زنم چنانچہ مفتری را زنند ومنازعات ومحاربات کہ درمیان اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات واقع شدہ است بر محاملِ نیک محمول باید داشت"۔

(دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۳۸، مکتوب ۱۷)

ترجمہ: حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ جو کوئی مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے۔ میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔ اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے درمیان لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔

خلفائے اَربعہ کی فضیلت

(ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے)

افضلیت حضرات خلفائے اربعہ بترتیب خلافتِ ایشان ست چہ اجماع اہلِ حق ست کہ افضل بشر بعد پیغامبراں صلوٰت اللہ تعالیٰ وتسلیماتہٗ علیہم اجمعین حضرت صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دفتر دوم)

ترجمہ: حضرات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے کیونکہ تمام اہل حق کا اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔"

افضلیتِ شیخین رضی اللہ عنہما پر تفصیلی تبصرہ

امام برحق وخلیفۂ مطلق بعد حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عثمان ذوالنورین ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب ست رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وافضلیتِ ایشاں بترتیبِ خلافت ست افضلیتِ حضرت شیخین باجماع صحابہ وتابعین ثابت شدہ است۔ چنانچہ نقل کردہ اند آنرا اکابر ائمہ کہ یکے ازایشاں امام شافعی ست، شیخ ابوالحسن اشعری کہ رئیس اہل سنت است فرماید کہ افضلیت شیخین برباقی امت قطعی است انکار نکند افضلیت شیخین را بر باقی صحابہ مگر جاہل یا متعصب۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ، میفرماید کسیکہ مرا برابی بکر وعمر فضل بدہد مفتری است او را تازیانہ زنم چنانکہ مفتری راز نند۔ (دفتر دوم حصہ ہفتم ص ۷۴ مکتوب ۶۷)

ترجمہ: حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بعد ازاں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ان کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی افضلیت صحابہ وتابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو ائمہ بزرگواران کی ایک بڑی جماعت نے نقل کیا ہے جن میں سے ایک حضرت امام شافعی

علیہ رحمۃ ہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعری جو اہل سنت کے رئیس ہیں فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے۔ سوائے جاہل یا متعصب کے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مجھ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اس کو اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو لگاتے ہیں۔

بزرگوں کی دعا سے قضا بدل جاتی ہے

حضرت قبلہ گاہی ام قدس سرہ، می فرمودند کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ، در بعضے از رسائل خود نوشتہ اند کہ در قضائے مبرم ہیچکس را مجال نیست کہ تبدیل بد ہد مگر مرا کہ اگر خواہم آنجا ہم تصرف بکنم و ازیں سخن تعجب بسیار میکردند و استبعادمی فرمودند و ایں نقل مدّت ہا در خزینۂ ذہن ایں فقیر بود تا آنکہ حق سبحانہ وتعالیٰ بایں دولت عظمےٰ مشرف ساخت حقیقتِ حال منکشف گشت. (دفتر اول' حصہ سوم' ص ۱۲۴ مکتوب ۲۱۷)

ترجمہ: حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ' فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے اگر چاہوں تو میں اس میں تصرف کروں۔ میں اس بات پر بہت تعجب کیا کرتا تھا کہ آپ کا فرمان بعید از فہم تھا اور بہت مدت تک یہ خیال فقیر کے ذہن میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا اور حقیقت حال منکشف ہوئی۔

تصورِ شیخ

اگر در وقت ذکر گفتن صورت پیر بے تکلف ظاہر شود۔ آنرا نیز بقلب باید برد و در قلب نگاہ داشتہ ذکر باید گفت میدانی کہ پیر کیست پیر آنکس ست کہ از وطریق وصول بجناب قدس خداوندی جل شانہ، استفادہ نمائی و مدد ہا و اعانت ہا دریں طریق یابی مجرد کلاہ و دامنے و شجرہ کہ عرف شدہ است از حقیقت پیری و مریدی خارج است و داخل رسوم و عادات مگر آنکہ جامہ تبرک از شیخ کامل و مکمل بدست آری و باعتقاد و اخلاص باو زندگانی نمائی احتمال ثمرات و نتائج دریں صورت نیز قوی است۔ (دفتر اول' حصہ سوم' ص ۷۷ مکتوب ۱۶)

ترجمہ: اگر ذکر کے وقت شیخ کا تصور بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہیے' اور قلب پر نگاہ رکھ کر ذکر کرنا چاہیے۔ تو جانتا ہے پیر کون ہے؟ پیر وہ ہے جس سے تو خدا تعالیٰ کی پاک جناب کی

طرف پہنچنے کا راستہ سیکھے اور اس راستہ میں تو اس سے اعانت حاصل کرے۔ صرف کلاہ و دامن اور شجرہ پر نظر رکھنا جو آج کل معروف ہے، پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے، البتہ یہ رسم و عادت میں داخل ہے ہاں اگر شیخ کامل سے کوئی کپڑا بطورِ تبرک مل جائے تو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ اسے پہن کر زندگی بسر کرنی چاہیے ایسی صورت میں بے شمار فوائد و ثمرات کے حاصل ہونے کی قوی توقع ہے۔

نماز کی حالت میں شیخ کا تصور بے ساختہ آنا

خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوٰۃ آنرا مسجودِ خود میداند و مے بیند و اگر فرضاً نفی میکند منتفی نمی گردد محبت اطوار این دولت متمنائے طلاب ست از ہزاراں یکے رامگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبت است محتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ اُو مسجود الیہ ست نہ مسجود لہ، چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادت مندان را میسر ست تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ در رنگ جماعۃ بیدولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ را از شیخ خود منحرف سازند۔

(دفتر دوم، حصہ ششم ص ۶۷ مکتوب ۳۰)

ترجمہ: خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ رابطہ کی نسبت یہاں تک غالب ہوگئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہوسکتا۔ اے محبّ محترم! طالبانِ حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتداء کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ ربطہ کی نفی کرتے ہو رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہٗ۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے تاکہ تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو اپنا وسیلہ سمجھیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں۔ نہ ان بدبخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں۔

عرس مبارک

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمتِ علیہ نیز برسند دریں اثنا خبرِ کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ بچند کلمہ نامربوط تصدیع دہ گشت اگر در حضور است و اگر در غیبت

طرف پہنچنے کا راستہ سیکھے اور اس راستہ میں تو اس سے اعانت حاصل کرے۔ صرف کلاہ و دامن اور شجرہ پر نظر رکھنا جو آج کل معروف ہے، پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے، البتہ یہ رسم و عادت میں داخل ہے ہاں اگر شیخ کامل سے کوئی کپڑا بطورِ تبرک مل جائے تو اعتقاد و اخلاص کے ساتھ اسے پہن کر زندگی بسر کرنی چاہیے ایسی صورت میں بے شمار فوائد و ثمرات کے حاصل ہونے کی قوی توقع ہے۔

نماز کی حالت میں شیخ کا تصور بے ساختہ آنا

خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوٰۃ آنرا مسجودِ خود میدانند و مے بیند و اگر فرضاً نفی میکند منتفی نمی گردد محبت اطوار این دولت متمنائے طلّاب ست از ہزاراں یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبت است محتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات اورا جذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ اُو مسجود الیہ ست نہ مسجود لہ، چرا محاریب و مساجد را نفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادت مندان را میسر ست تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ در رنگ جماعۃ بیدولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ را از شیخ خود منحرف سازند۔

(دفتر دوم، حصہ ششم ص ۶۷ مکتوب ۳۰)

ترجمہ: خواجہ محمد اشرف نے لکھا تھا کہ رابطہ کی نسبت یہاں تک غالب ہو گئی ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتا اور دیکھتا ہوں اگر بالفرض اس کو دور بھی کرنا چاہتا ہوں تو نہیں ہو سکتا۔ اے محبّ محترم! طالبانِ حق اسی دولت کی تمنا کرتے ہیں اور ہزاروں میں سے ایک کو ملتی ہے۔ ایسے حال والا شخص کامل مناسبت کی استعداد رکھتا ہے اور شیخ مقتداء کی قلیل صحبت سے تمام کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔ ربطہ کی نفی کرتے ہو رابطہ مسجود الیہ ہے نہ مسجود لہٗ۔ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کی دولت سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے تا کہ تمام احوال میں صاحبِ رابطہ کو اپنا وسیلہ سمجھیں اور تمام اوقات اسی طرف متوجہ رہیں۔ نہ ان بد بخت لوگوں کی طرح جو اپنے آپ کو مستغنی جانتے ہیں اور توجہ کے مرکز کو اپنے شیخ کی طرف سے پھیر لیتے ہیں۔

عرس مبارک

در ایام عرس حضرت خواجہ جیو قدس سرہ بحضرت دہلی رسیدہ بخاطر داشت کہ در ملازمتِ علیہ نیز برسند دریں اثنا خبرِ کوچ منتشر گشت بضرورت توقف نمودہ بچند کلمہ نامربوط تصدیع دہ گشت اگر در حضور است و اگر در غیبت

ہمگی ہمت خواہاں سلامتی ایشان است ازانچہ نباید ونشاید ودر بعضے اوقات غلبہ خیر اندیشی برآں می آرد کہ للکئے ایشاں را اختیار کردہ ازانچہ شایان عتبہ علیہ ایشاں نباشد بتاکید ومبالغہ مانع آید ودر مجلس شریف نا اہلاں رانگذارد اما میداند کہ جمیع آرزوہا میسر نیست بضرورت بدعائے ظہر الغیب رطب اللسان است شاید کہ در معرض قبول افتد حضرت خواجہ احرار قدس سرہ، در بزرگی وکلانی خودمی فرمودند کہ ہرچند کفر است کہ کسے چناں کلاں شود کہ اگر او برہم شود ہمہ عالم برہم شود اما چہ تواں کرد کہ مارا بے ما کلاں ساختہ اند امروز آں قسم بزرگے وکلانے نزدیک است کہ درمادہ جناب شما صادق آید چہ رفاہیت شما رفاہیت خلائق است وبالعکس ازیں جاست کہ نزد مردم دعا خیر شما در رنگ دعا نزول مطر است.   (دفتر اول' حصہ چہارم' ص ۲۴ و ۲۳' مکتوب ۲۳۳)

ترجمہ: حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت میں بھی پہنچے۔ اسی اثنا میں روانگی کی خبر پھیل گئی اس لئے توقف کر کے چند نامربوط کلموں سے آپ کو تکلیف دی۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیر حاضر ہو ہر دم آپ کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نامناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے۔ بعض اوقات آپ کی خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتا ہے کہ ان کی دلیری کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید ومبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے۔ اور مجلس شریف میں نااہلوں کو نہ رہنے دے لیکن جانتا ہے کہ تمام امیدیں حاصل نہیں ہوتیں۔ ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعا سے تر زبان ہے شاید قبول ہو جائے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے' لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو ہماری مرضی کے بغیر بڑا بنایا ہے۔ آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارے میں صادق آئے۔ کیوں کہ آپ کی خوشحالی سے خلقت کی خوشحالی ہے اور خلقت کی خوشحالی آپ کی خوشحالی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک آپ کی دعائے خیر بارش کی طرح برس رہی ہے۔

ایصالِ ثواب کا صحیح تصور

ایضاً پرسیدہ بودند کہ ختم کلام اللہ کردن ونماز نفل گزاردن وتسبیح وتہلیل کردن وثواب آنرا بوالدین یا باستاد یا باخوان دادن بہترست یا بکسے ندادن بہتر بدانند کہ دادن بہتر است کہ ہم نفع بغیرست وہم نفع

بخو دو درنا دادن نفع مخصوص بخو دست و نیز شاید بطفیلِ دیگراں آں عمل را قبول فرمایند۔ والسلام۔

(دفتر دوم، حصہ ہفتم، ص ۸۷ مکتوب ۷۷)

ترجمہ: نیز آپ نے پوچھا تھا کہ کلام اللہ ختم کرنا اور نماز نفل کا پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب ماں باپ یا استاد یا بھائیوں کو بخشنا بہتر ہے یا نہیں۔ واضح ہو کہ بارگاہ الٰہی میں بخشنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں اپنا بھی نفع ہے اور ان کا بھی اور عجب نہیں کہ یہ عملِ صالح دوسروں کی طفیل ہی قبول ہو جائے۔

ایصالِ ثواب کا مجددی طریق

پیش ازیں بچند سال دابِ فقیر آں بودہ کہ اگر طعام مے پخت مخصوص بروحانیات مطہرہ اہل عبا می ساخت و باآں سرور حضرت امیر و حضرت فاطمہ و حضرت امامین را ضم میکرد علیہم الصلوٰت والتسلیمات شبے درخواب می بیند کہ آں سرور حاضر است علیہ وعلیٰ آلہِ الصلوٰت والسلام فقیر بر ایشاں عرض سلام میکند متوجہ فقیر نمی شوند و رُو بجانب دیگر دارند دریں اثنا بفقیر فرمودند کہ من طعام درخانہ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد بہ خانہ عائشہ فرستد ایں زمان فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشاں آں بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہ را دراں طعام شریک نمی ساخت بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اند شریک مے ساخت و بجمیع اہلِ بیت توسل مے نمود۔ (دفتر دوم، حصہ ششم، ص ۸۵، مکتوب ۳۶)

ترجمہ: چند سال پیشتر فقیر کا یہ طریق تھا کہ للہ طعام پکاتا اور اس کا ثواب اہل عبا کی ارواح پاک کو نذر کر دیا کرتا، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امامین رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیتا۔ ایک رات فقیر نے عالم خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں۔ فقیر نے سلام نیاز عرض کیا تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے بلکہ چہرہ مبارک پھیر لیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کرے۔

اسی طرح معلوم ہوا کہ آنحضور ﷺ کی توجہ نہ فرمانے کا باعث یہ تھا کہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریکِ طعام نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بلکہ تمام امہات المومنین کو جو اہلِ بیت ہیں شریک کر لیتا اور تمام اہلِ بیت کو اپنے لیے وسیلہ بناتا۔

سیدنا غوث الاعظم امام ربانی کی نگاہ میں

اما آن قدر خوارق کہ از حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ ظاہر گشتہ است از ہیچ کدام آنہا ظہور نیافتہ آخر الامر حضرت حق سبحانہ، سرّ ایں معمارا ظاہر ساخت و معلوم فرمود کہ عروج ایشاں از اکثر اولیا بلندتر واقع شدہ است و در جانبِ نزول تا مقامِ روح فرود آمدہ اند کہ از عالمِ اسباب بلندتر است مناسب ایں مقام۔ (دفتر اول، حصہ سوم، ص ۱۲۰، مکتوب ۲۱۶)

ترجمہ: مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ، سے ظاہر ہوے ہیں، ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمّہ کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلندتر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں، جو نسبت اس مقام کی عالم اسباب سے بلندتر ہے۔

سیرت شہِ لولاک کا بیان باعثِ سعادت اور وسیلۂ نجات ہے

محبت فقراء وارتباط با ایشاں نتیجہ آنست نمیداند کہ ایں مقصد بے سر و برگ در جواب آں چہ نویسد مگر آنکہ فقرہ چند بعبارت عربی ماثور در فضائل جد بزرگوار ایشاں کہ خیر العرب است بنویسد علیه و علیٰ آله من الصلوات اتمها و من التحیات اکملها و آں سعادت نامہ را وسیلہ نجات اخروی خود سازد نہ آنکہ مداحی او علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ نماید بلکہ مقولہ خود بآن ستاید شعر

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد ﷺ

فاقول و بالله سبحانه العصمته والتوفیق ان محمد رسول الله سید ولد آدم و اکثر الناس تبعا یوم القیمة و اکرم الاولین و الآخرین علی الله و اول من ینشق عنه القبر و اول شافع و اول مشفع و اول من یقرع باب الجنة فیفتح اللّٰه له و حامل لواء الحمد یوم القیامة آدم و فمن دونه و هو الذی قال علیه الصلوٰة والسلام نحن الآخرون و نحن السابقون یوم القیامة و انی قائل قولا غیر فخر و انا حبیب الله و انا قائد المرسلین ولا فخر و انا ختم النبیین و لا فخر و انا محمد بن عبدالله بن عبد المطلب ان

الله خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جَعَلهم فریقین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتاً فجعلنی فی خیر هم بیتا فَاَنَا خیرهم نفساو خیرهم بیتاً و انا اول الناس خروجا اذا بعثو و انا قائد هم اذا وفدواو انا خطیبهم اذا انصتو و انا مُستشفعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا یئسوا والکرامة و مفاتیح الجنة یومئذبیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی وانا اکرم ولدادم علی ربی یطوف علی الف خادم کانهم بیض مکنون واذا کان یوم القیامة کنت امام النبیین و خطیبهم و صاحب شفاعتهم غیر فخر لولاه ماخلق الله سبحانه الخلق و لما اظهر الربوبیة وکان نبیا و آدم بین الماء والطین

نماند بعصیاں کسے در گرد
کہ دارد چنیں سید پیش رونماند

پس ناچار مصدقان ایں چنیں پیغمبر سیدّ البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر الامم باشند

خیرامت اخرجت نقدوقت ایشاں است ومکذبان اوعلیہ الصلو ۃ والسلام بدترین بنی آدم الاعراب اشد کفراًو نفاقاً بشان حال ایشاں تا کدام صاحب دولت را باتباع سنت سینۂ اوبنوازند ومتابعت شریعت رضیہ او سرفراز سازند امروز امر قلیل را کہ مقرون بتصدیق حقیقت دین او است علیہ الصلوٰۃ والسلام بعمل کثیر برمیدارند اصحاب کہف ایں ہمہ درجات کہ یافتند بواسطہ یک حسنہ است وآں ہجرت بود از دشمنانِ حق سبحانہ، وتعالیٰ بنور یقین ایمانی در وقت استیلا معاندان مثلاً سپاہیان در وقت غلبہ دشمنان واستیلاء مخالفاں اگر اندک ترترددمیکنند آنقدر نمایاں میشود واعتبار می گردد کہ در وقت امن اضعاف آں درحیز اعتبار نمی آید وایضا چوں آں سرور محبوب رب العالمین است متابعان او بواسطہ متابعت بمرتبہ محبوبیت می رسند چہ محبّ در ہر کہ از شمائل واخلاق محبوب خود می بیند آں کس را محبوب خود می دارد مخالفاں را از اینجا قیاس باید کرد۔ شعر:

محمد عربی کابروی ہر دوسراست
کسیکہ خاکِ درش نیست خاک برسراو

اگر ہجرتِ ظاہری میسر نہ شود ہجرتِ باطنی را بکمال مرعی میباید داشت باایشاں بے ایشاں میباید بود لعل **الله یحدث بعد ذالک امراً** موسم نوروز رسیدہ است و معلوم است کہ دران ایام اہالی آن معاملہ را در تفرقہ میدارد بعد از مضیٰ آں ہنگامہ اگر ارادہ خداوندی جل سلطانہ، مساعدت نمود امیدوار است کہ شرف ملاقات گرامی میسر شود زیادہ اطناب موجب املال ست۔

یشبتکم الله سبحانه علیٰ جادة ابائکم الکرام السلام علیکم و علیهم الیٰ یوم القیامة

(دفتر اول' حصہ دوم' مکتوب نمبر ۴۴)

ترجمہ:- آپ فقراء کے ساتھ ملتے جلتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں، یہ بے سروسامان فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے سوائے اس کے کہ چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار خیر العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ماثور ہیں لکھے۔ اور اس سعادت نامہ کو آخری نجات کا وسیلہ بنائے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرے بلکہ اپنے کلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے آراستہ کرے۔ ترجمہ شعر:

غرض سخن سے نہیں مدح صاحبِ لولاک
سوائے اس کے مرا سخن ہو جائے چاک

پس میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے عصمت اور توفیق ہے۔

تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے سردار ہیں۔ اور قیامت کے دن لوگوں کی نسبت زیادہ پیروکاروں والے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے بزرگ ہیں اور پہلے ہیں جو قبر سے نکلیں گے۔ اور اول ہیں جو شفاعت کریں گے اور اول میں جن کی شفاعت قبول ہوگی' اور اول ہیں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے' اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے دروازہ کھول دے گا۔ اور قیامت کے دن لواءِ حمد کے اٹھانے والے ہیں' جس کے نیچے حضرت آدم اور باقی انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔ اور وہ ذات مبارک ہیں جنہوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی آخرین ہیں اور ہم ہی آگے بڑھنے والے ہیں' اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ میں اللہ کا دوست ہوں اور پیغمبروں کا پیشرو ہوں' اور فخر نہیں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں' اور فخر نہیں اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو ان میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا' اور پھر ان کو دو گروہ

بنایا اور مجھے ان میں سے اچھے گروہ میں کیا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر ان لوگوں کو گھروں میں تقسیم کیا اور مجھے ان میں سے بہتر گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور گھر کے ان سب سے بہتر ہوں، اور میں سب لوگوں سے اوّل نکلوں گا جب وہ قبروں سے نکالے جائیں گے، اور میں ان کا رہنما ہوں جب کہ وہ گروہ گروہ بنائے جائیں گے، اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ خاموش کرائے جائیں گے، اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ روکے جائیں گے اور میں ان کو خوش خبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت اور جنت کی چابیاں اور لواءِ حمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے بزرگ ہوں۔ ہزار خادم میرے گرد طواف کریں گے جو خوشنما آبدار موتیوں کی طرح ہوں گے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور مجھے اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ذات پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا، اور آپ نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے یعنی ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے جس کے راہنما اور پیشوا ایسے نبی ہوں وہ گناہ کے عوض نہ پکڑا جائے گا۔ پس ناچار ایسے پیغمبر سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر ہیں: "کنتم خیر امۃ اخرجت" ان کے حال کے مصداق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے سب بنی آدم سے بدتر ہیں اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کفراً وَّ نِفَاقاً ۝ ان کے احوال کا نشان ہے۔

دیکھیے کس صاحب نصیب کو حضور کی سنت سنیہ کی تابعداری سے نوازش کرتے ہیں، اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقیقت کو تصدیق کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی بجا لانا عمل کثیر کے برابر ہے۔

اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث حاصل کیا، اور وہ نور ایمانی کے ساتھ دشمنوں کے غلبہ کے وقت خدائے تعالٰے کے دشمنوں سے ہجرت کر جانا تھا۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردّد کرے تو اس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اس کا اعتبار ہوتا ہے کہ امن کی حالت میں اس سے کئی گنا اعتبار میں نہیں آ سکتا۔ اور نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے محبوب ہیں، تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے

تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ محبّ اور عاشق اس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے، اپنا محبوب ہی جانتا ہے۔ اور مخالفوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔

وسیلہ دوجہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در پر

اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مدنظر رکھنا چاہیے خلقت کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہیے۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا** امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر پیدا کر دے گا۔ موسم نوروز آ گیا ہے اور معلوم ہے کہ ان دنوں میں وہاں کے رہنے والے معاملہ کو پراگندہ رکھتے ہیں۔ اس ہنگامہ کے گزر جانے کے بعد اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو امید ہے کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہو گا۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔

یثبتکم اللہ سبحانہ علیٰ جادۃ آباء کم الکرام السلام علیکم وعلیھم الیٰ یوم القیٰمہ

اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔ آپ پر اور ان پر قیامت تک سلام ہو۔

حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور شانِ لولاک

حقیقتِ محمدی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ حقیقۃ الحقائق ست آنچہ در آخر کار بعد از طی مراتب ظلال برایں فقیر منکشف گشتہ است تعین وظہور حبّی ست کہ مبداء ظہورات ومنشا خلق مخلوقات ست در حدیث قدسی کہ مشہور است آمدہ است **کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف** اول چیز یکہ ازاں گنجینہ، مخفی بر منصۂ ظہور آمد حب بودہ است کہ سبب خلق خلائق گشتہ اگر ایں حب نمی بود در ایجاد نمی کشود و عالم در عدم راسخ ومستقرے بود سر حدیث قدسی **لَوُلَاکَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** را کہ در شان ختم الرسل واقع است علیہم الصلوٰت والتسلیمات ایں جا باید جست وحقیقت **لَولاک لَمَا اظھَرتُ الرَّبُوْبِیۃَ** را دریں مقام باید طلبید۔

(دفتر سوم، حصہ نہم، ص ۱۲۸، مکتوب ۱۲۲)

ترجمہ: حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو حقیقت الحقائق ہے، مراتب ظلال طے کرنے کے بعد آخر کار اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے۔ محبت کا تعین اور ظہور ہے جو تمام مظاہر کی مبدا اور مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ جیسے حدیث قدسی میں ہے: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔

اول اول جو چیز اس پوشیدہ خزانہ سے ظاہر ہوئی محبت ہے کہ جو مخلوق کی پیدائش کا سبب ہوئی ہے۔ اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں راسخ اور مستقر رہتے۔ حدیث قدسی اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو آسمان پیدا نہ کیے جاتے جو حضرت ختم الرسل کی شان میں آئی ہے' کا بھید بھی اس میں ڈھونڈنا چاہیے اور اگر آپ کو پیدا نہ کرنا ہوتا تو اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا کی حقیقت کو اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے۔

حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح تصور

حقیقت محمدی علیہ من الصلوٰت افضلہا و من التسلیمات اکملہا کہ ظہور اول ست و حقیقت الحقائق ست بآں معنی کہ حقائق دیگر چہ حقائق انبیاء کرام وچہ حقائق ملائکہ عظام علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کالظلال اند مراورا و او اصل حقائق است قَالَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَقَالَ عَلَیْہِ و عَلٰی الصلوٰۃ و السَّلَامَ خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ پس ناچار ایں حقیقت واسطہ بود در میان سائر حقائق و درمیان حق جل و علا و وصول بمطلوب احدے را بے توسط او علیہ وعلیٰ الہٖ الصلوٰۃ و السلام محال باشد فھو نبی الانبیاء والمرسلین وارسالہ رحمۃ للعالمین علیہ و علیھم الصلوت والتسلیمات ازیں جاست کہ انبیاء اولوا العزم باوجودِ اصالت بتعیت او میخواہند بآرزو و داخل امتان او میگردند کماوَرَدَ عَلَیْہِ وَ عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ والتَّحِیَّاتُ۔ (دفتر سوم' حصہ نہم' ص ۱۲۷' مکتوب ۱۲۲)

حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ظہور اول میں سب سے بڑی حقیقت ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے تمام حقائق کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور کیا ملائکہ عظام کے حقائق سب اسکے اظلال کی مانند ہیں' اور وہ تمام حقائق کا اصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''سب سے اول خدا تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا کیا'' اور فرمایا ہے: ''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے'' پس یہی حقیقت باقی تمام حقائق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ کے بغیر کوئی مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ تمام انبیاء اور مرسلین کے بھی نبی ہیں' اور آپ کا تشریف لانا جہان کے لئے رحمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اولوالعزم باوجود اصالت کے آپکی اتباع طلب کرتے رہے۔ اور آپکی امت میں داخل ہونے کی آرزو کرتے رہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

اولیاء اللہ کے لطائف کی وسعتیں

آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل مکیند کہ در یک آن درامکنہ متعددہ حاضر میگردند۔ وافعال متبائنہ بوقوع مے آرند اینجا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند ومتشکل باشکال متبائنہ وہم چنیں عزیزیکہ مثلاً در ہندوستان توطن داد وازاں دیار نہ برآمدہ است جمع از حضرت مکہ مکرمہ مے آیند ومیگویند کہ آں عزیز رادر حرم کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیان ماوآں عزیز گذشتہ است وجمع دیگر نقل میکنند کہ ماورا در روم دیدہ ایم وجمع دیگر در بغداد اورا دیدہ اند۔ ایں ہمہ تشکل لطائف آں عزیز است باشکالِ مختلفہ۔

(دفتر سوم، حصہ ہفتم، مکتوب ۵۸، ص ۲۵۔۲۴)

ترجمہ: جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں، اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہوکر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح اس عزیز کا حال ہے جو ہندوستان میں وطن رکھتا ہے، اور کبھی اپنے وطن سے باہر نہیں نکلا۔ بعض حضرات مکہ معظمہ سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ہمارے اور اس عزیز کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں، اور بعض نقل کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو روم میں دیکھا ہے اور بعض بغداد میں دیکھ کر آئے ہیں۔ یہ سب عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

عقائد مجدد کی بارگاہ رسالت میں قبولیت

وآں رسالہ بالتماس بعضے یاراں میسر شدہ التماس نمودہ بودند کہ نصائح بنویسد کہ در طریقہ نافع باشد وبمقتضائے آں زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البرکات است بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ والصلوٰۃ والسلام والتحیۃ باجمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند وہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند واز کمالِ کرم خویش آں را بوسہ میکنند وبہ مشائخ مے نمایند کہ ایں نوع معتقدات میباید حاصل کرد جماعتہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی وممتاز اند وعزیز الوجود وروبروئے آں سرور علیہ والصلواۃ والسلام والتحیۃ ایستادہ اند۔ والقصہ بطولہا ودر ہماں مجلس اشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند۔

(دفتر اول، حصہ اول، مکتوب ۱۶، ص ۳۴)

ترجمہ: اور یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے یاروں نے التماس کی تھی کہ ایسی نصیحتیں لکھی جاویں جو طریقت میں نفع دیں اور ان کے موافق زندگی بسر کی جاوے۔ واقعی رسالہ بے نظیر اور برکتوں والا ہے، اس رسالے کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ تشریف فرما ہیں، اور اس رسالے کو اپنے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں، اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں کہ: ''اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں'' اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے، وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں۔ حاصل کلام اسی مجلس میں اس خاکسار کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔

☆……☆……☆

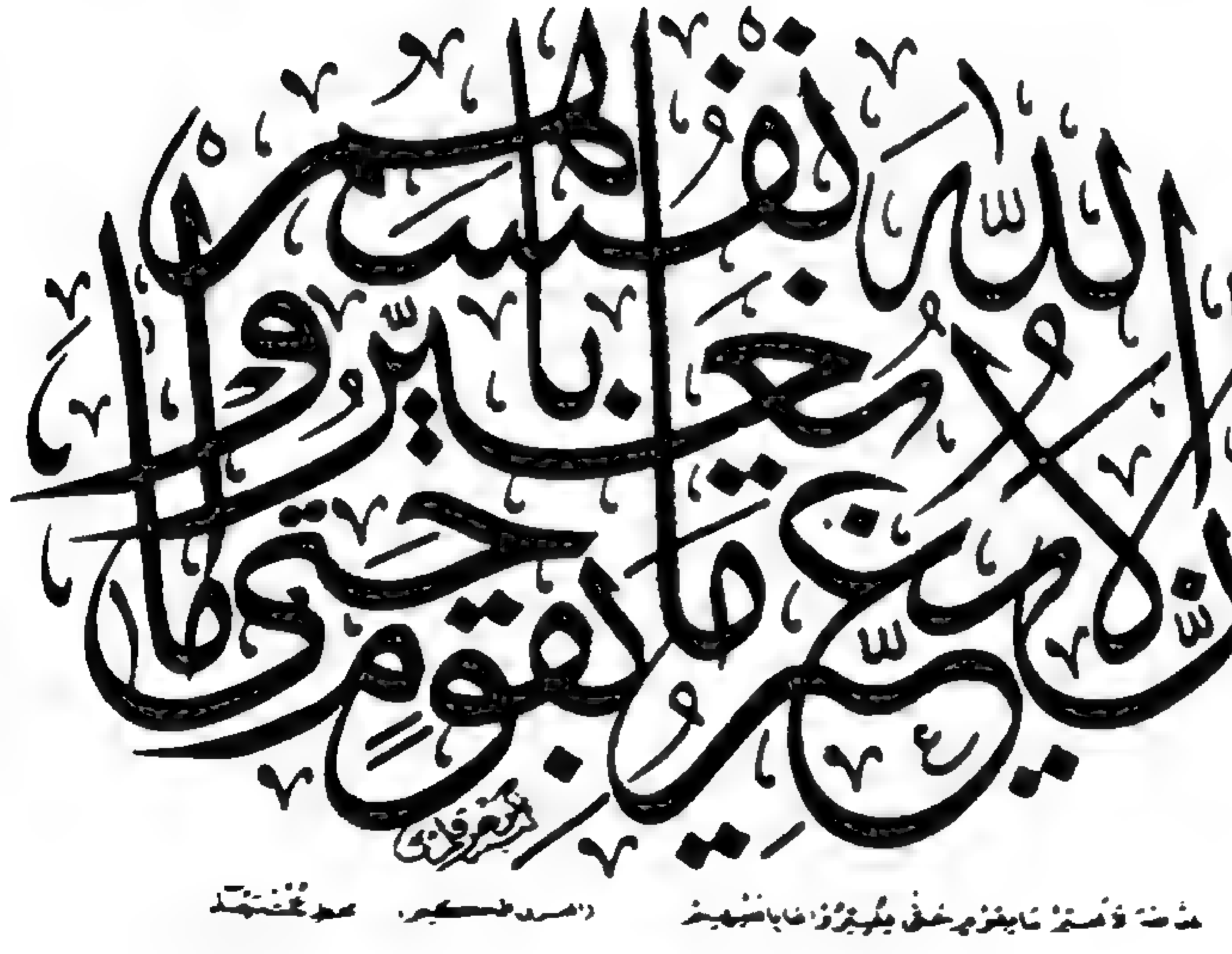
ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نماز کا جائزہ

(مکتوبات ومعمولات امام ربانی کی روشنی میں)

محمد بدر الاسلام صدیقی

☆

اہمیتِ نماز:

آدمی کیلیے جس طرح درستگی عقاید ضروری ہے اعمالِ صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ تمام عبادتوں میں جامع تر اور طاعات میں سب سے زیادہ خدا کے قریب کرنے والی طاعت نماز کا ادا کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الصلاۃ عماد الدین فمن اقامھا فقد اقام الدین و من ترکھا فقد ھدم الدین ۔ (شعب الایمان)

نماز دین کا ستون ہے تو جس نے اسے قائم کیا اس نے اپنے دین کو قائم کر لیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

اور جس شخص کو ہمیشہ پابندی سے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا کر دی گئی اسے فحشاء اور منکر سے بھی بچالیا جاتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَر

بلاشبہہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

اس بات کی تائید کرتی ہے اور وہ نماز جو فحشاء اور منکرات سے نہیں روکتی ہے صرف صورتِ نماز ہے اور حقیقتِ نماز سے خالی ہے لیکن حقیقت کے ہاتھ آنے تک صورت کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے جو مکمل طور پر حاصل نہ ہو سکے اسے مکمل طور پر ہی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے اکرم الاکرمین اگر صورت کو ہی حقیقت کا درجہ دے دیں تو کوئی بعید نہیں لہٰذا تم پر لازم ہے کہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ باجماعت پوری نمازیں ہمیشہ پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے رہو فلاح ونجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون

بے شک فلاح پا گئے وہ ایمان دار جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں۔ (۱/۸۵)

سکندر خان لودھی کی جانب تحریر فرماتے ہیں۔

پانچوں نماز با جماعت ادا کرنے اور مستحب اوقات میں سنن مؤکدہ ادا کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکرِ الٰہی جل شانہ میں مصروف رہنا چاہیے۔ (۱/۹۳)

قیامت کے روز حساب وکتاب کی ابتداء نماز سے ہوگی۔ اگر نماز درست ہوئی تو خدا تعالیٰ کی مہربانی سے باقی حساب آسانی سے ہو جائے گا۔ (۲/۶۷)

کلماتِ اذان کے معانی:

اذان میں سات کلمے ہیں۔

(۱) **اللہ اکبر** :...... یعنی اللہ تعالیٰ اس قدر بلند تر ہے کہ اسے کسی عبادت کرنے والے کی عبادت کی حاجت ہو یہ کلمہ اس عظیم الشان معنی کی تاکید کے لیے چار دفعہ تکرار کے ساتھ آیا ہے۔

(۲) **اشھدان لاالٰہ الااللہ** :...... یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ کبریائی اور لوگوں کی عبادت سے بے نیاز ہونے کے باعبادت کا مستحق صرف وہی ہے۔

(۳) **اشھدان محمدرسول اللہ** :...... (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ آں حضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام اللہ سبحانہ کے رسول اور اس کی جانب سے طریقِ عبادت کے مبلغ اور بتانے والے ہیں تو اس واجب تعالیٰ کی ذات کے لائق صرف وہی عبادت ہوگی جو آں حضرت علیہ الصلاۃ والسلام کی جہت تبلیغ ورسالت سے ماخوذ ہو۔

(۴) **حی علی الصلاۃ/ حی علی الفلاح** :...... یہ دو کلمے نمازی کو فلاح ونجات سے ہمکنار کرنے والی نماز کی طرف بلانے کے لیے ہیں۔

(۵) اللہ اکبر :......یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی کی عبادت اس کی جناب قدس کے لائق ہو۔

(۶) لا الہ الا اللہ :......یعنی لامحالہ صرف اللہ تعالیٰ مستحق عبادت ہے اگرچہ کسی سے ایسی عبادت نہیں ہوسکتی۔

شانِ نماز کی بزرگی ان سات کلمات سے معلوم کرنی چاہیے جو نماز سے آگاہ کرنے کیلئے معین کیے ہیں۔

اللھم اجعلنی من المصلین المفلحین بحرمۃ سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات اتمھا واکملھا۔ (۳۰۳/۱)

اوقاتِ صلاۃ:

نماز عشاء رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اسے نوافل تہجد کی ادائیگی کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت برا ہے اس لیے حنفیہ کے نزدیک نماز عشاء نصف اخیر میں ادا کرنا مکروہ ہے (کذافی بحرالرائق) ظاہراً اس سے ان کی مراد کراہت تحریمہ ہے اس لیے فقہائے حنفیہ نے نماز عشاء کو نصف رات تک ادا کرنے کو مباح رکھا ہے اور اس سے آگے مکروہ کہا ہے۔ لہٰذا جو مکروہ مباح کے مقابلے میں آتا ہے وہ مکروہ تحریمی ہے اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک تو نصف اخیر میں نماز عشاء ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ تو ادائے تہجد اور ذوق و جمعیت کے حصول کیلیے اس وقت میں اس امر کا مرتکب ہونا بہت ناپسندیدہ ہے اس غرض کیلیے وتر کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کافی ہے یہ تاخیر مستحب ہے' وتر اچھے وقت میں ادا بھی ہو جائیں گے اور سحری کے وقت بیدار ہونے اور تہجد ادا کرنے کی غرض بھی حاصل ہو جائے گی۔ (۲۹/۱)

موسم سرما کی عشاء کے سوا باقی نمازیں اول وقت میں ادا کریں' سردیوں کی عشاء میں تیسرے حصے رات تک تاخیر مستحب ہے' اس بارے میں فقیر بے اختیار ہے نہیں چاہتا کہ بال برابر بھی ادائے نماز میں تاخیر واقع ہو۔ (۳۷/۱)

وضو کا طریقہ:

اول وضو کے کامل اور پورے طور پر کرنے سے چارہ نہیں' ہر عضو کو تین بار تمام وکمال طور پر دھونا چاہیے تاکہ وضو بروجہ سنت ادا ہو' اور سر کا مسح بالاستیعاب (سارے سر کا مسح) کرنا چاہیے اور کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہیے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی طرف سے خلال کرنا لکھا ہے اس کی رعایت رکھیں اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں' مستحب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے' اور اس کے مطابق عمل میسر

ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس کا بعینہ یہی حکم ہے کہ کوئی خزف ریزوں یعنی ٹھیکروں سے قیمتی موتی خریدے یا بے ہودہ اور بے فائدہ جماد یعنی پتھر سے روح حاصل کرے۔

نماز کا طریقہ:

کمال طہارت اور کامل وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہیے جو مومن کی معراج ہے کوشش کرنی چاہیے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ ترک نہ کرنی چاہیے اور نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہیے۔ اور قرأت قدرِ مسنون کو مدِ نظر رکھنا چاہیے۔ اور رکوع و سجود میں طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ بقول مختار فرض ہے یا واجب اور قومہ میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہیے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آ جائیں۔ اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانیت درکار ہے کیونکہ فرض ہے یا واجب یا سنت علی اختلاف الاقوال۔

ایسے ہی جلسہ میں جو دو سجدوں کے درمیان ہے درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے جیسے قومہ میں ہے اور رکوع و سجود کی کمتر تسبیحیں تین بار ہیں اور زیادہ سات بار یا گیارہ بار ہیں۔ علیٰ اختلاف الاقوال اور امام کی تسبیح مقتدیوں کے حال کے موافق ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت کے اقل تسبیحات پر کفایت کرے اگر زیادہ نہ ہو سکے تو پانچ بار یا سات بار تو کہے اور سجدہ کرنے کے وقت اول وہ اعضاء زمین پر رکھے جو زمین کے نزدیک ہیں۔

پس اوّل دونوں زانوں زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک، پھر پیشانی اور زانوں اور ہاتھ رکھنے کے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیے اور سر کے اٹھانے کے وقت اوّل ان اعضاء کو اٹھانا چاہیے جو آسمان سے نزدیک ہیں پہلے پیشانی اٹھانی چاہیے۔

قیام کے وقت اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت نوک بینی پر، جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا دونوں بغلوں کی طرف رکھنا چاہیے نظر کو پراگندہ ہونے سے روک رکھیں اور مذکورہ بالا جگہوں پر لگائے رکھیں، تو سمجھ لینا چاہیے کہ نماز جمعیت کے ساتھ میسر ہو گئی اور خشوع و خضوع والی نماز حاصل ہو گئی جس طرح کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے منقول ہے۔

اور ایسے ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا رکھنا اور سجود کے وقت انگلیوں کا ملانا سنت، اس کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ انگلیوں کا کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب اور بے فائدہ نہیں ہے۔ (۱/۲۶۶)

باجماعت نماز:

ایک روز امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز فجر جماعت سے فراغ کے بعد قوم پر نگاہ دوڑائی اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب کو نہ پایا دریافت فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں، حاضرین نے عرض کی کہ وہ شخص رات کا اکثر حصہ بیدار رہتا ہے۔ شاید اس وقت سویا ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا اگر وہ ساری رات سویا رہتا اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرتا تو بہتر تھا۔ (۲۹/۱ ـ ۱۱۴/۱)

صفوں کی درستگی:

باجماعت نماز میں صفوں کو برابر کرنا چاہیے تاکہ کوئی بھی نمازی آگے پیچھے کھڑا نہ ہو، کوشش کرنی چاہیے کہ سب نمازی ایک دوسرے کے برابر کھڑے ہوں۔ حضرت رسول کریم ﷺ پہلے صفیں درست فرماتے اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہتے، اور آں حضرت ﷺ فرماتے صفوں کا برابر کرنا بھی اقامت نماز سے ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ (۶۹/۱)

سنن و مستحبات کا اہتمام:

حق تعالیٰ کی طرف قریب کرنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل، نوافل کی فرائض کے سامنے کچھ حیثیت نہیں کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ نفل عبادت نیت خالص سے ادا کی جائے، جو بھی نفل عبادت ہو جیسے نماز، زکوٰۃ روزہ اور ذکر وفکر وغیرہ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ادائے فرائض کے دوران ایک سنت کی رعایت اور مستحبات میں سے ایک مستحب کی نگہداشت کا بھی یہی حکم ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے مستحبات میں سے ایک مستحب چھوٹ جانے سے چالیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو، اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر وفکر اور مراقبہ وتوجہ سے بہتر ہے ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کر لی، اس کے بغیر خار دار پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے مثلاً ایک دو پیسے زکوٰۃ کے ادا کرنا بطریق نفل پہاڑوں جتنا سونا صدقہ کرنے سے کئی درجے بہتر ہے۔ (۲۹/۱)

فرائض میں سے کسی فرض سے اعراض کر کے نوافل میں سے کسی نفلی عبادت میں مشغول ہونا لا معنی اور

بے فائدہ ہے لہٰذا اپنے احوال وافعال کی تفتیش کرتے رہنا ضروری ہے تاکہ اس بات کا پتا رہے کہ میں کن کاموں میں مشغول ہوں نوافل یا فرائض میں۔ (۱۲۳/۱)

نماز کے اسرار ورموز:

نماز میں تکبیر اولیٰ خدا تعالیٰ وتقدس کی عابدوں کی عبادت نمازیوں کی نماز سے بے نیازی اور شانِ کبریائی کی طرف اشارہ ہے اور وہ تکبیر میں جوار کانِ نماز کے بعد ہیں وہ جناب قدس خداوندی کی عبادت کیلیے ہر رکن کے ادا کرنے کی عدم لیاقت کے رموز واشارات ہیں۔

رکوع کی تسبیح میں جب کہ تکبیر کے معنیٰ ملحوظ تھے اس لیے رکوع کے آخر تکبیر میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا بخلاف دوسجدوں کے کہ ان کی تسبیحات کے باان کے اول وآخر میں تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ تاکہ کوئی شخص اس وہم میں نہ پڑے کہ سجدے میں جو نہایت پستی اور بہت عاجزی کرنے سے عبارت ہے اور نہایت تذلل وانکسار ہے۔ حق عبادت ادا ہوجاتا ہے اور اس وہم کے دور کرنے کے لیے سجدے کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ بھی اختیار فرمایا گیا اور تکرار تکبیر بھی مسنون قرار پایا اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے اس لیے نماز کے آخر میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا جن کلمات سے حضور نبی اکرم ﷺ شب معراج مشرف ہوئے تھے لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ نماز کو اپنا معراج اور نہایت قرب نماز میں تلاش کرے۔ حضور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلاۃ۔

بندے کو اپنے پروردگار کا بہت زیادہ قرب نماز میں نصیب ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ رب تعالیٰ عزوجل شانہ سے راز و نیاز میں مصروف ہوتا ہے اور بلند ذات کی عظمت وجلال کے مشاہدے میں ہوتا ہے اس لیے ادائے نماز کا وقت وہ مقام ہے کہ اس میں خوف اور ہیبت پیدا ہو۔ اسی لیے نمازی کی تسکین کیلیے نماز کا اختتام دونوں طرف سلام سے فرمایا۔ (۳۰۴/۱)

تعدیلِ ارکان وطمانیت:

اکثر آدمی اس زمانے میں نماز کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں اور طمانیت اور تعدیل ارکان کی پابندی نہیں کرتے۔

مخبر صادق ﷺ فرماتے ہیں ''بدترین چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے'' صحابہ کرام نے پوچھا

اے اللہ کے رسول نماز کس طرح چُراتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا! ’’وہ نماز کے رکوع و سجود کو پورا نہیں کرتا‘‘ اور یہ بھی فرمایا ’’اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا جو اپنے رکوع و سجود میں پیٹھ کو ثابت نہ رکھے۔‘‘

آں حضرت ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا وہ نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع و سجود پورا نہیں کرتا تھا آپ نے فرمایا ’’اگر تو اسی حالت میں مرگیا تو تو دین محمد ﷺ پر نہیں مرے گا‘‘ آں حضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ’’تم میں سے کسی کی اس وقت تک نماز پوری نہیں ہوسکتی جب تک رکوع کے بعد پوری طرح کھڑا نہ ہو جائے اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے اور اس کا ہر عضو اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے‘‘ اور اسی طرح آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ’’جب تک دونوں سجدوں کے درمیان نہ بیٹھے اور اپنی پیٹھ کو سیدھا نہ کرے اور ثابت نہ رکھے اس کی نماز پوری نہیں ہوسکتی‘‘۔

حضور نبی کریم ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے دیکھا کہ وہ قومہ جلسہ کے ارکان و احکام پوری طرح بجا نہیں لاتا تو آپ نے فرمایا ’’اگر تو اسی حالت میں مرا تو قیامت کے روز تجھے میری امت نہ کہیں گے‘‘۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی یہ وہ شخص ہے جو رکوع و سجود کو پوری طرح بجا نہیں لاتا۔‘‘

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے اور رکوع و سجود پوری طرح نہیں کرتا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کتنی مدت سے تو اس طرح نماز پڑھ رہا ہے اس نے کہا چالیس سال سے' آپ نے کہا تو نے چالیس سال میں ایک بھی نماز نہیں پڑھی اگر تیری موت ہوگئی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر نہیں ہوگی۔

منقول ہے کہ مومن بندہ جب نماز پڑھتا ہے اور رکوع و سجود اچھی طرح ادا کرتا ہے تو وہ نماز خوش ہوتی ہے اور نورانی ہوتی ہے اور فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں اور نماز اپنے نماز پڑھنے والے کیلیے اچھی دعا کرتی ہے اور کہتی ہے ’’جس طرح تو نے میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے‘‘ اور اگر نماز اچھی طرح نہ پڑھے تو وہ نماز اندھیری ہوتی ہے اور فرشتوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے۔ اس نماز کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور نماز اپنے نماز پڑھنے والے کیلیے بددعا کرتی ہے اور کہتی ہے ’’جس طرح تو نے مجھے

ضائع کیا اللہ تجھے برباد کرے"۔ (طبرانی)

نماز اچھی طرح پڑھنی چاہیے اور ارکان کی تعدیل پوری طرح کرنی چاہیے رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ اچھی طرح بجالانا چاہیے۔ اور دوسروں کو بھی پوری نماز پڑھنے کی ہدایت کرنی چاہیے۔ ارکان کو تعدیل وطمانیت سے ادا کرنا چاہیے اکثر آدمی اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہو چکا ہے اس عمل کو زندہ کرنا بھی اسلام کے اہم کاموں سے ہے۔ (۲/۶۹)

نماز میں تعدیل ارکان اکثر علماء حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ وامام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض ہے اور بعض احناف کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ اکثر لوگوں میں اس پر عمل متروک ہو چکا ہے۔ اس ایک عمل کے زندہ کرنے کا اجر سو شہید کے ثواب سے ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہوں۔ (۲/۸۷)

خشوع وخضوع :

نماز کا درست ہونا، اور اس کا کمال فقیر کے نزدیک فرائض، واجبات اور سنن ومستحبات کا اس طرح بجالانا ہے جس کا بیان فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ آ چکا ہے ان چار (فرائض، واجبات، سنن، مستحبات) امور کے علاوہ کوئی اور ایسا امر نہیں جس کا نماز کے کامل ہونے میں دخل ہو نماز میں خشوع وخضوع بھی انہی چار امور میں درج ہے اور حضور قلب بھی انہی چار امور سے وابستہ ہے۔

نماز ذریعۂ فلاح ونجات:

اسلام کے ارکان خمسہ ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے اگر یہ پانچ ارکان پورے طور پر ادا ہو جائیں، نجات وفلاح حاصل ہو جائے گی کیونکہ یہ پانچ ارکان اعمالِ صالحہ بھی ہیں اور سیئات ومنکرات سے باز بھی رکھتے ہیں، آیت کریمہ:

اِنَّ الصَّلَاةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَر

بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

اس معنی کی گواہ ہے اور جب ان پانچ بنائے اسلام کے ادا کرنے کی توفیق میسر آ گئی تو امید ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا ہو گیا جب شکر ادا ہو گیا تو عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

ما يفعل الله بعذا بكم ان شكرتم و آمنتم

اللہ تعالیٰ تمہیں کیوں عذاب دے گا اگر تم شکر گذار بنو اور ایمان لاؤ۔

اس لیے ان پانچ ارکان کی بجا آوری میں جان و دل سے کوشش کرنی چاہیے۔ خاص کر نماز قائم کرنے میں کیوں کہ یہ دین کا ستون ہے حتیٰ المقدور اس کے کسی مستحب کے چھوڑنے پر بھی راضی نہ ہوں۔ اگر نماز مکمل کر لی تو اسلام کا عظیم رکن ہاتھ آ گیا اور نجات کیلیے مضبوط رسی ہاتھ آ جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ (۱/۳۰۴)

حقیقتِ نماز:

نماز میں مومن کی معراج ہے اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس حظ میں سے جو آخرت کو میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جل شانہ کے ظہورات کا مقام ہے نمازی کا توجہ کرنا ہے پس کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے۔ صورت و حقیقت میں دنیا و آخرت کی جامع ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں بلند تر ہے۔ (۱/۲۶۳)

فضیلتِ نماز:

اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع اور جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے۔ اور تمام مقربہ اعمال سے برتر ہو گئی ہے اور وہ دولتِ رویت جو سرور عالمیان ﷺ کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی، دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز حاصل ہوئی اسی واسطے آقا علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا :

الصلاة معراج المومنين

نیز فرمایا:

اقرب مايكون العبد من الرب في الصلاة

سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے حاصل ہوتا ہے وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے اگرچہ رویت میسر نہیں کیونکہ یہ جہاں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا' اور طالب کو مطلوب کی طرف کون راہنمائی کرتا نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماروں کے لیے راحت بخش ہے:

ارحنی یا بلال...... راحت دے مجھے اے بلال (۱/۲۶۱)

نماز میں آسانی:

رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت (فرض) نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے اور ان کے ادا کرنے میں سارا ایک گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر میسر آسکے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے۔ اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے اور اگر بیٹھ کر ادا کرنا مشکل ہو تو لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے اور جب رکوع وسجود مشکل ہو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے اور وضو میں اگر پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس جگہ مقرر کیا ہے۔ (۱/۱۹۱)

تسبیحِ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلاۃ والسلام میں آیا ہے کہ نمازی فرض کے بعد سو دفعہ سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ پڑھے، فقیر کے علم میں اس کا راز یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو کوتاہی اور کمی واقع ہوتی ہے' اس کا تدارک تسبیح وتکبیر سے کرنا چاہیے نالائقی اور اپنی عبادت کے ناتمام ہونے کا اعتراف کرنا چاہیے اور چوں کہ عبادت کی ادائیگی اس بلند ذات کی توفیق سے میسر آئی ہے' لہٰذا اس نعمت کا شکر الحمد للہ کے وظیفے سے بجالانا چاہیے اور عبادت کا مستحق اس کے سوا کسی کو نہیں جاننا چاہیے۔ (۱/۳۰۴)

نمازِ تہجد:

نصیحت جو دوستوں کو کی جاتی وہ نماز تہجد کا التزام ہے۔ وہ طریقہ کی ضروریات سے ہے، اگر یہ چیز دشوار ہو اور خلافِ عادت بیداری میسر نہ ہو تو اپنے متعلقین میں سے کچھ لوگوں کو اس پر مقرر کردینا چاہیے

تا کہ اس وقت خوشی و ناخوشی سے جگا دیا کریں اور اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑیں جب تک تم اٹھ نہ بیٹھو۔ چند روز اس طرح کریں امید ہے کہ بے تکلف اس دولت پر ہمیشگی میسر ہو جائے گی۔ (۲/۶۹)

نوافل کی جماعت:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فقہ حنفی پر بڑی سختی سے کاربند تھے۔ نوافل نماز کی جماعت کے بارے میں فقہ حنفی کے مطابق مذموم و مکروہ جانتے جس کا اظہار آپ کے مختلف مکاتیب شریفہ سے ہوتا ہے اس بارے میں آپ کے خیالات ملاحظہ ہوں:

> اس زمانے کے اکثر عوام و خواص ادائے نوافل کا اہتمام بڑا ملحوظ رکھتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں سستیوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور فرائض میں سنن و مستحبات کی بہت کم رعایت کرتے ہیں نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل و خوار، بہت کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ فرائض کو اوقاتِ مستحبہ میں ادا کریں مسنون جماعت کے بڑھانے بلکہ نفس جماعت میں کچھ اہتمام نہیں کرتے اور سستی اور تساہل کے ساتھ فرائض ادا کرنے کو غنیمت شمار کرتے ہیں۔
>
> ماہِ رجب کے اوّل جمعہ کی شب میں جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہوا ہے کمال اہتمام کی رعایت کرتے اور کثیر جماعت کے ساتھ نوافل با جماعت ادا کرتے ہیں اور اس عمل کو نیک اور مستحسن خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ شیطانی آرائشوں میں سے ہے جو برائیوں کو حسنات کی شکل میں دکھاتا ہے۔

(۱) شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں کہ نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور فرضوں کی جماعت ترک کرنا ابلیس لعین کے پھیلائے ہوئے جالوں میں سے ہے۔

(۲) جاننا چاہیے کہ نوافل کو پوری دل جمعی اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا بدعات مذمومہ مکروہہ میں سے ہے۔ ایسی بدعتوں کے متعلق حضرت رسالت

خاتمیت علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا نے فرمایا! ”**من احدث فی دیننا ھذا فھورد**“ جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی بات نکالی تو وہ بات مردود ہے۔

(۳) جاننا چاہیے کہ نوافل باجماعت ادا کرنا بعض فقہی روایات میں مطلقاً مکروہ ہے اور بعض دوسری فقہی روایات میں یہ کراہت اور اجتماع کے ساتھ مشروط کی گئی ہے۔ پس اگر تداعی کے بغیر ایک دو آدمی مسجد کے کونے میں نوافل باجماعت ادا کریں یہ بلاکراہت جائز ہے۔ اور اگر نفلوں کی جماعت میں تین جمع ہو جائیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اگر چار افراد شریک ہو جائیں تو بعض روایات کے مطابق باتفاقِ فقہاءِ کرام مکروہ ہے۔ اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ چار افراد کا ملکر نوافل باجماعت ادا کرنا زیادہ صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ فتاوٰی سراجیہ میں ہے کہ **التطوع بالجماعة بخلاف التراویح وصلوٰة الکسوف** نفل نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے بخلاف نماز تراویح اور سورج گرہن کی نماز۔

(۴) فتاویٰ غیاثیہ میں شیخ الاسلام سرخسی رحمتہ اللہ سبحانہ علیہ فرماتے ہیں۔

التطوع بجماعة خارج رمضان انمایکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما اذا اقتدی واحد او اثنان لایکرہ فی الثلاث اختلاف و فی الاربع یکرہ بلا خلاف۔

غیر رمضان میں نوافل باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے' جب تداعی کے طور پر ہو' لیکن اگر ایک مقتدی یا دو ہوں تو مکروہ نہیں اور تین میں اختلاف ہے اور چار مقتدیوں کی صورت میں بلا اختلاف مکروہ۔

(۵) فقہ کی مشہور کتاب خلاصہ میں مذکور ہے:

التطوع بالجماعة اذاكان على سبيل التداعى يكره اما اذا صلو ا بجماعة بغير اذا و اقامة فى ناحية المسجد لايكره.

نفلوں کی جماعت جبکہ تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر بغیر اذان و اقامت مسجد کے کونے میں باجماعت نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں ہے۔

(٦) شمس الائمہ الحلوانی فرماتے ہیں:

اذا كان سوا الامام ثلاثة لايكره بالاتفاق وفى الاربع اختلاف والاصح انه مكروه.

''جب امام کے سوا تین افراد ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور چار میں فقہا کا اختلاف ہے اور صحیح تر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

(٧) فتاویٰ شافیہ میں ہے:

ولا يصلى التطوع بالجماعة الافى شهر رمضان و ذلك انما يكره اذاكان على سبيل التداعيا يعنى باذان اقامة امالو اقتدىٰ واحداواثنان لاعلىٰ سبيل التداعى فلا يكره و اذا اقتدى ثلاثة اختلف المشائخ رحمهم الله تعالىٰ وان اقتدى اربعة كره اتفاقا.

کوئی شخص بھی نوافل جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے سوائے رمضان شریف کے مہینے کے اور نوافل باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے جبکہ اذان واقامت کے ساتھ ان کی جماعت کرائی جائے اور اگر ایک آدمی یا دو آدمی اذان واقامت کے بغیر اقتداء کریں تو مکروہ نہیں اور جب تین مقتدی ہوں تو اس میں مشائخ رحمتہ اللہ علیہم کا اختلاف ہے اور اگر مقتدی چار ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

اور اسی طرح کی روایات بہت ہیں اور فقہی کتابیں ایسی روایات سے پر ہیں اور اگر کوئی ایسی روایت ملے

جس میں تعداد کا ذکر نہ ہو اور مطلقاً جواز ظاہر کرے تو اس بارے میں مقید روایات پر محمول کرنا چاہیے اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہیے اور جواز کو دو یا تین افراد میں ہی منحصر جاننا چاہیے اس لیے کہ علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو اپنے اطلاق پر ہی رکھنے کے قائل ہیں۔ اور مقید پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن روایات میں انہوں نے مطلق کو مقید پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم قرار دیا ہے۔ اور اگر بطریق فرض محال حمل نہ کریں اور مطلق ہی رہنے دیں تو ایسی صورت میں یہ مطلق اس مقید کے قابل اور منافی ہو جائے گا اگر قوت میں برابر ہو اور قوت میں مساوات ممنوع ہے۔ کیوں کہ کراہت کی روایات کثرت کے با مختار اور مفتیٰ بہا ہیں بخلاف اباحت کی روایات کے اور اگر دونوں کی مساوات تسلیم کر لی جائے تو ہم کہیں گے کہ کراہت اور اباحت کی دلیلوں کے تعارض کی صورت میں جانب کراہت کو ترجیح حاصل ہے کیوں کہ اسی میں احتیاط کی رعایت ہے جیسا کہ اصول فقہ والوں کے یہ امر طے شدہ ہے۔

جو لوگ عاشورہ کے دن، شب برأت اور ستائیسویں رجب کی رات میں (نفل) نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، کم و بیش دو، دو سو اور تین سو افراد مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز، اجتماع اور جماعت کو نیک خیال کرتے ہیں، بالاتفاق مکروہ امر کا ارتکاب کرتے ہیں اور مکروہ چیز کو اچھا جاننا بڑے گناہوں میں سے ہے کیوں کہ حرام کو مباح جاننا کفر تک کھینچ کر لے جاتا ہے اور مکروہ چیز کو اچھا گمان کرنا اس سے صرف ایک مرتبہ کم ہے۔ اس فعل (نفل جماعت) کی برائی کو اچھی طرح ذہن میں رکھنا چاہیے۔

نوافل کی جماعت جائز کہنے والوں کی دلیل عدم تداعی ہے ہاں بعض روایات کے مطابق عدم تداعی کراہت کو دور کر دیتی ہے لیکن وہ بھی ایک یا دو مقتدیوں کے ساتھ ہے اور اس میں یہ شرط ہے کہ مسجد کے کسی کونے میں ہو، اور اس شرط کے نہ ہونے کی صورت میں جواز کی کوئی صورت نہیں علاوہ ازیں تداعی کا معنیٰ یہ ہے کہ نفل نماز کی ادائیگی کیلیے ایک دوسرے کو بلانا اور آگاہ کرنا اور یہ معنیٰ اس طرح کی جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ قبیلوں کے قبیلے عاشورہ کے دن ایک دوسرے کو بلاتے پھرتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں چلنا چاہیے اور نفل نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ ان لوگوں نے اس فعل کو عادت بنا رکھا ہے اس طرح بتاتے پھرنا اذان و اقامت سے بھی بڑھ کر ہے۔ پس اس صورت میں تداعی بھی ثابت ہے اور اگر ہم تداعی کو اذان اور اقامت کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں، جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہوا ہے اور حقیقۃً اذان و اقامت ہی مراد لیں تو پھر اس کا جواب وہ ہے جو اوپر گذرا کہ ایسی نماز مذکورہ شرط کے ساتھ خاص ہے۔

جاننا چاہیے کہ نوافل کے ادا کرنے کی بنیاد اخفا اور پوشیدگی پر ہے کیوں کہ نفل عبادت ریا اور نمائش کا مقام ہے اور جماعت اخفاء و پوشیدگی کے منافی ہے اور ادائے فرائض میں اظہار اور اعلان مطلوب ہیں۔ کیونکہ فرائض ریا اور نمائش کے شبہہ سے مبرا ہے پس انہیں باجماعت ہی ادا کرنا مناسب ہے۔

علاوہ ازیں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کثرتِ اجتماع فتنے کے پیدا ہونے کا مقام ہے اسی لیے نماز جمعہ کی ادائیگی کیلئے بادشاہ وقت یا اس کے نائب کی ملی کو شرط قرار دیا گیا ہے تا کہ فتنہ پیدا ہونے سے امن رہے اور ان مکروہ جماعتوں میں سے فتنے کو بیدار کرنے کا قوی احتمال ہے لہٰذا اس طرح کا اجتماع (نوافل کی جماعت شبینہ وغیرہ) شرعاً جائز نہیں بلکہ ممنوع ہے اور حدیث نبوی **علیہ من الصلوات افضلها و من التسليمات اكملها** میں وارد ہے۔ **الفتنة نائمة لعن الله من ايقظها** ''فتنہ سویا ہوتا ہے اس شخص پر اللہ کی لعنت پڑتی ہے جو اسے جگائے۔

اسلام کے والیوں، ملت کے قاضیوں اور لوگوں کا محاسبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اس طرح کے اجتماع سے لوگوں کو روکیں اور اس بارے میں سخت ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہیں تا کہ اس بدعت کی بیخ کنی ہو سکے جو فتنے میں مبتلا کرنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ (۱/ ۱۶۸، ۲۸۸)

رفعِ سبابہ:

احادیثِ نبوی علی مصدرها الصلاۃ والسلام جوازِ اشارۂ سبابہ کے باب میں بہت سی وارد ہیں اور اس بارے میں فقہ حنفی کی بعض روایات آئی ہیں، جب فقہ حنفی کی کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایات اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں۔

اور وہ جو امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں جس طرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام کرتے تھے۔'' پھر امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''یہی میرا قول اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے'' روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے فتاوٰی غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلے کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے ان میں

سے بعض کہتے ہیں' اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں اشارہ کریں اور امام محمد علیہ الرحمۃ نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ اشارہ کرتے تھے پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا: ''یہی میرا اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے'' اور کہا گیا ہے کہ اشارہ سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ اشارہ مستحب ہے پھر فتاوٰی غرائب والے نے فرمایا یہ وہ ہے جو علماء نے ذکر کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔

فتاوٰی سراجیہ میں ہے ''مکروہ ہے کہ نماز میں **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ**'' پر انگشتِ سبابہ سے اشارہ کریں۔'' یہی مختار مذہب ہے۔

اور کبرٰی میں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں یہی مختار ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔

جامع الرموز میں ہے نہ اشارہ کرے اور نہ گرہ لگائے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ میں ایسا ہی آیا ہے پھر جب تشہد شروع کرے اور کلمہ **لا الہ الا اللہ** پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کی انگشتِ سبابہ سے اشارہ کرے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا' اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں اور کبرٰی میں ہے کہ اسی پر فتوٰی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے' اور غیاثیہ میں ہے کہ اشارہ نہ کرے انگشتِ سبابہ کے ساتھ تشہد کے وقت یہی مختار ہے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتوٰی دیا گیا ہے اشارہ اور گرہ لگانے سے علماء روکتے ہیں اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضاً کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اس قدر علماء اور مجتہدین کے فتووں کے با ایک حرام اور مکروہ اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں۔ (۳۱۲/۱)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد کا طریقۂ نماز وطہارت

محمد بدرالاسلام صدیقی

☆

آدابِ بیت الخلاء:

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے اندر رکھتے اور پھر دایاں، اور یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ"

جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر زور رکھتے، بعد فراغت بہ کلوخ طاق سے استنجا فرماتے، اس کے بعد پانی کے ساتھ استنجا فرماتے بیت الخلاء سے نکلتے وقت دایاں پاؤں پہلے باہر رکھتے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ چھوٹے چھوٹے آداب کی بھی رعایت فرماتے۔ حضرت ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور اچانک باہر تشریف لائے اور لوٹا منگا کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو دھویا پھر بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ جب فارغ ہو کر آئے تو فرمایا کہ میں پیشاب کے تقاضے سے جلدی سے چلا گیا تھا اور بیٹھا ہی تھا کہ میری نظر ناخن کی پشت پر پڑی کہ وہ سیاہی کا نقطہ جو قلم کا امتحان کرتے وقت انگوٹھے پر لگ گیا تھا چونکہ وہ بھی اسبابِ کتابت حروف قرآنی سے تھا اس کے ساتھ بیٹھنا رعایت آداب کے خلاف تھا، اگرچہ پیشاب کا غلبہ اور تقاضا سخت تھا مگر وہ تکلیف اس ترک ادب سے کم درجہ تھی فوراً باہر آیا اور اس سیاہی کے نقطہ کو دھو کر پھر گیا۔

(زبدۃ المقامات ص۱۹۳)

آدابِ وضو:

وضو کرنے کیلیے قبلہ رو بیٹھتے، اور بلا کسی مدد کے وضو کرتے آفتابہ (لوٹا) بائیں جانب رکھتے، ہاتھ دھوتے وقت یہ پڑھتے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی

دِیۡنِ الۡاِسۡلَامِ اَلۡاِسۡلَامُ حَقٌّ" وَ الۡکُفۡرُ بَاطِلٌ" "

پہلے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر، پھر دونوں ہاتھ جمع کر کے دھوتے اور انگلیوں میں کفِ دست کی طرف سے خلال کرتے، مسواک استعمال فرماتے، پہلے داہنی طرف اوپر کے دانتوں پر پھر نیچے کے دانتوں پر، بعدازاں بائیں طرف کے اوپر کے دانتوں پر پھر نیچے کے دانتوں پر پھیرتے، اس طرح تین دفعہ کرتے، پھر زبان پر کرتے، اگر تین دفعہ سے زیادہ کرتے تو عدد وتر (طاق) کی رعایت کرتے ہر وضو میں مسواک کا التزام رکھتے تھے، مسواک استعمال فرمانے کے بعد اکثر خادم کے سپرد کر دیتے۔ اور وہ اس کو اپنی پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتا، آپ کلی کے پانی کو دور ڈالتے تھے اور تین مرتبہ کرنے کی رعایت فرماتے۔

بوقت مضمضہ یہ دعا پڑھتے:

" اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِکَ وَعَلٰی تِلَاوَۃِ الۡقُرۡاٰنِ وَعَلٰی صَلَاۃِ حَبِیۡبِکَ عَلَیۡہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَام "

تین دفعہ ناک میں پانی ڈالتے (ہر دفعہ تازہ پانی لیتے) اور یہ دعا پڑھتے:

" اَللّٰھُمَّ اَرِحۡنِیۡ رَائِحَۃَ الۡجَنَّۃِ وَرَاضٍ عَنِّیۡ غَیۡرِ غَضۡبَانٍ "

ناک میں ڈالے ہوئے پانی کو جھاڑتے وقت یہ دعا پڑھتے:

" اللھم انی اعوذبک من روائح النار ومن سوء الدار بحرمة النبی المختار وآله الا برار علیه وعلیهم الصلاة والسلام. "

بعدازاں منہ پر کمال آہستگی وسہولت سے بالائے پیشانی سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ داہنے رخسار پر اور بایاں ہاتھ بائیں رخسار پر گزارتے اور داہنے کو بائیں پر مقدم فرماتے تاکہ ابتداء دائیں طرف سے ہو، اور یہ دعا پڑھتے :

" نویت ان اتوضأ لرفع الخلاث والا ستباحة الصلاة لله تعالیٰ اللھم بیض وجھی بنورک یوم تبیض وجوہ اولیائک ولا تسود وجھی یوم تسود وجوہ اعدائک اشھدان لا الہ الا الله وحدہ لاشریک له واشھدان محمداً عبدہٗ ورسوله . "

اس کے بعد داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوتے ہر مرتبہ اس پر ہاتھ پھیرتے تاکہ قطرات ٹپکنے بند ہو جائیں اور اسی طرح بائیں ہاتھ کہنیوں تک دھوتے اور انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالتے۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے :

" اللھم اعطنی کتابی بیمینی ولاتعطنی کتابی بشمالی او من وراء ظھری وحاسبنی حسابا یسیرا واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھدان محمدا عبدہ و رسولہ."

" اللھم انی اعوذبک ان تعطینی کتابی بشمالی او من وراء ظھری ولاتحاسبنی حسابا یسیرا واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ.

بعدازاں داہنے چلو میں پانی لے کر بائیں کفِ دست اور انگلیوں پر ڈال کر اس طرح زمین پر ڈالتے کہ چھینٹیں نہ اڑیں، اور تمام سر کا مسح کرتے اور اطراف سر پر دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں پیچھے سے آگے تک پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے :

"اللھم غشنی برحمتک وانزل علی من برکاتک اظلنی تحت ظل عرشک یوم لاظل الاظل عرشک."

پھر اسی پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کرتے۔

"اللھم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اللھم اسمعنی مناد الجنۃ مع الابرار."

گردن کا مسح ہاتھوں کی پشت کی تری سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے :

"اللھم اعتق رقبتی ورقاب آبائی من النار واعذنی من السلاسل والا غلال اشھدان لا الہ الااللہ وحدہ لاشریک واشھدان محمداًعبدہ ورسولہ علیہ الصلاۃ والسلام "

دایا پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھتے :

"اللھم ثبت قدمی وقدم والدی علیٰ صراط المستقیم یوم

تزول الاقدام اشهدان لاالٰه الاالله وحده لاشریک له واشهدن محمد اعبده و رسوله علیه الصلاة والسلام“

بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھتے:

”اللهم انی اعوذبک ان تزل قدمی و قدم والدی عند الصراط یوم تزل فیه الاقدام المنافقین والمشرکین فی النار بحرمة النبی وآله المختار اشهدان لا الٰه الاالله وحده لاشریک واشهدان محمدا عبدهٗورسوله علیه الصلاة والسلام.“

وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے:

”اشهدان لا الٰه الا الله وحده لاشریک واشهدان محمدا عبده رسوله سبحانک اللهم وبحمدک لااله الاانت علمت سوء اوظلمت نفسی استغفرک اتوب الیک فاغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم.“

” اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی من ورثة جنة النعیم اجعلنی من الذین لا خوف علیهم ولا یحزنون واجعلنی عبدا صبورا شکورا واجعلنی ان اذکرک کثیرا واسبحک بکرة واصیلاً اعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم بسم الله الرحمٰن الرحیم انا انزلناه الخ. (ہدایت الطالبین)

پھر یہ دعا پڑھتے:

اللهم اشفنی بشفائک داوانی بدوائک و دعائنی من البلاء واعصمنی من الاحوالٰ والا مراض والا وجاع.

آپ اعضائے وضو کپڑے سے نہ پونچھتے۔ (جواہر مجددیہ)

اوقاتِ ادائیگی نماز

نمازِ فجر:...... سنتِ فجر گھر میں ادا کرتے۔ بعد ازاں جانب قبلہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے پھر اُٹھ کر متوجہ مسجد ہوتے (لیکن آخر عمر میں یہ اضطجاع ترک کر دیا)۔

اکثر اسفار (روشنی) میں نماز پڑھاتے' اور عموماً رات کے اخیر حصہ تاریکی میں ادا کرتے۔ امامت خود فرماتے اور طوال مفصل پڑھتے۔ (ہدایت الطالبین' جواہر مجددیہ)

نمازِ ظہر:...... نماز ظہر اول وقت میں ادا کرتے۔ چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر پڑھتے ان رکعتوں میں قرأت کبھی طوالِ مفصل اور کبھی قصار' فرض ادا کر کے دو رکعت سنتوں کے بعد چار رکعت زائد ادا کرتے۔

نمازِ عصر:...... نماز عصر اول وقت (مثلین کے بعد) میں ادا فرماتے۔ چار رکعت سنت ادا کرتے خود امامت فرماتے' اور جماعت کثیر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتی۔

نمازِ مغرب و نمازِ عشاء:...... نماز مغرب کے فرضوں کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھتے اوابین چھ یا چار رکعت پڑھتے اور اکثر اوقات اس میں سورہ واقعہ و سورہ اخلاص پڑھتے۔

بعد زوالِ بیاض افق صلاۃ العشاء ادا فرماتے' پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے بعد ازاں چار یا دو رکعت سنت گزارتے، فرض کے بعد اللھم انت السلام الخ پڑھتے۔

دو رکعت سنت مؤکدہ پڑھنے کے بعد چار رکعت قیام اللیل پڑھتے اس میں پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد الٓم سجدہ دوسری رکعت میں سورۃ الملک تیسری میں قل یا ایھا الکافرون اور چوتھی میں قل ھو اللہ احد' کبھی ان چار رکعات میں صرف قل ہی ہوتی۔ جب وتروں کو رات کے پہلے حصہ میں ادا کریں تو پھر اس کے بعد دو رکعت بیٹھ کر ادا کرتے۔ وتروں میں سورۃ الاعلیٰ' الکافرون اور اخلاص پڑھتے اور دو نفلوں میں الزلزال اور الکافرون پڑھتے۔

نمازِ جمعہ:...... نماز جمعۃ المبارک حنفی فقہ کے وقت میں ادا کرتے' جمعہ کے بعد احتیاط الظہر ادا کرتے جس میں نیت اس طرح کرتے

"نویت ان اصلی للہ تبارک و تعالیٰ اربع رکعات اخر الظہر علی ادرکت وقتہ ولم ادہ"

جمعہ کے روز ظہر کی نماز جماعت سے ادا نہ کرتے اور جمعہ کی نماز ادا نہ کرسکیں تو بھی ظہر کو اس دن

باجماعت ادا نہ کرتے حالانکہ آپ باجماعت نماز کا بڑا اہتمام فرماتے۔

نمازِ عیدین:...... آپ عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا فرماتے' اور اس روز کی جماعت کو غنیمت جانتے اور مسلمانوں کی جماعت کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے۔ عید الاضحیٰ کے روز تکبیرات راستہ میں باآواز بلند پڑھتے اور واپس آتے ہوئے آہستہ آواز سے پڑھتے۔

آپ کی نوافل نماز:

تہجد :...... نماز تہجد بارہ رکعت ادا کرتے' کبھی آٹھ اور کبھی دس ادا کرتے اور اس میں عموماً سورۂ یٰسین کی قرأت کرتے اور فرماتے کہ ہم نے بہت سے نتائج وفوائد اس قرأت سے حاصل کیے ہیں' اگر وتر اول شب میں نہ ادا کیے ہوتے وہ بھی ادا کرتے۔

نمازِ اشراق واستخارہ:...... دو رکعت نمازِ اشراق ادا کرتے اس میں سوۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں آیت الکرسی اور سورہ یٰسین نفخ فی الصور تک اور دوسری رکعت میں سورہ یٰسین آخر تک اور سورۂ الشمس پڑھتے۔ اس کے بعد دو رکعت دن رات کے استخارہ کی نیت سے ادا کرتے اور اس میں سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ قرأت کے بعد کلمہ شہادت اور سید الاستغفار پڑھتے۔

نمازِ چاشت واوّابین :...... چاشت کی چار یا آٹھ رکعت ادا کرتے' نماز مغرب کے بعد اوابین چار یا چھ رکعت ادا کرتے ان میں اکثر سورۃ واقعہ اور سورہ اخلاص پڑھتے۔ (ہدایت الطالبین' جواہر مجددیہ)

مسائل:

بوقتِ شہادت ثانیہ تقبیل ابہامین فرما کر **قرۃ عینی بک یارسول اللہ** اور بوقت حیعلتین **لاحول ولاقوۃ الاباللہ** کہتے۔

بوقت نماز ہر دو ابہام کان کی لو تک لے جاتے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلی وچوڑی رکھے بغیر قبلہ رو رکھتے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو زیر ناف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھتے کہ داہنے ہاتھ کی حنصر اور ابہام سے حلقہ ہو جاتا۔ اور تین انگلیاں کلائی پر لمبی لمبی رکھی جاتیں۔

دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہوتا۔ دونوں پاؤں پر برابر زور رکھتے ایک پر زور دے کر

دوسرے کو آرام نہ دیتے۔

رکوع میں قدموں پر نظر رکھتے۔ زانوؤں کو انگلیاں کھول کر قوت سے پکڑتے اور زانو ٹیڑھا نہ ہونے دیتے۔

دونوں سجدوں کے درمیان بقدر تسبیح جلسہ کرتے۔ سجدہ میں ناک کی نرمہ پر نگاہ رکھتے پیٹ کو زانو اور زانو کو بازو سے جدا رکھتے۔ بوقتِ سجدہ تمام اعضاء پر برابر زور دیتے۔

تشہد میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب رکھتے اور کنار پر نظر رکھتے۔ (جواہر مجددیہ)

☆......☆......☆

محمد
صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کا انداز تعلیم و تبلیغ اور اس کے اثرات ونتائج

پروفیسر نثار احمد جان سرہندی مجددی
(صدر شعبہ علوم اسلامیہ، ایس۔ اے۔ ایل گورنمنٹ کالج، میر پور خاص، سندھ)

☆☆

گلشن ہستی میں ہزاروں مصلحین، رہبر و رہنما پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اپنے اپنے انداز سے دنیا کو متاثر کیا۔ ہر ایک کا انداز و ترجیحات الگ الگ تھیں۔ بمصداق:

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

مگر ایک پھول ایسا بھی کھلا کہ جس کی خوشبو نے مشام جاں کو ایک ہزار سال تک معطر رکھنا ہے۔ ایک ایسا دیدہ ور جس نے گلشن اسلام کی تجدید نو کی جس پر اقبال کا یہ شعر کتنا صادق آتا ہے کہ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اور اس وقت الحمد للہ ذکر خیر ہو رہا ہے اُسی دیدہ ور کا، اُسی عظیم مجدد کا جس نے شریعت و طریقت کو ملا دیا۔ آپ سے پہلے امتدادِ زمانہ کی وجہ سے شریعت و طریقت کی مثال دو الگ الگ مختلف دریاؤں کی سی تھی کہ جو اگرچہ ایک ہی منبع سے پھوٹے تھے، مگر آگے چل کر دونوں میں دوری پیدا ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ شریعت صرف ظواہر کی پابند رہ گئی اور تصوف غیر اسلامی فلسفہ، افکار، اوہام و خرافات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ دونوں میں بعد المشرقین پیدا ہو گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ان دونوں دریاؤں کو پہلے تو غیر اسلامی افکار و عقائد سے مصفّٰی کر کے انہیں خالص آبِ مقطر بنا دیا اور صرف یہی نہیں ان دونوں دریاؤں کو از سرِ نو ملا کر ایک کر دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ اسلام میں شریعت و طریقت اصل میں ایک ہی چیز ہیں۔ شریعت جسم ہے اور طریقت روح۔ کوئی روح جسمانی پاکیزگی کے بغیر صاف نہیں ہو سکتی۔ بعینہٖ کوئی جسم بغیر روح کے بیکار ہے۔

آپ کا تیسرا کارنامہ اعلائے کلمۃ الحق تھا۔ باطل کے سامنے نہ جھکنے کا جذبہ۔ انقلاب دو طرح سے آتا ہے ایک خوں ریزی سے دوم بتدریج۔ وہ انقلاب جو خوں ریزی سے آتا ہے اپنے ساتھ ایسی تباہی و بربادی لاتا ہے کہ جس کی قوم کو بڑی قربانی چکانی پڑتی ہے اور کبھی تو قوم اُس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ آپ نہایت حکمت و دانائی سے بتدریج وہ خاموش انقلاب لائے کہ پورا معاشرہ جو کہ غیر اسلامی، غیر شرعی افکار و نظریات کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ وہ واپس اسلام کے مرکزی دھارے main stream میں آ گیا۔ اس سلسلے میں آپ نے جو تکالیف اُٹھائیں، گھربار چھوڑا، اطمینان و سکون کی زندگی کو ترک کیا۔ جبراً لشکر میں رہے مگر ایک جابر حاکم کے آگے آپ کا سرِ تسلیم خم نہ ہوا۔ آپ کے نحیف و نزار جسم کو جہانگیر کے بڑے بڑے پہلوان بھی جھکا نہ سکے۔ بالآخر جابر حاکم کا سرِ پُر غرور ہی جھکا۔ آپ نے بتا دیا کہ حق کو باطل کے آگے جھکایا نہیں جا سکتا۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ باوجود حکومتِ وقت کی سخت نگرانی، جاسوسی اور مصائبِ قید و بند کے آپ نے اپنے خیالات کی نشر و اشاعت کے لیے ایک عجیب و غریب طریقہ ڈھونڈ نکالا، وہ تھا خطوط یا مکاتیب کے ذریعے اپنے تبلیغی پیغام کی دنیا بھر میں نشر و اشاعت کرنا، حکومتِ وقت نے بہت کوشش کی کہ آپ کو اور آپ کے پیغام کو محبوس و مقید کرے مگر کبھی خوشبو بھی مقید ہوئی ہے؟ دنیا نے دیکھا کہ آپ کے پیغام نے دنیا کو ایسا معطر کر دیا کہ آج تک آپ کے پیغام کی خوشبو آ رہی ہے۔

آپ کی دلآویز شخصیت کا مابہ الامتیاز پہلو اعتدال و توازن ہے اور یہ صفت اس ہستی کے لیے نہایت اہم ہو جاتی ہے جس کو دعویٰ تجدید ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ تاریخ کی وہ شخصیات کہ جن کو قدرت نے کسی مہتم بالشان کام کے لیے مامور کیا ہے۔ اُن کی زندگی میں بھی افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ جو آگے چل کر اُن کے کارناموں پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے شعبہ یا میدان میں

منتہائے مقصود کو پہنچ جاتا ہے تو اس میں بہت زیادہ اعتماد پیدا ہو جاتا ہے۔ over confidence اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے، وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ع

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اور پھر یہ کیفیت ایک ضد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کے بہت سے مناظر ہر طالب علم کو اپنے اساتذہ یا علمی کتب میں مل جائیں گے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی سیرت کا کمال یہ ہے کہ باوجود علوم عقلیہ ونقلیہ اور تصوف کے منتہائے کمال تک پہنچنے کے آپ نے اعتدال وتوازن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ اسی سے آپ کی شخصیت میں جلال وجمال کی حسین آمیزش پیدا ہوگئی۔ آخر کیوں نہ ہو آپ نے اپنا منتہائے مقصود ہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو بنایا تھا۔ لہٰذا نور القمرِ مُستَفَادٌ من نور الشمس (یعنی چاند کی روشنی سورج سے ہی استفادہ کرتی ہے) کی عملی مثال بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں وہ اعتدال وتوازن رکھ دیا کہ جس کی وجہ سے آپ نے شریعت وطریقت کے اتحاد کا عظیم کارنامہ سر انجام دیا۔ سچ ہے بقول علامہ ع

کہ فطرت خود ہی کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی میں ہی اکثر علماء وصلحائے اُمت نے آپ کو مجدد الف ثانی کے لقب سے پکارا۔ درحقیقت یہ خلعت آپ ہی کے لیے زیبا تھی۔

اب ذرا مختصراً آپ کے انداز تعلیم وتبلیغ کے اثرات ونتائج پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی کا اندازِ تعلیم یہ تھا کہ صالحین کی جماعت تیار کر کے انہیں اچھی طرح سے ظاہری وباطنی علوم سے آراستہ وپیراستہ کر کے دنیا کے اطراف واکناف میں پھیلا دیا جائے مگر بذریعہ مکتوب انہیں مرکز کے ساتھ وابستہ رکھا جائے اور حکمرانوں پر رائے عامہ کا دباؤ Pressuer مسلسل برقرار رکھا جائے تا کہ رائے عامہ اُنہیں صراط مستقیم سے ہٹنے نہ دے۔

آپ کے انداز تعلیم کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ امراء کو قائل اور معتقد کیا جائے۔ انہیں اس طریقۂ عالیہ کا حامی ومددگار بنایا جائے اور اُن ہی کے ذریعے حکومت کی پالیسیوں پر اثر انداز ہوا جائے۔ آپ کے انداز تعلیم وتبلیغ کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ خود بادشاہ وقت کو مجبور کرنا چاہیے کہ وہ تعلیمات اسلامی پر طوعاً وکرہاً چلے۔ اپنے آپ کو مطلق العنان نہیں ذمہ دار سمجھے۔ اس کو شخصی حکومت کی تمام تر برائیوں سے اجتناب پر مجبور کرنا

چاہیے جواباً وہ اگر قید اور نظر بند کرتا ہے یا ظلم وستم ڈھاتا ہے تو کرتا رہے مگر بادشاہ وقت کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے اُسے شریعتِ اسلامی کی پابندی طوعاً و کرہاً کرنی پڑے گی۔ حضرت امام ربانی کے اندازِ تعلیم و تبلیغ کا چوتھا پہلو یہ تھا کہ علماء و صلحاء اور پڑھے لکھے طبقے کو اپنے مکتوبات کے پرزور اندازِ بیاں (کہ جس کو ایک مستشرق نے قرآن کے بعد اسلام کا دوسرا عظیم کارنامہ قرار دیا ہے) کے ذریعے قائل کیا جائے اور اُن کو بھی اس جہاد میں شامل کرنا چاہیے۔

غرض آپ نے کوئی ایسا طبقہ نہیں چھوڑا، جس پر اثر انداز نہ ہوئے ہوں۔ بادشاہانِ وقت، امراء، صلحا، عوام الناس کوئی طبقہ ایسا نہیں تھا کہ جسے آپ نے نظر انداز کر دیا ہو۔

آپ کے اندازِ تعلیم و تبلیغ کے اثرات اکبر کے آخری دور سے ہی رونما ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ مرتے وقت (۱۰۱۴ھ) اکبر پوری طرح اُن امراء کے زیر اثر تھا، جو حضرت مجدد کے مخلص مرید تھے۔ بادشاہ کے اردگرد حضرت مجدد الف ثانی کے مخلص مرید شیخ فرید بخاری کی فوج پھیلی ہوئی تھی حضرت مجدد کے مریدوں نے شہزادہ خسرو کو بادشاہ نہ بننے دیا۔ اگر وہ بادشاہ بن جاتا تو صورت حال کتنی خراب ہو جاتی اُس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ان ہی امراء بالخصوص شیخ فرید بخاری کی مدد سے ہی جہانگیر تخت نشین ہوا۔ انہوں نے جہانگیر سے یہ وعدہ لیا کہ وہ شریعت محمدی کا نفاذ کرے گا۔ (Akbar and the gesuits p204) مگر حسب عادت قدیمہ اپنے اقتدار کو مضبوط کرتے ہی اُس نے اس نیک نفس امیر کے اختیارات کو گھٹا دیا اور شریف خاں اور بعد ازاں آصف خاں کو آگے بڑھایا۔ بہرحال آپ نے اپنی مساعی جمیلہ کو جاری رکھا۔ آپ کی حکمت عملی کی کامیابی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جہانگیر کا آخری دور پہلے سے بہت بہتر تھا۔ شاہ جہاں کا دور جہانگیر سے اور شاہ جہاں کے دور سے اورنگ زیب عالم گیر کا دور اسلامی نقطہ نظر سے بہت بہتر تھا۔

اگر اکبر کی دینی پالیسی اسلام کے بارے میں سراسر بغض و عناد پر مبنی تھی (آخر ایک سال کو چھوڑ کر) اس کے مقابلے میں جہانگیر کی پالیسی بھی ایک قسم کی دورنگی لیے ہوئے تھی۔ جہانگیر کا آخری دور اور شاہ جہاں کا پورا دور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے لیے اندرونی طور پر اچھا نہ تھا۔ جہانگیر نے جب دیکھا کہ محض ظلم و ستم سے وہ اس تحریک کو ختم نہیں کرسکتا تو اس نے حضرت مجدد کو نظر بند ہی رکھا۔ شاہ جہاں نے ایک تو دینی حلقوں کو مطمئن رکھنے کے لیے دین کی طرف واضح جھکاؤ رکھا مگر دوسری طرف اُس نے اُن پر کڑی نظر رکھی۔ چنانچہ

اُسی دور میں حضرت مجدد کے خلیفہ شیخ آدم بنوری (م ۱۰۵۳ھ) کو بالآخر جلاوطن کر کے حجازِ مقدس روانہ کر دیا گیا (م ۱۰۵۲ھ) خود حضرت مجدد کے فرزند اور سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد معصوم (م ۱۰۷۹ھ) شاہ جہاں کے آخری دور میں حجازِ مقدس چلے گئے ان تمام بادشاہوں میں اورنگ زیب عالمگیر ہی ایک ایسا بادشاہ تھا جو سچے دل سے سلسلہ نقشبندیہ کا قائل اور معتقد تھا۔

جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ نقشبندیہ ایک حرکی Dynamic طریقہ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر جو اس طریقہ عالیہ کا مرید تھا اُس نے مغلیہ سلطنت کے استحکام اور وسعت میں کتنی جاں فشانی دکھائی۔ اُس کے مقابلے میں شاہ عالم بہادر شاہ اور متاخرین اگر عالمگیر کی حرکت پذیر Dynmic پالیسیوں کو ترک نہ کرتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اتنی سرعت سے یہ عظیم سلطنت زوال پذیر ہوتی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے وفات (۱۷۰۷ء) سے ذرا پہلے پوری طرح سے مخالف قوتوں کو کچل کر رکھ دیا تھا۔ صرف مرہٹوں کے چند منتشر گروہ تھے جن کا خاتمہ چند ماہ کی بات تھی جب سلطنت کا کوئی واضح مقصد (بقول ابن خلدون کوئی عصبیت نہ رہی) تو ایک عام جمود طاری ہو گیا جو بالآخر زوال پر منتج ہوا۔

ہمارے مورخین کی یہ علمی بددیانتی ہے کہ انہوں نے سلطنت مغلیہ اور بطور خاص اورنگ زیب عالمگیر پر حضرت مجدد الف ثانی اور اُن کے خانوادے کے اثرات پر کماحقہ نہیں لکھا بلکہ چھپانے کی سعی ناتمام کی ہے۔

آپ کے اثرات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے متاخرین علماء و متصوفین چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی تمام تر آپ کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جس کا اعتراف ہر صاحب نظر نے کیا ہے۔ اسی طرح ہر تحریک اسلامی پر امام شامل سے لے کر جعفر دودایوف یا موجودہ افغانی تحاریک مغربی یا روسی استعمار Imperialism کے خلاف جتنی بھی تحاریک چلی ہیں وہ سب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ ہیں۔ یورپ پر حضرت مجدد الف ثانی کے اثرات پر حضرت استاذی المکرّم ڈاکٹر مولانا محمد مسعود احمد صاحب کا مقالہ ''حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ دنیائے مغرب میں'' کا مطالعہ ضروری ہے۔ آنجناب کی کتاب ''مجدد ہزارۂ دوم'' تمام تر آپ کے اثراتِ مابعد پر شاہد و عادل ہے۔

اقبال نے کس درد سے حضرت مجدد کو مخاطب کر کے یہ عرض کی تھی کہ۔

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض عام ہو ساقی

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

☆……☆……☆

حواشی

اس مقالہ کی تیاری میں درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

۱……سیرت مجدد الف ثانی: استاذی مولانا ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، کراچی ۱۹۷۶ء
۲……حضرت مجدد الف ثانی: سید زوار حسین شاہ صاحب، کراچی ۱۹۷۲ء
۳……مکتوبات امام ربانی: حضرت مجدد الف ثانی امر تسر ۱۹۱۴ء
۴……مکتوبات معصومیہ: حضرت خواجہ محمد معصوم (قلمی)، ۱۶۹۸ء-۱۷۳۷ء
۵……زبدۃ المقامات: خواجہ محمد ہاشم کشمی، کانپور ۱۹۸۹ء
۶……عمدۃ المقامات: حضرت شاہ محمد فضل اللہ مجددی
۷…… مجدد ہزارۂ دوم: ڈاکٹر مولانا محمد مسعود احمد صاحب، کراچی ۱۹۹۷ء
۸…… صراطِ مستقیم: ڈاکٹر مولانا محمد مسعود احمد صاحب کراچی ۱۹۹۶ء
۹……رودِ کوثر: ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۷۰ء
۱۰……حضرت مجدد الف ثانی: ایک تحقیقی جائزہ، حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کراچی ۱۹۶۵ء
۱۱……حضرت مجدد اور ان کے ناقدین: حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی، دہلی
۱۲……مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی حیثیت: ڈاکٹر سراج احمد خاں، کراچی
۱۳……منتخب التواریخ: ملا عبد القادر بدایونی، لاہور ۱۹۶۳ء
۱۴…… منتخب اللباب: خافی خاں (نظام الملک)، کراچی ۱۹۶۳ء
۱۵……مآثر عالمگیری: محمد ساقی مستعد خاں، کلکتہ ۱۸۷۰ء

۱۶......مآثر الامراء: صمصام الدولہ شاہنواز خاں

۱۷......ذخیرۃ الخوانین: شیخ فرید بھکری، کراچی

۱۸......اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر: شبلی نعمانی

۱۹......اورنگ زیب اور اس کا نظریہ: ڈاکٹر اوم پرکاش ہرشد، ترجمہ فیضان رشید

۲۰......سیرت امام ربانی: ابوالبیان محمد داؤد سہروردی

۲۱...... انوار معصومیہ: سید زوار حسین شاہ صاحب

۲۲......جواہر معصومیہ: خواجہ احمد حسین امروہی

۲۳......مکتوبات خواجہ محمد نقشبند ثانی (وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول) حضرت خواجہ نقشبند ثانی

۲۴......مکتوبات سیفیہ: خواجہ سیف الدین، کراچی

۲۵......گلشن وحدت: (مکتوبات) خواجہ عبدالاحد وحدت سرہندی

۲۶......دربار اکبری: مولوی محمد حسین آزاد۔ لاہور ۱۹۴۷ء۔ وغیرہ وغیرہ

☆......☆......☆

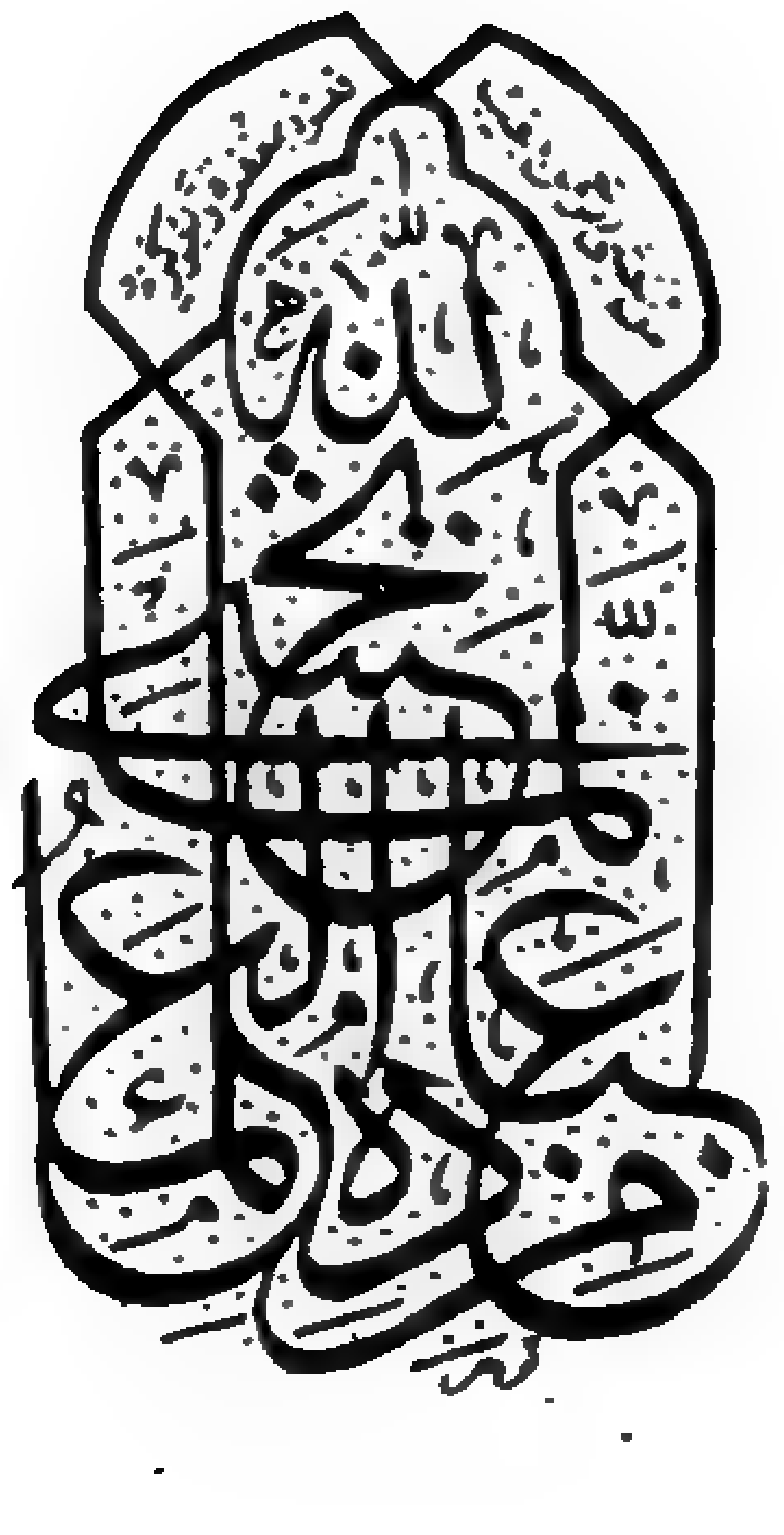

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العُلیٰ بکمالہٖ
کشف الدُّجیٰ بجمالہٖ
حَسُنت جمیعُ خصالہٖ
صلّوا علیہ وآلہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدیؒ

کتبہٗ گوہر قلمؔ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ پنجم

امامِ علمِ ربانی علیمِ سیرِ پنہانی
بیاں کس منہ سے ہو رتبہ مجددِ الفِ ثانی کا

(مصطفیٰ)

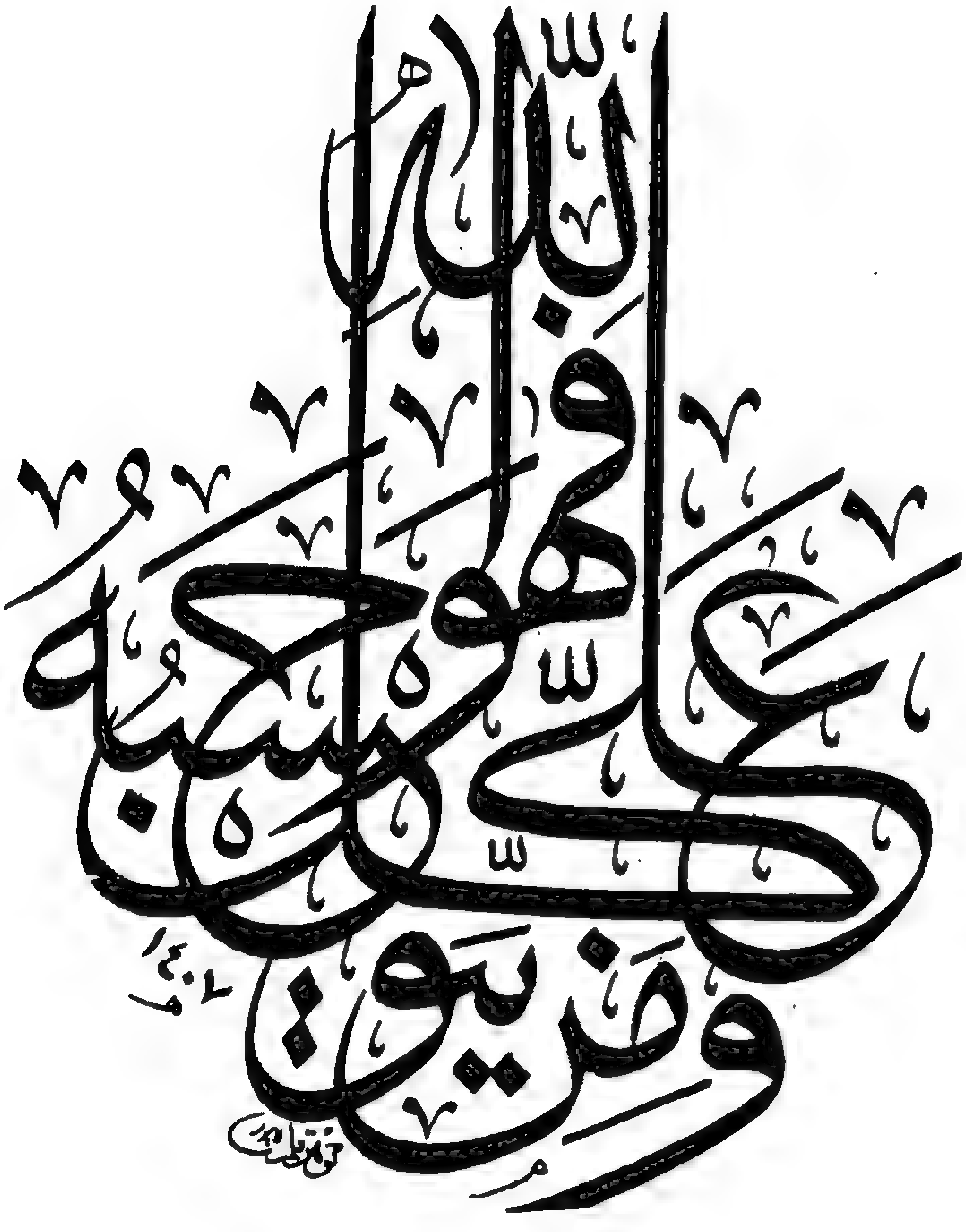
ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٧ هـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

علم اور علماء
حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں

مفتی محمد علیم الدین نقشبندی

☆

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا اس کی مثال تاریخ عالم میں شاذ و نادر ملتی ہے۔ ایک بوریا نشیں درویشِ خدامست نے پورے حکومتی نظام سے ٹکر لی جس کے ہاتھ میں تسبیح، زبان پر قال اللہ اور قال الرسول، دل میں اللہ کی یاد، سامان حرب تقویٰ، زادِ راہ اخلاص، لشکر خدامستوں کی ایک جماعت، جس کا ہر فرد الگ الگ مقام پر طاغوتی طاقتوں کے خلاف اپنے ایمانی نور سے نبرد آزما تھا۔ مقابل میں وسیع سلطنت کا بے شرکت غیرے مطلق العنان حکمران تھا جس کی مدد کے لیے کون سا مادی ذریعہ تھا جس کی کمی تھی۔ لیکن زمانے نے دیکھا وہ درویش خدامست جیتا۔ بادشاہ اور اس کے تمام لاؤ لشکر اس کے سامنے عقیدتوں کا خراجِ پیش کرنے پر مجبور اور اشارۂ ابرو کے منتظر تھے۔ آپ کا مقصدِ رفع سلطنت کی تبدیلی نہ تھی بلکہ نظریات سلطنت کی تبدیلی تھی۔ اکبر جیسے اسلام کے باغی کے چھوڑے ہوئے تخت پر جہانگیر جیسا اسلام کا حامی بادشاہ پھر اس کے بعد شاہجہاں جیسا اسلام کا طرف دار اور اس کے بعد اورنگ زیب عالم گیر جیسا اسلامی تعلیمات کی مجسم تصویر، قائم اللیل، صائم النہار بادشاہ کا تخت نشین ہونا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی مساعیِ جمیلہ کا ثمر شیریں ہے۔

آپ کا بپا کردہ انقلاب ہمہ جہتی ہے۔ سرکاری ارکان کی اصلاح فرمائی۔ غیر سرکاری طبقہ کی اصلاح فرمائی۔ بادشاہ کی اصلاح فرمائی۔ علمائے سو کے خلاف جہاد فرمایا۔ کج رو صوفیوں کی کجی کو دور فرمایا، آزاد خیال بے دین لوگوں کے نظریات کے آگے بند باندھے تفضیلی اور تبرائی رافضیوں کے خلاف جہاد فرمایا۔

عامۃ الناس کی روحانی اور علمی تربیت فرمائی۔ گمراہ اور بدعتی لوگوں کو راہِ مستقیم دکھائی۔ اعتقادات، عبادات، معاملات، عقوبات، آداب، اخلاقیات، سیاسیات، معاشرات الغرض دین اسلام کے تمام اصول وفروع کے ابواب میں آپ نے نہایت واضح تجدیدی کارنامے انجام دیے۔ پھر اپنی باقیات صالحات میں ایسی تصانیف مبارکہ، اولاد امجاد اور خلفاء ومریدین کا ایک وسیع سلسلہ چھوڑا جن کا فیض دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ اور ان شاء اللہ پھیلتا رہے گا۔

آپ کی ذاتِ بابرکات دستِ قدرت کا تراشا ہوا وہ کثیر الجہتی ہیرا ہے جس کی ہر جہت کی نئی آن بان اور ہر طرف نئی آب وتاب کی حامل ہے۔ اور زمانہ کے باعث اس کی چمک دمک مدھم نہیں ہوتی بلکہ اس میں مزید جلا پیدا ہو رہی ہے۔ آپ ایسی شمع ہدیٰ ہیں جس سے روشنی حاصل کرنا انسانیت کی ایک ضرورت ہے۔ اس کی کرن کرن ہر زمانہ کی نیم جان، تشنہ لب، جان بلب انسانیت کے لیے آبِ حیات ہے۔

وصالِ مبارک سے لے کر آج تک ہر زمانے میں آپ کے حالات اور تجدیدی کارناموں پر بکثرت تالیفات معرضِ وجود میں آتی رہی ہیں لیکن اب بھی حال روز اول کا سا ہے۔ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ آپ کی شخصیت مبارکہ کے مزید پہلو سامنے آتے رہتے ہیں جن پر لکھنا وقت کی ضرورت ہے۔

ایسی اولوالعزم ہستی جس کے تجدیدی کردار کا احاطہ اتنا ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہو اور جس کے اثرات ان شاء اللہ تا قیامت محسوس کیے جائیں گے اس کے تعلیمی نظریات پر کوئی تحریر آج تک نظر سے نہ گزری۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے اتنے عظیم انقلاب کی بنیاد اسلام کے تمام اصول وفروع کی ساری جہات میں آپ کا صحیح علم وآگہی اور پھر صحیح انداز میں اوروں تک اس امانت کی منتقلی ہے۔ حضرت خواجہ، خواجگان شیخ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت وصحبت نے اس میں مزید تاثیر پیدا کی۔ آپ کی ذات بابرکات، آپ کے صاحبزادگان والا تبار، خلفائے کرام کی کثیر تعداد علمی اور پھر تعلیمی میدان میں اعاظم رجال سے شمار ہوتے ہیں۔ زاں بعد آپ کی اولاد اطہار اور سلسلہ عالیہ میں ایسی بلند پایہ شخصیات موجود رہی ہیں جن کی سندیں علمی دنیا میں سرمایۂ وقار واعتبار ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین ان کے علاوہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی، حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی، حضرت شاہ ارشاد حسین رامپوری، مولانا دیدار علی الوری لاہوری اور حضرت شاہ

ابوالحسن زید فاروقی وغیرہم رحمہم اللہ کی سندات عرب وعجم میں رائج ہیں۔ اوران تمام حضرات کی سندیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے واسطہ سے ہیں اس سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ برصغیر اوراس سے باہر کی دنیا کے اکثر علمی حلقے خواہ ان کا تعلق اہل سنت سے ہو، دیو بندی نظریات سے ہو یا اہل حدیث وہابی گروہ سے ہو تمام کے تمام حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے شاگردان گرامی کے شاگرد ہیں۔

فی الحقیقت اس موضوع پر کام کرنا محققین کی ذمہ داری اوران کا منصبی فرض ہے اور وہی اس کے ساتھ انصاف کر سکتے ہیں اوراس کا واجبی حق ادا کرنے کے اہل ہیں، آئندہ سطور ان بزرگواروں کی توجہات کو اس جہت میں مبذول کرانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔ ان کے کام کے نتیجے میں ہمارے لیئے اِن شاء اللہ نئی راہیں کھلیں گی اور سیرتِ حضرت امام ربانی کی نظروں سے اوجھل جہتیں دنیا پر آشکارا ہوں گی۔

فقیر راقم الحروف نے نظریات مبارکہ کے بیان کے سلسلے میں صرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کو نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ فارسی اور عربی عبارات کا سمجھنا چوں کہ عوام کی دسترس سے باہر ہے اس لیے حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ سے عبارات کو نقل کیا گیا ہے۔ ان پر تبصرہ سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے۔ دیبا اور ریشم میں ٹاٹ کی پیوند کاری کو کون برداشت کرے گا۔ نیز بے فائدہ مقالہ کی طوالت کا باعث ہوگا۔

فقیر کے اس کام میں اگر کوئی خوبی ہے تو اللہ تعالیٰ کے کرم، مرشد کریم دامت برکاتہم القدسیہ کی نظر عنایت اور والدہ ماجدہ مدظلہا العالی کی دعاؤں کے باعث ہے۔ اب اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

۱ ـــــ علم کے لیے دو مجاہدے درکار ہیں

علم دو مجاہدوں کے درمیان واقع ہے ایک اس کے حصول سے پہلے اس کی طلب کا مجاہدہ، دوسرا حاصل کر لینے کے بعد اس پر عمل کرنے کا مجاہدہ۔[1]

۲ ـــــ مقصود عمل ہے نہ صرف علم

(۱)...... میرا یقین ہے کہ ان نصائح اور مسائل میں سے اکثر تمہارے کان تک پہنچ چکے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مقصود عمل ہے صرف علم مقصود نہیں۔

بیمار اگر اپنے مرض کا علاج جانتا ہو جب تک دوا استعمال نہیں کرے گا صحت نہیں ہوگی، دوا کا صرف علم

کچھ فائدہ نہ دے گا۔ یہ سب تاکید و مبالغہ ترغیب عمل کے لیے ہے۔ علم ان پر حجت مکمل کر دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

> "ان اشد الناس عذابا یوم القیٰمة عالم لم ینفعه الله بعلمه"
>
> قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے
> اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے نفع نہ دیا۔"

(۲)...... حجتہ الاسلام امام غزالی نے اپنے رسالے المنقذ من الضلال میں فرمایا ہے کہ فلاسفہ نے علم طب اور علم نجوم کو پہلے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی کتابوں سے چرایا ہے اور ادویہ کے خواص وغیرہ کو کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات پر منزل کتابوں اور صحیفوں سے حاصل کیا ہے اور علم تہذیب اخلاق کو صوفیہ الٰہیہ کی کتابوں سے جو ہر زمانے میں ہر پیغمبر کے وقت میں ہوے ہیں اپنی باطل چیزوں کے رائج کرنے کے لیے چوری کی ہے۔ پس ان کے تین معتبر علوم تو چوری کیے ہوے اور وہ نادانیاں جو انہوں نے علم الٰہی اور خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں کی ہیں اور اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں اور آخرت کو تسلیم کرنے میں قرآن مجید کی نصوص کی مخالفت کی ہے ان کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ [2]

۳...... علوم آلیہ سے مقصود

طالب علم تحصیل علوم اس مقصد کے لیے کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کر لیں صرف و نحو وغیرہ (آلی) علوم کے قواعد و اصول ضبط کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ [3]

۴...... فلاسفہ کے مفید علوم کتبِ انبیاء کا سرقہ ہیں

علم طب و نجوم اور تہذیب اخلاق جو ان (فلاسفہ) کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہے گزشتہ انبیاء علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چُرا کر اپنے باطل اور بے ہودہ علوم کو رائج کیا ہے جیسا کہ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ المنقذ من الضلال میں اس امر کی تشریح اور تصریح کی ہے۔ [4]

۵...... انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث کون سے علماء؟

(۱)...... اخبار میں آیا ہے العلماء ورثة الانبیاء (علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) وہ علم

جو انبیاء علیہم السلام سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے ایک علم احکام' دوسرے علم اسرار۔ اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دو علموں سے حصہ حاصل ہو نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو۔ اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ کیوں کہ وارث کو موروث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے وہ غُرما یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں''

ان علماء سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرماء، کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے۔ کیوں کہ وارث کو قرب کے لحاظ سے موروث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غُریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ ۵

(۲)...... **العلماء ورثة الانبیاء** ''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہی علماء عظام کی مدح وثنا کے لیے کافی ہے۔ علم وراثت علم شریعت ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کا باقی ماندہ ہے اور علم شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ صورت وہ ہے جو ظاہری علماء کا حصہ ہے۔ شکر اللہ سعیہم اور محکماتِ کتاب وسنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جو علماء راسخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حصہ ہے۔ جو کتاب وسنت کے متشابہات سے تعلق رکھتی ہے۔ محکمات اگرچہ امہات کتاب ہیں لیکن ان کے نتائج وثمرات متشابہات ہیں جو کتاب کے مقاصد ہیں امہات حصول نتائج کے لیے وسائل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے پس کتاب کا لبّ (مغز) متشابہات ہیں اور محکمات ان کا چھلکا ہیں۔ متشابہات ہی ہیں جو رمز اور اشارہ کے طور پر اصل کو بیان کرتی ہیں۔ اور اس معاملے کی حقیقت کا نشان بتاتی ہیں۔ علماء راسخین نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کرلیا ہے۔ اور شریعت کی صورت وحقیقت کے مجموعے کو پالیا ہے۔ اور ان بزرگوں نے شریعت کو اس شخص کی طرح تصور کیا ہے جس کا پوست اور مغز صورت اور حقیقت

ہو۔ شرائع اور احکام کے علم کو انہوں نے صورت شریعت جانا اور حقائق اور اسرار کے علم کو حقیقت شریعت کہا ہے۔ اور ایک جماعت نے صورت شریعت میں گرفتار ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا پیر اور مقتدا ہدایہ اور بزودی کے سوا کسی چیز کو قرار نہیں دیا۔ اور ایک دوسری جماعت اگرچہ حقیقت شریعت میں گرفتار ہوئی ہے لیکن چوں کہ انہوں نے اس کو شریعت کی حقیقت نہیں جانا بلکہ شریعت کو صورت میں منحصر رکھا ہے اور اسے پوست خیال کیا ہے اور لب و مغز کو اس کے ماسوا تصور کیا ہے تو ناچار اس وجہ سے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے اور متشابہات سے کچھ حصہ نہ پا سکے۔ تو علماء راسخین ہی در حقیقت وارث ہیں۔ [٦]

(۳)...... تصحیح عقائد کے بعد دین و متابعت سے علمائے ظواہر کا حصہ شرائع و احکام کا علم اور اس علم کے تقاضے کے مطابق عمل ہے۔ بلند گروہ صوفیہ جو کچھ علماء رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ احوال و مواجید اور علوم و معارف سے بھی حصہ پاتے ہیں اور علمائے راسخین کا حصہ جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں علمائے ظواہر کے علم و عمل اور صوفیہ کے احوال و مواجید کے علاوہ اسرار و دقائق بھی ہیں۔ جو متشابہات قرآنی میں پائے جاتے ہیں۔ اور جن کی طرف رمز و اشارہ ہو چکا۔ اور بر سبیل تاویل انہیں درج کیا جا چکا ہے۔ پس یہ علمائے راسخین ہی متابعت میں کامل اور وراثت کیساتھ موصوف ہیں۔ یہ حضرات تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دولت خاص میں شریک ہیں اور بارگاہ کے محرم ہیں اس لیے:

علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

''یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں''

کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ [٧]

(۴)...... وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت اور جاہ و ریاست اور مال کی محبت سے آزاد ہیں وہی علمائے آخرت اور انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے وارث ہیں یہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ [٨]

(۵)...... علمائے ظاہر نے اس (شریعت) کے قشر (چھلکے) پر کفایت کی اور علمائے راسخین نے اس کے قشر کو لب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجموعہ صورت و حقیقت سے حظ وافر حاصل کیا ہے پس شریعت کو اس شخص کی طرح جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہیے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا اور ہدایہ و بزدوی کے سوا اپنا پیر و مقتدا کسی کو نہ جانا یہ لوگ

علمائے قشر ہیں اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت کے گرفتار ہو گئے لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا اور اس کے سوا کو لب تصور کیا اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجالانے سے سرِ مو نہ ہٹے اور صورت کو ہاتھ نہ دیا اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے اولیاء ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اس کے ماسوٰی سے قطع تعلق کیا ہے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں اور قشر ولب کے مجموعہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کی اثبات کے بغیر ناتمام و ناقص ہے۔ بلکہ صورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہو اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں جیسے علمائے ظاہر اور عام مومنین کا حال ہے اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالات شریعہ میں منحصر ہیں اور علوم و معارف الٰہیہ ان عقائد کلامیہ سے وابستہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لیے ثابت ہو چکے ہیں...... یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مدنظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے...... پس ان کی ولایت انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے۔ [۹]

(۶)...... اور جو عالم اور صوفی ہے وہ کبریت احمر ہے اور ظاہری اور باطنی دعوت و تبلیغ کے لائق ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب اور وارث ہے۔ [۱۰]

۶۔۔۔۔۔ علماء کی سیاہی اور شہداء کا خون میزانِ عمل میں

(۱)...... یہی (علمائے حق) لوگ بہترین مخلوق ہیں مکمل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہوگا اور نوم العالم عبادۃ یعنی عالم کا سونا بھی عبادت ہے، انہیں کی شان میں وارد ہے۔ [۱۱]

(۲)...... آپ نے سنا ہوگا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کل قیامت کے روز علماء کی سیاہی کو

شہداء فی سبیل اللہ کے خون سے وزن کریں گے اور اس کا وزن شہیدوں کے خون سے بڑھ جائے گا۔ [۱۲]

(۳)...... مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز شہیدوں کے خون کو علماء کی سیاہی سے وزن کریں گے اور اس سیاہی کا پلہ وزنی ہوگا۔ **سبحان اللہ و بحمدہ**

یہ سیاہی اور سیاہ روئی ان کی عزت اور سرخ روئی کا باعث ہوگئی اور ان کے مرتبہ کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ ہاں بتاریکی درون آبِ حیات است۔ [۱۳]

۷...... علمائے حق کی پہچان

(۱)...... یہی وہ علماء ہیں کہ آخرت کا جمال ان کی نظروں میں اچھا لگتا ہے۔ دنیا کی قباحت اور برائی کا انہیں مشاہدہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے آخرت کو بقا کی نظر سے دیکھا ہے اور دنیا کو زوال وفنا کے داغ سے داغ دار پایا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو باقی رہنے والی آخرت کے حوالے کر دیا ہے اور فانی دنیا سے الگ ہو گئے ہیں۔ آخرت کی عظمت کا مشاہدہ خدائے لایزال کی عظمت کے مشاہدے کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اور دنیا ومافیہا کو ذلیل وخوار جاننا آخرت کی عظمت کے مشاہدے کے لوازمات میں سے ہے۔

(کیوں کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے)۔

اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار ہے اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز ہے۔ [۱۴]

(۲)...... بعض علماء نے اس امت کے محدثین کو جو کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تبلیغ کرتے ہیں اس امت میں سے افضل ترین تسلیم کیا ہے۔ اگر مطلقاً افضل سمجھتے ہیں تو اس میں تردد ہے۔ اور اگر ظاہری مبلغین کی نسبت کہتے ہیں تو اس کی گنجائش ہے مطلق فضیلت جامع مبلغ کے لیے ہے جو ظاہری تبلیغ بھی کرے اور باطنی بھی۔ اور ظاہری دعوت بھی دے اور باطنی بھی۔ کیوں کہ مطلقاً افضل قرار دینے میں قصور ہے۔ اس نکتہ کو سمجھ اور قاصرین میں سے نہ ہو۔ ہاں ظاہر ہر چند کہ عمدہ ہے نجات کا دارومدار اسی پر ہے اور کثیر البرکت اور عموم المنفعت ہے لیکن اس کا کمال باطن سے وابستہ ہے بغیر باطن کے ظاہر ناتمام ہے اور بغیر ظاہر کے باطن بدانجام اور جو باطن کو ظاہر سے جمع کرے وہ کبریت احمر ہے۔ [۱۵]

۸...... دعوت وتبلیغ، سب سے عظیم کمال

یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ کوئی کمال بھی دعوت وتبلیغ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں

میں وہ بندے سب سے زیادہ پیارے ہیں جو بندوں کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بندوں کو محبوب بنادیں اور وہ دعوت دینے والے اور مبلغ لوگ ہیں۔ [۱۶]

۹۔۔۔۔۔ تبلیغ دین میں تکالیف برداشت کرنا بہت بڑی سعادت ہے

بہر حال مسائلِ شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے جب تک یہ امر واقع نہ ہو اس امر کی ذمہ داری علماء اور بادشاہ کے مقرب لوگوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف پہنچے۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کون سی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں بہتر و مہتر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ :

ماأوذی نبی مثل ما اوذیت

”کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھے ایذا پہنچی ہے“ [۱۷]

۱۰۔۔۔۔۔ مخلوق سے بہترین علماء ہیں اور بدترین بھی علماء

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے لوگوں کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے۔ [۱۸]

۱۱۔۔۔۔۔ علمائے سوء

(۱)...... علمائے سوء پارس کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ اسی طرح وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہوتی ہے جہان کو اس سے منافع حاصل ہوتے ہیں لیکن خود وہ پتھر اور بانس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب رہتے ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان کے لیے مضر اور نقصان دہ ہے۔ کہ ان کے علم نے ان پر حجت مکمل کر دی۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ بعلم

”سب سے زیادہ عذاب قیامت کے روز اس شخص کو ہوگا جسے اللہ نے

اس کے علم سے نفع نہ دیا۔"

ان کا علم ان کے لیے کیوں مضر اور نقصان دہ نہ ہو حالاں کہ وہ علم جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت چیز اور موجودات میں اشرف شے ہے اسے انہوں نے کمینی دنیا اور مال و جاہ اور سرداری حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔ حالاں کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل و خوار اور ساری مخلوق سے بدترین شے ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والی شے کو ذلیل کرنا اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے اسے عزت دینا نہایت ہی برا ہے اور فی الحقیقۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ [۱۹]

(۲)...... دنیا پرست علماء جن کا مقصود کمینی دنیا ہے ان کی صحبت زہرِ قاتل ہے ان کی بدی کا فساد دوسروں کو بھی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خود گم است و کرا رہبری کند

(جو عالم اپنے مقصود کی پوجا اور تن پروری میں مصروف ہو وہ خود گم کردہ راہ ہے دوسرے کی کیا راہبری کرے گا) [۲۰]

(۳)...... علمائے بدِ دین کے چور ہیں ان کا مقصود ہمہ تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ وریاست و بزرگی حاصل ہو جائے العیاذ باللہ من فتنتہم اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ [۲۱]

۱۲ ...... علمائے سوء کے فتنے

(۱)...... حق بات یہ ہے کہ اس زمانے میں ہر سستی اور مداہنت جو امور شرعیہ میں واقع ہو چکی ہے اور ہر فتور جو دین و ملت کی ترویج و اشاعت میں پیدا ہو چکا ہے سب علماء سوء کی شومی کے باعث ہے۔ [۲۲]

(۲)...... آپ جانتے ہوں گے کہ گزشتہ زمانے (اکبری دور) میں اہل اسلام کے سروں پر کیا کچھ گزر چکا ہے۔ ابتدائے اسلام کے وقت جب کہ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے اس وقت بھی اہل اسلام کی کس مپرسی اس حد تک نہ پہنچی تھی کیوں کہ مسلمان اپنے دین پر قائم تھے اور کفار اپنے طریقے پر۔ آیت کریمہ لکم دینکم ولی دین (تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین) اس معنے کو بیان کرتی ہے۔

اس سے قبل کفار علانیہ غلبہ اور زور کے ساتھ دار السلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور

مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز اور بے بس تھے۔ اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیے جاتے .... (اس) زمانہ ماضی میں جو بلا و آفت بھی اسلام کے سر پر ٹوٹی وہ انہی علماء سوء کی شومی کی بدولت تھی بادشاہوں کو یہی علماء سوء راہِ راست سے بھٹکاتے ہیں۔ بہتر فرقے جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتداء یہی علمائے سوء ہیں علماء کے ماسوا گمراہوں کی گمراہی دوسروں تک کم ہی تجاوز کرتی ہے۔ [۲۳]

(۳)...... آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا وہ علماء کی ہی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ [۲۴]

(۴)...... وقت کا بادشاہ جو کہ سات پشت سے مسلمان چلا آ رہا ہے اور اہل سنت سے ہے اور حنفی مذہب رکھتا ہے۔ اگرچہ کچھ سال ہوئے کہ ایسے وقت میں کہ قرب قیامت کا وقت ہے۔ اور عہد نبوت سے دور کا زمانہ ہے بعضے طالب علم (علماء) طمع کی نحوست سے جو کہ خبث باطن سے پیدا ہوتا ہے بادشاہوں کے امرا کا تقرب حاصل کرتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ اور دین متین میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔ اور سادہ لوح لوگوں کو سیدھی راہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ [۲۵]

(۵)...... اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ عالم گیر بدعات کو خلق کا تعامل قرار دیتے ہوئے اس کے جواز بلکہ اس کے استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتائیں کہ کیا فتویٰ دیتے ہیں اس صورت میں کہ گمراہی عام پھیل جائے اور باطل متعارف ہو جائے اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں۔ ان علماء کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ مطلقاً تعامل استحسان کی دلیل نہیں ہے۔ اور وہ تعامل جو معتبر ہے وہ ہے جو ابتدائی دور سے آ رہا ہو اور یا پھر تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں ذکر کیا گیا ہے شیخ شہید رحمہ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ ہم مشائخ کے استحسان کو قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے متقدمین اصحاب کے قول کو قبول کریں گے۔ کیوں کہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا۔ جواز ہر وہ تعامل دلالت کرے گا جو اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر مسلسل آ رہا ہو۔ [۲۶]

۱۳_____ علمائے سوء کی کارگزاری کے باعث شیطان فارغ

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہے اس کا راز دریافت کیا تو ابلیس نے بتایا کہ اس وقت کے علما ہمارے کام کو انجام دے رہے ہیں۔ اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(مجھے تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں)۔

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

(جو عالم غرض پرستی اور تن پروری کرے وہ خود ہی گم کردہ راہ ہے دوسرے کی کیا رہبری کرے گا۔) [۲۷]

۱۴ ــــــ نیکوں کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین، علمائے سوء اور بدعتی لوگوں سے پرہیز کی تاکید

(۱)...... تمام نصیحتوں کا خلاصہ دین داروں اور شریعت کے پابند لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقۂ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کی اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی، نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے راستے سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا تو اس کی صحبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے۔ اور اس کی ہم نشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہیے۔ بے باک طالب علم (علماء) کسی فرقے کے ہوں دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے بچنا ضروری ہے یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے انہی لوگوں کی کم بختی ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔ [۲۸]

(۲)...... آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے تقریراً و تحریراً نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بری صحبت سے بچنے کے لیے مبالغہ کرنے میں میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھتا فقیر اس کو اصل عظیم جانتا ہے۔ [۲۹]

اس بات پر یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کی خرابی کافر کی صحبت کی خرابی اور نقصان سے زیادہ ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں سے بدترین وہ گروہ ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

سے بُغض وعناد رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خود اس گروہ کو کفار کے نام سے یاد کرتا ہے۔

لیغیظ بهم الکفار

اللہ تعالیٰ غصے میں مبتلا کرتا ہے صحابہ کرام کو دیکھنے سے کفار کو [۳۰]

(۳)...... علمائے دنیا سے جنہوں نے علم کو جاہ ومال کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ دور رہنا چاہئے مگر جب کہ متقی اور پرہیزگار عالم نہ ملے تو ضرورت کے تحت بقدر ضرورت علمائے دنیا سے رجوع کیا جائے۔ [۳۱]

۱۵۔۔۔۔۔۔ اہلِ کفر سے دوستی کا برا انجام

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پرسی کے لیے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ اس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان ظلمتوں کے دور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل پر سے دور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا بہت سی وجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں جو اس میں پوشیدہ تھیں اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دور نہیں ہو سکتیں بلکہ ان ظلمات سے پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے جس کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لیں گے۔ جب اس میں اس حال کا مشاہدہ کیا تو دل میں گذرا کہ آیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہ۔ توجہ کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز ادا کرنی چاہیے۔ [۳۲]

۱۶۔۔۔۔۔۔ فلاسفہ کی بے عقلیاں

(۱)......سعادت دارین کا ہاتھ آنا سید کونین علیہ وعلیٰ آلہٖ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کی اتباع کے ساتھ وابستہ ہے۔ فلسفی جس کی بصیرت کی آنکھ صاحب شریعت علیہ وعلیٰ الہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کے سرمے سے محروم ہے عالم امر کی حقیقت سے نابینا ہے چہ جائے کہ اسے مرتبہ جوب تعالیٰ وتقدس کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر ہی رکی ہوئی ہے۔ اور اس میں بھی ناتمام ہے۔

فلاسفہ نے جو جواہر خمسہ ثابت کیے ہیں۔ سب کے سب عالم خلق میں ہیں نفس وعقل کو جو مادہ سے مجرد

شمار کرتے ہیں تو ان کی نادانی کے باعث ہے۔ نفس ناطقہ تو یہی نفس امارہ ہے جو تزکیہ کا محتاج ہے اس کی توجہ اور ہمت بالذات کمینگی اور پستی کی طرف ہے اسے عالم امر سے کیا نسبت اور مادہ سے مجرد ہونے کے ساتھ اسے کیا مناسبت۔

وہی عقل تو معقولات میں بھی صرف ان امور کا ادراک کر سکتی ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں بلکہ محسوسات کے حکم میں ہیں۔ لیکن وہ چیز جو محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی اور مشاہدے میں آنے والی اشیاء میں سے جن کا کوئی شبہ اور مثال نہیں وہ عقل کے ادراک میں نہیں آسکتیں۔ ان کا بند عقل کی چابی سے نہیں کھل سکتا۔ لہٰذا عقل کی نظر بے مثال اشیاء کے احکام سے کوتاہ ہے اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے اور یہ اس کے عالم خلق میں سے ہونے کی علامت ہے۔ عالم امر کا رخ بے چونی اور اس کی توجہ بے چگونگی کی طرف ہے عالم امر کی ابتداء مرتبہ قلب سے ہے قلب سے اوپر روح ہے، روح سے اوپر سر اور سر سے اوپر خفی ہے اور خفی سے اوپر اخفیٰ ہے۔ عالم امر کے ان پانچ امور کو اگر جواہر خمسہ کہیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کوتاہ نظری کے باعث چند خذف ریزوں کو اکٹھا کر کے جواہر خمسہ گمان کر لیا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک اور ان کے حقائق پر اطلاع حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع کرنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ [۳۳]

(۲)...... یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے کہ اس نے اسلام حقیقی کی طرف دلالت نہیں کی ہے اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف از روئے علم و تقلید کے کہہ دیا اور لکھ دیا ہے۔ بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی حظ وافر حاصل نہ ہوا اور فلسفی بکھیڑوں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور واقعی اس کے فلسفی اصول، اصول اسلام کے منافی و مخالف ہیں۔ [۳۴]

(۳)...... حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے سوا کسی کے لیے قدم اور ازلیت ثابت نہیں۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے اور جو کوئی حق تعالیٰ کے ماسوا قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اس واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدم کے قائل ہوئے ہیں۔ اور صورت اور ہیولیٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے۔ اور آسمانوں کو بمع ان اشیا کے جو ان میں ہیں قدیم سمجھا ہے۔ [۳۵]

(۴)...... حق تعالیٰ قادر مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزہ اور مبرا ہے۔

فلاسفہ بے خرد نے کمال کو ایجاب میں جان کر حق تعالیٰ سے اختیار کی نفی کر کے ایجاب کو ثابت کیا ہے اور ان بے وقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطل اور بے کار سمجھا ہے۔ اور سوائے ایک مصنوع کے کہ وہ بھی ایجاب سے ہے زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا ہوا نہیں جانا ہے اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دی ہے۔ جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے۔ ان کے گمان میں ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس چاہیئے کہ اضطراب و اضطرار کے وقت عقل فعال کی طرف التجا کرتے اور حق سبحانہ کی طرف رجوع نہ کرتے کیوں کہ حوادث کے وجود میں اس کا کچھ دخل نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ صرف عقل فعال ہی حوادث کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ فعال کی طرف بھی ان کا رجوع نہیں۔ کیوں کہ ان کی بلیات کے دفع کرنے میں اس کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہ بد بخت اپنی نادانی اور بے وقوفی کے باعث فرق ضالہ یعنی گمراہ فرقوں کے پیش رو ہیں حالاں کہ کافر بھی ان بدبختوں کے برخلاف حق تعالیٰ کی طرف التجا کرتے اور بلیات کا دفع کرنا اس سے طلب کرتے ہیں۔ ان بدبختوں میں یہ نسبت اور تمام فرقوں کے دو چیزیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ احکام منزلہ کا کفر اور انکار کر کے اور اخبار مرسلہ کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنے بے ہودہ اور واہی مطالب اور مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر ان کو ضبط لاحق ہوا ہے اور کسی بے وقوف کو اس قدر لاحق نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بے قرار و سرگرداں ہیں ان کا مدار اپنی حرکات اور اوضاع پر رکھا ہے۔ اور آسمانوں کے خالق اور ستاروں کے موجد اور محرک اور مدبر کی طرف سے آنکھیں بند کی ہیں اور دور از معاملہ سمجھے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بے خرد اور بے وقوف ہیں اور ان سے زیادہ کمینہ اور بے وقوف اور احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقل مند جانتا ہے۔ ۳۶

(۵) …… حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطون کو جو ان بدبختوں کا رئیس ہے پہنچی تو اس نے جواب میں یوں کہا:۔

> **نحن قوم مهتدون لا حاجة لنا الى من يهدينا**
>
> ''ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں۔ ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں جو ہم کو ہدایت دیوے۔''

اس بے وقوف کو چاہیے تھا کہ ایسے شخص کو جو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور مادر زاد اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے جو ان کی حکمت کے طور سے خارج ہے پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا اور پھر جواب دیتا

بن دیکھے اس کا جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں   ہم سفہ باشد کہ حکمِ کل حکمِ اکثر است

نجانا اللہ عن معتقد اتهم اسواء "اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقائد سے بچائے۔"

فرزندی محمد معصوم نے انہی دنوں جواہر شرح مواقف کو تمام کیا ہے اثنائے سبق میں ان بے وقوفوں کی بڑی بڑی قباحتیں ظاہر ہوئیں اور بہت سے فوائد ان پر مترتب ہوئے۔ [۳۷]

(۶)...... اہل فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے اور ان کا فانی اور فاسد ہونا جائز نہیں سمجھتے اور ان کو ازلی ابدی کہتے ہیں۔ اور باوجود اس امر کے ان میں سے متاخرین لوگ انہیں بے وقوفی کے باعث اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان لوگوں میں بعض کے اسلام کو کامل جانتے ہیں اور اگر ان کو طعن و تشنیع کرے تو برا مناتے ہیں حالاں کہ یہ لوگ نصوص قطعیہ کے منکر ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔ [۳۸]

(۷)...... اگر عقل اس ذات وصفات باری تعالیٰ کے معاملے میں کفایت کرتی تو یونان کے فلاسفہ جنہوں نے اپنا رہنما عقل کو سمجھا گمراہی کے بیابان میں نہ بھٹکتے پھرتے اور وہ خداوند تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچانتے حالاں کہ خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جاہل ترین آدمی وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بے کار و معطل سمجھا ہے اور ایک چیز کے سوا اور وہ بھی اضطراری طور پر نہ کہ اختیار سے اور کسی چیز کو اس طرف منسوب نہیں کرتے انہوں نے عقل فعال اپنے پاس سے تراشی اور حوادث کو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا سے چھڑا کر اس کی طرف منسوب کر دیا اور اثر کو موثر حقیقی جل شانہ سے روک کر اپنا پیدا کردہ سمجھتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک معلوم اثرِ علتِ قریبہ ہے علتِ بعیدہ کے لیے وہ محصول کے حصول میں تاثیر نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت سے خدا تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ کا کمال تصور کرتے اور اس کو معطل کر دینے کو اس کی تعظیم سمجھتے ہیں حالاں کہ خداوند تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے ساتھ اپنی تعریف بیان کرتا ہے اور اپنے رب المشرق و رب المغرب ہونے سے مدح فرماتا ہے اور ان بے وقوفوں کو اپنے فاسد خیال سے خدا تعالیٰ کی کوئی حاجت نہیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے سر نیاز خم نہیں کرتے۔ یہی ان کو چاہیے کہ اپنی مجبوری اور حاجت کے قریب اپنی عقل فعال کی طرف رجوع کریں اور چوں کہ وہ بھی ان کے خیال کے مطابق مجبور ہے نہ کہ مختار تو اپنی حاجتیں اس سے چاہنا بھی غیر معقول ہی ہے۔

ان الکافرین لامولیٰ ھم

کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔ [۳۹]

عقل فعال کیا ہے جو اشیا کو سرانجام دے سکے اور حوادث کو اس کی طرف منسوب کریں خود اس کے اپنے وجود و ثبوت میں ہزاروں اعتراض ہیں۔ کیوں کہ اس کا اپنا تحقق و حصول فلاسفہ کے ملمع شدہ مقدمات پر مبنی ہے جو قواعد حقہ اسلامیہ کی رو سے ناتمام و نافرجام ہیں۔

کوئی بے وقوف ہی ہوگا جو ان چیزوں کو قادر مختار جل شانہ سے روک کر ایسے موہوم امر کی طرف منسوب کرے بلکہ اشیاء کو خود ہزاروں ننگ و عار ہیں کہ فلسفی کے تراشیدہ کی طرف منسوب ہوں۔ بلکہ اشیا اپنے فنا ہو جانے پر راضی اور خوش ہیں اور اپنے ہونے کی طرف ان کا کوئی میلان نہیں ہے اس سے کہ ان کے وجود کو فلاسفہ کے تراشیدہ کی طرف منسوب کریں قادر مختار جل سلطانہ کی قدرت کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم ہوں۔

کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الاکذبا

بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں۔ [۴۰]

(۸)...... اور پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ان بے وقوفوں (فلسفیوں) کو علماء کہتے ہیں اور حکمت کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اکثر احکام خصوصاً الٰہیات جو سب سے روشن مقصد ہے جھوٹے ہیں اور کتاب و سنت کے مخالف ہیں ان کو حکما کہنا کہ ان کی قسمت میں سراسر جہل مرکب ہے کس لحاظ سے درست ہو سکتا ہے مگر بر سبیل تحکم و استہزاء اگر کہا جائے یا پھر جیسے اندھے کو بصیر کہتے ہیں۔

ان بے وقوفوں کی ایک جماعت نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے طریقے کے التزام کے بغیر صوفیہ الٰہیہ کی تقلید میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متبعین میں سے تھے ریاضت اور مجاہدہ کا طریق اختیار کیا ہے اور اپنے وقت کی صفائی پر مغرور ہوئے ہیں اور اپنے خواب و خیال پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے خیالی کشوف کو اپنا مقتداء سمجھتے ہیں...... ضلوا فاضلوا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ صفائی نفس کی صفائی ہے جو گمراہی کی طرف راہ رکھتی ہے نہ کہ دل کی صفائی جو ہدایت کا دریچہ ہے کیوں کہ دل کی صفائی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے اور

تزکیۂ نفس دل کی صفائی سے وابستہ ہے اور دل کی نفس پر حکومت ہے اور نفس جو دل کی کدورت کے باوجود کہ انوارِ قدم کے ظہور کا محل ہے اگر صفائی پیدا کرے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کمینہ دشمن جو کہ ابلیس مردود ہے کی تاخت و تاراج کرنے کے لیے چراغ روشن کر دیا جائے۔ [۴۱]

(۹)...... افلاطون جو فلاسفہ کا رئیس ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی دولت پاتا ہے اور اپنے آپ کو نادانی کی وجہ سے ان سے مستغنی سمجھتا ہے اور آنحضرت کا گرویدہ نہیں ہوتا۔ اور برکات نبوت سے حصہ نہیں لیتا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نور عطا نہ فرمائے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ [۴۲]

عجب معاملہ ہے کہ فلاسفہ کی عقولِ ناقصہ نبوت کے طریق کے برخلاف واقع ہوئی ہیں۔ مبدا میں بھی اور معاد میں بھی۔ اور ان کے احکام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے احکام کے خلاف ہیں۔ نہ ان کا اللہ پر ایمان درست ہے اور نہ آخرت پر۔ عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ حالاں کہ تمام مذاہب کا اس پر اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے۔ اور اسی طرح وہ آسمانوں کے پھٹنے اور ستاروں کے جھڑنے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے اور سمندروں کے پھٹنے کے بھی جو کہ قیامت کو واقع ہوں گے قائل نہیں ہیں وہ اجسام کے حشر کے قائل نہیں ہیں اور قرآنی نصوص کا انکار کرتے ہیں۔ [۴۳]

(۱۰)...... اور ان (فلاسفہ) کے متاخرین جو اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت سے سمجھتے ہیں اسی طرح وہ بھی فلاسفہ کے اصولوں پر ثابت قدم ہیں اور آسمانوں اور ستاروں اور ان جیسی چیزوں کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور ان کا فیصلہ ہے کہ یہ چیزیں ہلاک نہیں ہوں گی۔ ان کی خوراک قرآنی نصوص کو جھٹلانا ہے اور ان کا رزق ضروریات دین کا انکار ہے یہ عجیب قسم کے مومن ہیں۔ کہ خدا اور رسول ﷺ پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن جو کچھ خدا اور رسول ﷺ نے فرمایا ہے اسے قبول نہیں کرتے اس سے بڑھ کر بے وقوفی اور کیا ہو گی۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کل آں
ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است [۴۴]

(۱۱)...... بعض آدمی جو فلاسفہ کے علوم سے دل چسپی رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی ملمع شدہ باتوں پر مفتون ہیں وہ ان لوگوں کو حکما سمجھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر جانتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ ان کے جھوٹے علوم کو سچا سمجھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں پر مقدم جانیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے برے عقائد

سے محفوظ رکھے ہاں جب ان لوگوں کو حکما سمجھیں گے اور ان کے علوم کو حکمت کہیں گے تو لازماً اس عیب میں گرفتار ہوں گے کیوں کہ حکمت تو اس علم سے عبارت ہے جو نفس الامر کے مطابق ہو تو پھر وہ علوم جو اس کے مخالف ہوں گے اور عدم مطابقت بہ نفس امر رکھتے ہوں گے وہ حکمت کیوں کر ہوں گے۔ ۴۵

(۱۲) مختصر یہ کہ ان (فلاسفہ) کی اور ان کے علوم کی تصدیق انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اور ان کے علوم کی تکذیب کو مستلزم ہے کیوں کہ یہ دونوں علم ایک دوسرے کے مخالف واقع ہوئے ہیں۔ ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ اب جو چاہے وہ انبیاء کی ملت کو لازم پکڑے اور خدا کے لشکر میں شامل ہو جائے اور نجات پائے اور جو چاہے فلسفی ہو جائے اور شیطان کا گروہ بنے اور نامراد اور خسارہ اٹھانے والا بنے۔ ۴۶

۱۷۔۔۔۔۔ مذاقِ فلاسفہ کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی ممانعت

کتاب تبصیر الرحمن جو آپ نے بھیجی تھی اس کے بعض مقامات دیکھ کر واپس کر رہا ہوں۔ میرے مخدوم! اس کتاب کا مصنف فلاسفہ کے مذہب سے بہت لگاؤ رکھتا ہے قریب ہے کہ حکما کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے برابر کر دے، سورہ ہود کی ایک آیت نظر سے گذری کہ اس کے بیان کو حکماء کے طرز پر جو کہ انبیاء علیہم السلام کے طریقے کے خلاف ہیں بیان کیا ہے اور انبیاء و حکماء کے قول کو برابر کر دیا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کے بیان میں کہا ہے۔:

> "اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ باتفاق الانبیاء و الحکماء "اِلَّا النَّارُ" الحسی و العقلی
>
> یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں باتفاق انبیاء و حکماء آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے وہ آگ حسی ہو یا عقلی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجماع کے باوجود حکماء کا اتفاق کیا گنجائش رکھتا ہے اور عذاب اخروی میں ان کے قول کا کیا اعتبار ہے خصوصاً جب کہ وہ قول انبیاء علیہم السلام کے قول کے مخالف ہو فلاسفہ جو عذاب عقلی کا اثبات کرتے ہیں ان کا مقصود حسی عذاب سے انکار ہے۔ جس کے اثبات پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع واقع ہوا ہے۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید کی آیات کو حکماء کے مذاق کے مطابق بیان کرتا ہے اگر چہ وہ اہل مذاہب

کے خلاف ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ مخفی نقصان بلکہ جلی ضرر سے خالی نہیں ہے اس معنی کا اظہار لازم جانتے ہوئے چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دی ہے۔ [۴۷]

۱۸۔۔۔۔۔۔ تحصیلِ علم کی تشویق

(۱)...... میرے عزیز فرزند! ہمیشہ اپنے نام کی طرح توفیق یافتہ رہے۔ موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے علومِ شرعیہ کی تحصیل اور ان کے مطابق عمل میں مشغول رہیں' اور اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ قیمتی عمر بے فائدہ اور لایعنی کاموں میں صرف نہ ہو اور لہو ولعب میں ضائع نہ ہو۔ [۴۸]

(۲)...... وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات وتوجہ بخوبی مدنظر رکھیں۔ اور بہت کوشش فرمائیں تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی فارغ ہو جائے۔ [۴۹]

(۳)...... مخدوم گرامی! آدمی کے لیے تین چیزوں سے چارہ نہیں' تاکہ نجات ابدی میسر آئے علم' عمل اور اخلاص۔ پھر علم کی دو قسم ہے ایک وہ علم جس سے عمل مقصود ہے اس علم کے بیان کی کفیل فقہ ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد و یقین قلبی ہے اس کی تفصیل مطابق آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت علم کلام میں آ چکی ہے۔ اور اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے۔ ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں۔ [۵۰]

یہ احادیث اگرچہ بلاترجمہ لکھی گئی ہیں تاہم آپ حضرت شیخ جیو کی طرف رجوع کریں اور ان سے معنی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ان کے مطابق عمل نصیب ہو۔ [۵۱]

۱۹۔۔۔۔۔۔ اسباق پڑھانے کی تاکید

(۱)...... ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس وتدریس سے اپنے آپ کو کبھی معاف نہ رکھنا۔ بلکہ تمہارا تمام وقت درس میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیے۔ ذکر وفکر کی ہوس نہ کریں۔ رات کی گھڑیاں ذکر وفکر کے لیے بہت ہیں۔ شیخ حسن کو بھی سبق دیتے رہیں۔ اور بیکار نہ چھوڑیں اور جب کہ وہ علاقے علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ تو وہاں علوم شرعیہ کو زندہ کریں۔ زیادہ بار بار کیا تاکید کروں۔ [۵۲]

(۲)...... اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے آپ کے لیے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اس محبت واخلاص کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے بارے میں محض اپنی عنایت سے عطا

فرمائی ہے ایسے مقامات میں جہاں کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں۔

فَعَلَیْکُمْ بِتَعْلِیْمِ الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّةِ وَ نَشْرِ الْاَحْکَامِ الْفِقْهِیَّةِ مَااسْتَطَعْتُمْ
فَاِنَّهُمَا مِلَاکُ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْتِقَاءِ وَ مَدَارُ النَّجَاةِ.

(آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور جہاں تک ہو سکے احکام فقہیہ کو پھیلائیں کیوں کہ یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی اور نجات کا مدار ہے)۔

اپنی کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر علماء کے گروہ میں داخل رہیں اور امر معروف اور نہی و منکر کر کے خلق کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

یہ قرآن وعظ و نصیحت ہے۔ جو شخص چاہے اللہ کی طرف راستہ حاصل کرے۔ ۵۳

۲۰_____ طالب علم صوفیائے کرام سے مقدم ہیں

آپ نے مولانا محمد قلیج موفق کے خط میں لکھا تھا کہ کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کے لیے روانہ کر دیا ہے آپ نے دینی طلبہ کا ذکر صوفیوں سے پہلے کیا نظر ہمت میں بہت ہی اچھا لگا۔ مطابق الظاہر عنوان الباطن ' (ظاہر باطن کا عنوان ہے) امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کی تقدیم پیدا ہو چکی ہوگی۔

كُلُّ اِنَاءٍ يَّتَرَشَّحُ بِمَافِيْهِ

(ہر برتن سے وہ ہی کچھ نمودار ہوتا ہے جو اس میں موجود ہوتا ہے)

از کوزہ بروں ہماں تراود کہ در وست

(کوزے سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہوتی ہے۔)

طالب علموں کو مقدم کرنے میں شریعت کی ترویج ہے یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں ملت مصطفویہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات ان ہی سے قائم ہے جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل

کرنے سے ہوگا۔ انبیاء کرام صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم جو افضل اور بہترین کائنات ہیں انہوں نے شریعت ہی کی لوگوں کو دعوت دی ہے اور نجات بھی اس شریعت پر موقوف ہے۔ اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہے۔ ۵۴

یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ میں گرفتار طالب علم اس صوفی سے کیسے بہتر ہوسکتا ہے جو غیر حق کی گرفتاری سے آزاد ہو چکا ہے۔ کیوں کہ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ سائل بات کی تہ تک نہیں پہنچا۔ طالب علم غیر حق گرفتاری کے باوجود مخلوقات کی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے کیوں کہ احکام شرعیہ کی تبلیغ اسے میسر ہے۔ اگر چہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہا اور صوفی اپنے آپ کو غیر حق سے آزاد کر لینے کے باوجود مخلوق کی نجات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ شخص جو بہت سے لوگوں کی نجات اور خلاصی کا سبب ہے اس کا اس شخص سے بہتر اور افضل ہونا بالکل واضح ہے جو صرف اپنی نجات کے سامان میں مصروف ہے۔

ہاں وہ صوفی جس کو فنا اور بقا اور سیر عن اللہ اور سیر باللہ کے بعد عالم کی طرف لایا گیا ہو اور مخلوق کو راہ راست کی طرف لانے کا فریضہ اسے تفویض کیا گیا ہو وہ مقام نبوت سے حصہ پا چکا ہے ایسا صوفی مبلغین شریعت میں داخل ہے اور علماء شریعت کا حکم رکھتا ہے۔ ۵۵

۲۱_____ علماء کے لیے نصائح

(۱)...... ”دنیا سے محبت نہ ہو“

گروہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت ان کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔ ۵۶

(۲)...... ”درس وتدریس اور فتوی دینا اللہ کی رضا کے لیے ہو“

درس وتدریس اور فتوی دینا اس وقت نفع مند ہے جب کہ خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور جاہ وسرداری اور حصول مال وزر اور بلندی چاہنے کے شائبہ سے خالی ہو۔ اور اس کی علامت ونشانی یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں میں زُہد اختیار کرے اور دنیا ومافیہا سے بے رغبت رہے۔ ۵۷

(۳)...... ”متفرق جامع نصیحتیں“

جمعیت خاطر سے رہیں۔ اپنی تمام ہمت کو اللہ جل شانہ کی رضا مندی میں مصروف رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ فراغت میں پڑ جائیں اور نفس کو خوش کریں اور اہل وعیال سے پوری محبت کرنے لگیں اور ضروری کارخانہ میں فتور پڑ جائے کہ پھر سوائے محرومی اور ندامت کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا...... اہم امور میں وقت

گذاریں.......... امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تم کو ضائع نہ کرے گا اور قبول فرمائے گا۔ لیکن ترساں ولرزاں رہیں اور لہوولعب میں نہ گذاریں ...... اور خداوند تعالیٰ سے ملتجی اور متضرع رہیں اور بقدر ضرورت اہل حقوق سے اختلاط رکھیں۔ ان کی خاطرداری کریں۔ اور عورتوں کی جماعت سے وعظ ونصیحت سے زندگی گذاریں اور ان کے حق میں امر معروف اور نہی منکر سے دریغ نہ کریں۔ اور اپنے تمام گھر والوں کو نماز اور درستی اور شرعی احکام کی تعمیل کی ترغیب دیں۔ کہ تم اپنی رعیت کے متعلق پوچھے جاؤ گے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے اس کے مطابق عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے اور اس پر استقامت بھی دے۔ [۵۸]

(۴)...... پس عقل مند علماء اور صاحب دانش حکما پر اس مرض (نفسانی خواہشات) کے ازالہ کی فکر کرنا ضروری ہے۔ [۵۹]

۲۲______ اعلیٰ ترین نیکی ترویج شریعت میں کوشش ہے

اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی وکوشش کی جائے اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں۔ خدائے تعالیٰ عزوجل کی راہ میں کروڑہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔ جس طرح مسائل شرعیہ میں سے ایک مسئلے کو رواج دینا۔ کیوں کہ اس فعل میں انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی اقتداء ہے جو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی نیکیاں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو نصیب ہوتی ہیں اور کروڑہا روپے خرچ کرنا تو غیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بھی میسر آ جاتا ہے۔ پھر شریعت مطہرہ کی پیروی میں نفس کی پوری مخالفت ہے اور نفس کی سرشت شرع شریف کی مخالفت پر ہے اور مال خرچ کرنے میں بعض اوقات نفس موافق بھی ہوتا ہے۔ ہاں مال خرچ کرنا تائید وتقویت شرع اور ترویج ملت اسلام کی خاطر ہونا چاہیے۔ اور یہ بلند ترین درجہ ہے۔ اور ایک کوڑی اس نیت سے خرچ کرنا اس کے ماسوا میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔ [۶۰]

۲۳ ______ اشاعت دین کے لیے خرچ کی فضیلت

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہ

(جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ خدا تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا)۔

تو ہم فقیروں پر آپ کے احسانات کا شکر لازم ہے۔ اول اول ہمارے خواجہ (حضرت پیر دستگیر خواجہ

محمد الباقی قدس سرہ) کی ظاہری دل جمعی کا سبب آپ ہی بنے آپ کے طفیل اس جمعیت میں ہم لوگ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طلب میں مصروف رہے اوراس کا وافر حصہ ہم لوگوں نے حاصل کرلیا۔

پھر دوبارہ مطابق **کبرت بموت الکبراء** (بڑوں کے فوت ہوجانے کے باعث مجھے بڑا بنادیا گیا) جب نوبت اس طبقہ تک آ پہنچی تو فقراء کے جمع ہونے کا ذریعہ اور طالبانِ حق کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں...... **جزاکم اللہ سبحانہ عنا خیر الجزاء**

گر بر تنِ من زباں شود ہر موے
یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

(اگر میرے جسم کا ہر بال زبان بن جائے تو میں ہزار میں سے آپ کا ایک شکر بھی ادا نہیں کرسکتا)۔

میری یہ آرزو ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو دنیا وآخرت میں آپ کے جد مکرم سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم من الصلوات والتسلیمات کے طفیل ہر نامناسب بات سے محفوظ رکھے۔[۶۱]

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک جیتل کا صرف کرنا کروڑ ہا روپوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کون سے بہادر کو اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے کیوں کہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی۔ حقیقت میں نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اس عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔[۶۲]

۲۴______ تبلیغِ دین کے لیے کرامات کا ظاہر کرنا شرط نہیں

احکام شرعی کی تبلیغ کے لیے خوارق وکرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن یہ عذر نہ سنیں گے کہ تصرف بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات میں سے ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم پر احکام پہنچانا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کردے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہوجائے۔[۶۳]

۲۵______ شریعت کی ترقی کے لیے کوشش کرنا اسلام کے پیشواؤں پر لازم ہے

اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں اور سب سے اول اسلام کے گرے ہوے ارکان کو قائم کریں کیوں کہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی اور غریبوں کے دل اس تاخیر سے بے قرار ہیں۔ گزشتہ زمانے کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ [۶۴]

۲۶______ علوم وفنون میں تہذیب وترقی کا عمل جاری رہتا ہے

امام ابو یوسف کے متعلق یہ مشہور قول ہے کہ میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن میں چھے مہینے تک جھگڑتا رہا اور تم نے یہ ضرور سنا ہوگا کہ فن کی تکمیل بہت سے افکار کے ملنے سے ہوتی ہے۔ اگر فن اور علم ایک ہی فکر میں بند رہتا تو اس میں زیادتی اور اضافہ نہ ہوتا۔ علم نحو جو سیبویہ کے زمانے میں تھا آج نحویوں کے اختلاف آراء اور بہت سی افکار کے ملنے سے سو گنا زیادہ اور کامل ہو چکا ہے۔ لیکن اس علم کی بنا سیبویہ نے رکھی ہے لہٰذا بزرگی اور فضیلت اس کے لیے مسلم ہے۔ فضیلت متقدمین کے لیے ہی ہے اور کمال متاخرین کے لیے۔

مثل امتی کمثل المطر لایدری اولهم خیرام آخرهم

(میری امت کی مثال بارش کی سی ہے یہ پتا نہیں چلتا کہ اس کا پہلا حصہ
بہتر ہے یا آخری حصہ)

حدیث نبوی علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ [۶۵]

۲۷______ بعض علوم کے بارے میں تبصرہ

(۱)______ وہ علوم جو آخرت میں کام نہیں آئیں گے وہ بھی دنیا میں داخل ہیں اگر علمِ نجوم، منطق، ہندسہ اور حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل کرنا کارآمد چیز ہوتی تو فلاسفہ اہل نجات میں سے ہوتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

علامة اعراضه تعالیٰ عن العبد اشتغاله بمالایعنیه

(اللہ تعالیٰ کے بندے سے اعراض کرنے کی علامت یہ ہے کہ بندہ لایعنی

کاموں میں مشغول ہو جائے)۔

ہر چہ جز عشقِ خدا احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

(خدائے احسن کے عشق و محبت کے سوا جو کچھ بھی ہے چاہے شکر ہی کیوں نہ کھائی جائے اس میں بھی جان کی ہلاکت ہے)۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے علم نجوم درکار ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس علم کے بغیر اوقات نماز کی پہچان نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقاتِ نماز پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ علم بھی ہے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو علم نجوم بالکل نہیں جانتے لیکن نماز کے اوقات ماہرین نجوم سے بہتر جانتے ہیں اس کے قریب وہ وجہ ہے جو منطق اور حساب وغیرہ جن کی علوم شرعیہ میں ضرورت پڑتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے تکلفات اور تمحلات اختیار کر کے ان علوم میں مشغول ہونے کا جواز نکلتا ہے ان علوم کے پڑھنے اور حاصل کرنے سے اگر مقصود احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت ہو تو صرف اس مقصد کے تحت ان علوم کے حصول کا جواز ہے ورنہ تحصیل اور ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہی نہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ اگر ایک مباح کا ارتکاب بہت سے واجب امور کے فوت ہو جانے کا باعث بنتا ہو تو وہ حدِ جواز سے ہو جائے گا یا نہیں یعنی ضرور خارج ہو جائے گا۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علوم میں مشغولیت بہت سے ضروری علوم کے حصول و اشتغال کو فوت کر دیتی ہے۔ [٦٦]

(۲) ان کے مرتبہ علوم میں سے ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بے ہودہ اور لاحاصل ہے بھلا مثلث کے تینوں زاویوں کا دو قائمہ زاویہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئے گا اور شکل عروسی اور مامونی جوان کے نزدیک بڑی مشکل اور جانکاہ ہے کس غرض کے لیے ہے۔ [٦٧]

(۳) اس جماعتِ (فلاسفہ) نے اپنی عمر کو علم آلی (منطق) کے سیکھنے سکھلانے میں صرف کر دیا جو خطائے فکری سے بچانے والا ہے اور اس باب میں کئی موشگافیاں کیں۔

اور جب اپنے اعلیٰ مقصد یعنی خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال تک پہنچے تو اپنے حواس گم کر دیے اور بچانے والا آلہ ہاتھ سے چھوڑ دیا اور کئی دیوانگیاں دکھائیں اور گمراہی کے بیابان میں پڑے رہے ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص کئی سال تک آلات جنگ کو تیار کرے اور لڑائی کے وقت اس کے حواس جاتے رہیں۔

لوگ فلاسفہ کے علوم کو پورا اور منتظم جانتے ہیں اور غلطی اور خطا سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ اگر بغرض اس حکم کے ان علوم میں سچا بھی سمجھ لیا جائے جن میں عقل کو استقلال وفعل ہے تو وہ خارج از بحث ہیں اور بے کار کے دائرہ میں داخل ہیں اور آخرت سے جو کہ دائمی ہے کوئی کام نہیں رکھتے اور آخری نجات ان سے وابستہ نہیں۔ بات تو ان علوم کے متعلق ہے کہ جن کے ادراک میں عقل عجز وقصور ہے اور نبوت کے طریق سے وابستہ ہیں اور آخرت کی نجات ان سے تعلق رکھتی ہے۔ ۶۸

وضاحت: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے منطق، فلسفہ، علم ہندسہ اور علم ریاضی وغیرہ علوم آلیہ سے نفرت کا اظہار فرمایا اس کے پیرایۂ اظہار سے نفرت کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے جو درحقیقت حکومتی سرپرستی میں علوم اسلامیہ کی بیخ کنی اور ان کی جگہ ان علوم اور دیگر مذاہب کی کتب کی ترویج کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ امر بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ فلسفہ کے بعض مسائل اسلام کے خلاف ہیں۔ ان کو درست ماننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اکبر نے اپنے دور حکومت میں شعوری طور پر یہ کوشش کی کہ مسلم معاشرے کا تعلق اسلام اور اس کی تعلیمات سے کاٹ دیا جائے۔ چناں چہ عہد اکبری کا معروف مورخ ملا عبدالقادر بدایونی اپنی تاریخ میں یوں لکھتا ہے۔:

> ''دریں سال حکم شد کہ ہر قوم ترک علوم عربیہ نمودہ غیر از علوم غریبہ از حساب ونجوم وطب وفلسفہ بخوانند''
>
> ترجمہ: اس سال فرمان صادر ہوا کہ ہر قوم عربی علوم کو چھوڑ کر صرف علوم نادرہ غریبہ یعنی نجوم، حساب، طب، فلسفہ پڑھا کریں۔
>
> (منتخب التواریخ ص ۳۶۲ بحوالہ تذکرۂ مجدد الف ثانی ص ۷۴، ۷۵)۔

پھر اس فرمان کا نتیجہ کیا ہوا اس کی وضاحت ملا عبدالقادر بدایونی یوں کرتے ہیں۔:

مدارس و مساجد مندرس علماء اکثرے جلاوطن شدند و اولاد نا قابل ایشاں کہ بماند بمرور بہ پاچی گیری نام برآوردند۔

ترجمہ: مدرسے اور مسجدیں سب ویران ہیں اکثر اہل علم جلاوطن ہو گئے ان کی اولاد نا قابل جو اس ملک میں رہ گئی ہے ''پاچی گیری'' میں نام پیدا کر رہی ہے۔

(منتخب التواریخ ص ۲۷۴ بحوالہ تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۷۵)

معاملہ واضح ہے کہ جب حالات اتنے مخالف ہو جائیں تو ردعمل بھی شدید ہی ہو سکتا ہے۔ بالخصوص ان حالات میں جب کہ ان علوم کو فضیلت کا معیار قرار دے دیا جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ارشادات عوام الناس کے لیے تھے۔ خواص کے لیے ان علوم کا پڑھنا پڑھانا ضروری خیال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جو کتابیں خانقاہ مجددی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز خود پڑھایا کرتے تھے اور جن کی تدریس ان کے صاحبزادگان فرمایا کرتے تھے ان میں فلسفی علوم بھی تھے۔ مکتوبات شریف میں منطقی اور فلسفی اصطلاحات کثرت سے آپ نے استعمال فرمائی ہیں بلکہ کئی ایک تصوف اور روحانی دنیا کے مسائل کو فلسفیانہ مثالیں دے کر حل فرمایا اس کی ایک مثال آپ کا وہ مکتوب گرامی ہے جو اپنے سب سے بڑے صاحب زادے حضرت محمد صادق قدس سرہ کو ان کے اس سوال کے جواب میں ارسال فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ اس طریق کا سالک کبھی اپنے آپ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات دیکھتا ہے کہ اس سے بھی اوپر چلا گیا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی اس معمہ کا حل فلسفیانہ مثال سے واضح فرماتے ہیں چنانچہ فرمایا اس جواب کو ہم ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ معقولی یعنی اہل فلسفہ نے کہا کہ دھواں خاکی اور آتشی اجزاء سے مرکب ہے جس وقت دھواں اوپر کو جاتا ہے تو خاکی اجزاء آتشی اجزاء کے ہمراہ اوپر چلے جاتے ہیں اور قاسر کا قسر حاصل ہونے سے عروج کر جاتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر دھواں قوی ہو تو وہ کرۂ نار تک چڑھ جاتا ہے اس وقت اجزائے خاکی' اجزائے آبی اور اجزائے ہوائی کے مقامات میں جو بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچ جائیں گے اور وہاں سے عروج کر کے اوپر چڑھ جائیں گے اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اجزائے خاکی کا مرتبہ اجزائے ہوائی کے رتبہ سے بلند تر ہے کیوں کہ وہ فوقیت باعتبار قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے اور کرہ نار تک پہنچنے کے بعد جب وہ

اجزائے خاکی نیچے گریں گے تو اپنے اصلی مرکز پر پہنچیں گے تو بے شک ان کا مقام آب وہوا کے مقام سے نیچے ہوگا۔ پس بحث مذکور میں اس سالک کا عروج بھی ان مقامات سے باعتبار قاسر کے ہے اور وہ قاسر گرمی محبت کی زیادتی اور جذبہ عشق کی قوت ہے اور ذات کے اعتبار سے اس کا مقام ان مقامات سے بہت نیچے ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۲۰۸ ص ۴۵۶)

علمائے کرام اور صوفیہ عظام معاشرہ کی علمی اور روحانی امراض کے طبیب ہوتے ہیں ان علوم سے عوام الناس کو جو علمی اور روحانی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں ان کے علاج کے لیے ضروری ہے کہ یہ حضرات ان علوم کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں ان علوم کو سبقاً سبقاً توجہ کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے تاکہ ان علوم کے زہر کا تریاق بہم پہنچا سکیں۔ (قادری)

۲۸_____ بادشاہ کی اصلاح کے لیے بے قراری

(۱)...... یہ بات سننے میں آئی ہے کہ بادشاہ اسلام نے دین دارانہ فطرت کی خوبی کے باعث جو ان میں پائی جاتی ہے آپ کو حکم دیا ہے کہ چار دین دار علماء مہیا کریں جو ہر وقت دربار شاہی میں حاضر رہیں اور احکام شرعی بیان کرتے رہیں تاکہ کوئی امر خلاف شرع واقع نہ ہو۔

مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کیا خوش خبری ہوسکتی ہے اور ماتم زدوں کو اس سے اچھی کیا بشارت ہوسکتی ہے۔ غرض مند دیوانہ ہوتا ہے چنانچہ عرض کرتا ہے کہ دین دار علماء بلاشبہ کم ہیں۔...... اس غرض کے لیے اگر ایک عالم کو منتخب کریں تو بہتر ہوگا۔ ۶۹

(۲)...... آپ نے سنا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علماء کا خواہاں ہے الحمدللہ علیٰ ذٰلک آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا وہ علماء کی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا اس بار یہ امید ہے کہ پورا پورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دین دار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے۔ ۷۰

(۳)...... بادشاہ جہاں کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے۔ اگر دل ٹھیک ہے تو بدن ٹھیک ہے اور اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہوگا۔ بادشاہ کی درستی جہاں کی درستی اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے۔ ۷۱

(۴)...... آج جب کہ دولت ونعمت اسلام کے آگے رکاوٹوں کے زوال کی خوش خبری اور اسلامی بادشاہ کے بیٹھنے کی بشارت خاص وعام کے کانوں تک پہنچ چکی ہے اہل اسلام اپنے اوپر لازم کریں کہ بادشاہ

کے مدد و معاون بنیں اور ترویج شریعت اور تقویت دولت اسلام کی طرف رہنمائی کریں یہ امداد و تقویت خواہ زبان سے میسر آئے خواہ ہاتھ سے۔ نعمت اسلام کی سب سے اولین مدد یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے اور کتاب وسنت اور اجماع کے عقائد کلامی کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں پڑ کر راستہ نہ روک دے اور کام کو خرابی اور فساد میں نہ ڈال دے۔ اس قسم کی امداد علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ جن کا رجحان آخرت کی طرف ہے۔ [۷۲]

(۵)...... اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ بادشاہ کی مثال روح کی طرح ہے اور باقی حصہ انسانی جسم کی طرح ہے اگر روح درست ہے تو تمام جسم درست ہے اور اگر روح فاسد ہے تو سارا بدن فاسد ہے۔ پس بادشاہ کی اصلاح کی کوشش کرنا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اور اصلاح اسلام کے کلمہ کے اظہار میں ہے۔ بہر صورت جس وقت بھی گنجائش ملے اور کلمہ اسلام اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق کہنے کا موقع ملے وقتاً فوقتاً بادشاہ کے کان میں ڈالتے رہیں اور مخالفین کے مذہب کی تردید کریں۔ اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آجائے۔ آپ کو یہ دولت مفت میں ملی ہوئی ہے اس کی قدر سمجھیں زیادہ مبالغہ نہ کیا جائے اگرچہ اس جگہ جتنا بھی مبالغہ اور تاکید کی جائے اچھی ہے۔ [۷۳]

(۶)...... اس وقت کہ بادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ توجہ نہیں رہی۔ مسلمانوں کے دل اس سے بہت پشیمان ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو بدمذہبوں کی رسموں کی برائی سے مطلع کریں۔ اوران کے دور کرنے میں کوشش کریں شاید کہ بادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی برائی کا علم نہ ہو اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آکر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ [۷۴]

۲۹_____ شاہی دربار میں کلمۂ حق

اللہ تعالیٰ کی مدد سے عجیب وغریب صحبتیں گزر رہی ہیں امور دینیہ اور اصول اسلامیہ کے متعلق گفتگو میں سستی اور خوشامد راہ نہیں پاتی اور وہی الفاظ جو کہ خلوتوں اور اپنی خاص مجلسوں میں بیان کرتا تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے ان سلطانی مجلسوں میں بھی بیان کرتا ہوں۔ اگر ایک مجلس کی گفتگو لکھوں تو دفتر چاہیے۔ خصوصاً آج کی رات جو رمضان مبارک کی سترہویں رات تھی۔ انبیا علیھم الصلوۃ والسلام کی بعثت اور عقل کے

عدم استقلال اور آخرت پر ایمان اور اس میں عذاب و ثواب اور اثبات رویت باری تعالیٰ اور خاتم الرسل کی خاتمیت نبوت اور ہر صدی پر مجدد کے آنے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور سنت تراویح اور تناسخ کے بطلان اور جن اور جنیوں کے احوال اور ان کے عذاب و ثواب اور ان جیسی باتوں کے متعلق بہت سی گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے اچھی طرح سنا...... اللہ کی تعریف ہے کہ بادشاہ اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں اور مزاج میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور ان ملاقاتوں میں شاید اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور راز پوشیدہ ہوں [۷۵]

۳۰...... علما کی طرف رجوع کی تلقین

(۱)...... وہاں آپ کے پاس حاجی محمد اُترہ دین دار علماء میں سے ہیں اور یہاں شیخ علی اترہ سے تو آپ کی شناسائی بھی ہے غرضیکہ یہ دونوں حضرات ان علاقوں میں غنیمت ہیں۔ مسائل شرعیہ کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا بہت مناسب ہے۔ [۷۶]

(۲)...... حلال و حرام کے معاملے میں ہمیشہ دین دار علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور انہیں سے دریافت کرنا چاہیے اور ان کے فتوی کے مطابق عمل کرنا چاہیے کیوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ شریعت کے علاوہ جو کچھ ہے باطل ہے اور بے اعتبار ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔

(حق کے سوا سب گمراہی ہے) [۷۷]

(۳)...... احکام شرعیہ کی صحیح نوعیت علمائے آخرت سے معلوم کریں ان کے کلام میں ایک تاثیر ہے شاید ان کے مبارک کلمات کی برکت سے عمل کی توفیق بھی مل جائے۔ [۷۸]

(۴)...... اسی طرح تمام کاموں میں ان دین دار علماء کرام کے فتوی کے مطابق جنھوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں زندگی بسر کرنا چاہیے اور اس کو نجات اخروی ابدی کا وسیلہ قرار دینا چاہیے۔

مایفعل اللہ بعذا بکم ان شکر تم و آمنتم

(اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دے گا جب کہ تم لوگ شکر گزار اور مومن بنو) [۷۹]

(۵)...... فرائض اور سنتوں کی ادائیگی اور حرام اور مشتبہ چیزوں سے اجتناب میں پوری احتیاط کرنی چاہیے۔ اور چھوٹی بڑی بات میں علما کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور ان کے فتوی کے تقاضا کے مطابق

زندگی بسر کرنی چاہیے۔ [۸۰]

(۶) شیخ عبدالحی تقریباً پانچ سال تک خدمت میں رہے ہیں اور حاضری کی اکثر خدمات انہیں سے تعلق رکھتی ہیں۔ فقیر کے علوم و معارف سے سیراب ہیں۔ اور جذبہ و سلوک کے احوال سے واقف ہیں مشارٌ الیہ سے کہا ہے کہ وہ چند روز آپ کے ہاں ٹھہریں اور وہ علوم معارف جو مناسب وقت حال ہوں درمیان میں لائیں گزرے ہوئے اور موجودہ وقت کے جو بھی احوال و مواجید ہوں سب مشارٌ الیہ سے کھول کر بیان کریں اور جو وہ نصیحت کریں اس پر یقین کریں۔ [۸۱]

۳۱۔۔۔۔۔ علما اور صلحاء کی تعظیم

(۱)...... لازم اور ضروری ہے کہ ساری ہمت احکام شرعیہ کی بجا آوری میں صرف کی جائے اور اہل شریعت یعنی علماء و صلحاء کی تعظیم و توقیر کرنی چاہیے۔ [۸۲]

(۲)...... خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمت گاری کو سعادت عظمیٰ جانیں کیوں کہ وہ فی الحقیقت خواجہ صاحب کی ہی مدد و اطاعت ہے کیوں کہ خواجہ صاحب اقبال لوگوں میں سے ہے۔

ع دادیم ترا از گنجِ مقصود نشاں
(ہم نے تجھے خزانہ مقصود کا نشان بتا دیا)۔ [۸۳]

(۳)...... فرقہ صحیحہ اہل سنت و جماعت کے علماء ظاہر اگر بعض اعمال میں کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن ذات و صفات سے متعلق ان کے عقائد کی درستی کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ ان کی کوتاہی اس نورانیت کے آگے مضمحل اور ناچیز ہو جاتی ہے۔.......... علماء کرام و دینی طلبہ علوم سے بہت محبت پیدا ہو چکی ہے ان کی روش بہت اچھی لگتی ہے۔ فقیر آرزو کرتا ہے کہ علماء و طلبہ علوم کے گروہ میں بیٹھا ہو اور (اصول فقہ کی آخری اور مشہور کتاب) تلویح کے مقدمات اربعہ کا کسی طالبعلم سے تکرار کر رہا ہو نیز (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) ہدایہ کا تکرار بھی شروع کر رکھا ہو۔ [۸۴]

(۴)...... سیادت پناہ میرے بھائی میر محمد نعمان کے آپ پر چوں کہ بہت سے حقوق ہیں اور وہ تمہارے بے اجازت چلے آنے سے تکلیف میں ہیں چاہیے کہ بے توقف اپنے آپ کو ان کی خدمت میں پہنچاؤ اور اس تکلیف کی تلافی کرو۔ اگر آپ اجازت سے آتے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ [۸۵]

(۵)...... علماء و مشائخ ماوراء النہر شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے حقوق ہم عاجز اور دور افتادہ لوگوں پر بلکہ

ہندوستان کے تمام مسلمانوں پر اتنے نہیں ہیں جو تقریر و تحریر میں آسکیں (یعنی شمار نہیں کیے جاسکتے) اعتقاد کی درستی اہل سنت و جماعت کثرھم اللہ سبحانہ فی الامصار کی صائب رائے کے مطابق ان بزرگواروں کی تحقیقات سے ہم نے حاصل کی ہے اور عمل کی صحت بھی بموجب مذہب علماء حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہی کی تدقیقات سے حاصل کی ہے اور طریقہ علیہ صوفیہ قدس اللہ اسرار ہم کا سلوک بھی ہندوستان کے علاقہ میں اسی بزرگ ترین کی برکات سے مستفاد ہے اور مقام جذبہ و سلوک و بقا و سیر الی اللہ و سیر فی اللہ جو کہ مرتبہ ولایت خاصہ سے وابستہ ہے کی تحقیق بھی اس علاقے کے اکابرین کے فیوض سے ہم پر انڈیلی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ اگر ظاہر ہے تو اس کی اصلاح بھی وہیں سے ہوتی ہے اور اگر باطن ہے تو بھی فلاح اس جگہ سے حاصل کی ہے۔

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابرِ بہار
کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردۂ تست

(اے ابر بہار! باغ تیرے فیض کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہے کہ اگر کانٹے ہیں یا پھول تو وہ سب تیرے ہی پروردہ ہیں) ۸۶

۳۲______ مفید کتابیں پڑھنے کی تلقین

(۱)...... عقائد حقہ کی درستی کے لیے امام اجل تورپشتی کا رسالہ بہت مناسب اور عام فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چوں کہ استدلال پر مشتمل ہے اور اس میں طول وسط بہت ہے اس لیے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو بہتر اور مناسب ہے۔ ۸۷

(۲)...... جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتاب تصوف کا ذکر و مطالعہ ہوتا ہے اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ اور زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں موجود ہیں جیسے مجموعہ خانی' عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی' بلکہ اگر آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ بھی ہو تو حرج نہیں۔ کیوں کہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے وہ قال میں نہیں آتا لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرر و نقصان کا احتمال ہے۔ ۸۸

(۳)...... آپ کی مجلس شریف میں قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کی معتبر کتابوں میں

سے ہر روز کچھ نہ کچھ پڑھا جانا چاہیے تا کہ یہ معلوم ہو کہ انہوں نے صحابہ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کس طرح صفت وثناء کی ہے اور کیسے ادب سے ان کو یاد کیا ہے تا کہ مخالف لوگ شرمندہ اور ذلیل ہوں۔ [۸۹]

(۴)...... عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے اور فرض و واجب، حلال وحرام وسنت ومشتبہ ومکروہ کے جاننے سے چارہ نہیں۔ ایسے ہی اس علم کے موافق علم کرنا بھی ضروری ہے فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں۔ [۹۰]

(۵)...... حسن کو بھی چاہیے کہ وہ بزرگوں کی دل جوئی کریں اور اخوت اسلامی کے حقوق بجالائیں اور فقہ کی کتابوں کا مطالعہ نہ چھوڑیں۔ [۹۱]

(۶)...... فقہ کی کتابیں جو فارسی میں لکھی ہوئی ہیں مثلاً ترغیب الصلوٰۃ وتیسیر الاحکام اور ان جیسی کتابوں کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور مسائل شرعیہ کو ان سے اخذ کریں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ [۹۲]

۳۳_____ پسندیدہ کتابیں

۱۔ جامع الرموز۔

۲۔ ابراہیم شاہی۔

ان دونوں کتابوں سے سودی قرضہ کی حرمت پر استناد فرمایا۔ [۹۳]

۳۔ رسالہ امام اجل تورپشتی (المعتمد المستند)۔

عقائد حقہ کی درستی کے لیے بہت مناسب اور عام فہم ہے۔ [۹۴]

۴۔ مجموعہ فوانی۔

۵۔ عمدۃ الاسلام۔

مجلس میں پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ [۹۵]

۶۔ ایک نامعلوم الاسم رسالہ مصنفہ حضرت مجدد قدس سرہ طریقت میں نفع مند نصائح پر مشتمل ہے۔ [۹۶]

۷۔ کتب حضرت قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ۔

صحابہ کرام کی صفت وثنا کی گئی ہے اور ادب سے یاد کیا گیا ہے۔ [۹۷]

۸۔ شرح العقائد علامہ تفتازانی۔

۹۔ حاشیہ خیالی۔

۱۰۔ حاشیہ قرۃ کمال قری۔

صحابہ کرام کا باہمی اختلاف مبنی براجتہاد تھا۔ ۹۸

۱۱۔ تفسیر المدارک۔

۱۲۔ ملتقط۔

بے ہودہ قصے کہانیوں اور سرود کے عدم جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ ۹۹

۱۳۔ عصامی حاشیہ شرح وقایہ۔

۱۴۔ فتاوٰی سراجیہ۔

۱۵۔ فتاوٰی غیاثیہ۔

۱۶۔ خلاصہ۔

۱۷۔ فتاوٰی شافیہ ۱۰۰

۱۸۔ فتاوٰی غرائب۔

۱۹۔ فتاوٰی کبرٰی۔

۲۰۔ مضمرات۔

۲۱۔ ولوالجی۔

۲۲۔ خزانۃ الروایات۔

۲۳۔ فتاوٰی تاتارخانیہ۔

عدم رفع سبابہ در تشہد میں ان سے استدلال فرمایا۔ ۱۰۱

۳۴_____ ناپسندیدہ کتابیں

۱۔ گلستان۔

۲۔ بوستان۔

فقہی کتب کے مقابلے میں ان کا پڑھنا پڑھانا بے کاری میں داخل ہے۔ ۱۰۲

فقہ کی کتابوں کے مقابلے میں فضولی میں داخل ہیں بلکہ ضروری امر کی نسبت بالکل بے فائدہ ہیں۔ ۱۰۳

۳۔ قنیہ (قنیۃ المنیۃ علیٰ مذہب ابی حنیفہ)۔

مولانا جمال لاہوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی بہت سی روایات لائق اعتماد نہیں اور کتب معتبرہ کے خلاف ہیں۔ [۱۰۴]

۴۔ تفسیر تبصیر الرحمٰن۔

مصنف فلاسفہ کے مذہب سے بہت لگاؤ رکھتا ہے۔ [۱۰۵]

۳۵ _____ علماء کے لیے سفارش

(۱)...... اس دعائیہ رقعہ کے حامل مولانا محمد حافظ اہل علم ہیں اور کثیر العیال ہیں۔ اسباب معیشت کی قلت کی بنا پر فوج کی (ملازمت) کی طرف متوجہ ہوے ہیں۔ اگر سرکار نصرت آثار، سیادت ونقاہت پناہ شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد مولانا موصوف کے لیے حاصل اور جاری کرادیں تو یہ آپ کا عین کرم ہوگا۔ [۱۰۶]

(۲)...... دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جناب اخوی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھوان مرحوم اشراف اور بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہیں جماعت (عیال) کثیر اس سے وابستہ ہے رحم وشفقت کا مستحق ہے۔ [۱۰۷]

(۳)...... اس بنا پر یہ گستاخی کی جارہی ہے کہ فصلانے کے ہزار ٹکے شیخ ابوالحسن حافظ اور صاحب علم کے لیے اور ہزار ٹکے شیخ شاہ محمد حافظ کے نام پر سرکار نواب شیخ کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ دونوں مذکورہ حضرات زندہ اور قائم ہیں ان کے بارے میں کوئی شبہہ نہیں۔ انہوں نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہے جو با اعتماد ہے اگر اس خبر کو سچ تسلیم کرلیں تو ان دونوں کے وظیفے کی رقم اس عریضہ لانے والے کے حوالے کردیں۔ [۱۰۸]

باقی لائق گذارش بات یہ ہے کہ میاں شیخ زکریا جو پہلے عہدۂ تحصیلداری پر فائز تھا آج کل محبوس اور بند ہے۔ شومی اعمال کے باعث مدت سے قید خانہ میں بند ہے۔ ضعف' پیری' تنگی معاش اور قید خانہ میں عرصہ سے پڑا رہنے کی وجہ سے بالکل تنگ اور پریشان ہے اس نے مجھے لکھا تھا کہ لشکر میں آکر میری رہائی کی کوشش کریں۔ راستے کی لمبی مسافت وہاں تک آنے میں مانع ہے۔ برادر عزیز خواجہ محمد صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہورہے تھے۔ ضرورت کے چند کلمات کی تکلیف دی ہے امید ہے کہ اس بوڑھے اور ضعیف شخص کے بارے میں توجہ عالی کریں گے۔ کیوں کہ وہ عالم بھی ہے اور اسے ضعف پیری بھی لاحق ہے۔ [۱۰۹]

(۴)...... دوسرا التماس یہ ہے کہ اس رقعہ ٔ دعا کا حامل میاں شیخ مصطفیٰ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہے۔ ہندوستان میں ان کے بزرگ بزرگوں کی حیثیت میں تشریف لائے۔ ان کے بزرگوں کے ذرائع معاش اور بہت سے وظائف مقرر تھے۔ شیخ مصطفیٰ مذکور بے معاشی کے سبب فوج کی ملازمت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور اپنی اسناد اور متعلقہ احکام اپنے ہمراہ لائے ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ کے توسل سے ان کو دل جمعی اور سکون نصیب ہوگا۔ شخص مذکور کے لیے بڑے افیسروں کی خدمت میں اس طرح سفارش فرمائیں کہ موثر ثابت ہو اور معاشی پریشانیوں کے ستائے ہوئے افراد کے لیے سکون قلب کا سبب ہو۔ [۱۱۰]

باقی ماندہ ایک مقصودی بات یہ ہے کہ میاں شیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر بزرگ زادہ لوگوں میں سے ہے۔ سفرِ دکن میں وہ آپ کے ساتھ گیا تھا۔ آپ کی عنایت والتفات کا امیدوار ہے۔ مولانا محمد عارف بھی طالب علم اور بزرگ زادہ ہے۔ اس کا باپ عالم دین تھا۔ معاشی مدد کے سلسلے میں آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ [۱۱۱]

(۵)...... ایک تکلیف آں جناب کو یہ دی جاتی ہے کہ حامل رقعہ ہذا میاں شیخ مصطفیٰ شریحی قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد معاش کے بہت ذرائع اور وسائل رکھتے تھے اور ان کے وظائف مقرر تھے۔ شخص مذکور اسباب معاش کے فقدان کے باعث پریشان ہے متعلقہ اسناد اور احکام اپنے ساتھ لے کر لشکر کی ملازمت کے لیے متوجہ ہوا ہے التفات ومہربانی فرما کر اس کی طرف توجہ فرمائیں کہ سکون قلبی حاصل ہو جائے اور اضطراب وپراگندگی سے نجات پا جائے۔ [۱۱۲]

(۶)...... دوسری مقصودی بات یہ ہے کہ حامل رقیمہ ٔ ہذا مولانا اسحاق فقیر کا آشنا اور مخلص ہے۔ اور قدیم زمانے سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے۔ اگر آپ سے مدد واعانت طلب کرے تو اس کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔ [۱۱۳]

(۷)...... اس عریضہ ٔ نیاز کا حامل میر سید احمد سادات سامانہ میں سے ہے اور طالب علم اور نیک آدمی ہے۔ اسباب معاش کی تنگی کا شکار ہے۔ اسی بنا پر اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر سرکار عالی میں گنجایش ہو تو شخص مذکور اس کا اہل ہے۔ اور اگر آپ کے گنجایش نہ ہو تو اپنے مخلصین میں سے کسی کو سفارش کریں تاکہ یہ شخص تنگیِ معاش کے اسباب سے بے فکر ہو جائے۔ [۱۱۴]

(۸)...... وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں۔ حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے۔ [۱۱۵]

(۹)...... باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمۂ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانیسری کا بیٹا ہے آپ کی ان مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کیے تھے اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی یہ تھی کہ ایک موضع جو پرگنا ندری میں انعام فرمایا ہوا تھا آگے آپ کا اختیار ہے۔ [۱۱۶]

(۱۰)...... دوسری لائق بیان بات یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہے اس کا باپ سرہند میں ہے اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے بڑھاپے اور ضعف ولاغری کے ایام میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے مسرور اور خوش ہو۔ اس نے اس بنا پر اس سلسلے میں آپ کو تکلیف دینے کے لئے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے۔ [۱۱۷]

(۱۱)...... تکلیف دینے کا ایک باعث یہ ہے کہ مولانا عبدالغفور اور مولانا حاجی محمد خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان دونوں پر آپ کی طرف سے جو احسان بھی ہوگا وہ دراصل فقیر پر احسان ہوگا۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست
(کریم لوگوں پر کوئی کام دشوار نہیں) [۱۱۸]

(۱۲) حافظ حامد نیک آدمی اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ہیں ہاں بال بچے کی کثرت نے ان کو پریشان کر رکھا ہے۔ وہ ان کی ذمہ داری سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے آپ کے کرم سے درخواست ہے کہ ان کی امداد واعانت کریں۔ سخی لوگوں کو سخاوت کے لیے بہانہ کافی ہے۔ [۱۱۹]

۳۶_____ تقلید ائمہ مجتہدین ضروری ہے

(۱) ...... ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری اور بایزید بسطامی اور جنید بغدادی اور شبلی احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید عمرو وبکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین سے ہے، برابر ہیں۔ ہاں ان بزرگواروں کی فضیلت اور امور میں ہے۔ [۱۲۰]

(۲) ...... اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حلت وحرمت

کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں، بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے مجتہدین کے دلائل کو خانۂ عنکبوت سے زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحابِ حنفیہ کے ظاہر احوال کو باطل قرار دینا اور روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے۔ ۱۲۱

☆☆☆

حواشی

۱۔ دفتر اول۔ حصہ اول صفحہ ۱۰۴
۲۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۳ صفحہ ۷۲
۳۔ دفتر اول۔ حصہ اول صفحہ ۸۱
۴۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم صفحہ ۱۵۴
۵۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰
۶۔ دفتر دوم۔ حصہ اول، مکتوب ۱۸، صفحہ ۷۰
۷۔ دفتر دوم۔ حصہ اول، مکتوب ۱۳، صفحہ ۶۰، ۶۱
۸۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱
۹۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۲۷۶، صفحہ ۶۰
۱۰۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۵۷، صفحہ ۴۰
۱۱۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۲۱
۱۲۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۵۷، صفحہ ۴۱
۱۳۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۴۷، صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹
۱۴۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۲۱
۱۵۔ دفتر سوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۵۷، صفحہ ۴۱
۱۶۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۵۷، صفحہ ۴۰
۱۷۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۲۰
۱۸۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۵۳، صفحہ ۵۲
۱۹۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۲۰

۲۰۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۷، صفحہ ۴۴
۲۱۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۴، صفحہ ۱۲۱
۲۲۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۲۰
۲۳۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۷، صفحہ ۴۴
۲۴۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۴، صفحہ ۱۲۰
۲۵۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۶۷، صفحہ ۷۵
۲۶۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۵۴، صفحہ ۲۶
۲۷۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۳، صفحہ ۵۳، ۵۴

نوٹ: اختلاف الفاظ کے ساتھ یہی واقعہ دفتر اول حصہ سوم مکتوب ۲۱۳ صفحہ ۱۵۶ پر بھی مذکور ہے۔

۲۸۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۲۱۳، صفحہ ۱۵۶
۲۹۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۲۱۳، صفحہ ۱۵۷
۳۰۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۴، صفحہ ۵۵
۳۱۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۷۳، صفحہ ۹۴
۳۲۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۷۳
۳۳۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۴، صفحہ ۱۲۲
۳۴۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، صفحہ ۷۴
۳۵۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۵۲
۳۶۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۵۲
۳۷۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۵۶
۳۸۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۶۵
۳۹۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۳، صفحہ ۶۸، ۶۹
۴۰۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۲، صفحہ ۶۹
۴۱۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۲، صفحہ ۶۹، ۷۰
۴۲۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۲، صفحہ ۷۰
۴۳۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۲، صفحہ ۷۱

۴۴۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۲، صفحہ ۷۱
۴۵۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۳، صفحہ ۷۲، ۷۳
۴۶۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۳، صفحہ ۷۳
۴۷۔ دفتر سوم۔ حصہ دوم، مکتوب ۱۰۱، صفحہ ۹۹، ۱۰۰
۴۸۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۷۹، صفحہ ۹۶
۴۹۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۲۷۵، صفحہ ۵۵
۵۰۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۹، صفحہ ۶۱
۵۱۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۹۸، صفحہ ۱۴۱
۵۲۔ دفتر دوم۔ حصہ اول، مکتوب ۱۴، صفحہ ۶۲
۵۳۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۲۷۵، صفحہ ۵۴
۵۴۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۸، صفحہ ۴۶
۵۵۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۸، صفحہ ۴۶، ۴۷
۵۶۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۱۹
۵۷۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۳۳، صفحہ ۱۲۰
۵۸۔ دفتر سوم۔ حصہ دوم، مکتوب ۸۵، صفحہ ۳۷، ۳۸
۵۹۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۱۰۵، صفحہ ۱۵۶
۶۰۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۴۸، صفحہ ۴۶
۶۱۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۴، صفحہ ۵۴، ۵۵
۶۲۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۱۸
۶۳۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۲۰
۶۴۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۵، صفحہ ۱۲۱
۶۵۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۲۹۲، صفحہ ۱۶۲
۶۶۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۷۳، صفحہ ۷۸۹، ۷۹۰
۶۷۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴
۶۸۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۲۳، صفحہ ۷۱، ۷۲

۶۹۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۳، صفحہ ۵۳
۷۰۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۴، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱
۷۱۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۷، صفحہ ۴۳
۷۲۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۷، صفحہ ۴۴
۷۳۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۶۷، صفحہ ۷۷
۷۴۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۱۹
۷۵۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۴۳، صفحہ ۱۲۸
۷۶۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۷۳، صفحہ ۹۴
۷۷۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۶۴، صفحہ ۷۴
۷۸۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۷۳، صفحہ ۹۴
۷۹۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۷۱، صفحہ ۸۵
۸۰۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۰، صفحہ ۱۱۳
۸۱۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۸۴، صفحہ ۱۰۸
۸۲ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۶۵، صفحہ ۷۷
۸۳۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۷۷، صفحہ ۹۵
۸۴۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۸، صفحہ ۵۶
۸۵۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۱۶، صفحہ ۴۱
۸۶۔ دفتر سوم۔ حصہ دوم، مکتوب ۹۹، صفحہ ۷۸
۸۷۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۱۷
۸۸۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۲۹، صفحہ ۱۰۴
۸۹۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۴، صفحہ ۵۶
۹۰۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۸۲
۹۱۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۶۱، صفحہ ۵۲
۹۲۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۱۷، صفحہ ۵۳
۹۳۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۱۰۲، صفحہ ۱۵۰

۹۴۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۱۷
۹۵۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۹۳، صفحہ ۱۱۸
۹۶۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۱۶، صفحہ ۷۶
۹۷۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۴، صفحہ ۵۶
۹۸۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۸۱
۹۹۔ دفتر اول۔ حصہ چہارم، مکتوب ۲۶۶، صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶
۱۰۰۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۲۸۸، صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸
۱۰۱۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۳۱۲، صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷
۱۰۲۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۲۷۸، صفحہ ۶۶
۱۰۳۔ دفتر سوم۔ حصہ ہشتم، مکتوب ۱۷، صفحہ ۵۳
۱۰۴۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۱۰۲، صفحہ ۱۵۱
۱۰۵۔ دفتر سوم۔ حصہ دوم، مکتوب ۱۰۱، صفحہ ۱۰۰
۱۰۶۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۱، صفحہ ۲۹
۱۰۷۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۲، صفحہ ۳۰
۱۰۸۔ دفتر اول۔ حصہ اول، مکتوب ۱۹، صفحہ ۸۵
۱۰۹۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۴۷، صفحہ ۸۸
۱۱۰۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۷۹، صفحہ ۱۰۹
۱۱۱۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۸۰، صفحہ ۱۱۶
۱۱۲۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۸۴، صفحہ ۱۲۰
۱۱۳۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۹۶، صفحہ ۱۳۵
۱۱۴۔ دفتر اول۔ حصہ دوم، مکتوب ۵۶، صفحہ ۵۷
۱۱۵۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۲۱۳، صفحہ ۱۵۷
۱۱۶۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۲۱۴، صفحہ ۱۵۸
۱۱۷۔ دفتر اول۔ حصہ سوم، مکتوب ۱۸۵، صفحہ ۱۰۴
۱۱۸۔ دفتر دوم۔ حصہ اول، مکتوب ۸، صفحہ ۴۶

۱۱۹۔ دفتر دوم۔ حصہ دوم، مکتوب ۹۰، صفحہ ۱۱۲

۱۲۰۔ دفتر دوم۔ حصہ ہفتم، مکتوب ۵۵، صفحہ ۳۵

۱۲۱۔ دفتر اول۔ حصہ پنجم، مکتوب ۳۱۲، صفحہ ۲۱۸

☆......☆......☆

ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد کے تعلیمی افکار

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

☆

ایک سرسری جائزے سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے درج ذیل تعلیمی نظریات سامنے آتے ہیں:

(۱)...... نفع بخش علم
(۲)...... علم اور طالبعلم کی اہمیت
(۳)...... عقل اہم ہے مگر حجت کاملہ نہیں
(۴)...... مبادیاتِ علم
(۵)...... بے فائدہ علوم
(۶)...... مطالعۂ کتب
(۷)...... درس وتدریس

مقصود علم۔ رضائے الٰہی:

> ''درس وتدریس اور فتوی دینا اس وقت نفع مند ہے جبکہ خالص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور جاہ وسرداری اور حصولِ مال وزر اور بلندی چاہنے کے شائبہ سے خالی ہو۔''

علم اور طالبعلم کی اہمیت:

شریعتِ حقہ کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص نیز اس گروہِ صوفیہ کے علوم، علوم احوال ہیں اور احوال اعمال کے نتائج وثمرات ہیں۔ علوم احوال اسے عطا ہوتے ہیں جس کے اعمال درست ہوں اور اعمال کا حق ادا کیا ہو۔ اعمال کو جاننا اور ان کی کیفیت سے واقف ہونا احکام شرعیہ کا علم

ہے۔ جیسے نماز، روزہ اور باقی فرائض اور معاملات کا علم اور نکاح وطلاق اور بیع وشراء کا علم اور ہر اس شئے کا علم جو اللہ تعالیٰ نے بندے پر واجب کی ہے اور جس کی بندے کو دعوت دی جاتی ہے۔ یہ سب علوم کسب و سعی سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے سیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔

طالبعلموں کو مقدم کرنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ یہی لوگ شریعت کے حامل ہیں۔ ملت مصطفویہ علیہ الصلوۃ والسلام انہیں سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کے بارے میں سوال ہوں گے۔ تصوف کے متعلق نہیں۔ یہاں کوئی شخص یہ سوال نہ کرے کہ غیر حق تعالیٰ میں گرفتار طالبعلم اس صوفی سے کیسے بہتر ہو سکتا ہے۔ جو غیر حق کی گرفتاری سے آزاد ہو چکا ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ سائل بات کی تہ تک نہیں پہنچا۔ طالبعلم غیر حق میں گرفتاری کے باوجود مخلوقات کی نجات کا سبب اور ذریعہ ہے۔

عقل حجتِ کاملہ نہیں ہے:

عقل اگرچہ حجت ہے لیکن حجت کاملہ نہیں۔ حجت کاملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہے۔

مبادیاتِ علم:

جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ صرف کتاب وسنت ہے۔ جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں یا فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصولوں کے سوا اور جو کچھ ہو خواہ صوفیہ کے علوم ومعارف ہوں اور خواہ ان کے کشف والہام، اگر ان کے اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ کشف والہام دوسرے کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجتہد کا قول دوسرے کے لیے حجت اور دلیل

ہے۔ لہٰذا اہل کشف کی تقلید احتمال وخطا کی صورت میں جائز نہیں اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست ہے بلکہ واجب ولازم ہے۔

مطالعہ کتب:

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ شیخ تھانیسر کو لکھتے ہیں۔

> لہٰذا یوں چاہیے کہ جس طرح آپ کی مجلس شریف میں کتب تصوف کا ذکر و مطالعہ ہوتا ہے، اسی طرح کتب فقہ کا بھی ذکر و مطالعہ ہو۔ زبان فارسی میں فقہ کی بے شمار کتابیں ہیں۔ جیسے مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام اور کنز فارسی بلکہ آپ کی مجلس شریف میں کتبِ تصوف کا ذکر و مطالعہ نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ تصوف کا احوال سے تعلق ہے، وہ قال میں نہیں آ سکتا۔ لیکن کتب فقہ کے زیر مطالعہ نہ ہونے سے ضرور نقصان کا احتمال ہے۔

آپ کی وسعتِ مطالعہ کا اندازہ ان کتب سے لگایا جاسکتا ہے۔ جن کے حوالہ جات مکاتیب اور دیگر رسائل سے ملتے ہیں۔

یہ بھی آپ کے نزدیک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ہر کتاب قابل مطالعہ نہیں۔ صرف وہی کتب سودمند ہیں جو بنیادی اہمیت کی حامل ہوں۔ درج بالا مکتوب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انتہائی ضروری کتب لائبریری کی زینت ضرور بنی چاہییں۔ آپ کا اپنا بہترین کتب خانہ تھا۔ درج ذیل مکتوب میں دوفنون کی کتب میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔ فقہ کی جو کتابیں فارسی میں لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً ترغیب الصلوٰۃ، تیسیر الاحکام اور ان جیسی کتابوں کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور مسائلِ شرعیہ کو ان سے اخذ کریں۔

درس وتدریس کی اہمیت:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ احمد برکی کو لکھتے ہیں:

> ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس وتدریس سے اپنے آپ کو کبھی معاف نہ رکھنا۔ بلکہ تمہارا تمام وقت درس میں ڈوبا ہوا ہونا چاہیے۔ ذکر وفکر کی ہوس نہ کریں۔ رات کی گھڑیاں ذکر وفکر کے لیے بہت ہیں۔ زیادہ بار بار کیا تاکید کروں۔

اکبر کے دور میں عربی پڑھنا' عربی جاننا عیب قرار دیا گیا اور فقہ' تفسیر وحدیث کے پڑھنے والے مردود ومطعون ٹھہرائے گئے۔ یہ بھی فرمان صادر ہوا کہ قوم عربی علوم کو چھوڑ کر صرف علوم نادرہ وغریبہ یعنی نجوم' حساب' طب' فلسفہ پڑھا کریں۔ اسی پر اکتفانہ کیا گیا بلکہ ایسے حروف جو عربی سے مخصوص ہیں۔ مثلاً ث' ح' ع' ط' ظ' کو بادشاہ کے حکم سے بول چال سے باہر کر دیا۔ لوگ اکبر کی خدمات کی من گھڑت کہانیاں پیش کرتے ہیں۔ یہ افسانہ بھی سن لیجیے۔

> جب ہم ان کتابوں کا جو شاہی سرپرستی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان علمی کتب سے مقابلہ کریں جو دورِ عباسیہ میں یونانی یا سنسکرت سے عربی میں منتقل ہوئیں۔ تو اکبری علم نوازی کی کمزوریاں اور کوتاہیاں ظاہر ہوئیں۔ لیکن اس کی سرپرستی میں کتنی اور کس قسم کی کتابیں ترجمہ ہوئیں اور کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بغداد کے دارالحکومت سے کمتر تھیں۔ اس دور میں مسلمانوں کی علمی سطح گر گئی۔ مسلمان بغداد اور غرناطہ کی علمی سرگرمیوں سے بے خبر ہو گئے۔ الغرض ادب وفنون لطیفہ کو ترقی ہوئی نہ کہ علمی سرگرمیوں کو۔

آپ چونکہ ہزار سالہ مجدد تھے اس لئے مجددی انقلاب کے اثرات محدود نہ تھے۔ اگرچہ حضرت مجدد نے جو کام کیا وہ ایک مخصوص طرزِ فکر کے حامل حالات میں تھا۔ لیکن آپ کا تحریکی کام دین کے تمام شعبہ جات کو محیط تھا۔ آپ کے مکتوبات علم وحکمت کا معدن اور صفائے قلب کا سامان ہیں۔ آپ جہاں ایک بلند پایہ صوفی' مفسر' محدث اور فقیہ ہیں۔ وہاں ایک صائب الرائے ماہر تعلیم بھی ہیں۔ آپ کی بپا کی ہوئی علمی تحریک کے اثرات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اردو زبان کو ہندی تہذیب سے پاک کرنے کی جدوجہد کا آغاز ہوا تو حضرت مظہر جان جاناں شہید غلام علی دہلوی' اور ناصر عندلیب جیسے

مجددی صاحبان علم نے آگے بڑھ کر اس طرح اردو زبان کی خدمت سرانجام دی جیسے حضرت مجدد خود اسلامی ثقافت کو ہندی اثرات سے بچانے کے لیے دے چکے تھے۔ آپ کی تصنیف کا مطالعہ کیا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ علمی میدان میں آپ عبارت خوانی اور چند علوم کی ابتدائی اصطلاحات کو ازبر کر لینا مقصودِ علم نہ سمجھتے تھے بلکہ مقصودِ عبارت اور عصری تقاضوں پر اس کا اطلاق ضروری سمجھتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کے نزدیک علوم وفنون کے حصول کا مقصد ''انسان سازی'' ہے۔

قاضی جاوید حضرت مجدد کے تعلیمی افکار پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

> معقولات پر نقطہ چینی کرتے ہوئے شیخ احمد سرہندیؒ نے ان کی اساس یعنی عقلِ انسانی کی بے مائیگی پر اصرار کیا ہے۔ شیخ کے نظریہ علم کی رو سے علم تین ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا ذریعہ حواس ہیں' دوسرا ذریعہ عقل ہے۔ جو پہلے ذریعہ سے بہر طور بہتر ہے۔ کیونکہ جس کا حس سے ادراک نہیں کیا جا سکتا عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے۔ تاہم اس عملیاتی زاویۂ نگاہ کی رو سے عقل معقولات میں سے محض ان امور کے ادراک کی اہل ہے جو محسوسات سے مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ جو محسوسات کے حکم میں سے ہیں جو شئے محسوسات سے مناسبت نہیں رکھتی یا قابل مشاہدہ اشیاء میں سے بے مثل ہے وہ شیخ سرہندی کے نزدیک معقول علم کے دائرے سے خارج ہے۔ لہٰذا عقل کی نظر بے مثل اشیاء کے احکام کو کوتاہ ہے اور غیب کے میدان میں تو بالکل گمراہ ہے۔ مزید برآں انسانی عقل اشیاء حقیقت اور حقیقت مطلقہ کی ماہیت کا علم فراہم کرنے میں بھی نااہل ہے۔ یوں انسان کو وحی پر انحصار کرنا پڑتا ہے جو حصولِ علم کا اعلیٰ ترین اور غایب درجہ قابل اعتماد وسیلہ ہے۔ عمومی اسلامی روایت کے برعکس شیخ سرہندی یہ دعوٰی بھی کرتے ہیں کہ عقل اور وحی میں مطابقت پیدا نہیں کی جا سکتی۔ دونوں کے مابین اس قدر وسیع خلیج حائل ہے کہ اسے ختم کرنا محال ہے۔ یہ نظریہ قبول کرتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ شخص جو عام

> احکامِ شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔ وہ شانِ نبوت کا منکر ہے اور اس کے ساتھ کلام کرنا حماقت ہے۔ یہ وہ فکری اساس ہے جس کے حوالے سے شیخ احمد سرہندی نے سولہویں صدی کے مسلم ہندوستان میں عقلی علوم کے فروغ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ انہوں نے عقلی علوم میں سب سے زیادہ مکمل' قابلِ اعتماد اور مفید علم ریاضی کے بارے میں حکم دیا کہ وہ محض لایعنی ہے۔ وہ استفسار کرتے ہیں کہ بھلا مثلث کے تینوں زاویوں دو قائمہ زاویوں کے مساوی ہونے کا علم کس کام آئے گا۔ انسانی فکر و دانش کی منظم صورت یعنی فلسفے کے بارے میں شیخ کی رائے یہ تھی کہ فلسفے کا اکثر حصہ بے وقوفی اور سفاہت کی باتوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اسے مکمل طور پر مسترد کر دینا چاہیے۔ فلاسفہ اور اہلِ دانش کے بارے میں شیخ نے کہا کہ یہ لوگ بہت ہی بے خود اور بیوقوف ہیں اور ان سے زیادہ کمینہ اور احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقل مند جانتا ہے۔

آپ اس فکر کے حامل بھی نظر آتے ہیں کہ علمائے دین اگر اپنا فرض دیانت داری سے ادا کریں تو وہ اہل اقتدار کو اسلامی نظام قائم رکھنے پر مجبور کر سکتے ہیں اور آپ نے عملاً ایسا کر بھی دکھایا۔

الغرض آپ کی تعلیمی فکر فرد و معاشرہ کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح سے وابستہ ہے اور پیشِ نظر فتوحاتِ مدینہ کی جمال آرائیاں ہیں۔

حضرات گرامی! ہمارا دعوٰی ہے کہ مکتوبات میں ہزار سالہ مسائل کو آپ نے کسی نہ کسی رنگ میں بیان فرمایا تو آج مجددی صاحبان علم مکتوبات کی روشنی میں عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ نصاب ترتیب دے کر تعلیمی اداروں میں ظلمتوں کو کافور کر سکتے ہیں، آج تعلیمی ادارے اسی اکبری الحاد کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ علم کی روح ختم ہوگئی ہم نے مغز کو چھوڑ کر چھلکے پر انحصار کر لیا۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

چالیس ارشاداتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی

علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری
(خلیفہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ)

☆☆

(۱)

نجات آخرت کا حاصل ہونا صرف اسی پر موقوف ہے کہ تمام افعال واقوال واصول وفروع میں اہل سنت وجماعت کثرھم اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا جائے اور صرف یہی ایک فرقہ جنتی ہے۔ اہل سنت وجماعت کے سوا جس قدر فرقے ہیں سب جہنمی ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے نہ جانے کل قیامت کے دن ہر ایک شخص اس بات کو جان لے گا مگر اس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا [۱]۔

(۲)

محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر وکفار کے ساتھ نفرت وبیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا [۲]۔

(۳)

جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعوٰی کرے لیکن کفر وکفار کے ساتھ نفرت وبیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے۔ اس کا حکم منافق کا حکم ہے۔ [۳]

(۴)

جب تک خدا اور رسول جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا اور رسول کے ساتھ محبت نہیں ہوسکتی (جل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)۔ یہیں پر یہ کہنا

ٹھیک ہے: ع تولّٰی بے تبرّٰی نیست ممکن[۴]

(۵)

میری نظر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت وعداوت رکھنے کے برابر اس کو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں۔[۵]

(۶)

جو علم غیب اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، اس پر وہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے۔[۶]

(۷)

حدیث قدسی ہے کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی۔ **اَللّٰھمّ انت وما انا و ما سواک ترکت لا جلک**، یعنی اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا، **یامحمد انا وانت وما سواک خلقت لا جلک**، یعنی اے محبوب میں ہوں اور تو ہے اور تیرے سوا جو کچھ ہے سب کو میں نے تیرے ہی لیے پیدا کیا[۷]۔

(۸)

اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔ **لولاک لما خلقت الا فلاک لولاک لما اظھرت الربوبیة**، یعنی اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر تمہارا پیدا کرنا مجھے مقصود نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا[۸]۔

(۹)

تمام امتی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خادم اور مملوک وغلام ہیں[۹]۔

(۱۰)

حضور اقدس ﷺ کی خِلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح نہیں بلکہ عالم ممکنات کی کوئی چیز بھی حضور اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ حضور ﷺ کو اللہ جل جلالہ، نے اپنے نور سے پیدا فرمایا[10]۔

(۱۱)

عالم امکان کو (جو تحت الثریٰ سے عرش تک کی جملہ موجودات وکائنات کا محیط ہے) جس قدر بھی دقت نظر کے ساتھ دیکھا جاتا ہے حضور ﷺ کا وجود پاک اس کے اندر نظر نہیں آتا۔ سرکار دوعالم ﷺ اس بزم امکان سے بالاتر ہیں اسی لیے حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔[11]

(۱۲)

مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس لیے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا رب ہے[12]۔

(۱۳)

حضور اقدس ﷺ کے اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کا فرض ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعوت الی الحق وتبلیغ اسلام کی اجرت امت پر یہی قرار دی ہے کہ حضور ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ محبت کی جائے۔ **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ**[13]۔

(۱۴)

حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے اور حضور اکرم ﷺ ہی کی وجہ سے ان کے ساتھ محبت رکھنی چاہیے۔ ان کے ساتھ محبت حضور ﷺ ہی کے ساتھ محبت ہے۔ ان کے ساتھ عداوت حضور ﷺ ہی کے ساتھ عداوت ہے[14]۔

(۱۵)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے افضل واعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر ان کے بعد سب سے افضل واعلیٰ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان دونوں باتوں پر اجماع امت ہے۔ اور اکثر علمائے اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر ان کے بعد تمام امت میں سب سے افضل

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ہیں[۱۵]۔

(۱۶)

حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا طلحہ وسیدنا زبیر وسیدنا معاویہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان سب میں مولیٰ علی کرمِ اللہ وجہہ حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطائے اجتہادی تھی۔ مجتہد کو اس کی خطائے اجتہادی پر بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ ہم کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے اور ان سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے۔ جو کسی صحابی کے ساتھ بُغض وعداوت رکھے وہ بدمذہب ہے[۱۶]۔

(۱۷)

جو لوگ کلمہ پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ان کو کافر کہا ہے۔ **لیغیظ بھم الکفار**[۱۷]۔

(۱۸)

انبیاء واولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے۔ کوئی چیز ان سے نزدیک ودور نہیں ہوتی[۱۸]۔

(۱۹)

اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں[۱۹]۔

(۲۰)

حضور اقدس ﷺ کی امت کے اولیائے کرام کا طواف کرنے کے لیے کعبہ معظمہ حاضر ہوتا اور ان سے برکتیں حاصل کرتا ہے[۲۰]۔

(۲۱)

عارف ایسے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ عرض ہو یا جوہر، آفاق ہو یا انفس۔ تمام مخلوقات اور موجودات کے ذروں میں سے ہر ایک ذرہ اس کے لیے غیب الغیب کا دروازہ ہو جاتا ہے اور ہر ایک ذرہ بارگاہ الٰہی کی طرف اس کے لیے ایک سڑک بن جاتا ہے[۲۱]۔

(۲۲)

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جو قضا لوحِ محفوظ میں بشکل مبرم لکھی ہوئی ہو اور اس کی تعلیق صرف علمِ خداوندی میں ہو ایسی قضا میں بھی باذن اللہ تصرف فرما سکتے ہیں[۲۲]۔

(۲۳)

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک سے قیامت تک جتنے اولیاء، ابدال، اقطاب، اوتاد، نقبا، نجباء، غوث یا مجدد ہونگے۔ سب فیضانِ ولایت و برکاتِ طریقت حاصل کرنے میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محتاج ہونگے۔ بغیر ان کے واسطے اور وسیلے کے قیامت تک کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتا[۲۳]۔

(۲۴)

مجدد الف ثانی بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں جس طرح سورج کا پرتو پڑنے سے چاند منور ہوتا ہے۔ اسی طرح مجدد الف ثانی پر بھی تمام فیوض و برکات حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے فائز ہو رہے ہیں[۲۴]۔

(۲۵)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بدء خلق وعرش وکرسی ولوح محفوظ وجنت ودوزخ وملائکہ ومرسلین سابقین وامم سابقہ وقیامت ونفخ صور وحساب وکتاب ومیزان وحوض کوثر وغیرہا حوادث گزشتہ اور وقائع آئندہ کی جو خبریں دی ہیں ان میں تاویلیں کر کے ان کو اپنی عقل کے مطابق کر لینا شان نبوت کا انکار ہے[۲۵]۔

(۲۶)

مقلد کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے امام کی رائے کے خلاف قرآن عظیم وحدیث شریف سے احکام شرعیہ خود نکال کران پر عمل کرنے لگے۔ مقلدوں کے لیے یہی ضروری ہے کہ جس امام کی تقلید کررہے ہیں۔ اسی کے مذہب کا مفتی بہ قول معلوم کرکے اسی پر عمل کریں۔[۲۶]

(۲۷)

جس قدر مسائل میں علماء کرام اہل سنت وصوفیائے عظام اہلِ طریقت کے درمیان اختلاف ہے۔ جب بغور دیکھا جاتا ہے توان تمام مسئلوں میں علمائے کرام ہی کی طرف حق نظر آتا ہے[۲۷]۔

(۲۸)

جو شخص حرام فعل کو (جس کی حرمت ضروریات دین سے ہو) اچھا سمجھے وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ مرتد ہوجاتا ہے[۲۸]۔

(۲۹)

کفار ومنافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کافروں، منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہوگی۔[۲۹]

(۳۰)

مسلمان کہلانے والے بدمذہب کے صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے[۳۰]۔

(۳۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو جو خلق عظیم کے ساتھ موصوف ہیں کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے اور سختی فرمانے کا حکم دیا ہے۔ یٰا یھا النبی جاھد الکفار و المنفقین و اغلظ علیھم، تو ثابت ہوا کہ کفار اور منافقین پر سختی کرنا بھی خلق عظیم ہے[۳۱]۔

(۳۲)

اسلام کی عزت کفر کی ذلت پر اور مسلمانوں کی عزت کافروں کی ذلت پر موقوف ہے۔ جس نے کافروں کی عزت کی، اس نے مسلمانوں کو ذلیل کیا۔ کافروں اور منافقوں کو کتوں کی طرح دور رکھنا چاہیے[۳۲]۔

(۳۳)

خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ میل جول بہت بڑا گناہ ہے۔ خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت خدا اور رسولوں کی دشمنی وعداوت تک پہنچا دیتی ہے۔ جل جلالہ، وصلی اللہ علیہ وسلم[۳۳]۔

(۳۴)

ایک شخص اسی گمان میں رہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے برے اعمال (یعنی خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانے یارانے) اس کے اسلام وایمان کو بالکل فنا کر دیتے ہیں[۳۴]۔

(۳۵)

گائے ذبح کرنا ہندوستان میں بہت بڑا شعار ہے[۳۵]۔

(۳۶)

ہندوؤں کے دیوتا مثل رام وکرشن وغیرہا کافر و بے دین تھے کہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دیتے تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ خدا ان کے اندر حلول کیے ہوئے ہے[۳۶]۔

(۳۷)

مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور ﷺ کی نعت شریف اور صحابہ کرام واہل بیت عظام، اولیائے اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم المنعام کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر وتحریف کر دی

جائے اور قصیدے پڑھنے میں راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیاں بجائی جائیں۔ جس مجلس میلاد مبارک میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں۔ اس کے ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ ہاں جب تک راگنی اور تال سُر کے ساتھ گانے اور تالیاں بجانے کا دروازہ بالکل بند نہ کیا جائے گا بوالہوس لوگ باز نہ آئیں گے۔ اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دیدی جائے گی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خراب نکلے گا[۳۷]۔

(۳۸)

اہلِ کفر کے ساتھ بُغض و عناد رکھنا دولتِ اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے[۳۸]۔

حضور اقدس ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں[۳۹]۔

محبت کے اندر پالیسی اور چاپلوسی جائز نہیں کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ اس بات کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کے محبوب کی مخالفت کی جائے۔ وہ اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا[۴۰]۔

(۳۹)

دو محبتیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں، ایک قلب میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ کفار کے ساتھ جو خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہیں، دشمنی ہونا چاہیے اور ان کی ذلت وخواری میں کوشش کرنا چاہیے اور کسی طرح بھی ان کو عزت نہیں دینا چاہیے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں آنے نہیں دینا چاہیے اور ان سے انس ومحبت نہیں کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ سختی وشدت کا طریقہ برتنا چاہیے[۴۱]۔

اور جہاں تک ہوسکے کسی بات میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیے اور اگر بالفرض ان سے کوئی ضرورت پڑ جائے تو جس طرح انسان ناگواری اور مجبوری سے بیت الخلا جاتا ہے اسی طرح ان سے اپنی ضروریات پوری کرنا چاہیے[۴۲]۔

(۴۰)

حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچانے والا راستہ یہی ہے، اگر اس راستہ کو چھوڑ دیا جائے تو اس پاک

جناب تک پہنچنا دشوار ہے۔ ہائے افسوس:

ہائے پہنچوں کس طرح تا کوئے یار
راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار[۴۳]

☆......☆......☆

حواشی

۱......مکتوب ۶۹، جلد اول، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ص۔ ۸۶
۲......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۳
۳......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۵
۴......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۵
۵......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۶
۶......مکتوب ۱۰، جلد اول، ص۔ ۴۴۶
۷......مکتوب ۸، جلد دوم، ص۔ ۱۸
۸......مکتوب ۱۲۲، جلد سوم، ص۔ ۲۳۲
۹......مکتوب ۶۴، جلد سوم، ص۔ ۱۶۹
۱۰......مکتوب ۱۰۰، جلد سوم، ص۔ ۱۸۷
۱۱......مکتوب ۱۰۰، جلد سوم، ص۔ ۱۸۷
۱۲......مکتوب ۲۲۱، جلد سوم، ص۔ ۲۲۴
۱۳......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۶
۱۴......مکتوب ۲۲۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۶
۱۵......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۳۰
۱۶...... مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۲۳۲
۱۷......مکتوب ۵۴، جلد اول، ص۔ ۷۱
۱۸... مکتوب ۲۸۹، جلد اول، ص۔ ۳۷۱
۱۹......مکتوب ۵۸، جلد دوم، ص۔ ۱۱۵

۲۰......مکتوب ۲۰۹، جلد اول، ص۔ ۲۱۱

۲۱......مکتوب ۱۱۰، جلد سوم، ص۔ ۲۱۰

۲۲......مکتوب ۲۱۷، جلد اول، ص۔ ۲۲۴

۲۳......مکتوب ۱۲۳، جلد سوم، ص۔ ۲۴۸

۲۴......مکتوب ۱۲۳، جلد سوم، ص۔ ۲۴۸

۲۵......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۳

۲۶......مکتوب ۲۸۶، جلد اول، ص۔ ۳۷۵

۲۷......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۵

۲۸ ......مکتوب ۲۶۶، جلد اول، ص۔ ۳۲۵

۲۹......مکتوب ۱۹۳، جلد اول، ص۔ ۱۹۳

۳۰......مکتوب ۵۴، جلد اول، ص۔ ۷۱

۳۱......مکتوب ۱۶۳، جلد اول، ص۔ ۱۶۵

۳۲......مکتوب ۱۶۳، جلد اول، ص۔ ۱۶۵

۳۳......مکتوب ۱۶۳، جلد اول، ص۔ ۱۶۶

۳۴......مکتوب ۱۶۳، جلد اول، ص۔ ۱۶۶

۳۵......مکتوب ۸۱، جلد اول، ص۔ ۱۰۶

۳۶......مکتوب ۱۶۷، جلد اول، ص۔ ۱۷۱

۳۷......مکتوب ۲۷، جلد سوم، ص۔ ۱۱۶

۳۸......مکتوب ۱۶۳، جلد اول، ص۔ ۱۶۳

۳۹......مکتوب ۱۶۵، جلد اول، ص۔ ۱۶۸

۴۰......مکتوب ۱۶۵، جلد اول، ص۔ ۱۶۸

۴۱......مکتوب ۱۶۵، جلد اول، ص۔ ۱۶۶

۴۲......مکتوب ۱۶۵، جلد اول، ص۔ ۱۶۹

۴۳......مکتوب ۱۶۵، جلد اول، ص۔ ۱۶۹

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدهٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت مجدد الف ثانی کے اوراد

صاحبزادہ مولانا محمد بدر الاسلام صدیقی

☆☆

ہر سلسلہ عالیہ کے اپنے اوراد مقرر ہیں، لیکن سلسلہ نقشبندیہ خصوصاً حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے وہی اوراد واذکار منتخب فرمائے جو ماثور و مسنون ہیں، چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد صالح کولابی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے عرض کی آپ کے اوراد طالبین کی راہنمائی کیلئے جمع کردیئے جائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا! مقبول و مقتداء عمل حضرت سیدِ عالمیان ﷺ کا عمل مبارک ہے کتبِ احادیث سے منتخب کرلینا چاہیے، دوبارہ عرض کی گئی کہ حضور والا نے بھی معتبر کتابوں سے اخذ کیے ہیں اور آپ کا عمل حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے عین موافق ہے تو بہتر ہے کہ جناب ہی کا عمل اختیار کرلیا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا! ایسا ہی کرلو لیکن یہ امر پیشِ نظر رہے کہ جو قول و فعل سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے مطابق ہو اسی پر عمل کرنا۔

آپ ہمیشہ سفر ہو حضر، موسمِ گرما ہو یا سرما نصف شب کے بعد بیدار ہوتے اور یہ دعائے ماثورہ پڑھتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ الْبَعْثُ وَ النُّشُوْرُ۔(۱)

اللہ کیلئے تعریف جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف حشر و نشر ہوگا۔

اور یہ آیت پڑھتے

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْض

وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْر، ثُمَّ الَّذِیْن كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَاَجَل" مُسَمًّى عِنْدَه' ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ۔" (۲)

میں مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ تمام تعریفیں اللہ کیلئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تاریکی اور نور بنایا، پھر بھی یہ منکر اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا اور پھر دنیوی زندگی کیلئے ایک مدت مقرر فرمائی اور مقرر مدت اسی کے پاس دنیوی زندگی کیلئے ہے پھر تم شک کرتے ہو۔ آسمان اور زمین میں وہی اللہ ہے اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور جو تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے۔

نماز تہجد: صلاۃ تہجد کی ابتداء دو رکعاتِ خفیفہ سے فرماتے اور اس میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں یہ آیات تلاوت فرماتے۔

"وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ . اُولٰئِكَ جَزَآءُ هُمْ مَغْفِرَة" مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنّٰت" تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ "۔ (۳) اور دوسری رکعت میں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْل لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيْمًا. (۴) وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءً اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَه' ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا۔" (۵)

اور وہ لوگ جب کر بیٹھیں کوئی برا کام یا ظلم کریں اپنے آپ پر (تو فوراً) ذکر کرنے لگتے اللہ کا اور معافی مانگنے لگتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون بخشتا ہے گناہوں کو، اللہ کے سوا اور نہیں اصرار کرتے اس پر جو ان سے سرزد ہوا۔ اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں۔ یہ وہ (نیک بخت) ہیں جن کا بدلہ بخشش ہے۔ اپنے رب کی طرف اور جنت رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں کیا ہی اچھا بدلہ ہے کام کرنے والوں کا اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھتے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب

کرتے ان کیلئے رسول کریم ﷺ بھی، تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا۔ نہایت رحم کرنے والا اور جو شخص کر بیٹھے۔ برا کام یا ظلم کرے اپنے آپ پر پھر مغفرت مانگے اللہ تعالیٰ سے تو پائے گا اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا۔

باقی نوافل بطولِ قرأت ادا کرتے۔ غالباً دو تین پارے تلاوت کرتے۔ کبھی کبھی حالتِ غلبۂ حضور میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گزر جاتی۔ جب خادم پکارتا کہ صبح ہوئی جاتی ہے تب دوسری رکعت بہ تخفیف ادا فرما کر سلام پھیرتے۔ دوسری رکعتیں بقرأت طویلہ لیکن اوّل سے کم ادا کرتے اور علیٰ ہذا القیاس بعد کی رکعتیں پہلی سے کم طویل قرأت کے ساتھ ادا کرتے اکثر سورۂ یاسین پڑھتے اور فرماتے کہ اس کی قرأت میں نفع بسیار اور نتائج بے شمار پائے گئے ہیں اور الم سجدہ، سورۂ ملک، سورۂ مزمل، واقعہ اور چار قل بھی پڑھتے۔ پھر سورۂ آلِ عمران کی آیات اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ. الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ. رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ. رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ. فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ. لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ. مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ. لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ. وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(۶) پڑھتے اور یہ آیتِ مبارکہ "رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ "(۷) ستر(۷۰) مرتبہ پڑھتے۔ ازاں بعد صبح تک مراقبہ کرتے یا کلمہ طیبہ پڑھتے یا صبح سے قبل سنت کے مطابق سو جاتے تا کہ تہجد بین النومین واقع ہو۔

ادعیہ ماثورہ : نمازِ فجر کی امامت کے بعد اسی جلسہ میں دس(۱۰) مرتبہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔(۸)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے تعریف اسی کے لئے ہے، وہ زندگی اور موت دینے والا ہے، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ سات دفعہ اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ "اے اللہ مجھے دوزخ سے بچا"۔

ازاں بعد یہ آیت تلاوت فرماتے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ" وَاحِدٌ" لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔(۹) ترجمہ: تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں وہ نہایت رحم فرمانے والا اور بے حد مہربان ہے اور حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ. غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (۱۰) پڑھتے۔ آیت الکرسی اور فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ. تخرجون (۱۱) تک۔

پھر مقتدیوں کی جانب منہ کر کے دعا مانگتے دعا کے بعد ہاتھ چہرہ پر پھیرتے۔

حلقۂ ذکر و توجہ: دعا کے بعد اصحاب کے ہمراہ ذکر و مراقبہ فرماتے۔ بلندیٔ آفتاب بقدرِ یک نیزہ تک شغلِ باطنی میں مشغول رہتے۔ حلقہ میں کبھی کبھی حافظ صاحب سے قرآنِ کریم بھی سماعت فرماتے۔

نماز اشراق، استخارہ: دو رکعت نماز اشراق پڑھتے اوّل رکعت میں سورۂ الکافرون دوسری میں سورۂ اخلاص اور کبھی پہلی میں سورۂ الاعلیٰ اور الم نشرح و سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص تین مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھتے۔ اور بعد تشہد درود و استغفار سید الاستغفار پڑھتے (۱۲) اس کے بعد دعائے استخارہ ان الفاظ میں پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ اَیِّ عَمَلٍ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیَ الْیَوْمَ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ مَا اُرِیْدُ مِنْ عَمَلٍ شَرٌّ "لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیَ الْیَوْمَ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاَقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ ۔(۱۳)

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ محمد واله واصحابه اجمعین ۔

اے اللہ! میں تیرے علم سے طلب خیر چاہتا ہوں اور تیری قدرت سے طلب قدرت کرتا ہوں، تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قادر ہے اور میں نہیں، تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب داں ہے جس عمل کا میں ارادہ کرتا ہوں اگر تیرے اے اللہ! علم میں (وہ کام) میرے دینی، دنیوی، معاشی اور اُخروی لحاظ سے آج کے دن بہتر ہے تو اس کو میرے لئے مقدر فرمادے۔ اُسے میرے لئے آسان بنادے اور پھر اس میں میرے لئے برکت عطا فرمادے اور اگر جس کام کا میں ارادہ کرتا ہوں، تیرے علم میں میرے دینی، دنیوی، معاشی اور اُخروی اعتبار سے آج کے دن برا ہے تو اس کو مجھ سے ہٹادے اور مجھے اس سے دور فرمادے۔ اور بھلائی میرے لئے مقدر فرمادے جس کام میں بھی ہو۔ اور پھر مجھے اس پر راضی فرمادے۔

اللہ تعالی درود بھیجے اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آپ کی آل پر اور تمام صحابہ کرام پر۔

بوقت مغرب اوابین کے بعد بھی یہی دعائے استخارہ پڑھتے۔ پھر

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ .(۱۴)

ہم نے صبح کی اور صبح کی ملک نے اللہ کیلئے اور تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے ملک ہے اور اسی کیلئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهٗ وَنَصْرَهٗ وَنُوْرَهٗ وَبَرَکَتَهٗ وَهُدَاهُ

وَأَعُوذُبِکَ مِنْ شَرِ مَا فِیْ هٰذَا الْیَوْمَ وَشَرِّ مَا بَعْدَه'.(۱۵)

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس روز کی فتح، نصرت، نور، برکت اور ہدایت کی اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے آج اور اس کے بعد کے شر کی۔

اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔(۱۶)

اے اللہ جس نعمت نے میرے ساتھ یا تیری مخلوق میں کسی ایک کے ساتھ صبح کی وہ تیری جناب سے ہے۔ تو یکتا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ لہذا تمام تعریف تیرے لئے ہے اور شکر تیرے ہی لئے ہے۔

شام کے وقت الیوم کی جگہ اللیل اور اصبح کی جگہ امسی پڑھتے۔

تین مرتبہ: **أَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ(۱۷)**

میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

تین مرتبہ: **بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْئٌ فِیْ الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. (۱۸)**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے وہ جس کے نام لینے سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز ضرر نہیں پہنچاتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

سات مرتبہ: **اَللّٰهُمَّ نَبِّهْنِیْ قَبْلَ اَنْ یُنَبِّهَنِی الْمَوْتُ**

اے اللہ! مجھے متنبہ کر اس کے قبل کہ موت مجھے جگادے۔

سات مرتبہ: **اَللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَأَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ (۱۹)**

اے اللہ! مجھے میری نیکی کا الہام کرا اور مجھے میرے نفس کے شر سے پناہ دے

سات مرتبہ: **رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. (۲۰)**

اے ہمارے رب ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اپنی جناب سے ہمیں رحمت عطا فرما تو ہی عطا فرمانے والا ہے۔

سات مرتبہ: یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ

اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی طرف پھیر دے۔

سات مرتبہ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اے اللہ! امت محمد ﷺ کو بخش دے۔

سات مرتبہ: رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ (۲۱)

اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے۔

سو دفعہ: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔(۲۲)

۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ ایک مرتبہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔(۲۳)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اس کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

آخری چار تسبیحات فرض نماز کے بعد اعدادِ مذکورہ کے موافق پڑھتے۔

کلمہ طیبہ اور کلامِ مجید: جب خلوت میں تشریف لے جاتے تو مقتضائے حال کے مطابق کبھی قرآن حکیم پڑھتے اور کبھی کبھی کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے۔

تلقین ذکر: کبھی کبھی طالبانِ خدا کو جدا جدا طلب کر کے احوال پرسی فرماتے اور ہر ایک کے حسب حال ارشاد فرماتے اور مقامات و کیفیات سے آگاہ فرماتے، اور کبھی خاص اصحاب کو طلب فرما کر اسرار و معارف مکشوفہ بیان فرماتے، انہیں پوشیدہ رکھنے میں کوشش کرتے۔

علو ہمت اتباعِ سنت، دوامِ ذکر و حضور مراقبت اور اخفاءِ حال کی تاکید فرماتے اور تکرارِ کلمہ طیبہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی نہایت ترغیب دلاتے اور فرماتے۔

تمام عالم اس کلمہ معظمہ کے مقابلے میں قطرہ کی مانند ہے۔

یہ کلمہ طیبہ جامع کمالاتِ ولایت و نبوت ہے۔ فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ اگر سارا جہان ایک مرتبہ کلمہ پر بخش دیا جائے اور جنت میں بھیج دیا جائے تو گنجائش ہے۔

دل میں یہ آرزو ہے کہ ایک گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے ملذذ و محظوظ ہوں۔ مگر کیا کیا جائے یہ آرزو میسر نہیں۔

مریدین کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تاکہ معلوم ہو کہ کون سا مسئلہ مفتی بہ ہے اور کون مسنون و معمول بہ اور کون بدعت و مردود۔

نماز چاشت : نماز چاشت کی آٹھ رکعات ادا کرتے جو چار رکعتیں پہلے پڑھتے تھے داخل ضحیٰ تھیں گویا نمازِ ضحیٰ بارہ رکعات ہو جاتیں۔ کبھی بسبب قلت انہیں چار رکعت پر جو کہ پہلے بنام اشراق پڑھتے، اکتفا فرماتے کبھی دو ہی اوّل پر اکتفا فرماتے۔ نمازِ چاشت میں بعد فاتحہ سورۃ الاعلیٰ، الشمس، اللیل، الضحیٰ اور چار قل پڑھتے۔ اوائلِ حال میں نماز تہجد، چاشت اور فی الزوال میں اکثر تکرار قرأت سورۂ یٰسین فرماتے یہاں تک کہ بعض دفعہ اسی، اسی مرتبہ یہ سورۂ مبارکہ شب و روز میں پڑھنے کا اتفاق ہو جاتا۔ نمازِ چاشت خلوت میں ادا فرماتے۔

نماز فی الزوال : ظہر کے وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتے اس کے بعد چار رکعت سنت فی الزوال بطولِ قرأت ادا کرتے اور فرمایا کرتے ''نبی کریم ﷺ نے زمانِ بعثت سے تا زمانِ رحلت سنتِ زوال ترک نہیں کیں۔''

حلقۂ ذکر و توجہ: صلاۃِ ظہر کے بعد اصحاب کے ہمراہ حلقہ کرتے، حافظ صاحب قرآن حکیم پڑھتے اور آپ مریدین کو مراقبہ کراتے۔

حلقۂ درس: ذکر و مراقبہ کے بعد درسِ نظامی کی دو کتب کی تدریس فرماتے۔

ختم خواجگان و مراقبہ: نمازِ عصر کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھ کر ختم خواجگان پڑھتے۔ حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن مجید پڑھتے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اصحاب کے ہمراہ مراقب بیٹھتے، اور طالبانِ حق سے احوال دریافت فرماتے۔

نماز اوابین : مغرب کے فرائض کے بعد دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت اسی کے لئے ہے اور تمام تعریف اسی کے لئے ہے وہ زندگی اور موت عطا فرماتا ہے ساری بھلائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ پڑھتے، سات مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اے اللہ مجھے دوزخ سے بچا پڑھتے ازاں بعد چھ یا چار رکعت نمازِ اوابین پڑھتے اور اکثر اس میں سورۂ واقعہ اور سورۂ اخلاص پڑھتے۔

سورۂ الم سجدہ و سورۂ الملک: صلاۃ العشاء کے بعد الم سجدہ اور سورۃ الملک کی تلاوت فرماتے۔ کبھی فرضِ عشاء کے بعد چار رکعتوں میں سورۃ سجدہ الملک والکافرون اور اخلاص پڑھتے۔

سونے سے پہلے ادعیہ: سونے سے قبل سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی، اٰمَنَ الرَّسُوْلُ تا آخر سورہ، اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ. اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ.(۲۵) قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا. وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا.(۲۶)۔ اور چار قل پڑھتے۔

جس وقت لیٹتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِکَ اَرْفَعُہٗ اِنْ اَمْسَکْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْھَا وَاِنْ اَرْسَلْتَھَا فَاحْفِظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہٖ عِبَادَکَ الصّٰلِحِیْنَ.(۲۷)

اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ اے میرے پروردگار میں نے اپنی کروٹ رکھی اور تیرے کرم سے اٹھاؤں گا۔ اگر تو نے میری روح کو روک لیا تو ہمیں بخش دینا۔ اور اگر تو ہمیں چھوڑ دے تو ہماری حفاظت کے لئے سامان مہیا فرما جو تو نے اپنے نیک بندوں کے لئے مخصوص فرما رکھا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْلَمْتُ وَجْہِی اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِی اِلَیْکَ وَالْجَأْتُ ظَھْرِی اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَامَلْجَأً وَلَا مَنْجَأً مِنْکَ اِلَّا اِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِہٖ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ أَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِی أَرْسَلْتَ۔ (۲۸)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَحْمَدُکَ بِکُلِّ لِسَانٍ وَأَسْتَعِیْذُبِکَ مِنَ الْبَلَایَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِ الْعَظِیْم۔

اے اللہ میں ہر زبان سے تیری تعریف کرتا ہوں اور تمام بلاؤں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ نہیں کوئی طاقت اور نہ ہی ہمت سوا اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو برتر اور باعظمت ہے۔

أَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ کُلِّھَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَق۔

میں اللہ تعالیٰ کے تمام کامل کلمات کے ساتھ تمام مخلوق کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار فرماتے پھر

سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ مرتبہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ أَکْبَر ۳۴ مرتبہ۔ (۲۹)

ترجمہ: پاک ہے اللہ کی ذات، تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں، اللہ سب سے بڑا ہے۔

ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَ حَیٌّ لَایَمُوْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیْر۔ (۳۰)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہت اس کے لئے ہے اور تمام تعریف اس کے لئے وہ زندگی اور موت عطا فرمانے والا ہے ساری بھلائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔

متفرق اوراد : حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ بلاناغہ صلاۃ تاسوره اور دلائل قادریہ مصنفہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ظہر کے بعد اور کبھی عشاء کے بعد پڑھا کرتے۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مسجد میں اعتکاف کرتے، ذوالحجہ الحرام کے پہلے عشرہ میں

عزلت اختیار کرتے، ان عشرات میں طاعات واذکار وصیام کی طرف بہت راغب ہوتے اور درود شریف پڑھتے۔ جمعۃ المبارک کی راتوں میں اصحاب کے ہمراہ حلقہ کر کے درود شریف پڑھتے۔

عید الاضحیٰ کو راستہ میں بلند آواز سے تکبیرات پڑھتے۔ عشرہ ذی الحج کو حاجیوں کی مشابہت کر کے سر اور ناخن نہ ترشواتے، صرف بعض ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ عشرۂ ذی الحج ہر روز نمازِ عشاء اور نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں سورہ الفجر پڑھتے، تعریف بغیر عرفہ (میدان عرفات کے علاوہ کسی اور مقام پر لوگوں کے ہمراہ عرفات کے میدان کی مانند جمع ہونے) کو مکروہ جانتے تھے۔

نمازِ تراویح کی بیس رکعت ادا کرتے سفر وحضر میں بجمعیت تمام ادا کرتے، تین قرآن مجید ختم کرتے اس سے کم نہیں۔ چار رکعت تراویح کے بعد تین دفعہ یہ پڑھتے۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظْمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوتُ سُبْحَانَ الْحَیِ الَّذِی لاَ یَنَامُ وَلاَیَمُوْتُ سُبُّوْح" قُدُّوْس" رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلاَئِکَۃِ وَالرُّوْحِ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّار.

پاک ہے وہ ذات جو ملک اور حکومت والی ہے پاک ہے وہ ذات جو عزت، عظمت، ہیبت، قدرت، برائی اور غلبہ والی ہے پاک ہے وہ زندہ جس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی اسے موت آئے گی وہ بے حد پاک، انتہائی تقدیس والا ہے۔ وہ ہمارا پروردگار، فرشتوں اور روحوں کا پروردگار ہے اے اللہ ہمیں دوزخ سے بچا۔

دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے

یَا کَرِیْمَ الْمَعْرُوْفِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسِنْ عَلَیْنَا بِاِحْسَانِکَ الْقَدِیْمِ یَااَللّٰہُ.

اے نیکی فرما کر کرم کرنے والے اور قدیم احسان کرنے والے پروردگار تو اپنے احسان قدیم سے ہم پر احسان کر۔

تراویح کے اختتام پر یہ دعا پڑھتے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الرِضْوَانَ وَالْجَنَّۃَوَنَعُوْ ذُبِکَ مِنَ النَّارِ اَللّٰھُمَّ یَا خَالِقَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا کَرِیْمُ یَا سَتَّارُ یَا رَحِیْمُ یَا بَارُّ أَجِرْنَا یَا مُجِیْرُیَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ بِعِزَّتِکَ وَفَضْلِکَ رَبِّیْ .(۲۱)

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُو" تُحِبُ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ یَا غَفُوْرُ (۳۲)

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاتَ الدَّائِمَۃَ فِیْ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ .

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت ورضا کا سوال کرتے ہیں، اور آگ سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ اے جنت اور دوزخ کے خالق اپنی رحمت سے ہمیں بخش دے، اے غالب بخشنے والے، کرم فرمانے والے، اے پردہ پوشی فرمانے والے اے رحیم، اے نیکی فرمانے والے! اپنی عزت اور فضل کے ساتھ اے میرے رب ہمیں پناہ دے اے پناہ دینے اے پناہ دینے والے، اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہمیں معاف فرما اے بخشنے والے اے بخشنے والے اے بخشنے والے اے اللہ ہم تجھ سے دین، دنیا اور آخرت کی دائمی معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

بعد ظہر ہمیشہ قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے اور حلقات میں استماع قرآن مجید ہمیشہ جاری رہتا۔ دورانِ سفر منزل پہنچنے تک تلاوتِ قرآن کریم فرماتے جس وقت آیتِ سجدہ آتی تو فی الفور سواری سے اتر کر زمین پر سجدہ کرتے۔

نماز میں تسبیحاتِ رکوع وسجود پانچ، سات بلکہ نو تا گیارہ بار پڑھتے اور کبھی تین مرتبہ پر اختصار کرتے۔ حسب موقع ادا فرماتے۔ فرمایا کرتے شرم آتی ہے کہ باوجود قوت واستطاعت حالت انفراد میں اقل تسبیحات پر اختصار کیا جائے۔ حالت امامت میں اس قدر کہتے کہ مقتدی آسانی کے ساتھ تین مرتبہ کہہ سکیں۔

حواشی

۱۔ صحیح بخاری: ۸/۸۵۔ کتاب الدعوات، ترمذی: رقم الحدیث ۳۴۱۳۔ ابن ماجہ: رقم الحدیث ۳۸۸۰۔ "بدون البعث"۔

۲۔ الِانعام: ۱تا۳

۳۔ ال عمران: ۱۳۵تا۱۳۶

۴۔ النساء ۶۴

۵۔ النساء۔ ۱۱۰

۶۔ ال عمران۔ ۱۹۰تا۲۰۰

۷۔ القصص: ۱۶

۸۔ صحیح بخاری: ۸/۹۰۔ صحیح ابن حبان ۳/۱۳۰۔ عمل الیوم واللیلۃ ۱۳۰

۹۔ البقرہ: ۱۶۳

۱۰۔ المومن: ۳

۱۱۔ الروم: ۱۷

۱۲۔ دیکھئے بخاری ۱۱/۹۸، ترمذی: رقم الحدیث ۱۷۴۷

۱۳۔ صحیح بخاری: ۸/۱۴۶۔ صحیح ابن حبان: ۳/۱۶۸۔ النسائی: ۶/۸

۱۴۔ صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۲۷۲۳

۱۵۔ صحیح مسلم: ۴/۲۰۸۸

۱۶۔ سنن اَبی داؤد: ۲/۶۱۳، صحیح ابن حبان: ۳/۱۴۳

۱۷۔ صحیح مسلم: ۴/۲۰۸۱، ابن ماجہ: رقم الحدیث: ۳۵۱۸

۱۸۔ سنن ترمذی: ۵/۱۷۷، صحیح ابن حبان: ۳/۱۳۲

۱۹۔ سنن ترمذی: ۲/۱۸۴

۲۰۔ ال عمران: ۸

۲۱۔ القصص: ۱۶

۲۲۔ صحیح مسلم: ۴۱۸/۱

۲۳۔ صحیح بخاری: ۹۰/۸، صحیح ابن حبان: ۱۳۰/۴

۲۴۔ البقرۃ: ۲۸۶

۲۵۔ الاعراف۔ ۵۴، ۵۵، ۵۶

۲۶۔ الکھف۔ ۱۱۰، ۱۱۱

۲۷۔ صحیح بخاری: ۱۱/۷، مسلم: رقم الحدیث: ۲۸۱۴، ترمذی: رقم الحدیث: ۳۳۹۸

۲۸۔ صحیح بخاری: ۹۷/۱۱

۲۹۔ صحیح مسلم: ۴۱۸/۱

۳۰۔ صحیح مسلم: ۴۱۸/۱ بدون ”ذوالجلال والاکرام“

۳۱۔ مسند الامام أحمد ۱۷۱/۶، ۱۸۲، ۱۸۳، ۲۰۸

۳۲۔ مسند أحمد۔ ۱۷۱/۶، الترغیب والترہیب ۲۷۳/۴

بلفظ ”فاعف عنی“

۳۳۔ یہ مضمون ہدایت الطالبین مصنفہ حضرت شیخ محمد صالح کولابی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ مطبوعہ اللہ والے کی قومی دوکان لاہور، اور جواہر مجددیہ مصنفہ حضرت مولانا خواجہ احمد حسین خان قادری مجددی علیہ الرحمۃ مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی سے ماخوذ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی
انقض ظهرک ورفعنا لک ذکرک فان مع العسر یسراً
ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی
ربک فارغب

خط دیوانی

کتبہٗ گوہر قلم لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

راہِ ہدایت

صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

☆☆

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جو اسلام کا داعی تھا اور سنت نبوی کا بہترین نمونہ۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس کا پیغام عالمگیر و ہمہ گیر ہے۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس کو سب جانتے، مانتے اور چاہتے ہیں۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس کی صحبت میں ہزاروں لاکھوں بگڑے ہوئے انسان بن سنور گئے اور ایمان سے محروم، ایمان سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں، ملت اسلامیہ کی نبض پر جس کا ہاتھ تھا۔

☆...... یہ اس کے ارشادات ہیں جو مومنانہ فراست اور مدبّرانہ حکمت کا مالک تھا۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس نے دین وایمان کی حفاظت میں اپنے جان و مال اور عزت وناموس کی پرواہ نہ کی۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس نے کسی مرحلے پر دشمنان اسلام سے دوستی نہ کی۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس نے ملت اسلامیہ کو گستاخان رسول کے شر سے آگاہ کیا۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس نے بدعات کے اندھیروں میں سنت کا اُجالا کیا۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس کے دامن سے وابستہ مجاہدین نے سُپر طاقت کے دعویداروں کے ہوش اڑا دیے۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جس کے ماننے والے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

☆...... یہ اُس کے ارشادات ہیں جو اہل سنت و جماعت کا مقتدا اور رہنما تھا اور ہے۔

(۱)

اے سعادت مند (سب سے پہلے) ہم پر آپ پر لازم ہے کہ کتاب وسنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں جس طریقہ (پر کہ) علماء اہلِ حق شکر اللہ تعالیٰ سعیھم نے کتاب وسنت کو سمجھا ہے اور اس سے اخذ کیا، اگر ہمارا اور آپ کا سمجھنا ان بزرگواروں کے فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدودِ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت کے احکام کے مطابق سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے...... دوسرے احکام شرعیہ حلال وحرام، فرض وواجب کا علم حاصل کرنا...... تیسرے علم کے مطابق عمل کرنا...... چوتھے تصفیہ وتزکیہ جو کہ خاص صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے ساتھ مخصوص ہے...... لہٰذا جب تک اپنے عقائد کو درست نہ کریں، احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ ہر دو (یعنی عقائد وعلم شریعت) متحقق نہ ہو جائیں، علم نفع نہیں دیتا، اور جب تک یہ تینوں (یعنی عقائد، علم شریعت اور علم کے مطابق عمل) میسر نہ ہو جائیں تزکیہ وتصفیہ کا حاصل ہونا محال ہے[1]۔

(۲)

آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا:

> سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

اور آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا:

> میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور مومن میرے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

لہٰذا لازمی طور پر حق جل وعلا اور تمام حقائق کے درمیان آپ واسطہ ہیں، اور آپ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ کے واسطہ کے بغیر کسی کو بھی مطلوب تک وصول محال ہے۔ پس آپ انبیاء ومرسلین کے نبی ہیں اور آپ کا بھیجنا تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہے، یہی وجہ ہے کہ انبیاء الوالعزم اصالت کے باوجود آپ کی اتباع کے خواہاں ہیں اور آپ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے امتیوں میں داخل ہونے کے آرزومند ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے[2]۔

(۳)

اگر چہ اس مقام والا دوسرے لوگوں کے ساتھ بشریت میں شرکت رکھتا ہے اور بشریت کی صفات کے صادر ہونے میں دوسروں کے ساتھ برابر ہے لیکن اس سے...... بشریت کی صفات کا ظہور عرضی ہے جو کہ ہمسائیگی کی وجہ سے آیا ہے اور دوسروں میں یہ ذاتی اور اصلی ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے...... عام لوگ ظاہری شرکت کو دیکھتے ہیں اور خواص بلکہ اخص خواص کو اپنے رنگ میں تصور کر کے مقام انکار اور اعتراض میں آ جاتے ہیں اور محروم رہ جاتے ہیں[۳]۔

(۴)

جن محروموں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو لازمی طور پر وہ (اُن کے) منکر ہو گئے، اور جن سعادتمندوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسالت اور رحمت عالمیان کے عنوان سے جانا اور باقی تمام لوگوں سے ممتاز دیکھا وہ ایمان کی دولت سے مشرف ہو گئے اور نجات پا گئے[۴]۔

(۵)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو اس دنیا میں کیا پا سکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں کیونکہ اس دار ابتلا (دنیا) میں سچ جھوٹ کے ساتھ اور حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے لیکن قیامت کے دن آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہو جائے گی جبکہ آپ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے اور حضرت آدم علیہ السلام، ان کے علاوہ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و من التسلیمات اکملہا ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے[۵]۔

(۶)

دونوں جہاں کی سعادت سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ افضلہا و من التسلیمات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے اور بس اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اسلام کے احکام بجالانے میں اور کفریہ رسومات کے دور کرنے میں ہے کیونکہ اسلام اور کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک کو اختیار کرنا

دوسرے کو رد کرنا ہے، ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال (ناممکن) ہے اور ایک کو عزت دینے سے دوسرے کی تذلیل لازم آتی ہے...... حق سبحانہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتحیہ سے فرماتا ہے:

اے نبی کفار و منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ (سورہ تحریم آیت نمبر ۹)

پس حق (تعالیٰ) نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ السلام کو جن کی صفت خلقِ عظیم ہے کفار سے جہاد اور سختی کا حکم فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان (کفار) کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلقِ عظیم میں داخل ہے۔

پس اسلام کی عزت کفر اور کفار کی ذلت و خواری میں ہے، جس نے کفار کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو ذلیل کیا۔ ان کو عزت دینے کا مطلب یہی نہیں ہے کہ ان کی (خواہ مخواہ) تعظیم کریں یا ان کو اونچی جگہ بٹھائیں بلکہ ان کو اپنی محفلوں میں جگہ دینا یا ان کے ساتھ ہمنشینی رکھنا اور ان سے خلط ملط ہونا بھی ان کو عزت دینے میں داخل ہے، ان کو کتوں کی طرح اپنے سے دور رکھنا چاہیے اور دنیاوی ضرورتوں میں سے کوئی غرض ایسی آن پڑے جو ان سے متعلق ہو اور بغیر ان کے حل نہ ہو سکے تو بے اعتنائی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ضرورت کے مطابق ان سے کام لینا چاہیے اور اسلام کا کمال تو یہ ہے کہ اس دنیاوی غرض کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے ان کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے۔ لہٰذا خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ میل جول اور محبت رکھنا بڑے بھاری گناہوں میں سے ہے[6]۔

(۷)

اور آنحضرت ﷺ سے کمال درجہ محبت کی علامت آپ کے دشمنوں سے کامل درجہ بغض رکھنا اور آپ کی شریعت کے مخالفین کے ساتھ عداوت کا اظہار کرنا ہے، محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں، محبّ، محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اور وہ مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفین سے کسی طرح بھی صلح و آشتی نہیں کرتا...... دو مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں...... تضادات کا جمع ہونا امر محال سے ہے...... ایک سے محبت کے لیے دوسرے کی عداوت لازم ہے...... خوب اچھی طرح غور کرنا چاہیے، ابھی معاملہ ہاتھ سے نہیں نکلا ہے، گزشتہ کا تدارک کیا جاسکتا ہے، کل جب کام ہاتھ سے نکل جائے گا سوائے ندامت و شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا[7]۔

(۸)

تمام وعظوں کا خلاصہ اور تمام نصیحتوں کا لب لباب دین دار لوگوں اور صاحب شریعت حضرات کے ساتھ میل جول میں خوش رہنا ہے...... دین و شریعت کا پابند ہونا، اہل سنت و جماعت کے طریقۂ حقہ کے سلوک سے وابستہ ہے...... ان بزرگوں کی اتباع و پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے اور ان لوگوں کی آراء کی پیروی کے بغیر فلاح دشوار ہے، اس بات پر تمام عقلی ونقلی اور کشفی دلائل شاہد ہیں اور ان میں اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ہے...... اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے اور اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے[۸]۔

(۹)

بے باک (آزاد خیال) طالب علم چاہے کسی بھی فرقے سے ہوں دین کے چور ہیں...... ان کی صحبت سے پرہیز کرنا ضروریات دین میں سے ہے، یہ فتنہ فساد جو دین میں پیدا ہو گیا ہے اسی جماعت کی بدبختی کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ برباد کر دیا ہے[۹]۔

(۱۰)

علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس میں رغبت کرنا ان کے جمال کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں لیکن ان کا علم ان کے اپنے حق میں نفع بخش نہ ہوا...... یہ علماء (علماء سوء) پارس پتھر کے مانند ہیں کہ تانبے لوہے کی جو چیز بھی اس کے ساتھ رگڑ کھاتی ہے سونا ہو جاتی ہے اور وہ خود اپنی ذات میں پتھر ہی رہتا ہے...... بیشک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم سے کچھ نہ نفع نہ دیا[۱۰]۔

(۱۱)

اے میرے بھائی! آپ نے ظاہری طور پر فقراء کی ہمنشینی سے تنگ دل ہو کر دولت مندوں کی مجلس اختیار کر لی ہے (یہ کام) بہت برا کیا...... آج (دنیا میں) اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل (قیامت کے دن) کھل جائے گی، اس وقت ندامت و پشیمانی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا، آگاہ کر دینا ضروری ہے...... اے

بوالہوس! تمھارا معاملہ دو حال سے خالی نہیں، دولت مندوں کی مجلس میں دلجمعی ملے گی یا نہیں، اگر اس سے (دلجمعی) مل جائے تو برا ہے اگر نہ ملے تو اس سے بدتر ہے"[۱۱]۔

(۱۲)

گزشتہ صدی (دسویں صدی ہجری) میں جو بھی مصیبت اسلام اور اہل اسلام کے سر پر آئی وہ اسی جماعت کی بدبختی اور بے باکی کی وجہ سے تھی...... بہتر ۷۲ فرقے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ان سب کے مقتداء و پیشوا یہی برے علماء ہوئے ہیں، بہت کم لوگ ہیں جو علماء کے بغیر گمراہ ہوئے اور ان کی گمراہی کا اثر دوسرے لوگوں تک پہنچا[۱۲]۔

(۱۳)

جس طرح مخلوق کی نجات علماء کے وجود کے ساتھ وابستہ ہے، دنیا کا خسارہ بھی انہیں پر موقوف ہے...... علماء میں سے بہترین عالم تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے اور علماء میں سے بدترین عالم تمام دنیا کے انسانوں میں سب سے بدتر ہے (کیونکہ) ہدایت و گمراہی انہیں کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے...... کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ و بیکار بیٹھا ہے انہوں نے اس (بیکاری) کا سبب پوچھا اس (ابلیس) نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء (علماء سوء) میرا کام کر رہے ہیں اور بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہ کافی ہیں[۱۳]۔

(۱۴)

شرعی احکام علماء آخرت سے دریافت کرنے چاہئیں، ان کی بات میں بڑی تاثیر ہے شاید ان کے الفاظ کی برکت سے اس پر عمل کی توفیق بھی حاصل ہو جائے۔ علماء دنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے دور رہنا چاہیے[۱۴]۔

(۱۵)

علماء سوء جو دین کے چور اور ڈاکو ہیں ان کا مقصود حبِ جاہ و ریاست اور مخلوق کے نزدیک قدر و منزلت حاصل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے فتنے سے بچائے[۱۵]۔

(۱۶)

اس میں شک نہیں کہ نفس کی مخالفت کی رعایت تمام طریقوں سے زیادہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں ہے کیونکہ ان بزرگوں نے عزیمت پر عمل کیا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ عزیمت میں ہر دو جز یعنی حرام اور فضول سے پرہیز کی رعایت کی گئی ہے بخلاف رخصت کے جس میں حرام سے اجتناب کیا گیا ہے۔ میں حرام سے اجتناب کیا گیا ہے[16]۔

(۱۷)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی بنیاد رکھی تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس شخص کا بھی ثواب ملے گا جو اس پر عمل کرے گا...... اسی طرح ہر وہ نیک کام جو کسی امتی سے وجود میں آتا ہے اس عمل کا جس قدر عامل کو ثواب ملے گا اسی قدر اجر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ملتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو[17]۔

(۱۸)

پس اکابر دین اور بزرگواران اسلام پر طعن و مذمت کرنے سے بہت ڈرنا چاہیے۔۔۔۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کلمۂ اسلام بلند کرنے کی خاطر اور حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امداد میں سر توڑ کوششیں کی ہیں اور رات دن خفیہ و علانیہ دین کی تائید کے لیے اپنے اموال خرچ کیے ہیں اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ کی محبت میں اپنے خویش و اقارب، مال و اولاد، ازواج، گھربار، وطن، کھیتی باڑی، باغ و درخت، کنوؤں اور نہروں سب کو چھوڑ دیا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو اپنی ذات پر ترجیح دی اور اپنے اموال و اولاد کے مقابلے میں آپ کی محبت کو اختیار کیا[18]۔

☆......☆......☆

حواشی

۱......مکتوبات امام ربانی، جلد اول مکتوب نمبر ۱۵۷، بنام حکیم عبدالوہاب، ص ۳۴۸ کراچی ۱۹۸۸ء
۲...مکتوب نمبر ۱۲۲، جلد سوم، ص۔ ۳۷۸، بنام مولانا حسن دہلوی
۳......مکتوب نمبر ۹۴، جلد دوم، ص ۳۰۴، بنام مولانا عبدالقادر انبالوی
۴......مکتوب نمبر ۶۴، جلد سوم، ص۔ ۱۸۸، بنام مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالیٰ)
۵......مکتوب نمبر ۷، ص۔ ۴۱، جلد دوم، بنام مولانا عبدالحیؒ جامع مکتوبات شریف جلد دوم
۶......مکتوب نمبر ۱۶۳، جلد اول، ص۔ ۳۶۱، بنام شیخ فرید بخاری
۷......مکتوب نمبر ۱۶۵، جلد اول، ص ۳۶۷۔۳۶۶، بنام شیخ فرید بخاری
۸......مکتوب نمبر ۲۱۳، جلد اول، ص ۹۳، بنام شیخ فرید بخاری
۹......مکتوب نمبر ۲۱۳، جلد اول، ص ۹۳ بنام شیخ فرید بخاری
۱۰......مکتوب نمبر ۳۳، جلد اول، ص ۱۳۳۔۱۳۲، بنام حاجی محمد لاہوری
۱۱......مکتوب نمبر ۱۳۲، جلد اول، ص ۳۲۱، بنام ملا محمد صدیق بدخشی
۱۲......مکتوب نمبر ۴۷، جلد اول، ص ۱۷۳، بنام شیخ فرید بخاری
۱۳......مکتوب نمبر ۵۳، جلد اول، ص ۱۸۳، بنام شیخ فرید بخاری
۱۴......مکتوب نمبر ۷۳، جلد اول، ص ۲۲۴، بنام قلیج اللہ بن قلیج خان
۱۵......مکتوب نمبر ۱۵۴، جلد اول، ص ۵۴، بنام صدر جہاں ،
۱۶......مکتوب نمبر ۲۸۶، جلد اول، ص ۳۶۶، بنام خلیفہ اجل مولانا امان اللہ فقیہ
۱۷......مکتوب نمبر ۵۷، جلد دوم، ص ۲۰۸، بنام، ملا غازی نائب
۱۸......مکتوب نمبر ۳۶، جلد دوم، ص ۱۱۹، بنام خواجہ محمد تقی

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی

مولانا جاوید اقبال مظہری

☆☆

(۱)

اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ایسی قیل وقال سے نجات دے جو حال وقال سے خالی ہے اور اس علم سے بھی نجات عطا فرمائے جو عمل سے محروم ہے۔

برادر عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں قوت سے فعل کی طرف لائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے تو اس شخص پر افسوس ہے جس نے اس میں کچھ نہ بویا اور زمین استعداد کو خالی رکھا اور تخمِ اعمال کو ضائع کر دیا[۱]۔

(۲)

اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو سلامتی عطا فرمائے، تمہارے سینہ کو کشادہ کرے، تمہارے نفس کو پاکیزگی عطا کرے، اور تمہارے پوست بدن کو نرم کرے، تم پر حضور سرور کائنات ﷺ اور آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین جو ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہیں، کی متابعت لازم وضروری ہے کیونکہ خلفائے راشدین ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں تو جس کو ان کی پیروی کا شرف نصیب ہو گیا وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو گیا، اور جس کی سرشت میں ان کی مخالفت ڈال دی وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا[۲]۔

(۳)

حق تعالیٰ کی طرف سے قریب کرنے والے اعمال یا فرائض ہیں یا نوافل۔ نوافل کی فرائض کے

سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کسی وقت میں فرائض میں سے ایک فرض کو ادا کرنا ہزار سال نوافل ادا کرنے سے بہتر ہے[۳]۔

(۴)

گروہ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور اس کی طرف رغبت کرنا' ان کے چہرہ جمال پر بدنما داغ ہے، مخلوق کو اگرچہ ان سے فائدے پہنچتے ہیں لیکن خود ان کی ذات کے لیے ان کا علم کچھ بھی نفع مند نہیں ہے۔

علما سوء پارس کے پتھر کی طرح ہیں کہ لوہا اور تانبا وغیرہ جو بھی اس کے ساتھ ملتا ہے سونا بن جاتا ہے مگر وہ خود پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے[۴]۔

(۵)

شریعت کے تین جز ہیں علم، عمل، اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جز نہ پائے جائیں شریعت متحقق نہیں ہو پاتی۔ اور جب شریعت متحقق ہوگئی تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا جو تمام دنیوی و اُخروی سعادتوں سے فائق واعلیٰ ہے، بھی متحقق ہوگئی[۵]۔

(۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ملت کو صراط مستقیم فرمایا۔ آپ کی ملت کے سوا دوسرے تمام راستوں کو سُبل (مختلف راستے) قرار دیا۔

ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے، اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے لہٰذا حضور ﷺ کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقامِ محبوبیت تک لے جاتا ہے تو ہر عقلمند اور دانش مند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب حضور ﷺ کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے[۶]۔

(۷)

آدمی جب تک پراگندہ تعلقات کی میل کچیل سے ملوث ہے مطلوب سے محروم اور دور ہے حقیقتِ جامع (قلب) کے آئینہ کو اس ذات عزوجل کے غیر کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے

اور اس کو دور کرنے کا بہترین آلہ حضور ﷺ کی روشن سنت کی متابعت ہے[۷]۔

(۸)

بے شک حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، قیامت کے روز سب سے زیادہ پیروکار آپ ہی کے ہونگے، آپ ہی بارگاہِ ایزدی میں سب پہلوں اور پچھلوں سے اکرم بزرگ ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لائیں گے۔ آپ ہی سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے مقبول ہوگی اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے دروازہ بہشت کھول دے گا۔ قیامت کے روز لواء حمد آپ ہی اٹھائے ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام اور سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے، آپ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ نے فرمایا کہ ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور پہلے ہونگے۔ اور آپ نے فرمایا ”میں بغیر فخر کے کہتا ہوں کہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں ہی تمام انبیاء کا پیشوا ہوں، اور میں ہی سلسلۂ نبوت ختم کرنے والا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سے بہتر مخلوق میں رکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف گھروں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں پیدا کیا، تو میں ذات میں سب سے بہتر ہوں اور گھر کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں او جب لوگ بارگاہِ خداوندی کی طرف چلیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب لوگ خاموش ہونگے تو میں ان کو خطبہ دونگا اور جب وہ روک لیے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کرونگا، بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہونگی میں تمام اولاد آدم علیہ السلام سے اکرم واشرف ہوں۔ میرے اردگرد میری خدمت اور خاطرداری کے لیے ایک ہزار خادم جو حسن و جمال میں پوشیدہ ہونگے میرے گرد طواف کرینگے اور جب قیامت کا دن ہوگا میں امام الانبیاء اور ان کا خطیب ہوں گا اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا[۸]۔

(۹)

جاننا چاہیے کہ ماہِ رمضان شریف بہت فضیلت والا مہینا ہے۔ نفلی عبادات، نماز، ذکر، صدقہ وغیرہ جو اس ماہ میں ادا ہوں دوسرے ایام میں فرائض کے برابر ہیں اور اس مہینا میں ایک فرض ادا کرنا دوسرے

مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہے جو شخص اس مہینے میں کسی کا روزہ افطار کرائے اسے بخش دیا جاتا ہے اور اسے اس روزہ دار کا اجر و ثواب عطا ہوتا ہے بغیر اس کے کہ خود اس روزہ دار کا ثواب کم ہو[۹]۔

(۱۰)

بادشاہ جہاں کے لیے اس طرح ہے جس طرح دل بدن کے لیے اگر دل ٹھیک ہے تو بدن ٹھیک ہے۔ اگر دل خراب ہے تو سارا بدن خرابی کا شکار ہے۔ بادشاہ کی درستی جہاں کی درستی ہے اور بادشاہ کا خراب ہونا ملک کو خرابی میں ڈال دیتا ہے[۱۰]۔

(۱۱)

دنیا بظاہر شریں ہے اور صورت میں تر و تازہ دکھائی دیتی ہے لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور بے کار سامان ہے اور اس میں گرفتاری بے فائدہ بات ہے۔ دنیا کی نظر میں فضول درحقیقت خوار ہے اور اس پر فریفتہ ہونے والا دیوانہ ہے عقلمند وہ ہے جو اس بے رونق سامان پر فریفتہ نہ ہو اور اس خراب سامان میں گرفتار نہ ہو[۱۱]۔

(۱۲)

جس قدر شریعت کے تقاضوں کے مطابق عمل ہوگا اسی قدر نفسانی خواہشات زوال پذیر ہوں گی۔ لہٰذا احکامِ شرعیہ میں سے ایک حکم کو بجالانا خواہش نفسانی کو زائل کرنے میں ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے جو اپنے طور پر کیے جائیں۔ برہمنوں اور جوگیوں نے بھی ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی اور کوتاہی نہیں کی لیکن یہ سب کچھ ان کے لیے کچھ بھی سودمند ثابت نہیں ہوا اور انہیں ان سے نفس کی تقویت و تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا[۱۲]۔

(۱۳)

جس طرح لوگوں کی نجات علماء کے وجود سے وابستہ ہے، لوگوں کی بربادی کا باعث بھی یہی علماء ہی ہیں۔ بہترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں اور بدترین مخلوق بھی علماء ہی ہیں۔ لوگوں کی ہدایت اور ان کی گمراہی انہیں سے وابستہ ہے کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بے کار بیٹھا ہے۔ اس کا راز دریافت کیا

تو ابلیس لعین نے بتایا کہ اس وقت علماء ہمارے کام کو انجام دے رہے ہیں اور بہکانے اور گمراہ کرنے کے لیے کافی ہیں[۱۳]۔

(۱۴)

جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر ہیں، جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ ان بزرگوں کا طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور ﷺ کی پہلی محبت میں ہی وہ کچھ میسر آ گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم میسر آتا ہے[۱۴]۔

(۱۵)

نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے (اللہ تعالیٰ اس گروہ کو اور زیادہ کرے) اقوال میں بھی اور افعال میں بھی اور احوال میں بھی کیونکہ نجات پانے والا فرقہ صرف یہی ہے باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں، آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے لیکن کل قیامت کو ہر ایک جان لے گا مگر اس وقت جاننا بے سود ہوگا[۱۵]۔

(۱۶)

نعمت والے پر نعمت عطا کرنے والے رب تعالیٰ کا شکر از روئے عقل و شرع ضروری ہے اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ شکر کا وجوب نعمتوں کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔ پس جس قدر نعمتیں ہونگی شکر کا وجوب بھی زیادہ ہوگا۔ دولت مندوں میں ان کے درجات کے مطابق فقراء کی نسبت کئی درجے شکر کی ادائیگی ضروری ہے۔ لہٰذا اس امت کے فقراء اغنیاء کی نسبت پانچ سو سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے[۱۶]۔

(۱۷)

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت ﷺ کی اتباع اپنے اوپر لازم پکڑو اس کے بغیر نجات محال ہے اور دنیا کی زیبائش و آرائش کی طرف مطلقاً التفات اور توجہ نہ کرو اور اس کے ہونے نہ ہونے کو کچھ اہمیت نہ دو کیونکہ دنیا اللہ سبحانہ کی نظر میں مبغوض و مردود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کچھ قدر و منزلت نہیں۔ لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ دنیا کے ہونے کی نسبت نہ ہونے کو بہترین جانیں۔ اور دنیا کی بے وفائی اور اس کے جلد فنا ہو جانے کا قصہ مشہور ہے بلکہ مشاہدے میں آ چکا ہے کہ تم دنیا چاہنے والے ان لوگوں کے حال سے عبرت پکڑو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضور سید المرسلین ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے[۱۷]۔

(۱۸)

اے فرزند! آج جبکہ فرصت کا وقت ہے، اور سکون و دل جمعی کے تمام اسباب میسر ہیں۔ ٹال مٹول اور تاخیر کی کوئی گنجایش نہیں۔ زندگی کے بہترین اوقات کو جو اٹھتی جوانی کا زمانہ ہے، بہترین اعمال یعنی اپنے مولیٰ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں صرف کرنا چاہیے[۱۸]۔

(۱۹)

قلبی امراض کے حکیم (مشائخ کرام) پہلے مرض کے ازالے کا حکم دیتے ہیں اور مرض قلبی دل کے غیر خدا کے ساتھ گرفتار ہونے کا نام ہے بلکہ غیر حق کے ساتھ گرفتاری اپنی ذات کے ساتھ گرفتاری ہے۔ کیونکہ ہر شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اگر اولاد سے دوستی کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے دوستی کرتا ہے۔ اسی طرح مال و دولت اور سرداری اور مرتبہ کی محبت سب کچھ اپنی ذات کے لیے ہے۔ پس فی الحقیقت اس کا معبود اس کی خواہش نفس ہے جب تک اس گرفتاری سے خلاصی نصیب نہ ہو۔ نجات کی امید بہت دور کی بات ہے[۱۹]۔

(۲۰)

ہمت کو بلند کرنا چاہیے اور کسی بھی حاصل ہو جانے والی شے پر کفایت نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اپنے

مطلوب کو نہایت بلندیوں میں تلاش کرنا چاہیے اس طرح کی ہمت کا حصول شیخ کی توجہ سے وابستہ ہے، اور شیخ کی توجہ مرید مقتدی کی محبت اور اخلاص کے مطابق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے[۲۰]۔

(۲۱)

آپ نے ظاہری طور پر فقراء کی صحبت و ہم نشینی سے کنارہ کشی کر کے اور دل تنگ ہو کر اغنیاء کی مجلس اختیار کر لی ہے۔ آج اگر تمہاری چشم بصیرت بند ہے تو کل کھول دیں گے۔ مگر اس وقت ندامت اور شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یاد رکھو فقراء کے آستانہ کی جاروب کشی اغنیاء کی صدر نشینی سے بہتر ہے لذیذ طعام اور اچھے فاخرہ لباس کی آرزو نے تجھے اس بلا میں ڈال دیا ہے اور اب بھی کچھ نہیں گیا اپنے اصلی مقصد کی فکر کرو[۲۱]۔

(۲۲)

آخرت کو دنیا کے بدلے میں دے دینا اور مخلوق میں الجھ کر حق سبحانہ سے کٹ جانا بے وقوفی اور بے عقلی ہے دنیا اور آخرت کا جمع ہونا ضدوں کے جمع ہونے کی مانند ہے۔

ان دو ضدوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کریں اور جس کے عوض چاہیں اپنے آپ کو فروخت کر دیں آخرت کا عذاب ابدی اور دائمی ہے اور دنیا کا ساز و سامان بالکل تھوڑا ہے خدا تعالیٰ سبحانہ دنیا کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے اور آخرت اس کی پسندیدہ شے ہے[۲۲]۔

(۲۳)

کفار قریش نے جب اپنی کمال بدبختی کی بنا پر اسلام کی برائی اور مذمت میں بہت مبالغہ کیا تو حضور ﷺ نے بعض اسلامی شعراء کو حکم دیا کہ نالائق کفار کی مذمت و برائی اشعار میں کہیں وہ شاعر حضور ﷺ کے سامنے منبر پر بیٹھتا اور کفار کی مذمت میں اعلانیہ اشعار کہتا حضور ﷺ فرماتے ہیں جتنا وقت یہ کفار کی مذمت میں مصروف رہتا ہے روح القدس (جبریل) اس کے ساتھ رہتا ہے[۲۳]۔

(۲۴)

موسم جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے لہو ولعب میں صرف نہ کرے اور اخروٹ ومنقا (معمولی چیزوں) کے عوض نہ دے ڈالے کیونکہ ایسی صورت میں آخر کار ندامت وپشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کیا کریں اور حلال وحرام میں تمیز کریں نجات اُخروی کا طریقہ صاحبِ شریعت کی متابعت ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فانی لذتوں اور ہلاک ہوجانے والی نعمتوں کو اپنا منظور نظر نہ بنائیں[۲۴]۔

(۲۵)

اللہ سبحانہ صاحب انعام کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ طالبوں کو طلب میں بے قرار اور بے آرام رکھتا ہے اور اس بے آرامی میں غیر کے ساتھ آرام پکڑنے سے نجات عطا کرتا ہے لیکن غیر کی غلامی سے مکمل نجات اور خلاصی اس وقت میسر آتی ہے جب بندہ فنا مطلق سے مشرف ہوتا ہے اور ماسوائے حق کے نقوش آئینۂ دل سے مٹا دیتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا کوئی شے اس کا مقصود اور مراد نہیں رہتی[۲۵]۔

(۲۶)

اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہوکر آنا چاہیے تاکہ پر ہوکر واپس لوٹے اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں اور فیض پہنچانے کا راستہ کھلے۔ سیر ہوکر آنا اور سیر ہوکر ہی چلے جانا بے مزہ ہے[۲۶]۔

(۲۷)

اس ماہ مبارک (رمضان المبارک) کی تمام خیرات وبرکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہے کہ شان کلام الٰہی ان سب کا جامع ہے۔ قرآن کریم اس جامع شان کا خلاصہ ہے لہٰذا اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے کیونکہ قرآن کریم تمام کمالات کا جامع ہے[۲۷]۔

(۲۸)

حضور ﷺ کی کمال متابعت آپ کے ساتھ کمالِ محبت کی فرع ہے۔ آپ سے کامل محبت کی

علامت ونشانی آپ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض وعداوت رکھنا ہے، محبت میں سستی کی کوئی گنجایش نہیں، محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے، اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح وآشتی نہیں کرسکتا، دو مختلف محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں اچھی طرح غور کرنا چاہیے ابھی معاملہ ہاتھ سے نہیں نکلا گزشتہ کا تدارک کرنا چاہیے کل جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ندامت وشرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ دنیا کا سامان دھوکا ہی دھوکا ہے چندروزہ زندگی اگر حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں بسر ہو تو نجاتِ ابدی کی امید ہے ورنہ کوئی بھی کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو سب ہیچ اور بے کار ہے[۲۸]۔

(۲۹)

اچھی طرح جان اور آگاہ رہ کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ تمام جہانوں کا، آسماں ہوں یا زمین علّیین (ملائکہ) ہوں یا سفلیین (حیوانات) سب کا پروردگار ایک ہے اور بے کیف، بے مثل ہے وہ شبہ اور مانند سے منزہ ہے، شکل ومثال سے پاک ومبرا ہے، کسی باپ کا فرزند ہونا اس ذات پاک کے لیے محال ہے۔ اس کی ہمتائی اور اس جیسا ہونا اس بات کی اس بارگاہ میں کچھ گنجایش نہیں۔ مخلوق کے ساتھ اتحاد یا اس میں حلول اس ذات سبحانہ کی شان کیلیے عیب اور نقص ہے، اس جناب اقدس کے لیے کسی شے میں پوشیدہ ہونا اور کسی شے میں ظاہر ہونا قبیح ہے وہ زمانے میں نہیں کیونکہ زمانہ اس کی مخلوق ہے وہ کسی مکان میں نہیں ہے کیونکہ مکان بھی اس کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کے وجود کا آغاز نہیں۔ اس کی بقا کی نہایت نہیں پس مستحق عبادت وہی بلند ذات ہے اور لائق پرستش بھی وہی سبحانہ تعالیٰ ہے (بنام ہردے رام ہندو)[۲۹]۔

(۳۰)

زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج والم خرید لے۔ دنیا بے وفائی میں ضرب المثل ہے اور دنیا خست اور کمینہ پن میں مشہور ہے[۳۰]۔

(۳۱)

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر

وابستہ ہے آپ ہی کی متابعت سے حق تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرما رہے ہیں اور اولوالعزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں۔ آپ کی امت آپ کی متابعت کے سبب خیرالامم ہوئی[۳۱]۔

(۳۲)

کام کا دارومدار قلب پر ہے اگر دل حق سبحانہ وتعالیٰ کے غیر کے ساتھ گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کام مکمل نہیں بن سکتا۔ دل کو غیر حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے سالم ومحفوظ رکھنا اور اعمالِ صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے ادا کرنے کا شرعاً حکم ہے دونوں درکار ہیں۔ اعمالِ صالحہ بدنیہ کی بجا آوری کے بغیر دل کی سلامتی کا دعوٰی باطل ہے جس طرح اس جہاں میں بدن کے بغیر روح غیر متصور ہے، قلبی احوال بھی بدنی اعمال صالحہ کے بغیر محال ہیں[۳۲]۔

(۳۳)

پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور وہ دولتِ رویت جو سرورِ عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہاں کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نماز مومن کی معراج ہے''[۳۳]۔

(۳۴)

وہ علوم جو انبیاء علیہم السلام کے ہیں، دو قسم کے ہیں، ایک علم احکام اور دوسرا علم اسرار اور عالم وارث وہ ہے جس کو دونوں قسم کے علم حاصل ہوں نہ کہ وہ شخص کہ جس کو ایک ہی قسم کا علم حاصل ہو اور دوسرا علم اس کو نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے ہر ترکہ میں سے حصہ ملنا چاہیے[۳۴]۔

(۳۵)

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے، ایک صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور دوسرے شیخِ مقتدا کی محبت واخلاص ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں، سب نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ

بھی نہ دیں، لیکن اگر یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو بھی کچھ غم نہیں [۳۵]۔

(۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں، خدائے رحمٰن کو پیارے ہیں ان کے زبان پر ہلکا ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ ان کے حروف تھوڑے ہیں اور ان کے میزان میں بھاری ہونے اور خدائے رحمٰن کو پیارے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمے کا جز اول (سبحان اللہ) ان تمام چیزوں سے جو اس کی جناب قدس عزوجل کے لائق نہیں ہیں اس کی بلند ذات کی تنزیہ اور تقدیس کا فائدہ دیتا ہے اور اس جناب کبریا کی صفات نقص اور حدوث و زوال کے نشانات سے پاک ہونا ظاہر کرتا ہے [۳۶]۔

(۳۷)

جب کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور دار جزاء دار آخرت ہے۔ اس لیے اعمالِ صالحہ کے بجالانے میں کوشش اور سعی کرنا چاہیے، بہترین اعمال اور افضل ترین عبادات نماز کا قائم کرنا ہے، کیونکہ یہ دین کا ستون ہے اور مومن کی معراج ہے اس لیے اس کے ادا کرنے میں پورا اہتمام کرنا چاہیے [۳۷]۔

(۳۸)

سعادت مند وہ ہے جو اس غریب اسلام کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور خلافِ سنت مروجہ بدعات میں سے کسی بدعت کو ختم کرے۔

یہ فقیر بدعت (سیئہ) کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو اسلام کی بنیاد گراتی ہے اور سنت کو روشن تارے کی طرح پاتا ہے جو تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے [۳۸]۔

(۳۹)

رب جل سلطانہ کے غضب وقہر کو ٹھنڈا کرنے میں کوئی چیز بھی اس کلمہ طیبہ سے زیادہ نافع نہیں جب کہ یہ کلمہ طیبہ دوزخ کی آگ میں پڑنے کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے تو دوسرے غصوں کو جو اس سے کمتر ہیں بطریق اولیٰ ٹھنڈا کرتا ہے اور تسکین دیتا ہے۔ کیوں تسکین نہ دے جب کہ بندہ اس کلمہ طیبہ کی تکرار کے

ذریعے، سوائے حق کی نفی کر کے سب سے منہ پھیر کر معبودِ برحق کو ہی قبلۂ توجہ بناتا ہے[۳۹]۔

(۴۰)

حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ اس جماعت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے اور انہی کے ساتھ قیامت کو اٹھائے یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بدقسمت نہیں رہتا، ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا اُن سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں، جب ان پر نگاہ پڑتی ہے تو خدا یاد آ جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ان کو پہچان لے وہ اللہ تعالیٰ کو پا لیتا ہے۔ ان کی نگاہ دوا ہے، ان کی گفتگو شفا اور ان کی صحبت سراسر نور و ضیا ہے[۴۰]۔

(۴۱)

نیک اعمال کی بجا آوری کے بعد غرور پیدا ہوتا ہے، یہ غرور زہرِ قاتل ہے اور لاعلاج اور ہلاک کرنے والا مرض ہے جو نیک اعمال کو اس طرح نیست و نابود کر دیتا ہے جس طرح خشک لکڑیوں کو آتش جلا کر تباہ کر دیتی ہے اور غرور اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ عمل کرنے والے کی نگاہ میں اپنے اعمال نہایت خوشنما ہوتے ہیں اور ان کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کا علاج اس کی ضد سے کرنا چاہیے[۴۱]۔

(۴۲)

اللہ سبحانہ تعالیٰ ہر اس چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کے حال کے لائق نہ ہو دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور قیدیوں کے حال کے مناسب یہاں درد و الم اور اندوہ اور مصیبت ہے۔ حالات کی تبدیلی سے تنگ دل نہ ہونا چاہیے اور امیدوں کے حامل ہونے سے دلگیر نہ ہونا چاہیے ایک تنگی کے ساتھ دو فراخیاں ملا دی گئی ہیں شاید ان سے دنیا اور آخرت کی فراخی مراد ہو[۴۲]۔

(۴۳)

اگر گناہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں اور بندوں کے حقوق اور مظالم سے تعلق نہ رکھتے ہوں جیسے زنا کرنا، شراب پینا، راگ سننا، اور غیر محرم کی طرف دیکھنا، قرآن مجید کو بغیر وضو کے چھونا یا بدعت کا عقیدہ رکھنا تو ان کی توبہ یہ ہے کہ گناہوں پر ندامت اور حسرت و افسوس ہو اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں

معافی کی درخواست کرے اور اگر اس نے فرائض چھوڑے ہوں تو ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

اور اگر گناہ لوگوں کے مظالم اور حقوق سے تعلق رکھتے ہوں تو ان کی توبہ اس طرح ہے کہ وہ حقوق ادا کرے اور ان سے معافی لے اور ان سے اچھا سلوک کرے ان کے لیے دعا مانگے، اور اگر صاحب حق فوت ہو چکا ہے تو اس کے لیے استغفار کرے نیکی کر کے اسے بخشے، اور مال اس کی اولاد اور وارثوں کے سپرد کرے اور اگر اس کے وارث معلوم نہ ہوں تو گناہ اور مال کے اندازے کے مطابق صاحب مال کی نیت سے یا جسے بغیر حق کے تکلیف دی ہے فقیروں اور مسکینوں پر مال صدقہ کرے[۴۳]۔

(۴۴)

مقبول بندہ وہ ہے جو اپنے مولا کے فعل پر راضی ہو، اور جو اپنی رضا کے تابع ہے وہ اپنا بندہ ہے اگر مالک بندہ کے گلے پر چھری چلائے تو بندہ کو چاہیے کہ اس وقت شاداں وخنداں ہو اور مالک کے اسی فعل کو اپنی مرضی سمجھے بلکہ اس فعل سے لذت حاصل کرے اور گر معاذ اللہ اس کو اس فعل سے کراہیت پیدا ہوا اور اس کا سینہ تنگ ہو تو وہ بندگی کے دائرہ سے دور ہے اور مولا کے قرب سے راندھا ہوا ہے[۴۴]۔

(۴۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مخلوق اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ اور مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو وہ پیارا ہے جو اس کے عیال سے اچھا سلوک کرے۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ مخلوق کے رزق کا کفیل ہے۔ پس مخلوق اس کے عیال کی طرح ہے جو آدمی کسی کے عیال سے غم خواری کرے اور اس کے بوجھ کو برداشت کرے تو یہ شخص اس عیال والے کا محبوب ہو جائیگا کہ اس نے اس کا بوجھ ہلکا کر دیا[۴۵]۔

(۴۶)

میں نے طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ کی خوبیاں اور حقائق ومعارف بیان کیے ہیں وہ بطور مشاطگی کے ہیں جیسے دلہن اپنی صورت میں ویسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ وہ تھی۔ لیکن مشاطہ اس کو ہر طرح سے غسل دے کر اور کپڑے پہنا کر دلہن بناتی ہے تو دلہن کا حسن وملاحت بڑھ جاتا ہے، اسی طرح فقیر نے طریقہ نقشبندیہ کے انوار واسرار بیان کر کے اس کی خوبی کو دوبالا کر دیا[۴۶]۔

(۴۷)

ایک دن فقیر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یہ آیت پڑھی: (ترجمہ)

> آپ کہہ دیجیے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور قبیلہ اور وہ مال جن کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو یہ چیزیں تمہیں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ جائے اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

تو اس آیت کو پڑھنے سے رونا طبیعت پر غالب آیا اور خوف پیدا ہوا اسی حال میں اپنے حال کا مطالعہ کیا تو نظر آیا کہ ان چیزوں میں سے کسی کی گرفتاری میں نہیں ہوں اگر وہ تمام تلف و برباد ہو جائیں تو شریعت کے ممنوع اور برے کام کو کبھی پسند نہ کروں اور ان امور کو تو شریعت کے احکام پر کبھی ترجیح نہ دوں، باقی مقصد یہ ہے کہ جب دوست ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ ان کو ناز سے رکھیں اور ان کے ظاہر و باطن کے احوال سے خبردار رہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا اے داؤد جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کی خدمت کر[۴۷]۔

(۴۸)

جو کچھ جمیل مطلق جل شانہ کی طرف سے آئے اچھا ہوتا ہے اگرچہ وہ جلال کی صورت میں ظاہر کرے لیکن حقیقت میں وہ جمال ہوتا ہے[۴۸]۔

(۴۹)

جان لو کہ دل اللہ تعالیٰ کا ہمسایہ ہے اور دل جتنا قریب اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ہے اور کوئی چیز نہیں، سو تم اس کی ایذا سے بچو خواہ وہ دل مومن کا ہو یا گنہگار کا۔ کیوں کہ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل کو ایذا پہنچانا ہے۔ کوئی گناہ دل کے ایذا دینے جیسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے والی چیزوں میں سے کوئی بھی دل سے زیادہ قریب نہیں ہے[۴۹]۔

(۵۰)

روز مرہ کے حوادث چونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ثابت ہیں اور اس کے فعل سے ثابت ہیں تو اپنے ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تابع کر کے ان حوادث کو اپنی مراد بنانا چاہیے اور ان سے لذت حاصل کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے، جو میری تقدیر پر راضی نہ ہو اور میری مصیبت پر صبر نہ کرے وہ میرے سوا کوئی اور رب بنالے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جائے[۵۰]۔

(۵۱)

میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں اور مراد بھی میری ارادت بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے، طریقہ نقشبندیہ میں اکیس واسطے ہیں اور طریقہ قادریہ میں پچیس اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس[۵۱]۔

(۵۲)

وہ شیخ جو اپنے مریدوں سے انبساط رکھتا ہے تو لازمی طور پر وہ مریدوں کو ارادت سے روکتا ہے اور ان کی طلب میں فتور لاتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اس چیز کی برائی کو اچھی طرح معلوم کرلیں اور طالبین کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں کہ ان کی الفت وانس کا سبب ہو نہ کہ ان کی ناشناسائی اور نفرت کا باعث خلقت سے علیحدگی ضروری ہے کہ حاجت کے اندازے کے بغیر ان سے آشنائی رکھنا سمِ قاتل ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بات آسانی سے میسر ہے مصائب میں مبتلا لوگ کیا کریں جو ہمیشہ اربابِ تفرقہ کے ساتھ رہتے ہیں اس نعمت کی قدر جانو اور اس کے مطابق عمل کرو اور طالبین کے حالات سے اچھی طرح خبردار رہو اور ظاہر و باطن میں ان کی تربیت کی طرف متوجہ رہو[۵۲]۔

(۵۳)

چاہیے کہ اپنے اوقات کو آباد رکھیں اور شریعت اور طریقت سے ظاہر و باطن میں آراستہ ہوں دوسروں کو مکمل کرنا اپنے کمال کی شاخ ہے جو کہ ولایتِ خاصہ کا درجہ ہے لیکن جب آپ کی صحبت میں طالبین میں بھلائی پیدا ہو اور احوال و مواجید ظاہر ہونے لگیں اگرچہ فنا وبقا کی حد تک نہ پہنچیں تو یہ بھی غنیمت ہے اور اس

وقت میں کبریت احمر (سرخ گندھک) کا حکم رکھتا ہے، اتنا کام ہی کرتے جائیں لیکن استخارہ وتوجہات کے بعد جس کو بھی طریقت کی تعلیم دیں مناسب ہے بلکہ لازم ہے کہ اس عمل سے ترساں ولرزاں رہیں ایسا نہ ہو کہ اس راہ سے شیطان آپ پر غلبہ پا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے شر سے محفوظ رکھے[۵۳]۔

(۵۴)

آج رات جو کہ ہفتہ کی رات تھی اور بادشاہ کی مجلس میں گیا ہوا تھا ایک پہر رات گزرنے کے بعد واپس آیا اور حافظ سے تین پارے قرآن مجید سنا۔ رات دو پہر سے زیادہ گزر چکی تھی کہ نیند آئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیر کے لیے اجازت نامہ لکھا ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے کہ خلفاء کے لیے اجازت نامہ لکھتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی مُہر سے مزین فرمایا اور دنیا کے عوض آخرت کا اجازت نامہ عطا فرمایا اور مقامِ شفاعت میں نصیب عطا فرمایا[۵۴]۔

(۵۵)

اللہ جل شانہ تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اصل الاصل تک پہنچنے والا ہے اس راہ سے پہنچنے والے حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب ہیں اور بعض امتی کو بھی اس راہ سے حق تعالیٰ سرفراز فرماتا ہے لیکن ایسے پہنچنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ اس راستے میں واسطہ نہیں ہے یہ شخص بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے۔

دوسرا راستہ قربِ حق کا وہ ہے جو ولایت سے تعلق رکھتا ہے تمام قطب اوتاد۔ ابدال، نجبا اور عام اولیاء اللہ سب اسی راستہ سے واصل ہوئے ہیں راہِ سلوک اسی راہ سے مراد ہے بلکہ جذبۂ متعارفہ بھی اسی میں داخل ہے اس راستہ میں واسطہ ضروری ہے اس راہ ولایت کے پیشوا اور ان کے گروہ اور ان بزرگوں کے فیض کے سرچشمہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور یہ عظیم الشان مرتبہ انہی کی ذات مبارکہ سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک پر ہیں اور حضرت بی بی فاطمہ وحضرات حسنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس مقام میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل پیدائش وجود عنصری اس مقام کے مرکز رہے ہیں۔ اس راہِ ولایت سے جس کسی کو فیض پہنچتا ہے انہی جناب کے وسیلہ سے پہنچتا ہے

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور تمام ہوا تو یہ عظیم الشان مرتبہ بالترتیب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور ان کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب اور تفصیل وار قرار پایا ان بزرگوں کے زمانہ میں اور ان کے انتقال فرمانے کے بعد جس کسی کو فیض و ہدایت پہنچا وہ انہی بزرگوں کے واسطے سے پہنچتا رہا گو اپنے اپنے زمانے کے قطب، ابدال، وغیرہ ہوتے رہے لیکن فیض کا مرکز و ملجا و ماویٰ یہی بزرگوار ہوئے ہیں کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملحق ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی نوبت آ پہنچی اور یہ منصب مذکور ان بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ ہوا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے درمیانی زمانہ میں کوئی بزرگ اس منصب سے مشرف ہونا پایا نہیں جاتا۔ اس راستہ میں تمام اقطاب (جمع قطب) اور نجباء (جمع نجیب) کو فیوض و برکات کا پہنچنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرتبہ سوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے کسی کو میسر نہ ہوا۔ اسی واسطے حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا اور چمکا آفتاب میرا“۔ شمس سے مراد فیض و ہدایت ہے اور غروب سے مراد ہے کہ وہ منصب اب میرے سپرد ہے جو پہلے والوں کے سپرد تھا یعنی رشد و ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ اب آپ کی ذات مبارکہ ہے اور جب تک فیضان کے وسیلہ کا معاملہ برپا ہے وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے وسیلہ اور توسل ہی سے پہنچے گا۔ اسی واسطے جو حضرت نے فرمایا ہے کہ غروب ہوا آفتاب پچھلوں کا وہ درست ہے اور اس الف ثانی میں جو فیض مجدد الف سے پہنچے گا وہ بطور نیابت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے پہنچے گا جیسے کہ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے قائم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فیضان ولایت سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ فیض جو بیان کیا جا چکا ہے وہ فیضانِ ولایت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و مہدی رضی اللہ عنہ اس فیض ولایت سے الگ ہیں اور انکا ولایت سے زیادہ قوی راستہ ہے جیسے حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بتبعیت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام راہ فیضانِ نبوت سے مشرف ہوئے ہیں اور اپنے اپنے درجوں میں بوجہ فیضانِ نبوت شان خاص رکھتے ہیں[۵۵]۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۹۱

۲.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۹۶

۳.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۱۰۳

۴.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۱۱۹

۵.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۱۲۵

۶.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۲۵

۷.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۲۹

۸.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔۳۵

۹.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۳۷

۱۰.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۴۳

۱۱.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۴۸

۱۲.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۵۰

۱۳.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم۔ ص۔۵۳

۱۴.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم۔ ص۔۵۸

۱۵.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم۔ ص۔۸۱

۱۶.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۸۵

۱۷.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۹۷

۱۸.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۱۳۲

۱۹.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۱۵۵

۲۰.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ص۔۳۰

۲۱.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔۳۴

۲۲.....مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔۳۹

۲۳...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۴۱

۲۴...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۴۴

۲۵...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۵۴

۲۶...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۵۸

۲۷...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۶۹

۲۸...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۷۶

۲۹...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، ص۔ ۷۹

۳۰...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، ص۔ ۳۶

۳۱...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، ص۔ ۸۰

۳۲...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ اول، ص۔ ۱۳۲

۳۳...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، ص۔ ۱۳۴

۳۴...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، ص۔ ۱۸۹

۳۵...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، ص۔ ۴۸

۳۶...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ پنجم، ص۔ ۲۰۸

۳۷...... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ اول، ص۔ ۴۳

۳۸...... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ اول، ص۔ ۸۲

۳۹...... مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ اول، ص۔ ۱۲۴

۴۰...... مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۲۰

۴۱...... مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۲۱

۴۲...... مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۵۶

۴۳...... مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۵۸

۴۴...... مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۱۱۰

۴۵...... مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۱۱۲

۴۶......مکتوبات امام ربانی، حصہ ہفتم، دفتر دوم، ص۔ ۱۳۶

۴۷......مکتوبات امام ربانی، حصہ ہشتم، دفتر سوم، ص۔ ۵۹

۴۸......مکتوبات امام ربانی، حصہ ہشتم، دفتر سوم، ص۔ ۱۱۲

۴۹......مکتوبات امام ربانی، حصہ ہشتم، دفتر سوم، ص۔ ۱۳۴

۵۰......مکتوبات امام ربانی، حصہ ہشتم، دفتر سوم، ص۔ ۱۶۵

۵۱......مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ دوم، ص۔ ۴۰

۵۲......مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ دوم، ص۔ ۱۰۱

۵۳......مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ دوم، ص۔ ۱۰۲

۵۴......مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ دوم، ص۔ ۱۰۵

۵۵......مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ دوم، ص۔ ۱۶۵

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ملفوظاتِ امام ربانی

ابوالرضا مفتی نیر مجددی

☆☆

(۱)

بسا اوقات جاہل لوگ کمال جہالت سے نفس مطمئنہ کو امارہ تصور کرتے ہیں اور امارہ کے احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام کو دوسرے لوگوں کی طرح بشر جانا اور کمالاتِ نبوت کے منکر ہو گئے اللہ تعالیٰ ان اکابر بزرگانِ دین کے انکار سے محفوظ رکھے……

(مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب نمبر ۱۰۱، حصہ دوم۔ ص ۱۰۲۔ بحوالہ ارشاداتِ مجدد ص۔ ۷۲)

(۲)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم وصالحین کی شفاعت حق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن سے پیغمبر گناہگار مومنوں کی شفاعت کریں گے رسول اللہ نے فرمایا میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی…… (مکتوبات، دفتر دوم حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۶۷ ص۔ ۴۵۔ بحوالہ ارشاداتِ مجدد ص۔ ۷۳)

(۳)

آپ نے سنا ہوگا انبیاء قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات جب موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جب اسی وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم کو وہاں پایا قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے……

(مکتوبات، دفتر دوم حصہ ششم، مکتوب نمبر ۱۶۔ ص، ۴۳، ۴۴، ملخصاً ارشاداتِ مجدد ص۔ ۷۴)

(۴)

کفار جو انبیا کرام پر ایمان لانے کی دولت سے اور سعادت سے محروم رہے اس کی وجہ یہی تھی کہ ان

کی نظر انبیاء کرام کی ظاہری منتوں اور حاجتوں پر پڑی تو کہہ اٹھے کیا بشر ہمیں ہدایت دینے آئے ہیں تو کافر ہو گئے...... (مکتوبات، دفتر سوم، حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۲۷، ص۔ ۷۰۔ بحوالہ ارشاداتِ مجدد ص۔ ۷۵)

(۵)

امتِ محمدیہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ترین ہیں (خلاصہ مکتوب نمبر ۵۹۔ دفتر اول حصہ دوم)

(۶)

حضرت امیر المومنین مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں جو کوئی مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے' میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے اصحاب کے درمیان لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے...... (بحوالہ مکتوبات دفتر سوم حصہ ہشتم۔ مکتوب نمبر ۱۷)

(۷)

خلفائے اربعہ فضیلت کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے......

(خلاصہ مکتوب نمبر ۷، دفتر سوم حصہ ہشتم' دفتر اول حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷)

(۸)

وہ غبار جو صحابی معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا عمر بن عبدالعزیز (غیر صحابی) سے کئی درجہ بہتر ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۲۰۷، دفتر اول حصہ سوم)

(۹)

جس نے صحابی کی عزت و تکریم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہ لایا......

(خلاصہ مکتوب نمبر ۸۰۔ دفتر اول، حصہ دوم)

(۱۰)

طریقت اور حقیقت کی بنیاد شریعت پر ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۴۰، حصہ اول)

(۱۱)

دوام ذکر شریعت کی کامل پیروی سے حاصل ہوتا ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۲۵، دفتر دوم حصہ ششم)

(۱۲)

ریاضت ومجاہدہ کا شریعت کے مطابق ہونا لازم ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر۲۲، دفتر اول)

(۱۳)

فقراء کی خاک روبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر۲۲، دفتر اول)

(۱۴)

اولیاء کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیے تا کہ بھرے ہوئے واپس جائیں۔ اپنی مفلسی کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ ان کو شفقت آئے اور استفادہ کا راستہ کھل جائے...... (خلاصہ مکتوب نمبر۵۷، دفتر اول، حصہ سوم)

(۱۵)

اہل اللہ کی صحبت نہایت ضروری ہے ان کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوتا......

(خلاصہ مکتوب نمبر۲۰۳، دفتر اول، حصہ سوم)

(۱۶)

بزرگوں کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر۵۲، دفتر دوم)

(۱۷)

صحبتِ شیخ ذکرِ حق سے بہتر ہے۔ ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا...... (خلاصہ مکتوب نمبر۱۸۷، دفتر اول حصہ سوم)

(۱۸)

فقراء سے محبت باعثِ برکت اور ان سے بُغض زہرِ قاتل ہے (خلاصہ مکتوب نمبر۱۰۷۔ دفتر اول، حصہ دوم)

(۱۹)

تمام بزرگ اصولِ دین میں متفق ہیں ان کا اختلاف صرف بعض احکام میں ہے جو دین کے فروع سے تعلق رکھتے ہیں...... (خلاصہ مکتوب نمبر۶۳، دفتر اول حصہ دوم)

(نوٹ:۔ اسی قسم کا فروعی اختلاف رفعِ سبابہ کے مسئلہ میں ہے۔ جس طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے درمیان رفعِ یدین کے مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن کسی کی بزرگی میں فرق نہیں آیا اسی طرح مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت میں بھی فرق نہیں آیا۔)

(۲۰)

حضرت بسطامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے سب عارف کے گوشۂ دل میں رکھ دیں تو عارف کو قلب کی فراخی کا باعث کچھ محسوس نہ ہو...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۱۰، دفتر دوم۔ حصہ ششم)

(۲۱)

جو بعض اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع میں آتے ہیں یہاں بھی ان کے مختلف لطائف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں...... (مکتوب ص۔۲۴، دفتر دوم۔ حصہ ہفتم)

(۲۲)

ارواح کو قدرتِ کاملہ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۲۸، دفتر دوم حصہ ششم)

(۲۳)

اولیاء اللہ کے اختیارات حق ہیں...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۲۲۱۔ دفتر اول، حصہ چہارم)

(۲۴)

اہل اللہ دل کی بیماریوں کے طبیب ہیں...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۱۰۹ دفتر اول، حصہ دوم)

(۲۵)

بزرگوں کی دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے...... (مکتوب نمبر ۲۱۷، دفتر اول حصہ اول)

(۲۶)

تصورِ شیخ درست ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۱۹، دفتر اول، حصہ سوم)

(۲۷)

(بزرگانِ دین کا) عُرس جائز ہے...... (خلاصہ مکتوب نمبر ۲۳۳، دفتر اول حصہ چہارم)

(۲۸)

ایصالِ ثواب حق ہے......

(خلاصہ مکتوب نمبر ۷۷، دفتر دوم حصہ ہفتم، مکتوب نمبر ۳۶، دفتر دوم حصہ ششم، مکتوب نمبر ۲۷۸، دفتر اول، حصہ پنجم، مکتوب نمبر ۱۰۴، دفتر اول، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۱۳۶، دفتر اول حصہ اول، مکتوب نمبر ۸۹، دفتر اول، حصہ دوم)

(۲۹)

جب تک عقائد درست نہ ہوں اعمال و افعال نافع نہیں ہوتے ...... (مکتوب نمبر ۱۵۷۔ دفتر اول حصہ سوم)

(۳۰)

فرقۂ ناجیہ اہلسنت ما انا علیہ واصحابی ہے...... (مکتوب نمبر ۸۰۔ دفتر اول حصہ دوم)

(۳۱)

جس قدر خوارق حضرت سیّد محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے ہیں ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمہ کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقامِ روح تک نیچے اترے ہیں جو عالمِ اسباب سے بلند تر ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۱۶، دفتر اول حصہ سوم)

(۳۲)

بہر صورت حضرت شیخ اس ''کلام قدمی ہذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' میں حق بجانب ہیں یہ کلام خواہ سکر کے باقی ماندہ اثرات کی وجہ سے آپ سے صادر ہوا ہو یا اس کلام کے اظہار کا آپ کو خدا کی طرف سے حکم ہوا ہو بہر صورت اس وقت تمام اولیاء آپ کے قدموں کے نیچے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر کی ولایت میں شانِ عظیم ہے اور بلند تریں درجہ حاصل ہے ولایتِ محمدیہ کو لطیفہ کے راستے سے نقطۂ آخر تک پہنچایا ہے اور اس دائرہ کے سر حلقہ ہوئے ہیں...... (مکتوبات امام ربانی، ج۔۱، ص ۲۹۳، بحوالہ افضلیتِ غوث اعظم، ص۔۱۰۷)

(۳۳)

جاننا چاہیے کہ واصلانِ ذات میں سے جو بزرگوار افراد کے لقب سے ملقب ہیں وہ بہت ہی تھوڑے ہیں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلبیت میں سے بارہ امام اس نعمت سے فیض یاب ہیں اور اکابر اولیاء اللہ میں سے قطب و غوث الثقلین قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی اس نعمت کے ساتھ ممتاز ہیں اور اس مقام میں خاص شان رکھتے ہیں کہ دوسرے اولیاء اس خصوصیت میں تھوڑا نصیب رکھتے ہیں یہی امیاز وہ فضیلت ہے جو ان کی شان کی بلندی کا سبب ہے آپ کا ارشاد ہے کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے اگرچہ دوسرے اولیائے کرام کے فضائل و کرامات بہت ہیں مگر آپ کا قرب اس خصوصیت میں سب

سے زیادہ تر ہے عروج میں اس کیفیت کے ساتھ کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اس باب میں آپ صحابہ کرام اور بارہ اماموں کے شریک ہیں یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہے۔

(یہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفات عینیہ کے مکاشفہ نمبر ۱۶، میں۔ بحوالہ افضلیت غوثِ اعظم، ص ۱۰۸ ہے)

(۳۴)

اس فقیر کو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روحانیت کی امداد حاصل رہی اور ان کی قوتِ تصرف نے ان تمام مقامات سے گزار کر اصل الاصل کے مقام تک واصل فرما دیا۔

(مبداء و معاد، ص۔ ۵)

☆......☆......☆

فأصبحتم بنعمته إخوانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کراماتِ امام ربانی مجدد الف ثانی

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدای بخشندہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو انسانیت کی بھلائی کے لیے دنیا میں مبعوث فرمایا، جو وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف خطوں میں تشریف لائے اور لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف گامزن کرتے رہے، ان حضرات کے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بدولت لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے رہے مگر جب کسی نے شک کیا یا اعتراض کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعام خاص ''معجزات'' کا اظہار فرمایا......

کسی بھی نبی سے کوئی ایسی نادر الوجود اور تعجب خیز بات یا فعل صادر ہو جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوتا تو اسے معجزہ کہتے ہیں...... جب سلسلۂ نبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو چکا تو تبلیغ دین کا اہم فریضہ حضرات علمائے کرام اور اولیائے عظام کے سپرد ہوا جو کہ انبیاء کرام کے نائب و وارث ہیں، یہ حضرات بھی انبیاء کرام کی طرح ہر کام محض رضائے الٰہی کی خاطر کرتے ہیں جس کا انعام انہیں قربِ الٰہی اور کرامت کی صورت میں عطا ہوتا ہے...... کسی مردِ مؤمن متقی سے خوارقِ عادات کا ظہور ''کرامت'' کہلاتا ہے[1]۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

امام الحرمین ابوبکر باقلانی وابوبکر بن خورک وحجۃ الاسلام امام محمد غزالی و

> امام فخر الدین رازی و ناصر الدین بیضاوی و محمد بن عبدالملک سلمی و ناصر الدین طوسی و حافظ الدین نسفی و ابو القاسم قشیری...... ان تمام اکابر علماء اہل سنت و محققین ملت نے متفقہ طور پر یہی تحریر فرمایا کہ معجزہ اور کرامت میں یہی فرق ہے کہ خوارق عادات کا صدور و ظہور کسی نبی کی طرف سے ہو تو اس کو ''معجزہ'' کہا جائے گا اور اگر کسی ولی کی طرف سے ہو تو اس کو ''کرامت'' کے نام سے یاد کیا جائے گا [۲]......

اولیائے کرام سے کرامت کا ظہور ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے، چنانچہ سورہ نمل [۳] میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر و مشیر (حضرت آصف بن برخیا) نے پلک جھپکنے سے پہلے ملکۂ سبا کا تختِ شاہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں لا کر رکھ دیا...... اس موضوع پر قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اقوالِ صحابہ و تابعین کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مستند کتابوں میں محفوظ ہے اگر ان سب پراگندہ موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو ایک عظیم الشان گرانقدر اور بیش قیمت مالا تیار ہو جائے جو کہ تعلیم و تعلم اور علم و دانش کے بازار میں نہایت ہی انمول اور گراں قیمت ہوگی...... سرِ دست ہم گیارہویں صدی کے ولی کامل، عارفِ حق اور مجدد وقت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ظہور پذیر کرامات میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ کی انقلاب آفرین علمی و عملی اور عرفانی خدمات کی طرح کرامات کا احاطہ بھی ایک طویل دفتر کا متقاضی ہے۔

سب سے بڑی کرامت:

آپ کی سب سے بڑی کرامت دین الٰہی کا خاتمہ اور شعائر اسلام کا نفاذ ہے۔ مغل بادشاہ اکبر نے ''دین الٰہی'' کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں کو متحد کر کے ایک قوم بنانا تھا، اکبر کے اس ''ایک قومی نظریہ'' کے خلاف آپ نے ''دو قومی نظریہ'' کا اعلان فرمایا اور یہ واضح کیا کہ کفر و اسلام دو علیحدہ چیزیں ہیں جو کسی طرح بھی یکجا نہیں ہو سکتیں، اس پاکیزہ نظریہ کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ نے بے شمار مکتوبات تحریر فرمائے جو کہ ''مکتوبات امام ربانی'' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں...... جن شعائر اسلام کو ترویج دین الٰہی کی خاطر ممنوع قرار دیا گیا تھا آپ کی انتھک کوششوں سے ان کا احیاء اور فروغ ہوا اور نہ صرف ملی بلکہ سیاسی سطح پر اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہوا۔ پھر دور جہانگیر میں امور

مذہب وسیاست میں مشاورت کے لیے علماء کا باقاعدہ کمیشن مقرر کردیا گیا جو کہ حکومتِ وقت کو احکام اسلامی سے ہر معاملے میں خبردار رکھتا، آپ کی کاوشوں کی بدولت مردہ دلوں میں جان پڑ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم اسلامی انقلاب برپا ہوگیا[4] اور کچھ عرصہ بعد اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھوں برصغیر میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔

آپ کے پیش کردہ دوقومی نظریہ کی امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے چودھویں صدی میں تجدید کر کے ڈاکٹر محمد اقبال اور محمد علی جناح کو فعال کیا جس کی بدولت اسلامی جمہوریہ پاکستان آج دنیا کے نقشے پر موجود ہے، گویا پاکستان بھی امام ربانی علیہ الرحمۃ کی کرامت ہے......

علماء وصوفیہ شیروشکر ہوگئے:

''نظریہ وحدۃ الوجود'' کی غلط تعبیرات کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو رہے تھے، آپ نے اس نظریے کی لاج رکھتے ہوئے ''نظر وحدۃ الشہود'' پیش فرمایا جو دل ودماغ دونوں کے قریب تھا، یہی نظریہ تھا جس نے ڈاکٹر محمد اقبال کی فکر میں بھی انقلاب پیدا کیا[5]...... ''نظریہ وحدۃ الوجود'' کی غلط تعبیرات سے جو ہلاکت پھیل رہی تھی آپ کے ''نظریہ وحدۃ الشہود'' نے اس کا مؤثر دفاع کیا اور ناقابل فہم کو عام لوگوں کے لیے قابلِ فہم بنادیا جو فکرِ مسلم کی ہر سطح پر اصلاح کرتا ہوا ایک عظیم انقلاب کا سبب بنا اور جس کی بدولت علماء وصوفیہ شیروشکر ہوگئے......اب ہم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفۂ خاص حضرت خواجہ بدرالدین علیہ الرحمۃ کی مستند ترین کتاب ''حضرات القدس'' کی جلد دوم سے بعض کرامات نقل کرتے ہیں......

گستاخ قتل کردیا گیا:

وجد وحال والے ایک درویش نے بیان کیا کہ جب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور حالات تمام دنیا اور دنیا والوں میں پھیل گئے۔ اور مشہور ہوگئے تو میں آپ کے دیدار فائض الانوار کے لیے سرہند آیا اور رات کا چوتھائی حصہ ختم ہوا ہوگا کہ میں شہر میں داخل ہوا اور ایک مسجد میں چلا گیا۔ مسجد کا ایک ہمسایہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور مجھ پر مہربانی کی۔ اسی دوران میں اُس سے میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات دریافت کیے۔ وہ طعن اور اعتراض کرنے لگا۔ میں رنجیدہ ہوا اور اپنے باطن میں آپ کی طرف

متوجہ ہوا۔ ناگاہ دیکھا کہ آپ تشریف لے آئے اور آپ کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے۔ اور آپ نے اس طعنہ کرنے والے کے ٹکڑے کر دیے۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ میں نے یہ حال دیکھا تو مجھ پر دہشت طاری ہوئی اور اسی اضطراب کے عالم میں آپ کے پیچھے دوڑا لیکن آپ کو نہ پایا۔ صبح کو جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو مجھے خوف اور رعشہ ہو رہا تھا۔ آپ نے مجھے لپٹا لیا اور مسکرا کر کان میں فرمایا، جو کچھ رات میں واقعہ گزرا دن میں اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اس کے بعد اس محلّہ میں جب میں گیا تو دیکھا کہ ایک شور برپا ہے کہ اس شخص کو کسی نے قتل کیا اور چلا گیا۔

خیال سے آگاہی:

ایک سیّد صاحب جو صحیح النسب اور سعید تھے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اُن کا حال یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ زمین و آسمان کے طبقات اُن پر کُھل گئے تھے اور عجیب و غریب واردات اُن پر ہوا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ان دنوں میں تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی کرامت ظہور میں نہیں آئی۔ محض اس خیال کے آتے ہی میرے احوال میں انقباض ہو گیا اور میں سمجھ گیا کہ اس انقباض کا سبب وہی بُرا خیال ہے۔ پس معافی مانگنے کے لیے اپنی دستار کو گردن میں ڈال کر خود کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں ڈال دیا اور تضرع اور زاری کی۔ مگر اس خیال کو ظاہر نہیں کیا اور اپنی زبان سے وہ بات نہیں بتائی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمحے کے بعد میرا سر اوپر کیا اور فرمایا کہ، سیّد صاحب نے کرامات طلب کی ہیں اور یہ بُرا خیال فلاں کی صحبت سے پیدا ہوُا تھا۔ اور آپ نے اس شخص کا نام بھی بتایا جس کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے ایسا خیال پیدا ہوا تھا۔

اشارے سے شیر بھاگ گیا:

ایک سیّد صاحب جو صحیح النسب تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم مریدوں میں سے تھے، بیان فرماتے تھے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک حقیقی بھائی سرونج (مالوہ) میں تھے۔ آپ نے اُن کو بلانے کے لیے دو کلمے لکھے اور مجھے فرمایا کہ تم خود جاؤ اور اُن کو لے آؤ۔ اس حکم کی تعمیل میں وہاں جانے کا میں نے عزم کیا۔ آپ نے فاتحۂ رخصت پڑھ کر فرمایا کہ راستے میں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ خوب پڑھنا تا کہ خطرات سے محفوظ رہو اور کسی چیز کی حاجت نہ رہے۔ اور اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھے یاد کرنا۔ میں نے آپ کے

قدموں پر ہاتھ رکھے (قدمبوسی کی) اور روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے ایک جماعت اس سفر میں میرے ساتھ ہوگئی۔ جب سرونج دو تین منزل رہ گیا تو وہاں ایک ہیبت ناک جنگل نظر آیا۔ وہاں گھانس دو قد آدم تھی۔ میں وہاں قضائے حاجت کے لیے گیا اور ساتھی وہاں کھڑے رہے۔ فراغت اور طہارت کے بعد وضو کر کے میں نے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھی۔ اسی اثناء میں گھانس ہلنے لگی اور میں نے دیکھا کہ ایک دہاڑنے والا شیر آپہنچا اور میرے سامنے کھڑا ہوگیا۔ میں نے بے اختیار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا اور کہا کہ ''آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی مشکل تمہیں درپیش ہو تو مجھے یاد کرلینا۔ (چنانچہ) اب مدد کا وقت ہے اور مجھے اس دہاڑنے والے اور پھاڑ کھانے والے شیر کے چنگل سے نجات دلوایئے۔'' ابھی میری یہ بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور اُس شیر سے اشارے سے فرمایا کہ دور ہو۔ شیر پلٹا اور بھاگ گیا۔ پھر جو میں نے نگاہ اٹھائی تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ میری نگاہ سے غائب ہو چکے تھے۔ میرے ساتھیوں نے بھی یہ واقعہ دیکھا اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ کون بزرگ تھے جنہوں نے ایسے وقت میں تمہاری امداد فرمائی؟ میں نے آپ کا اسمِ مبارک بتایا تو وہ سب کے سب جان و دل سے آپ کے معتقد ہوگئے۔

بادل آگیا:

ایک مرتبہ حضرت مجدد رحمۃ تعالیٰ اللہ علیہ سیر و تفریح کے ارادے سے دشت و بیاباں کی طرف متوجہ ہوئے۔ راستے میں گرم ہوا اور گرد و غبار بہت زیادہ ہوگیا۔ جو حضرات ساتھ تھے اور پیادہ تھے اُن پر پیاس اور گرمی اور تھکاوٹ نے غلبہ کیا۔ لیکن آپ کے جلال اور رعب کی وجہ سے جو سب کے دلوں پر متمکن تھا آپ سے عرضِ حال کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ یہ خطرات ان حضرات کے دلوں میں جاری تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''سورج کی گرمی اور گرد و غبار کی شدت سے احباب کو تکلیف ہو رہی ہے۔'' مولانا نے عرض کیا کہ ''حضرت کو خود ہی معلوم ہے، ہم لوگوں کو عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟'' حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کر کے خاموشی سے کچھ پڑھا۔ چند قدم نہ چلے تھے کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اُس نے آپ پر اور آپ کے احباب پر سایہ کرلیا۔ اور صرف اسی قدر بارش ہوئی جتنی گرد و غبار کے دفع کرنے کے لیے ضروری تھی اور بادِ شمال بہت اعتدال کے ساتھ چلنے لگی کہ سب سے راستے کی کوفت، ہوا کی گرمی اور گرد و غبار کی تکلیف دور

ہوئی۔ حالانکہ وہ موسم بادل اور پانی کا نہیں تھا۔

قرآن کریم سے شہادت:

حاجی (شیخ) عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[6] (اللہ پاک اُن کی مغفرت فرمائے) جو ہندوستان کے بہت بڑے عالم اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، روایت کرتے تھے کہ ایک دن میں ایک عالم کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک موقع پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آ گیا۔ وہ عالم آپ پر طعن اور تعرض کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ میں آپ کی صحبت میں بہت بیٹھا ہوں اور بہت سے دوسرے مشائخ کو بھی میں نے دیکھا ہے لیکن جو صفائے قلبی اور اتباع سُنّتِ نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے یہاں دیکھی ہے وہ دوسروں کے یہاں نہیں دیکھی نہ کہیں سنی۔ وہ عالم پھر یہاں وہاں کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ آیئے ہم دونوں تازہ وضو کریں اور قرآن مجید کھولیں۔ جو آیت کریمہ نکلے ہم اُسے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے متعلق فال سمجھیں گے۔) اس عالم نے یہ بات پسند کی۔ ہم دونوں نے تازہ وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اس عالم نے قرآن پاک ہاتھ میں لیا اور پورے خشوع وخضوع کے ساتھ اسے کھولا تو یہ آیت سامنے آئی:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

(اللہ کے نیک بندوں کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی)

وہ عالم حیران رہ گیا اور اپنے کہے پر پشیمان ہوا اور میں نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔

کوتوال جل کر خاک ہو گیا:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی زمانے میں جب کہ آپ کی شہرت زیادہ نہ ہوئی تھی (قریب ہی) ایک بڑی چوری ہوئی۔ کوتوال نے آدمیوں کو بھیجا کہ پڑوسیوں کو پکڑ کر لے آئیں۔ وہ خدا کا خوف نہ رکھنے والے آئے اور آپ سے کہا کہ آپ کو کوتوال طلب کرتا ہے۔ آپ اُسی وقت مکان سے باہر نکلے تھے اور جماعت کے لوگ بھی موجود نہ تھے۔ آپ اس کوتوال کے آدمیوں کے ساتھ پیدل ہو لیے۔ کوتوال نے جونہی آپ کو دیکھا تو لرزنے لگا اور فوراً آپ کو رخصت کر دیا۔ لیکن چونکہ تیر نشانے پر نکل چکا تھا اُسی دن یا

دوسرے دن اُس کوتوال کی جنگ (تیر و تفنگ کے ساتھ) شہر والوں سے ہوئی اور ایک آگ غیب سے وہاں کی بارود میں لگ گئی اور وہ کوتوال اپنے بھائیوں اور بیٹوں سمیت جو اس جگہ تھے جل کر خاک ہو گیا کہ ان لوگوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

غضبناک بادشاہ مہربان ہو گیا:

ایک امیر زادہ کو بادشاہ نے بہت غصّے کے ساتھ لاہور سے طلب کیا تھا کہ اس کے آتے ہی اس کو ہاتھی کے پیر میں روند دیا جائے کیونکہ اُس نے سخت قصور کیا تھا۔ وہ امیر زادہ جب سرہند پہنچا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ آپ کے آستانے میں جبہہ سائی کرنے لگا تا کہ اس کی جان بخشی ہو جائے۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے مراقب ہوئے، پھر فرمایا کہ خاطر جمع رکھو کہ اِن شاء اللہ تم کو بادشاہ کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بلکہ شاہانہ الطاف سے سرفراز ہو گے۔ امیر زادہ سخت اضطرار کی وجہ سے عرض کرنے لگا کہ حضرت آپ لکھ کر دے دیں تا کہ میرے پریشان دل کو تسلی ہو سکے۔ آپ نے اس کی تسلّی کے لیے لکھ دیا کہ، چونکہ فلاں شخص بادشاہ کے غضب کے خوف سے اللہ کے در کے فقیروں سے رجوع ہوا ہے۔ اس لیے اس فقیر نے اس کو اپنی ضمانت میں لے لیا ہے اس لیے اس کو اس مصیبت سے رہائی دے دی ہے۔ چند دنوں کے بعد کسی نے خبر دی کہ بادشاہ اس امیر زادہ پر برہم ہوا اور ایسا ایسا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میری نظر میں صبح کی روشنی کی طرح واضح ہے کہ وہ امیر زادہ، بادشاہ کی طرف سے لطف اور عنایت حاصل کر رہا ہے اور وہ خبر صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ دو تین دن کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق لگاتار خبریں آئیں کہ جب بادشاہ نے امیر زادہ کو دیکھا تو مسکرایا اور نصیحت کے طور چند باتیں کہیں اور نہایت مہربانی سے خلعتِ خاصہ پہنا کر مقررہ خدمت پر روانہ کر دیا۔

ضمانت میں لے لیا:

آپ کا ایک مخلص درویش ملتان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری اہلیہ جو آپ کی مریدہ ہے، کئی سال سے مختلف امراض میں مبتلا ہے اور اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو چکے ہیں۔ اب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اُمید رکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اُس کی شفا کے لیے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ فاتحہ پڑھی گئی۔ اس شخص نے بہت تضرع وزاری کی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُسے اپنی ضمانت میں لے لیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس تکلیف (تیقد) کی کیا ضرورت ہے۔

کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

پھر اس شخص کی التجا اور تضرع بہت بڑھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''مطمئن رہو، ہم نے اُسے اپنی ضمانت میں لے لیا۔''

وہ شخص رخصت ہو کر اپنے وطن چلا گیا۔ وہاں سے اس نے عریضہ لکھا کہ میری اہلیہ اُسی دن اچھی ہو گئی جس دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے اُسے اپنی ضمانت میں لے لیا۔ آپ نے یہ خط پڑھ کر کہا: **الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔**

توجہ کی تاثیر:

ایک دولت مند جو آپ کے خاندان عالیشان کا بزرگ زادہ تھا اور اپنی ماں کی طرف سے شاہی اولاد میں سے بھی تھا، مرض قولنج میں مبتلا ہوا اور بہت عرصہ ہو گیا لیکن اطبائے حاذق کے علاج سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ زندگی سے مایوس ہو کر پریشان تھا۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص کے توسط سے اُس نے عرض کرایا۔ آپ نے فجر کے وقت اس کے حال پر توجہ فرمائی اور صبح کو اس مخلص سے فرمایا کہ جاؤ اس عزیز کو خوش خبری سناؤ۔ وہ مخلص حسب ارشاد وہاں گیا اور دیکھا کہ وہ تو بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اس نے اس سے کہا کہ تم کو تو صحت ہو چکی ہے، پھر کیوں پڑے ہوئے ہو؟...... اس نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رات تمہاری صحت کی خوشخبری سنا دی ہے۔ (یہ بات سن کر) وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے اندر بیماری کا مطلق اثر نہ پایا۔

پیرہن کا فیض:

مولانا محمد امین ؒ جو پہلے خواجہ دیوانہ سواتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، سخت بیماری میں مبتلا تھے کہ دعاء اور دوا کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور بہت نیاز و انکسار کے ساتھ آپ کو عریضہ بھیجا اور توجہ کے لیے التماس کی۔ اور آپ کا کچھ کپڑا تبرک کے طور پر طلب کیا۔ حضرت کو ان پر رحم آیا۔ اور اُن کے عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ضعف کی شدّت کی وجہ سے اندیشہ نہ کریں۔ اِن شاء اللہ صحت ہو گی۔ اس معاملے میں مجھے اطمینان ہے اور آپ نے جو اس فقیر کا کپڑا طلب کیا ہے وہ

بھیجا جاتا ہے۔ اسے پہنیں اور اس کے نتائج اور ثمرات سے امیدوار رہیں کہ وہ (ان شاءاللہ) کثیر البرکات ہے۔

قصہ، قِصہ ہے توجہ گر نہیں
ورنہ اس میں ہے سبق اے اہلِ دیں

انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پیراہن پہنا اور اُن کا کئی سال کا مرض دُور ہوا۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے بہت عقیدت مند مُرید بن گئے اور تمام عمر آپ کی خدمت میں جمعیت اور استقامت کے ساتھ گزاری اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے اور آپ کے خاص اصحاب میں شمار ہوئے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے آپ ہی سے تعلیمِ طریقہ کی اجازت بھی حاصل کی ہوگی۔

بیماری اٹھالی:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دولت مند مُخلص نے بیان کیا کہ ایک ضروری کام سے لاہور سے اکبر آباد (آگرہ) کے لیے روانہ ہوا۔ اور راستے میں سرہند میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے وہاں میں بیمار ہو گیا۔ اس لیے خیال ہوا کہ چندروز کے لیے سفر موقوف کر کے وہاں ٹھہر جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ''جاؤ۔ اچھے ہو۔ ضروری کام درپیش ہے۔'' میں اُسی وقت بیماری سے شفایاب ہو گیا اور میں سفر کے لیے روانہ ہو گیا۔ تین دن تک تو اچھا رہا۔ لیکن چوتھے دن وہ بیماری پھر آ گئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرمایا تھا کہ ''جاؤ۔ اچھے ہو'' اور مجھے تو اب بخار غلبہ کر رہا ہے جو عجیب بات ہے۔ اسی اثناء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ (روحانی طور پر) تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ''جاؤ خاطر جمع رکھو کہ تمہاری بیماری میں نے اٹھالی ہے۔ اٹھو اور اپنی راہ لو۔'' پھر تو اُسی وقت ضعف کے آثار جاتے رہے اور میں نے پوری صحت حاصل کی اور روانہ ہو گیا۔

گورنر دکن کی معزولی سے بحالی:

نواب (عبدالرحیم) خان خاناں مرحوم،[۸] دکن کے گورنر تھے اور اس بات پر مامور تھے کہ دکن کے علاقوں پر قبضہ اور تصرف کریں۔ اس کام میں ایک بڑی مدت گزر گئی۔ بادشاہ کے قُرب والوں نے بادشاہ کے کان بھرے کہ خان خاناں نے دشمن سے پوشیدہ طور پر صلح کر لی ہے اور ظاہر میں جنگ کرتا ہے۔ بادشاہ

نے غیظ و غضب میں آ کر خانِ خاناں کو معزول کر دیا۔ اور یہ خیال بھی تھا کہ شاید اُسے قتل بھی کرا دے گا۔ خانِ خاناں، میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور برہان پور تھے) حاضر ہوا۔ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس معاملے میں بہت التجا اور نیاز مندی کے ساتھ عربی میں لکھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس عریضے کے مطالعے کے بعد قلمدان منگوایا اور اس عریضے کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: تمہارے خط کے مطالعے کے وقت خانِ خانان بڑی قدر و منزلت والے نظر آئے۔ اس معاملے میں خاطر جمع رکھیں۔

میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مکتوب بجنسہٖ خانِ خانان کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے کہا کہ: بزرگانِ علو شان کی توجہ سے یہ بات عجیب و غریب تو نہیں ہے لیکن بظاہر مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بادشاہ بہت زیادہ بدگمان ہو چکا ہے اور حاسد لوگ زہر اُگل رہے ہیں۔ لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبِ گرامی کے آنے کو ابھی دس بارہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ بادشاہ کا دل خان خاناں سے صاف ہو گیا اور وہ پھر سے دکن کا گورنر بنا دیا گیا اور اس کے لیے خلعتِ خاصہ بھی عنایت ہوئی۔

فیضِ صحبت:

ایک درویش نے کہ ابھی وہ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا آپ کو عریضہ لکھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صحبت کی وجہ سے بڑے سے بڑے اولیاء سے افضل ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ شاید پہلی ہی صحبت میں اُن کو وہ سب کچھ دے دیا جاتا ہوگا جو تمام اولیاء کے مقامات سے زیادہ ہوگا...... حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''اس عُقدے کا حل صحبت پر موقوف ہے۔'' وہ درویشِ صفاکیش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس پر پہلی ہی صحبت میں عجیب حالت طاری ہوگئی۔ آپ نے اُسی دن اس کو خلوت میں طلب فرما کر فرمایا کہ ''آج ہی ہم نے تمہارا ورق لوٹ دیا ہے اور تمہارے احوال بدل گئے ہیں۔ تم بھی یہ بات سمجھے یا نہیں؟'' اس درویش نے آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور اپنے احوال جو وارد ہوئے تھے بیان کیے اور صحبت کی فضیلت کا معترف ہوا۔

آرزو کی باریابی: جن دنوں میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف ۹ میں تشریف رکھتے تھے ماہِ رمضان عین برسات کے موسم میں آیا۔ اور بارش کثرت سے تھی کہ دن رات میں فرصت نہیں ملتی تھی۔ آپ مسجد میں تراویح میں قرآن پاک پڑھتے تھے۔ ہوا کے تعفن اور گرمی کی زیادتی سے آپ کو اور آپ کے

ساتھیوں کو بہت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ ایک رات تراویح سے فراغت کے بعد جب آپ مسجد سے باہر آ رہے تھے تو آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا کہ اگر تین ختم قرآن تک جو ہماری دائمی سُنّت ہے۔ بارش راتوں میں نہ ہوا کرے اور ہم تراویح مسجد کے صحن میں ادا کریں تو کیا اچھا ہو! (خدا کی شان کہ) ایسا ہی ہوا کہ ستائیسویں شب تک وہی ہوا (یعنی دن میں بارش اور رات میں کوئی بارش نہیں)۔ پھر ایک دم خوب بارش ہوئی۔ گویا ایک مَشک کا مُنہ بند کر دیا گیا تھا جو بعد میں کھول دیا گیا۔

جو فرمایا ہو کر رہا:

کہتے ہیں کہ اجمیر شریف کی مسجد کی جنوبی دیوار اپنی بنیاد میں کمزور ہو گئی تھی اور اُس کا ستون بھی جھک گیا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ آج کل میں وہ دیوار گر جائے گی۔ اور جو شخص بھی اس دیوار کے پاس سے گزرتا جست کر کے گزر جاتا تھا۔ خود آپ کے اصحاب اس کے گر جانے کا اندیشہ برابر ظاہر کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ، جب تک ہم فقراء یہاں ہیں اُن کی رعایت کر کے یہ دیوار نہیں گرے گی (اِن شاء اللہ)۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب تک آپ وہاں قیام پذیر رہے دیوار قائم رہی اور جس دن آپ نے وہاں سے کوچ کیا تو آپ کا اور آپ کے اصحاب کا وہاں آگے بڑھنا اور دیوار کا گرنا ایک ساتھ ہوا۔ حالانکہ وہ برسات کا زمانہ بھی نہ تھا۔ گویا کسی نے اس دیوار میں ایک کھمبا نصب کر دیا تھا کہ ایک دم اس کے نیچے سے ہٹا دیا۔

نقشِ غیر مٹا دیا:

خواجہ جمال الدین حسین جو خواجہ حسام الدین[۱۰] احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے والد صاحب کے حکم سے بڑی عقیدت اور ارادت مندی سے دہلی سے سرہند آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ کہتے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے ذکر کی تلقین فرمائی اور میرے حال پر توجہ فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیرے دل پر کسی عورت کا نقشِ قدم ایسا جما ہوا ہے جیسے مٹی کے اندر پتھر گڑ گیا ہو۔ سچ بتا کہ کیا معاملہ ہے؟ اور جب تک وہ اثر دور نہ ہوگا تو مستفید نہ ہو سکے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دل اپنی پھوپھی کی ایک کنیز پر آ گیا ہے اور اُس کا شیفتہ ہو گیا ہوں۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی

اور میرے دل سے اُس تعلق کو دُور کر دیا اور میرا دل اس کی محبت سے اس قدر سرد ہوگیا کہ گویا کبھی اس کی طرف میرا رجحان ہی نہ تھا۔

مرید کے گھر والوں کو بچالیا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قدیم مرید نے وبا کے غلبہ کے زمانے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ، ہمارے محلّے میں اور ہمارے گھر کے اطراف اور نواحی میں شدت کے ساتھ وبا پھیلی ہوئی ہے۔ آپ سے توجہ کی درخواست ہے کہ آپ کے تصرف کی برکت سے مریدوں اور مخلصوں کی جان بچ جائے۔ اور وبا کی یہ کیفیت تھی کہ جس محلے میں وہ وبا آجاتی تھی اگر ایک گھر میں کسی ایک کو بھی وہ وبا پکڑ لیتی تھی تو اس گھر میں شاید ہی کوئی اس سے محفوظ رہ سکتا تھا یعنی سبھی کو ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ حضرت مجدد نے سر جھکایا اور مراقب ہوے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ، خاطر جمع رکھو کہ تمہارے گھر والے سوائے ایک ملازمہ کے سب محفوظ رہیں گے (اِن شاء اللہ)۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کہ ہمارے گھر سے صرف ایک ماما اس وبا میں مرگئی اور بقیہ سب لوگ اس سے محفوظ رہے۔

غیب کا علم:

آپ کے مُخلصوں میں سے ایک عالم نے بیان کیا کہ میرا ایک عزیز تھا جو بہت پیارا تھا۔ وہ ایک سخت مرض میں مبتلا ہوگیا۔ طبیبوں کی دوائیں اور احباب کی دعائیں کارگر ثابت نہ ہوئیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور توجہ کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی اور تھوڑی دیر کے بعد مجھے یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ: ''ہم نے اس کی مغفرت کے لیے فاتحہ پڑھ دی ہے'' میں تعجب میں ہوگیا اور اس کے گھر کی طرف جو شہر سرہند سے کئی میل پر تھا روانہ ہوا تا کہ اس کی خیریت معلوم کروں۔ جب میں وہاں پہنچا تو لوگ اس شخص کے دفن سے فارغ بھی ہو چکے تھے۔

بیمار تصور سے اچھا ہوگیا:

ایک درویش صفا کیش نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مجھے سنپات کی بیماری میں سخت سخت اور صعوبت ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ طاقت اور حرکت بھی رُک گئی تھی اور صحت کی اُمید نہ رہی تھی۔ اسی اثناء میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی روح پُر فتوح کی طرف متوجہ ہوا اور اس توجہ میں مجھے استغراق ہوا کہ خود سے غائب ہوگیا۔ حضرت

مجدد رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ''اٹھ جاؤ''۔ بس آپ جیسے عیسیٰ دم کے فرماتے ہی میرا استغراق دُور اور مجھے آفاقہ ہو گیا اور میں نے عالمِ بیداری میں ایسی عظیم المرتبت ہستی کا دیدار حاصل کیا اور اپنے اندر قوت اور طاقت محسوس کر کے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''کیا (تحفہ) لائے ہو؟'' میں نے عرض کیا ''اخلاص''۔ آپ نے فرمایا ''بس تم سب کچھ لے آئے۔'' پھر آپ نظر سے غائب ہو گئے۔ اب جو میں نے خود پر غور کیا تو اُس بیماری کا کوئی اثر باقی نہیں تھا۔

عالم پر نظر:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی شیخ مسعود قندھار کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ ایک دن صبح کے وقت آپ نے اپنے محرمانِ اسرار سے فرمایا کہ، شیخ مسعود کو میں نے قندھار جانے والے قافلے میں تلاش کیا۔ پتا نہ چلا۔ قندھار میں بھی تلاش کیا۔ وہاں بھی دکھائی نہ دیا بلکہ سرہند سے قندھار تک ہر منزل کو دیکھا لیکن وہ بھائی نظر نہ آیا بلکہ تمام روئے زمین کو چھان مارا کہیں نہ پایا۔ شاید اس دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔

سامعین نے یہ تاریخ لکھ لی۔ پھر جب ایک عرصے کے بعد وہ قافلہ واپس آیا اور شیخ مسعود کے بارے میں پوچھا گیا تو اُن لوگوں نے بتایا کہ فلاں روز، فلاں تاریخ اور فلاں ماہ میں انہوں نے انتقال کیا اور قندھار کے قرب وجوار میں دفن ہوئے۔ (تصدیق ہوئی کہ) وہی دن، وہی تاریخ اور وہی مہینا تھا جیسا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

مستقبل پر نظر:

ایک صوفی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مجھ پر حج کرنے کا ارادہ غالب ہو گیا تھا۔ میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا اور رخصت کے لیے اجازت چاہی۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر مُراقب ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''میں نے تم کو حج کے میدان میں نہیں دیکھا۔'' بیان کرنے والا کہتا ہے کہ اس ارشاد کو آج تیس سال گزر چکے ہیں، جب کبھی میں نے حج کا ارادہ کیا، عزیمت فسخ ہو گئی یا زادِ راہ مہیا نہ ہو سکا۔

گم کردہ راہ کو قافلہ سے ملا دیا:

مجھ حقیر کے چچا شیخ محمد بیان کرتے تھے کہ اصفہان کے سفر سے واپسی میں گھوڑے پر سے خرجین کہیں

گر گئی۔ میں اس کی تلاش کے لیے سواری سے اتر پڑا اور اس جستجو اور بھاگ دوڑ میں بہت وقت گزر گیا اور قافلہ میری نظر سے غائب ہو گیا اور میں قافلے سے جدا ہو گیا۔ وہاں سوائے جنگل اور پہاڑ کے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ حیران و پریشان روتا ہوا ادھر ادھر بھاگ رہا تھا، کہیں بھی قافلے کے آثار نہ پائے اور میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ (آخر) میں نے ایک چشمے کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا اور بہت گریہ وزاری سے آپ قطب انام کی طرف متوجہ ہوا اور آپ سے مدد کا خواہاں ہوا۔ ناگاہ دیکھا کہ آپ ایک عراقی گھوڑے پر سوار ظاہر ہوئے اور میرے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ”اپنا ہاتھ مجھے دو۔“ بس آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے مجھے گھوڑے پر سوار کر لیا اور گھوڑے کو کوڑا مارا اور تیز دوڑایا اور تھوڑی دیر میں مجھے قافلے میں پہنچا دیا۔ جب قافلہ نظر آیا تو آپ نے مجھے گھوڑے سے اتار دیا اور فرمایا کہ جاؤ میں قافلے میں چلا گیا اور جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

ضمانت میں لے لیا:

سرہند کے ایک قاضی زادے جو حضرت سے بیعت تھے سخت بیمار ہو گئے کہ حکیموں نے اُن کو لاعلاج قرار دیا۔ حالت مایوسی کی تھی۔ آپ کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا اور بہت عجز و انکسار کے ساتھ درخواست کی کہ ایسی توجہ اور امداد فرمائیے کہ آپ کا یہ مخلص صحت یاب ہو جائے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ، ہم نے تم کو اپنی ضمانت میں لے لیا ہے۔ ان شاء اللہ اس بیماری سے صحت پاؤ گے۔ خاطر جمع رکھو۔ اللہ پاک کا ایسا کرم ہوا کہ حضرت کی توجہ اور بشارت سے وہ جوان اس مُہلک بیماری سے فوراً اچھا ہو گیا۔ اور جب کبھی مجلسوں میں آپ کا ذکرِ خیر ہوتا ہے تو وہ اس واقعے کو بڑی آب وتاب، ذوق وشوق' اور عقیدت سے بیان کرتا ہے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تحریر اس کے پاس تبرک کے طور پر ہے۔

مستقبل پر نظر:

مرحوم نواب مرتضیٰ خان ”جو سلطنتِ سلطانی کے معتمد اور اپنے وقت کے حاتم تھے، قلعۂ کانگڑہ کی فتح کے لیے متعین ہوئے۔ یہ قلعہ ہندوستان کے مشہور مضبوط قلعوں میں شمار ہوتا ہے۔ نواب مرحوم آپ کے خاص مخلصوں میں سے تھے۔ اس لیے آپ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھا کہ وقت امداد ہے، آپ توجہ فرمائیں کہ یہ مضبوط سنگین قلعہ میرے ہاتھوں فتح ہو جائے۔ اس خط کے وصول ہونے کے دوسرے دن آپ نے

اپنے اصحاب کے درمیان فرمایا کہ پچھلی شب تہجّد کے وقت میں نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ وہ قلعہ نواب مرتضیٰ خان کے ہاتھوں فتح نہ ہوگا۔ اُن کو آپ نے جواب لکھ دیا۔ چند روز نہ گزرے تھے کہ نواب مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی اور وہ قلعہ اُن سے فتح نہ ہو سکا۔

فتح کی بشارت:

سلطانِ وقت (جہانگیر) نے ایک معتمد بکرماجیت کو (نواب مرتضیٰ خان کے انتقال کی خبر کے بعد) قلعۂ کانگڑہ کی مہم پر بھیجا۔ جب وہ سرہند پہنچا تو آپ کی خدمت میں بہت نیازمندی اور عاجزی کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور بہت عاجزی ظاہر کی اور بہت ادب کے ساتھ بیٹھا بلکہ اپنے باطنی طور پر مسلمان ہونے کے حالات بھی بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص باطن میں مسلمان ہے اور ظاہر میں کفر و انکار کی علامات ظاہر کرتا ہے تو وہ کافر ہے، پھر اس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے قلعہ کانگڑہ کی مہم کے لیے متعین کیا ہے جو بہت سخت مہم ہے کہ نواب مرتضیٰ خان جیسے شخص کو اس مہم پر بھیجا گیا تھا اور کوئی صورت فتح کی پیدا نہ ہو سکی۔ میں حیران ہوں کہ دارالحرب کے کفّار پر کس طرح حملہ کروں۔ مگر آپ دستگیری فرمائیں اور بشارت دیں کہ وہ قلعہ میرے ہاتھوں فتح ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ، دارالحرب کے کفار سے جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور جب تم اس واجب کو ہماری گردنوں سے ساقط کرا رہے ہو (یعنی سب کی طرف سے تم ہی جنگ کر رہے ہو) تو ہم تمہارے لیے دُعاء کیوں نہ کرینگے؟۔

جب اس (بکرماجیت) نے آپ کو اس معاملے میں مہربان پایا تو اس نے اور بھی زیادہ سے زیادہ عاجزی اور انکساری ظاہر کی اور عرض کیا کہ جب تک آپ فتح کی بشارت نہ دیں گے میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ آپ نے وہی بات دہرائی تو اس نے اور بھی زیادہ التجا اور زاری ظاہر کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اُسے کسی طرح تسلّی نہیں ہوتی تو آپ مراقب ہوے اور توجہ فرمائی۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ ''(ان شاء اللہ) تمہاری فتح ہوگی۔ خاطر جمع رکھو اور جاؤ'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بہت تواضع اور انکسار ظاہر کیا اور چلا گیا۔ وہ قلعہ جس کو اگلے بادشاہوں میں سے کسی نے شاید ہی فتح کیا ہو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تھوڑی سی توجہ سے فتح ہو گیا[۱۲]۔

مردہ زندہ ہو گیا:

ایک صحیح النسب سیّد نے جو آپ کے مخلصین میں سے تھے بیان کیا کہ میں مُلکِ دکن کے شہر اُجین میں

لشکر کے ساتھ تھا۔ ایک دن مجھے انقباض ہوا تو میں تفریح کے لیے خیمے سے باہر آیا اور بازار میں ایک دُکان پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک درویش نے کہ ریاضت کے آثار اور جذب کی علامات اُن سے ظاہر ہو رہی تھیں، میری طرف التفات فرمایا اور سلام کیا۔ میں نے جواب دیا۔ وہ میرے قریب آ گئے اور بیٹھ کر کہنے لگے کہ، میں یہاں پہاڑوں کے ایک گوشے میں رہا کرتا ہوں اور سب سے قطع تعلق، علیحدگی اور خلوت میں اپنا وقت گزارتا ہوں۔ میں اُس گوشے سے باہر آنے والا نہ تھا۔ لیکن میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔ میں نے ان کا نامِ مبارک سُنا تو اُن کی خوشبو میرے مشامِ جان میں آنے لگی۔ میں اُس خوشبو کے پیچھے روانہ ہوا تو وہ خوشبو تم میں سے سُونگھ رہا ہوں۔

میں نے کہا کہ صحیح ہے۔ میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں اور اسی نسبت نے تم کو یہاں کھینچ لیا ہے۔ پھر ہم دونوں دیر تک ساتھ بیٹھے رہے اور ہر معاملے میں بات کرتے رہے۔

اسی ضمن میں انہوں نے کہا کہ ایک مدّت تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ چکا ہوں۔ ایک رات عشاء کے بعد آپ اپنی خلوتِ خاص میں تشریف لے گئے۔ لیکن آپ کا ایک عزیز وہاں حاضر تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ ماحضر تیار ہے۔ اگر آپ موافقت کریں تو ہم ساتھ ساتھ کھالیں۔ میں نے قبول کرلیا۔ اس شخص نے جو خدا کا خوف نہ رکھتا تھا، آپ کے متعلق شکوہ و شکایت راستے ہی میں شروع کردی۔ میں اس کی رفاقت سے بیزار ہوگیا۔ لیکن میں نے صبر کیا اور اس کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے کھانے کا طباق میرے سامنے رکھ دیا اور میرے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں اس کے تمام اعضاء آپ کی غیرت کی تلوار سے کٹ کر جُدا جُدا ہوگئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ میں یہ دیکھ کر لرزنے لگا اور خوف کے مارے وہاں سے بھاگا۔ اور جب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ خلافِ معمول اپنے دروازے پر کھڑے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر توجہ فرمائی اور میرا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اُسی شخص کے گھر پہنچے۔ حضرت اس کے گھر کے اندر چلے گئے اور میں دروازے پر کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور وہ شخص بھی آپ کے ساتھ تندرست اور سلامت آیا اور آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ نے اُسے رخصت کیا اور اپنے مکان میں تشریف لے آئے۔ میں حیرت میں تھا کہ ابھی تو اس شخص کو اس حال میں دیکھا تھا اور اب اُسے بغیر زخم کے زندہ دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ”جو کچھ تم نے دیکھا ہے کسی نامحرم کو مت بتانا۔“

مستقبل پر نظر:

خواجہ قاسم قلیچ خانی[۱۳] جن کا لقب عقیدت خان تھا اور جو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ کے مقبول اور منظورِ نظر تھے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا کہ آپ توجہ فرمائیں کہ میں بڑے عُہدے پر پہنچ جاؤں۔ آپ نے تھوڑی دیر کے لیے توجہ فرمائی اور پھر فرمایا کہ تمہارا منصب ہزاری تک نظر آتا ہے۔ وہ اٹھے اور آداب بجالائے۔ اس وقت تو اُن کا کوئی عہدہ نہ تھا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں منصب ہزاری مل گیا اور اسی منصب پر وہ قائم رہے۔

بیمار اچھا ہوگیا:

محمد تراب جو طالقانی احباب میں سے تھے اور آپ سے اخلاص رکھتے تھے، بیان کرتے تھے کہ میرا بھائی سخت بیمار تھا۔ ایسا کہ لوگوں کو اس کی زندگی کی اُمید نہ تھی، بلکہ اس کے لیے کفن بھی آ گیا تھا۔ اسی اثناء میں اس نے آپ کی خدمت میں ایک گائے اور دس روپے بطور ہدیہ بھیجے۔ صبح کے وقت اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اُسے کھڑا کردیا، پھر فرمایا کہ ”تجھے صحت ہوگی۔ گھبرا نہیں۔“ وہ خواب سے بیدار ہوا اور اپنے اندر بڑی طاقت محسوس کی اور کھڑا ہوگیا، پھر کہنے لگا کہ میں بھوکا ہوں۔ جو لوگ موجود تھے انہوں نے کہا کہ یہ بکواس کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ بکواس نہیں ہے۔ پھر اس نے خواب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے کا واقعہ بیان کیا اور اپنی صحت کی بشارت کا ذکر کیا۔ پھر تو اس کو شوربا دیا گیا۔ اور اس نے اُسی روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے کامل صحت حاصل کی اور اس میں بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔

غیب پر نظر:

ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانِ الہام ترجمان سے یہ بات نکلی کہ ”دیکھا گیا ہے کہ شیخ مُزمّل[۱۴] ایک خطرناک مقام پر ایک گڑھے کے اندر گر گئے ہیں اور وہاں سے نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ شیخ مزمل، سرہند کی بعض پہاڑیوں میں سیر کے لیے گئے تھے کہ اتفاقاً ایک غار کے کنارے اُن کے پاؤں میں لغزش ہوئی اور وہ غار میں گر گئے۔ چنانچہ اس غار میں سے باہر آنا دشوار ہوگیا ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ باہر آ جائیں۔ اتنے میں ایک دہقان نے دور سے دیکھ لیا اور

اس نے لوگوں کو خبر کردی پھر وہ لوگ اس غار پر پہنچ گئے اور اُن کو رسی کے ذریعے باہر کھینچ لیا۔ یہ شیخ مُزمّل، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم مُرید اور خلیفہ تھے۔

شاہجہاں بادشاہ کے استاد کی حاضری اور دل کی صفائی:

علامہ میرک[۱۵] جو شاہزادہ ولی عہد (شاہجہان) کے اُستاد اور بادشاہ کے مقرب تھے، بیان کرتے تھے کہ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کدورت تھی۔ اس لیے کہ میں نے بعض لوگوں سے سنا تھا کہ آپ نے کہیں لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے۔ اُسی زمانے میں میرا آنا ہندوستان میں ہوا اور میں سرہند میں ٹھہرا۔ اتفاق سے میری ملاقات میرے ایک قدیم دوست سے ہوئی جو پہلے بالکل آزاد طبیعت کا تھا اور صلاح وتقویٰ سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ لیکن اب شریعت اور تقویٰ کے لباس میں آراستہ ہے اور خدا طلبی اور حق پرستی اس کی پیشانی سے ٹپکتی ہے میں نے اُس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا ہوں اور اُن کی خدمت میں حاضری نصیب ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی صحبت کی برکت سے یہ دولت مجھے عطا فرمائی ہے۔ میں نے کہا کہ انہوں نے تو ایسی ایسی بات لکھی ہے۔ اُن کی صحبت میں کیا اثر ہوگا؟ اس نے کہا، خبردار، ہزار بار خبردار۔ بے سمجھے ہوئے انکار مت کرو۔ وہ تو اس وقت قطبِ عالم (قطب مدار) ہیں۔ اگر تم اُن کو دیکھو اور اُن کی صحبت میں بیٹھو تو تمہیں خود ہی حقیقت کا پتا چل جائے گا۔ مجھے چونکہ آپ سے سخت کدورت تھی اس لیے میں نے کہا کہ میں تو اُن کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ بہت بہت مُصر ہوا کہ ضرور دیکھ لو اور اپنے فاسد خیال سے باز آ جاؤ۔ پھر تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اچھا، اگر میری تین باتوں کا جواب (جو میرے دل میں ہیں) وہ دے دیں گے تو میں ان کا معتقد ہو جاؤں گا۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خود ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا تذکرہ کریں اور میرے دل سے انکار کی کدورت کو دُور کر دیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ میرے آباؤ اجداد کا ذکر چھیڑیں اور اُن کے حالات کسی قدر بتائیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ خواجہ خاوند محمود کے احوال بھی بیان کریں۔

آخر کار میں اپنے اُس دوست کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جونہی میں نے اُن کو دُور سے دیکھا میرے تمام اعضاء میں رعشہ طاری ہو گیا اور میرے دل میں دہشت اور ہیبت پیدا ہو گئی۔ دوڑتا ہوا اور

لرزتا ہوا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے بیٹھنے کی اجازت دی۔ میرے بیٹھتے ہی آپ نے تکیے کے نیچے سے ایک تحریر نکالی اور میرے حوالے کی۔ وہ وہی مکتوب تھا جس سے لوگوں نے یہ بدگمانی پیدا کر لی تھی کہ گویا آپ نے خود کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے افضل کہا ہے۔ آپ نے یہ بات ایسی واضح فرمائی کہ پھر میرے دل میں شک وشبہہ کی کوئی گنجایش ہی نہ رہی۔ پھر فرمایا: اے مولانا میرک! تمہارے والد کا نام ایسا ایسا تھا، تمہارے دادا ایسے تھے اور تمہارے پردادا یوں تھے۔ ہر ایک کا نام اور اُن کے فضائل بیان کیے۔ حالانکہ میں کبھی اُن کی خدمت میں متعارف نہیں تھا۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور چاہا کہ مجھے رخصت کریں۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ آپ نے (تیسری بات یعنی) خواجہ خاوند محمود کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ نے پلٹ کر میری طرف روئے سخن کیا اور فرمایا کہ خواجہ خاوند محمود ہمارے پیرزادے ہیں اور موروثی جذبہ (روحانیت) رکھتے ہیں۔ راوی (یعنی شیخ میرک) کہتے ہیں کہ یہ تین کرامتیں ایک ہی مجلس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے مشاہدہ کیں۔

غیب پر نظر:

حضرت کے خادموں میں سے ایک درویش نے بیان کیا کہ میں قلعہ گوالیار میں آپ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ ایک بزرگ کا وہاں سے گزر ہوا تو بہت افسوس وحیرت سے آپ کو کہلا بھیجا کہ اس جگہ سے آپ کی رہائی ممکن نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس آزار کا سبب رافضی لوگ ہیں اور یہ قلعہ بالفعل اُنھی لوگوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور بھی کہلا بھیجا کہ اگر وہ لوگ قلعہ کے اوپر سے پھینک دیں تو کون روکنے والا ہے؟ آپ نے اُن کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میری رہائی (اِن شاءاللہ) ضرور ہونے والی ہے۔ کیونکہ بعض لوگ جن کا حصہ میرے پاس ہے ان کو وہ حصہ پہنچانا ابھی باقی ہے اور یہ کام میری رہائی کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد آپ کی رہائی اس قلعے سے واقعہ ہوئی اور آپ کا ارشاد جلد از جلد ظہور میں آیا۔

سلام میں پہل:

آپ کے مخلصین میں سے ایک نے بیان کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ طریقہ تھا کہ ہر چھوٹے بڑے اور یگانہ وبیگانہ کو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ آج میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلتا ہوں اور اچانک پہنچ کر سلام کروں گا۔ چنانچہ اس ارادے سے میں آپ کی خدمت میں

روانہ ہوا اور آپ کے جماعت خانے کے قریب پہنچ گیا تھا کہ اگر دو تین قدم آگے بڑھتا تو بالکل آپ کے سامنے پہنچ جاتا لیکن ابھی آپ نے مجھے دیکھا بھی نہ تھا اور نہ میں نے آپ کو دیکھا تھا کہ جماعت خانے کے اندر سے آپ نے آواز دی کہ اے فلاں السلام علیکم! ۔ ناچار میں نے قدم بڑھایا اور خود کو آپ کے سامنے پیش کر کے وعلیکم السلام عرض کیا اور آپ سے اپنے ارادے کا ذکر بھی کیا۔ کہ میں سلام کی ابتدا کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔

پیشانی پر لفظ اللہ :

تاجر موصوف نے یہ بھی بتایا کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت رہا ہوں۔ میں جب بھی آپ کو دیکھتا تھا، آپ کی پیشانی اور دونوں رخساروں پر لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا پاتا تھا۔

حضرت غوث اعظم کا دیدار کرا دیا:

اُس درویش نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے میرے حالات دریافت کیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص جالندھر کا ہے اور اس کا نام جان محمد ہے اور فلاں کا بیٹا ہے...... اس نے کہا کہ اس کا باپ میرا جاننے والا تھا۔ اس کو آپ نے کس سلسلے میں بیعت کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سلسلۂ قادریہ میں۔ اس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ اس کو حضرت غوث الثقلین سیّد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرّہٗ کی خدمت میں پہنچا دیجیے۔ اتنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور آفتابہ، نیز چند ڈھیلے مجھ سے منگوائے۔ میں لایا۔ آپ بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ جب وہاں سے نکلے تو فرمایا: ''جان محمد! تم قطب تارا جانتے ہو؟ دیکھو یہی ہے یا اور ہے۔'' قطب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ: ''اچھی طرح دیکھو''۔ میں نے دیکھا کہ قطب تارے کے اندر سے ایک بزرگ سیاہ خرقہ پہنے ہوئے باہر آئے اور تیر کی طرح تیزی سے ایک لمحے میں اسی جگہ پہنچ گئے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!'' کہ ان کو آداب بجالاؤ۔ یہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ہیں''۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں اُن کو میں آداب بجالایا۔ اس کے بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ رخصت ہو گئے اور پھر اسی قطب تارے کی طرف متوجہ ہو کر اُسی تارے کے اندر غائب ہو گئے۔ جب آپ وضو کر کے مسجد تشریف لے گئے تو اس درویش نے مجھ سے پوچھا کہ: ''تم نے غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔'' میں نے عرض کیا کہ ''جی ہاں!''۔

علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی کی ارادت:

حضرت مولانا عبدالحکیم[16] سیالکوٹی نے بتایا کہ میں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوا تو اُس کا سبب یہ کرامت تھی کہ ایک رات میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھے یہ آیت سُنا رہے ہیں "قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ"[17] تلاوت کے دوران تصرف فرمایا۔ اور میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ چنانچہ میں نے اس دل کو ذاکر پایا۔

علامہ مذکور ایک عرصے تک اسی نسبت کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی طور پر استفادہ کرتے رہے اور کہا کرتے تھے کہ میں "شیخ احمد کا اُویسی ہوں"۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہری تعلیم ذکر بھی حاصل کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدمبوسی:

حضرت کے مخلصین میں سے ایک صاحب نے بتایا کہ ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم اور فلاں شخص دونوں کو ولایتِ ابراہیمی حاصل ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ آپ کا فرما دینا بالکل کافی ہے لیکن اگر مجھے بھی اس بات کا علم ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ اُسی رات میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت شان و شوکت کے ساتھ دیکھا اور وہاں حضرت مجدد بھی موجود تھے اور میں اور وہ دوسرا شخص (جس کو ولایتِ ابراہیمی حاصل ہوئی تھی) دونوں کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دیا۔ ہم دونوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدم بوسی کی اور ہم اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

وہ راوی بیان کرتا ہے کہ اس واقعے کو دیکھنے کے بعد جب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو قبل اس کے کہ میں یہ واقعہ عرض کروں، آپ نے فرمایا: "جو کچھ میں نے کہا تھا اُس میں تردّد کی گنجایش نہیں ہے اور تم کو معلوم نہیں کہ تمام سالکوں کو ان کے احوال کے دقائق اور اُن کے مشرب و استعداد کی خبر نہیں دی جاتی بلکہ زیادہ تر زمانے ایسے ہیں کہ کسی ایک ہی کو خاص الخاص بزرگوں میں سے اس نعمتِ اعلیٰ اور دولتِ عظمیٰ سے نوازا جاتا ہے۔ شیخ نجم الدین کُبریٰ رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ کسی نبی کے زیرِ قدم ہیں۔ اس کی تحقیق کے لیے انہوں نے اپنے ایک مرید کو

ایک بزرگ کے پاس بھیجا جو اس علم سے بہرہ مند کیے گئے تھے۔ اس بزرگ نے دیکھتے ہی کہا ”وہ یہودی توجہ کر رہا ہے۔“ وہ مرید آزردہ خاطر ہو کر اپنے شیخ کے یہاں واپس پہنچا اور وہ ماجرا بیان کیا۔ شیخ بہت خوش ہوے اور جھومنے لگے اور کہا کہ ”انہوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ تم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے زیرِ قدم ہو۔“

دعا کی برکت:

ایک سفر میں حضرت ایک سرائے میں فروکش ہوے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ آج اس سرائے میں آگ لگ جائے گی اور سامان کے ساتھ گھر جل جائیں گے۔ احباب ایک دوسرے کو اطلاع کر دیں کہ ہر شخص یہ دعاء بار بار پڑھے تا کہ وہ اور اس کے احباب آگ سے محفوظ رہے۔ وہ دُعا یہ ہے: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ؕ ابھی تھوڑی دیر ہی نہ گزری تھی کہ اُس سرائے کے بعض گھروں میں آگ لگ گئی اور ایسی شدت کے ساتھ کہ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ایسے شعلے اٹھے کہ اُن کا بجھانا مشکل ہو گیا۔ لوگوں نے بہت بھاگ دوڑ کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بہت سے گھر جل گئے اور بہت سا اسباب تباہ ہو گیا۔ لیکن احباب میں سے جس کسی نے وہ دُعا پڑھی وہ اور اس کا اسباب محفوظ رہا۔ مولانا عبدالمومن لاہوری جو بڑے فاضل تھے اور آپ کے مرید تھے اُن کا سامان جل گیا، کیونکہ اُن کو کسی نے خبر نہ دی تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں دُعا پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ پھر وہ خود بھی ہزار دِقّت سے آپ کی خدمت میں پہنچ سکے۔

دیوار گرنے کی خبر:

اس زمانے میں جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لے گئے تھے ایک رات عشاء کی نماز کے بعد اُس گھر کی ایک دیوار کے قریب جہاں کہ آپ ٹھہرے ہوے تھے، کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ آج رات کوئی شخص اس دیوار کے قریب ہرگز نہ آئے اور نہ سوئے حالانکہ اُس وقت نہ بادل تھے اور نہ بارش تھی۔ بعض لوگوں کو اس ارشاد سے تعجب ہوا کیونکہ دوسری دیواریں زیادہ شکستہ تھیں اور وہ دیوار تو سب سے زیادہ مضبوط تھی۔ (پھر تو یہ ہوا کہ) اخیر کی تہائی رات میں وہ دیوار اللہ کے حکم سے گر پڑی۔ ایک لونڈی اس دیوار کے نزدیک تھی اس پر چند ڈھیلے گرے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصّے سے فرمایا کہ میں نے رات کو کہا

نہیں تھا کہ کوئی بھی اس دیوار کے قریب نہ رہے۔؟

شکست ہوگئی:

میرزا مظفر جو سرہند کا فوجدار تھا اور قصبۂ جیت پور میں تھا، ارادہ کر رہا تھا کہ سرکش پہاڑ والوں پر حملہ کرے۔ وہ ایک درویش سے رجوع کر کے بشارت کا طالب ہوا۔ اُس درویش نے فتح کی بشارت دی۔ اس کے بعد اس کے دل میں تردّد پیدا ہوا اور اس نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا اور اس بشارت کے متعلق بھی آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ، اس حملے میں فوجدار کو شکست ہوگی۔ بشارت دینے میں عجلت کی گئی۔ جب تک صبح کی سپیدی کی طرح کوئی بات صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے زبان پر نہیں لانا چاہیے۔

تین چار دن نہ گزرے ہوں گے کہ اس فوجدار کی جنگ اُن پہاڑ والوں سے چھڑ گئی اور اس کو شکست ہوئی اور اس کا علَم اور نقارہ بھی چھین لیا گیا۔ پھر وہ پریشانی اور حیرانی میں واپس ہوا۔

بیمار اچھا ہوگیا:

حضرت کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں بیمار تھا اور تپِ محرقہ میں مبتلا تھا۔ اس میں ایک عرصہ لگ گیا۔ اور ضعف و ناتوانی اس حد تک بڑھ گئی کہ زندگی کی امید نہ رہی۔ اقرباء نے میری خاطر شبِ بیداری کی تاکہ نزع کے وقت حاضر رہیں۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف توجّہ کی تو میں نے شدّتِ مرض میں دیکھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا۔ بہت سفید چادر اوڑھے ہوئے تھا جو سر سے پَیر تک تھی اور چہرہ بھی ڈھکا ہوا تھا۔ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: یہ چادر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم نے قطبِ وقت شیخ احمد فاروقی نقشبندی کے لیے بھیجی تھی اور انہوں نے تمہارے لیے بھیجی ہے۔ میں وہ تم کو اوڑھاتا ہوں۔ اس کی برکت سے تم کو صحت حاصل ہوگی (اِن شاءاللہ)۔

اس نے مجھے سر سے پَیر تک اُوڑھادی۔ جب میں نے اس چادر پر ہاتھ بڑھایا تو اُس سے کچھ بھی میرے ہاتھ نہ آیا۔ اور میرے پَیر کی طرف سے برودت مجھ میں سرایت کر گئی جو سر تک پہنچ گئی۔ جب میری بہن نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے ہیں تو وہ یہ سمجھی کہ میرا وقت آخر ہے۔ وہ دوڑی اور مجھے بغل میں لے کر رونا، چیخنا اور نالہ کرنا شروع کر دیا۔ میں اس کے شور وغل سے جاگ اٹھا اور اس سے کہا کہ

میں اچھا ہوں، غم نہ کرو۔ میں نے شوربا منگوایا، پیا اور اچھا ہو گیا۔ چنانچہ میں نے صبح کی نماز کھڑے ہو کر پڑھی۔

جادو سے روک دیا:

حضرت کے ایک مرید نے بتایا کہ جن دنوں میں آپ کو بادشاہ کے ہاتھوں اور دین کے دشمنوں کی چغلخوری کی بناء پر گزند پہنچا تھا، ایک شخص جو افسوں اور منتر سے واقف تھا مجھ سے کہنے لگا کہ میں ہندی میں چند اسم جانتا ہوں کہ ظہر کے وقت سے عصر کی نماز تک اگر وہ پڑھ لو، تو اسی دن دشمن ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ چیز مجرب ہے۔ اس نے وہ اسم ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دیے کہ مکان کی چھت کی لکڑی میں رکھ دو۔ میں نے اس سے وہ اسم سیکھ لیے اور وہ اسم والا کاغذ مکان کی چھت میں رکھ دیا۔ میں نے دل میں طے کیا کہ کل منگل کو وہ پڑھوں گا۔ ناگاہ میں نے رات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ گویا آپ اپنے دانتوں میں کلمہ کی انگلی دبا کر فرما رہے ہیں کہ، میرے مرید اور ایسا عمل کریں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہرگز وہ عمل مت کرنا کہ وہ جادو ہے۔

پھر مجبوراً میں نے اُسے ترک کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ اس ایذارسانی سے نادم اور شرمندہ ہوا اور آپ کو گوالیار سے بُلوایا اور آپ اپنے وطن تشریف لے آئے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک عالم آپ کے دیدار کو آ رہا تھا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے مجھے اس عمل سے منع فرمائیں گے بغیر اس کے کہ میں اس کا اظہار کروں، تو میں اس عمل کو چھوڑ دوں گا، ورنہ ایک بار تو دشمن کے جگر پر تیر ضرور ماروں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تین دن تک سرہند میں رہے اور میں تینوں دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اسی نیت سے گیا۔ تیسرے دن آپ مجمعِ خلائق سے رخصت ہو کر مکان میں تشریف لے جا رہے تھے کہ دروازے میں اندر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ فلاں شخص کو بُلاؤ۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ وہ ہندی اسم مت پڑھنا کہ وہ جادو ہے۔ میں نے شرمندگی کی وجہ سے اس کا انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ، ایسی بات کیوں کہتے ہو؟ تم نے تو وہ اسم فلاں جادوگر سے سیکھے ہیں۔ (آپ نے اس جادوگر کا نام بتایا جس سے میں نے سیکھا تھا) اور وہ کاغذ جس پر اس نے وہ اسم لکھ کر دیے تھے تم نے اپنے گھر کی چھت کی فلاں لکڑی میں رکھ دیے ہیں۔ وہ عمل اپنی تاثیر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے بتایا تھا لیکن جادو حرام ہے۔ جاؤ اور اس کو پھاڑ ڈالو۔ میں نے سر جھکا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ”مجھ سے وعدہ کرو کہ اس کو پھاڑ

ڈالو گے اور اس عمل کے قریب بھی نہ جاؤ گے۔" پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا (وعدہ کرانے کو) مجھے اس کرامت سے دہشت ہونے لگی اور میں حیرت میں گم ہو گیا، کیونکہ یہ بات میں نے کسی سے نہیں بتائی تھی۔ میں پھر فوراً گھر آیا اور اس کاغذ کو چاک کر دیا۔

بادشاہی غضب:

حضرت کے مخلصین میں سے ایک امیر تھا جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قریب مَلک احمد کی حویلی میں رہتا تھا۔ ایک روز آپ نے اُسے آگاہ فرمایا کہ اس حویلی سے نکل جاؤ۔ ورنہ تم پر ایک عظیم بلا نازل ہو جائے گی۔ اتفاق سے اس امیر کو اس کام کی توفیق نہ ہوئی اور وہ بادشاہی غضب اور دوسرے حوادث کا شکار رہا۔

لوحِ محفوظ پر نظر:

حضرت کے مخلصین میں سے ایک تاجر تھا۔ اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں آ گیا۔ لیکن کوئی فرزند پیدا نہ ہوا جو دنیا میں میری یادگار رہتا۔ آپ اس معاملے میں توجہ فرمائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر کے لیے مراقبے میں سر جھکایا۔ پھر فرمایا کہ "تجھے اس بیوی سے جو تو رکھتا ہے لوحِ محفوظ میں کوئی فرزند ثابت نہیں۔ اگر دوسری شادی کرو گے تو اس سے فرزند پیدا ہوں گے۔" اتفاق یہ ہوا کہ اس کی (پہلی) بیوی فوت ہو گئی، اس نے دوسری شادی کی اور اس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بعد میں اس کی یادگار بنے۔

مُردے پر توجہ:

وہی صاحب بیان کرتے تھے کہ میرے والد نے (انتقال کے وقت) وصیت کی تھی کہ میری نعش کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جانا اور عرض کرنا کہ مجھے سلسلے میں داخل فرما لیں۔ آپ کا طریقہ بھی تھا کہ مُردوں کو بھی اپنی نسبت عطا فرما دیا کرتے تھے۔ میں نے والد صاحب کے انتقال کے بعد اُن کی وصیت پر عمل کیا۔ والد کا جنازہ آپ کی خدمت میں نماز جنازہ کے لیے لایا اور والد کی وہ التماس بھی عرض کی۔ فرمایا کہ کل حلقۂ ذکر میں معلوم کر لینا۔ چنانچہ دوسرے دن جب میں حلقۂ ذکر میں بیٹھا ہوا تھا مجھے استغراق ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور میرے والد اُس حلقۂ ذکر میں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ذکر میں مشغول ہیں۔ میں شکرِ خدا بجالایا۔

خواب میں بشارت:

وہی صاحب بیان کرتے تھے کہ اس زمانے میں جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ قلعہ گوالیار میں یوسف علیہ السلام کی طرح محبوس تھے تو سرہند میں آپ کے انتقال کی خبر مشہور ہوگئی۔ میں بہت غمزدہ اور رنجیدہ ہوگیا۔ فاتحہ پڑھی۔ اُسی رات (خواب میں) جب کہ میں گریہ کررہا تھا، دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چند درویشوں کے ساتھ حجرے میں بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ ”اے شخص! میرے انتقال کی خبر جو مشہور ہوگئی ہے جھوٹ ہے۔“ جب میں بیدار ہوا تو میں اُٹھا اور ہر طرف سے خبر معلوم کی۔ پے در پے اور تواتر سے لوگوں نے آپ کی عافیت کی خبر سنائی اور آپ اس کے بعد کئی سال تک حیات رہے۔

فسق وفجور سے توبہ:

مولانا محمد امین نے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ نواب شیر خواجہ اپنے والد کی طرف سے سیّد ہے۔ لیکن والدہ کی طرف سے خواجہ زادہ ہے۔ اور اُس کے آباؤ اجداد باہر سے بلند مرتبہ ہوکر آئے تھے۔ حضرت توجہ فرمادیں کہ اس شخص میں شراب نوشی اور فسق وفجور کی کثرت دامن گیر ہے۔ اسے آپ اس ورطۂ ہلاکت سے نکال دیں اور اصلاح فرمادیں کیونکہ وہ بڑے امیروں میں سے ہے۔ اگر وہ اصلاح پا جائے گا تو اس کے لشکریوں میں ایک کثیر جماعت اصلاح پا سکے گی۔ چونکہ اس کے حقوق میرے ذمّے ہیں، اس لیے آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی اختیار کی۔ لیکن جب مولانا نے بار بار التماس کی اور بہت عاجزی وانکساری ظاہر کی تو آپ نے ایک دن توجہ فرمائی اور فرمایا کہ ”مولانا! میں شیر خواجہ کے حال کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ وہ فسق وفجور کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے بہت توجہ کی کہ اُسے وہاں سے باہر لے آؤں، بالفعل میرا قابو نہ چل سکا۔ لیکن (ان شاء اللہ) آخر میں اس کو اپنی طرف کھینچ لاؤں گا۔“ اس ارشاد کے بعد بہت عرصہ گزر گیا اور جب شاہجہان ۱۸ ------ کی سلطنت کا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے شیر خواجہ کو توفیق بخشی کہ وہ تمام ممنوعات سے تائب ہوگیا اور اُس نے خود کو طاعت اور عبادت میں مشغول کرلیا۔ اتفاق سے اُسے صوبہ ٹھٹھہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ لیکن جب وہ سرہند کے قریب پہنچا تو بیمار ہوگیا اور سرہند کے جوار میں فوت ہوگیا۔ اُس کے بیٹے

اس کا جنازہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضۂ انور کے قریب لائے اور وہیں اُسے دفن کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا تھا کہ ”آخر میں اس کو اپنی طرف کھینچ لاؤں گا“ وہ اس طرح ظاہر ہوا۔

رہائی کی خوشخبری:

اکبر بادشاہ کی وفات کے وقت اور جہانگیر کی تخت نشینی[۱۹] کے موقع پر میرزا شاہ رُخ کے بیٹے میرزا فتح پوری نے بے اعتدالی (بغاوت) ظاہر کی تھی۔ اتفاقاً خواجۂ کلاں نے عبداللہ خان کو اس کی بے اعتدالیوں کے متعلق لکھ بھیجا۔ خان موصوف نے اُس پر حملہ کر دیا اور اُسے گرفتار کر لیا۔ اور بادشاہ (جہانگیر) کے پاس لایا۔ بادشاہ نے اُسے قید کرا دیا اور بہت عرصہ گزر گیا کہ وہ قید میں رہا اور جب کبھی کوئی شخص اس کا ذکر (رہائی کے لیے) بادشاہ سے کرتا تو بادشاہ ضامن طلب کرتا۔ لیکن چونکہ وہ بہت سرکش تھا اس لیے کوئی شخص بھی اس کا ضامن نہ بنتا۔ اور اس کا معاملہ تعویق میں پڑ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سیر و سیاحت میں اکبر آباد (آگرہ) پہنچے اور کٹرہ مظفر خان میں قیام فرمایا، میرزا فتح پوری کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ملی تو اس نے اپنا ایک وکیل بڑی نیازمندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا اور اپنی رہائی کے لیے عرض کرایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”جاؤ۔ میرزا فتح پوری کو رہائی ہوگی۔“ اس نے عرض کیا کہ کب رہائی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ کل ہوگی۔ جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے اُسے یاد کیا اور بغیر اس کے کہ کوئی یاد دہانی کراتا اُسے اپنے پاس طلب کیا اور رہا کر دیا اور کہا کہ ”میں ہی تمہارا ضامن ہوں۔“

غیب کی خبریں:

خواجہ حسام الدین احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو رقعہ لکھا کہ زیارت حرمینِ شریفین کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے اور چاہتا ہوں کہ متعلقین کے ساتھ یہ مبارک سفر اختیار کروں اور حرمینِ شریفین میں سے کسی ایک جگہ قیام کروں اور دفن ہو جاؤں۔ اس معاملے میں آپ توجہ فرما کر بتائیں کہ یہ بات میسر ہوگی یا نہیں؟ اور اللہ کی مرضی ہے یا نہیں؟ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے جواب میں لکھا کہ ”متعلقین کا سفر نظر نہیں آتا بلکہ ممانعت جیسی ظاہر ہوتی ہے۔ ہاں اگر آپ تنہا چاہیں تو اچھا ہے۔ امید ہے کہ سلامتی کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔“ لیکن چونکہ خواجہ حسام الدین احمد کا شوق کمال پر تھا۔ اس لیے انہوں نے بہت کوشش کی کہ اہل و عیال کے ساتھ سفرِ حجاز اختیار کریں۔ بلکہ بادشاہ (شاہجہان) سے بھی

اس کا اظہار کیا۔ مگر اجازت نہ ملی اور اس وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی صداقت ظاہر ہوئی اور انہیں متعلقین کے ساتھ جیسی کہ تمنا تھی حج میسّر نہ ہوا اور وہ ہند میں سنہ ۱۰۴۳ھ میں فوت ہو گئے[۲۰]۔

دلوں کے حال سے واقفیت:

میر شرف الدین حسین حسنی[۲۱] جن کا لقب ہمت خان تھا۔ بیان کرتے تھے کہ ایک دن مجھے خیال گزرا کہ چند نفیس کپڑے سیلۂ دکن کی جنس کے جو میرے گھر میں تھے اور کچھ مصالحے کھانا پکانے کے، آپ کی خدمت میں بھیجوں۔ جب میں نے ان چیزوں کو نکال رکھا۔ تو اپنے رضاعی بھائی اللہ یار کے ساتھ روانہ کیا۔ اتفاق سے ایک عورت جو میرے خُسر کی طرف سے عزیز تھی اور میرے گھر مہمان تھی کہنے لگی کہ اس قسم کے کپڑے درویش لوگ کیا کریں گے۔ وہ خود تو پہنیں گے نہیں...... میں نے اُس سے کہا کہ بالفرض اگر آپ نہ پہنیں گے تو آپ کے گھر میں اہلِ خانہ کے کسی اور کام میں آسکیں گے، جب اللہ یار نے وہ کپڑے اور مصالحے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیے تو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ مصالحے لے لیے جائیں۔ اور کپڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ، میر شرف الدین حسین سے کہو کہ یہ کپڑے نفیس ہیں۔ درویشوں کے کام کے نہیں ہیں اور بعض عورتیں جو تمہارے گھر میں ہیں اُن کو دیدو۔ تاکہ وہ پہن لیں کیونکہ اُن کے لائق ہیں۔ اس طرح آپ نے واپس بھیج دیے۔ اس کرامت کے ظہور سے وہ عورت جس نے ویسا کہا تھا بہت شرمندہ ہوئی اور نادم و پشیمان ہو کر توبہ کی کہ آئندہ آپ کے متعلق ایسی بات کبھی نہ کہے گی۔

جان آگئی:

میر مذکور یہ بھی بیان کرتے تھے کہ میرا بیٹا شمس الدین احمد جب دو سال کا تھا تو دہلی کے نواح میں عظیم وبا پھیلی۔ وہ بھی سخت بیمار ہو گیا اور دو تین دن تک اس نے دودھ نہ پیا اور ہوش کھو بیٹھا۔ جان کنی کے آثار ظاہر ہوئے اور ایسا لگتا تھا کہ اس کے پیروں سے جان نکل کر کمر تک آ گئی اور کمر سے سینے تک پہنچ گئی۔ جو لوگ وہاں بیٹھے تھے وہ رونے لگے۔ لیکن میں بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہو گیا اور نذر مانی کہ یہ بچہ جب پانچ چھ سال کا ہو گا تو اس کی دایہ کے ساتھ اُسے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجوں گا کہ وہیں بڑا ہو گا اور وہاں کی غلامی کرے گا اور عبادت میں مشغول رہے گا۔ اس نذر ماننے کے بعد ہی فوراً ایسا محسوس ہوا کہ اس کے بدن میں جان پھر آ گئی۔ وہ حرکت کرنے لگا، آنکھیں کھولیں، دودھ مانگا اور اچھا ہو گیا۔

ماں باپ مسلمان ہو گئے:

ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور نو مسلم عبدالمومن خدمت میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ”مانگ کیا مانگتا ہے، (اِن شاء اللہ) وہی ملے گا“۔ اس نے کہا کہ ”حضور میرا بھائی اور والدہ اپنے کفر میں بڑی شدت اور تعصب رکھتے ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی مگر وہ مسلمان نہیں ہوتے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وہ مسلمان ہو جائیں“۔ آپ نے فرمایا کہ ”کچھ اور بھی چاہیے؟“ اس نے کہا کہ ”آپ کی توجہ سے سب بھلائی مجھے مل جائے گی، لیکن ابھی یہی آرزو ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں“۔ آپ نے فرمایا ”بہت اچھا۔ (اِن شاء اللہ) وہ بہت جلد مسلمان ہو جائیں گے“...... آپ کے فرمانے کے تیسرے دن اس کا بھائی اور والدہ دونوں سامانہ سے سرہند آئے اور اسلام سے مشرّف ہوئے۔

شاہجہاں کی بغاوت:

لوگ کہتے ہیں کہ شیخ حسین اندجانی نقشبندی[۲۲] نے واقعے میں دیکھا کہ بہت بڑا فتنہ برپا ہوگا اور جہانگیر کی سلطنت میں فتور پیدا ہوگا۔ انہوں نے اپنا یہ کشف خان اعظم[۲۳] سے بیان کیا اور یہ بات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ”ہاں، ایسا ہی تھا جیسا کہ شیخ حسین پر ظاہر ہوا تھا۔ لیکن ہم نے اُس فتنے کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔“ چند روز گزرے تھے کہ شاہزادہ خسرو نے بغاوت کی اور اس کے ساتھ بہت سے امراء اور اغنیاء حامی ہو گئے اور ملک میں فتنہ برپا ہو گیا۔ بادشاہ (جہانگیر) نے اس کا پیچھا کیا۔ شاہزادہ نے گوبندوال کے نزدیک شکست کھائی اور دریائے چناب کے کنارے گرفتار ہوا اور اس طرح حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے کے مطابق وہ فتنہ فرو ہوا۔

مرتضٰی خاں کی فتح:

لوگ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں شہزادہ خسرو نے بغاوت کی تھی بعض اُمراء نے بادشاہ سے کہا کہ اس نے مرتضٰی خاں کے مشورہ سے ایسا کیا ہے، اور وہ بادشاہ کے خاص معتمدوں میں سے تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ مرتضٰی خان ہی کو اُس کے تعاقب میں بھیجنا چاہیے۔ یا تو وہ اس کو پکڑ کر لے آئے گا یا خود ہی مارا جائے گا۔ حضرت مجدد نے جب یہ بات سُنی تو فرمایا کہ مرتضٰی خان ہمارے خانوادہ سے محبت رکھتے ہیں اور اس سلسلے کے مُرّوج بھی ہیں اس لیے اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ آپ متوجہ ہوئے۔ پھر فرمایا کہ مجھے معلوم کرایا گیا ہے

کہ اس جنگ میں مرتضیٰ خان کی فتح ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بچہ زندہ رہا: حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عزیز کے یہاں بیٹا تو پیدا ہوتا تھا لیکن زندہ نہیں رہتا تھا اور چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو جاتا تھا۔ اس لیے وہ عزیز حیران اور پریشان رہتے تھے۔ ایک مرتبہ جب اُن کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو وہ اُسے لے کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ حضور، میں نے نذر مانی ہے کہ اگر یہ بچہ زندہ رہ کر بڑا ہو جائے گا تو اُسے آپ کی غلامی میں دے دوں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی اور فرمایا، اس بچے کا نام عبدالحق رکھیے۔ ان شاء اللہ زندہ رہے گا اور بڑی عمر پائے گا۔ لیکن ہر ماہ پانچ بہلولی (سکّہ) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ کے نام نذر دیتے رہو۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی برکت سے وہ بچہ بڑی عمر کو پہنچا۔

باطن کی خبر:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُرید نے بیان کیا کہ میں چھپ کر افیون کھایا کرتا تھا اور کسی کو بھی اس کی خبر نہ تھی۔ ایک دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جا رہا تھا، اتنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر نگاہ کی اور فرمایا کہ ”اے شخص، میں تیرے دل میں تاریکی دیکھتا ہوں، کیا بات ہے؟“ ناچار میں نے اقرار کیا کہ میں چھپ کر افیون کھاتا ہوں۔ لیکن اب تائب ہوتا ہوں۔

غیب کی خبر:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر گرامی جب پچاس سال کی ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ عمر کے پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان مجھے اپنے اوپر ایک عظیم حادثہ ظاہر ہوتا ہے اور اس وقت میری رحلت سے متعلق قضائے معلّق مشہود ہو رہی ہے۔ لیکن ساٹھ سال کے بعد جس کو اب بارہ سال باقی ہیں۔ اس دنیا سے قضائے مبرم اور قطعی محسوس ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ یعنی پچاس اور ساٹھ سال کی عمر کے مابین بادشاہ کی طرف سے عظیم حادثہ پیش آیا۔ کیونکہ بعض اعدائے دین نے چغل خوری کی تھی اور آپ نے بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی نہیں کیا تھا جو بادشاہوں کے لیے رائج تھا۔ اور یہ واقعہ مشہور ہے۔ اور جب آپ کی عمر گرامی تریسٹھ سال کی ہوئی تو جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کیا تھا کہ رحلت ساٹھ سال کے بعد واقع ہوگی، تو ایسا ہی ہوا۔

غیب کی خبر:

سنہ ۱۰۳۲ھ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جب اجمیر شریف میں تھے فرمایا کہ میرے انتقال کا زمانہ قریب ہے۔'' اور آپ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارتیں اور کرامتیں حاصل کیں۔ جیسا کہ آپ نے صاحبزادہ کو لکھا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''تم کو دنیا کے اجازت نامے کی بجائے آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا اور مقامِ شفاعت عطا کیا گیا۔'' آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''امہات المؤمنین (رضی اللہ عنہن) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بعض خدمات کا اہتمام فرما رہی ہیں اور فرماتی ہیں کہ ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ ایسا اور ویسا کرنا چاہیے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میرے لیے کوئی اجنبی نہیں۔'' اس کے بعد حضرت مجدد پوری طرح سے آخرت کے کاموں میں لگ گئے اور گو کہ آپ کو ارشاد و تکمیل میں راحت حاصل ہوئی تھی لیکن چونکہ محبوبِ حقیقی کے وصال نے پرتو ڈال رکھا تھا۔ آپ نے تنہائی اختیار کر لی تھی اور آپ کے مکتوبِ گرامی کے ملنے کے بعد صاحبزادوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا اور اجمیر شریف پہنچ گئے۔ آپ نے اُن کو تنہائی میں ارشاد فرمایا کہ ''مجھے اب کسی طرح بھی اس دنیا سے وابستگی نہیں رہی ہے، مجھے دوسری دنیا میں جانا چاہیے''۔ پھر آپ نے وصیتیں فرمائیں۔ پھر آپ اپنے وطن (سرہند) پہنچ گئے۔ اور اپنے لیے الگ ایک خلوت خانہ متعین فرمایا، جہاں آپ رہتے تھے اور تھوڑے عرصے میں وہیں رحلت فرمائی۔

لوحِ محفوظ پر نظر:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ شعبان سنہ ۱۰۳۳ھ میں گوشہ نشین تھے اور شب برات تھی۔ آپ نے اس رات بیداری فرمائی اور دو حصہ رات گزر جانے کے بعد آپ گھر تشریف لائے۔ اس وقت مخدوم زادگان کی والدہ ماجدہ جو زہرائے وقت تھیں اپنے مصلّے پر بیٹھی ہوئی تسبیحات پڑھ رہی تھیں۔ ناگاہ محترمہ کی زبان سے نکلا کہ، یہ رات تو ایسی ہے کہ لوگوں کی موت و حیات اور تقدیر مقرّر ہوتی ہے۔ خدا جانے کس کا نام ورقِ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اور کس کا نام ثابت رکھا ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ، تم تو شبہہ و شک اور تردّد سے کہتی ہو لیکن اس شخص کا حال کیا ہوگا جو دیکھتا اور جانتا ہے کہ اس کا نام نامۂ وجود سے محو کر دیا گیا ہے۔ اور اشارہ اپنے متعلق فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بات سے چھ ماہ بعد آپ نے رحلت فرمائی۔

غیب کی خبر:

ایک روز آپ اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ ”موسم سرما میں اب اس گھر میں ہم نہ سوئیں گے۔“ حاضرین نے عرض کیا کہ اس مکان میں تو آپ آرام فرمائیں گے جو آپ نے گوشہ نشینی کے لیے متعین فرمایا ہے“۔ فرمایا کہ ”اس جگہ بھی نہیں۔“ انہوں نے عرض کیا: تو پھر کس جگہ آرام فرمائیں گے؟ فرمایا کہ ”ان میں سے کسی بھی جگہ نہیں۔ اور تم دیکھ لو گے کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس طرح آپ نے بات پوشیدہ رکھی اور دوستوں کو رنج سے بچانے کے لیے صراحت نہیں فرمائی۔ پھر موسمِ سرما میں آپ کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔

وصال کی خبر:

ایک دن فرمایا کہ میں اپنی عمر تریسٹھ سال سے زیادہ نہیں پاتا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ آپ کی عمر گرامی تریسٹھ سال کی تھی جب رحلت فرمائی۔ ایک روز آپ نے ایک صادق العقیدہ امیر کو کسی حاجت مند کی سفارش میں مکتوب لکھا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ ”چونکہ اس شہر میں ہر سال وبا آتی ہے، معلوم نہیں کہ اس سال میری زندگی وفا کرتی ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ آپ اچھی طرح ہوں گے۔“ اسی طرح آپ نے بات پوشیدہ رکھتے ہوئے اپنے انتقال کی خبر کر دی۔ پھر اسی سال آپ نے رحلت فرمائی۔

غیب کی خبر:

ایک دوست[۲۴] نے بتایا کہ اُس زمانے میں جب کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ قدس سرّہٗ بیمار تھے، مجھے خیال آیا کہ چند روز کے لیے اجازت لے کر اپنے وطن ہو آؤں، پھر خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”مصمم ارادہ ہو گیا ہے کہ اپنے وطن جا کر (جلد) واپس خدمت میں پہنچوں“۔ آپ نے فرمایا کہ چند روز ٹھہر جاؤ“۔ میں نے عرض کیا کہ ”خطرہ غالب ہے“۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ”چند روز صبر کرو“۔ میں نے عرض کیا کہ ”عنقریب آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا“۔ آخر آپ نے بادل ناخواستہ اجازت دے دی اور یہ مصرع پڑھا:۔

کجا تو، کجا ما، کجا نو بہار! (کہاں تم، کہاں ہم، کہاں نو بہار!)

اس بات کے چند روز بعد آپ نے رحلت فرمائی۔

وصال کی خبر: ۱۲ر محرم الحرام ۱۰۳۴ھ کو آپ نے فرمایا کہ مجھے فرمایا گیا ہے کہ چالیس پچاس دنوں کے

اندر تمہارا انتقال ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۲۸ رصفر کو رحلت فرمائی۔

وصال کا علم:

اپنی بیماری سے پہلے فرمایا تھا کہ دو روپے کے کوئلے انگیٹھی کے لیے لائیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایک روپیہ ہی کے کافی ہیں کہ واعظِ الٰہی نے میرے دل میں (ابھی) کہا ہے کہ فرصت کہاں ہے کہ دو روپے کے کوئلے جلائے جائیں۔ عرض کیا گیا کہ موسمِ سرما ہے اس لیے اندر (مکان میں) کام آجائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ احباب طویل امید رکھتے ہیں، وقت کہاں ہے کہ ایسا کریں۔ جب دو روپے کے لائے گئے تو اُن میں سے نصف اپنے لیے آپ نے جُدا کر لیے کہ بس اس قدر ہمارے لیے کافی ہیں اور بقیہ گھر میں بھیج دیے اور جتنے کوئلے آپ نے اپنی انگیٹھی کے لیے جدا کر لیے تھے وہ آپ کے وصال کے وقت تک کافی ہوئے۔

تکفین کی وصیت:

اپنی وفات سے بہت پہلے صاحبزادوں کی والدہ صاحب سے آپ نے فرمایا تھا کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ''تم سے پہلے میرا انتقال ہوگا۔ اس لیے تم اپنے مہر کی رقم میں سے جو کہ یقینی طور پر حلال ہے میری تکفین کرنا''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ محترمہ سے پہلے آپ نے انتقال فرمایا۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......عبدالمصطفیٰ اعظمی، مولانا، کرامات صحابہ، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء، ص۔ ۲۸

۲......ایضاً، صفحہ ۲۸' بحوالہ (الف) حجۃ اللہ علی العالمین' جلد دوم، ص۔ ۸۴۹

(ب) نشر المحاسن الغالیہ

۳......قرآن کریم' سورہ نمل۔ ۴۰

۴......اقبال احمد اختر القادری، امام ربانی، مطبوعہ کراچی ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء، ص۔ ۶، ۹

۵......محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، تجلیات امام ربانی، مطبوعہ لاہور ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ص۔ ۱۹

۶......فارسی نسخے میں مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ''غفران پناہ'' لکھا ہے۔ یعنی اُن کی وفات (۱۰ ربیع الآخر ۱۰۵۲ھ) کے بعد حضرات القدس کی تکمیل ہوئی۔

۷.....حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب الیہ محمد امین کابلی تھے (دفتر اوّل ۔۱۶۶_۱۹۹) لیکن یہ محمد امین کوئی دوسرے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔

۸.....عبدالرحیم خانِ خانان کی ولادت ۹۶۴ھ میں لاہور میں ہوئی۔ ۱۰۳۶ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ ۱۰۱۷ھ میں وہ دکن کی صوبہ داری سے معزول ہوئے تھے۔ پھر میر محمد نعمان (م ۱۰۵۸ھ) کے توسل سے حضرت مجدد کی دعائیں حاصل کیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مکتوبات: (دفتر اوّل ۲۳_۶۷_۶۸_۶۹_۷۰_۱۹۱_۱۹۸_۱۲۴_۲۳۲_۲۶۸..... دفتر دوم ۸_۶۲_۶۶) اُن کے نام ہیں جو ظاہر ہے کہ ۱۰۱۷ھ کے بعد لکھے گئے ہوں گے۔

۹.....ڈاکٹر سراج احمد خان نے اپنی کتاب کے بابِ چہارم میں تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جمعہ یکم رجب ۱۰۲۸ھ کو قید ہوئے اور جمعہ ۱۱؍رجب ۱۰۲۹ھ کو رہا ہوئے لیکن بعض حاسدوں کی چغل خوری کی وجہ سے بادشاہ نے آپ کو لشکر میں رکھا۔ ۱۰۳۲ھ کے رمضان (۱۹؍جون ۱۶۲۳ء سے شروع ہوا) میں آپ اجمیر شریف میں تھے۔

۱۰.....حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ ۹۷۷ھ میں ولادت اور ۱۰۴۳ھ میں وفات ہوئی۔ اپنے پیر کے قریب دفن ہوئے۔ ابوالفضل کے بہنوئی تھے جو آپ کی دین داری کی وجہ سے آپ کو پریشان کرتا تھا۔

۱۱.....یہ شیخ فرید، ''سیادت پناہ، شیخ جیو'' کے القاب سے مکتوبات شریف میں یاد کیے گئے ہیں یعنی (دفتر اوّل ۔۱۹ میں ''نواب شیخ'' پھر ''شیخ جیو)'' مکتوب ۴۱ تا ۵۴_۶۳_۶۴_۱۰۳_۱۵۲_۱۶۳_۱۶۵_۱۹۳_۲۱۳_۲۳۳ لیکن ۲۶۹ میں ان کو مرتضٰی خان کہا گیا ہے اور یہ وہ خطاب تھا جو جہانگیر نے اپنے پہلے سال جلوس یعنی ۱۰۱۴ھ میں اُن کو دیا تھا۔ ۱۰۲۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۲.....یہ قلعہ ۱۰۲۹ھ میں فتح ہوا۔ کسی کا شعر ہے:

بشمشیر غزا ایں قلعہ رابکشود، تاریخش
خرد گفتا ''کشود ایں قلعہ اقبالِ جہانگیری''
۱۰۲۹ھ

۱۳.....قلیچ خان، حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے بھائی تھے۔ وہ اور ان کے کئی صاحبزادے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ ۱۰۲۳ھ میں انتقال ہوا۔

۱۴.....شیخ مزمل، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ دفتر اوّل کے مکتوبات ۱۵۳ تا ۱۵۶ آپ کے نام ہیں، ۲۶؍ربیع الآخر ۱۰۲۶ھ کو انتقال ہوا۔

۱۵......علامہ میرک کا انتقال ۱۰۳۲ھ میں ہوا۔ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے "ھو سید الشیخ" سے ان کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

۱۶......علامہ زمان عبدالحکیم سیالکوٹی بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو "مجدد الف ثانی" کہا تھا۔ ۱۰۶۸ھ میں انتقال ہوا۔

۱۷......قرآن کریم، سورۃ انعام۔ (۹۲)

۱۸......شاہجہان کی تخت نشینی کی تاریخ "زینتِ شرع" (۱۰۳۷ھ) ہے۔

۱۹......جہانگیر کی تخت نشینی ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو انتقال ہوا۔

۲۰......ابوالفضل کے بہنوئی اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز خلفاء میں سے تھے۔ بعد میں حضرت مجدد سے رجوع ہوئے۔ یکم صفر ۱۰۴۳ھ کو آگرہ میں انتقال ہوا۔ بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دہلی میں دفن ہوئے۔

۲۱......شرف الدین حسین بدخشی تھے۔ بہت سے مکتوبات ان کے نام ہیں: دفتر اوّل میں ۱۴۶، ۱۵۹، ۱۸۹......دفتر دوم میں ۲۵، ۳۱، ۶۸، ۸۲......دفتر سوم میں ۵۹

۲۲......متن میں ان کا نام شیخ حسین حانی نقشبندی لکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ شرف الدین حسین بن عماد الدین محمد الحسنی الھروی اندجانی ہوں، جن کا ذکر کرامت نمبر ۷۹ میں ہے۔ انہوں نے ۱۰۷۲ھ میں "مکتوبات معصومیہ" کا دفتر دوم مرتب کیا تھا۔

۲۳......خانِ اعظم مرزا عزیز کوکہ ۱۰۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ اکبر کے ہم عمر اور رضاعی بھائی تھے۔ جہانگیر نے ان کی بڑی قدر کی۔

۲۴......غالباً یہ دوست محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ (مصنف "زبدۃ المقامات") تھے جو برہان پور جا رہے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے وقت سرہند میں موجود نہ تھے۔

(نوٹ: یہ تمام کرامات حضرت خواجہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی معروف و مستند کتاب "حضرات القدس" جلد دوم مطبوعہ سیالکوٹ، ص۔ ۱۸۱ تا ۲۲۷ سے اخذ کی گئی ہیں، مرتب)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نگار خانہ

(بعض مقالہ نگار کا مختصر تعارف)

مرتبہ

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نگارخانہ

☆☆

ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم

ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم اردو زبان وادب کے استاد کی حیثیت سے معروف ہیں، ان کی نگارشات میں ''اردوئے قدیم اور چشتی صوفیہ'' مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۹۷ء اور ''بارھویں صدی ہجری میں دلی کا شاعرانہ ماحول'' مطبوعہ اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۹۹ء معروف ہیں...... آپ ۲۶؍ جولائی ۲۰۰۲ء کو انتقال کر گئے' پاکستان کے شہر ساہیوال میں سپرد خاک کیا گیا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اختر چیمہ ابن حاجی غلام حسین چیمہ فیصل آباد میں پیدا ہوئے...... بی۔ اے فیصل آباد سے اور ایم۔ اے (فارسی) اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور سے کیا جبکہ ''مقام شیخ فخر الدین عراقی در تصوف اسلامی'' کے عنوان سے فارسی میں مقالہ لکھ کر تہران یونیورسٹی، تہران (ایران) سے ۱۹۷۴ء میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی۔ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۸۱ء گورنمنٹ کالج جڑانوالہ میں بحیثیت لیکچرار فائز رہے، ۱۹۸۱ء سے گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں اسسٹنٹ پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، پروفیسر اور پھر پرنسپل کے عہدوں پر فائز رہے۔ فارسی ادب اور تصوفِ اسلامی میں آپ کا تحقیقی کام نہایت ممتاز ہے، آپ نے فارسی میں ۲۵؍ مقالات تحریر کیے جو کہ پاکستان کے علاوہ تہران، تبریز اور مشہد سے شائع ہوئے جبکہ اردو مقالات ومضامین کی تعداد ۱۵۴؍ کے قریب ہے...... تصانیف میں ''دلیل العارفین' تعارف مخزنِ چشت' مناقب الفرید، تجلیات غوثیہ، رقعاتِ مرشد اور مقالاتِ اختر شامل ہیں۔ آپ نے اردو اور فارسی کی علمی وادبی اور تحقیقی کتب پر دیباچے، تقدیم اور پیش لفظ بھی تحریر کیے...... ملک وبیرون ملک کی متعدد کانفرنسوں میں مقالات پیش کر چکے ہیں۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ' شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں میاں غلام اللہ شرقپوری المعروف حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے ہاں ۲۷ر شوال المکرم ۱۳۵۳ھ/ ۲۳ر فروری ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے...... والد ماجد سے گلستان' بوستان پڑھیں' دینی تعلیم شیخ محمد عثمان، سید اقبال احمد شاہ' شیخ مولوی حسن محمد اور محمد احمد خاں سے حاصل کی جبکہ الگ سے میٹرک بھی کیا...... شرفِ بیعت والد ماجد ہی سے نصیب ہوا اور ان ہی کے خلیفہ و جانشین کی حیثیت سے خلق خدا کی خدمت کی سعادت تاحال حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے تبلیغِ دین اور سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کی غرض سے یورپ و عرب کے متعدد ممالک کا دورہ کیا، جگہ جگہ مساجد اور دینی ادارے قائم کیے جن میں دار المبلغین حضرت میاں صاحب، جامعہ حضرت شیر ربانی (برائے طالبات)' تحریک مجدد الف ثانی اور ادارہ نور اسلام نمایاں ہیں جبکہ صرف پاکستان میں آپ کی زیر سرپرستی تعمیر ہونے والی مساجد کی تعداد ۶۲ ہے...... آپ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے افکار کی ترویج و اشاعت کے لیے عربی اردو اور انگریزی میں گرانقدر کتب شائع کیں جن میں المنتنجات من المکتوبات امام ربانی (عربی)' مرأۃ المحققین' مسلک مجدد، منیۃ المصلی، سرہند شریف، حضرت مجدد کے ناقدین، تنویر حرم، رسالہ ردِ روافض، خزینۂ معرفت، سوانح بے بہائے امام اعظم اور حالات حضرت امام ربانی نمایاں ہیں...... لاتعداد کتب نہ صرف شائع کر کے تقسیم کیں بلکہ بازار سے خرید کر بھی یہ طریقہ تبلیغ اپنایا...... ۱۹۶۰ء میں شرقپور شریف سے ماہنامہ "نور اسلام" جاری کیا جو تاحال جاری ہے جبکہ مرد و خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے الگ الگ ادارے قائم کیے جہاں علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ بھی پڑھائے جاتے ہیں...... آپ کے ذاتی کتب خانہ میں نادر و نایاب کتب اور مخطوطات کا عظیم ذخیرہ تھا جو آپ نے افادۂ عام کے لیے ۲۰۰۱ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کو عطیہ کر دیا' ان کتب کی فہرست ہی ۷۵۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کی اولاد میں تین صاحبزادے میاں خلیل احمد شرقپوری، میاں سعید احمد شرقپوری، میاں جلیل احمد شرقپوری اور ایک صاحبزادی ہیں...... الحمدللہ آپ آج بھی خانقاہ شرقپور شریف سے اپنے اجداد کی دولتِ عرفان لٹا رہے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ابن شیخ امیر اللہ ۹ر جولائی ۱۹۶۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے، قرآن کریم کے بعد ۱۹۸۴ء میں میٹرک، ۱۹۸۶ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۸۹ء میں بی۔اے کیا...... ۱۹۹۳ء میں کل پاکستان سطح

پر اول درجے سے کامیابی حاصل کرتے ہوئے ڈاکٹر آف ای۔ایچ۔پی (الیکٹرو ہومیو پیتھک) کی سند حاصل کی طبیعت شروع سے خدمت دین کی طرف مائل تھی اس لئے میڈیکل کی لائن اختیار نہ کی...... علوم جدیدہ کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کا سلسلہ بھی جاری رہا...... ۱۹۸۹ء میں درس نظامی کی ابتدائی کتب مفتی وقارالدین قادری سے دارالعلوم امجدیہ میں پڑھیں...... ۱۹۹۵ء میں دعوۃ اکیڈمی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) اسلام آباد سے ایک سالہ مراسلاتی کورس ''تخصص معانی القرآن'' کیا...... ۱۹۹۸ء میں علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی سے دو ماہی ''دورہ تفسیر القرآن'' پڑھا اور اول پوزیشن حاصل کی...... اسی سال علامہ موصوف سے شش ماہی دورِ حدیث پڑھ کر ''سند الفراغ'' حاصل کی...... ۱۹۹۹ء میں دعوۃ اکیڈمی (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی) اسلام آباد سے ایک سالہ مراسلاتی کورس ''تخصص دراسات اسلامیہ'' کیا...... ۲۰۰۲ء میں دو ماہی کمپیوٹر ڈپلومہ حاصل کیا، ۲۰۰۳ء میں خانہ فرہنگ ایران کراچی سے ''آموزش زبان فارسی'' اور پھر ۲۰۰۴ء میں ''زبان وادبیات فارسی'' کے کورس مکمل کر کے اسناد حاصل کیں...... آپ کو تحریر سے انتہائی شغف ہے، روزنامہ جنگ کراچی اور لندن کے علاوہ پاک وہند اور یورپ تک کے اخبارات ورسائل میں آپ کے مضامین ومقالات برابر شائع ہوتے رہتے ہیں ان کے علاوہ بیسیوں تصنیفات وتالیفات شائع ہو چکی ہیں، پیش نظر جہان امام ربانی میں بھی آپ کے متعدد مقالات شامل ہیں۔

۱۹۸۶ء میں نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری سے بیعت ہوئے اور ۱۹۹۷ء میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے، آپ کو مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی اور پیر سید زین العابدین چشتی سے سلاسل نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ برکاتیہ، اویسیہ رضویہ اور چشتیہ صابریہ میں اجازات حاصل ہیں...... ۱۹۹۴ء میں عقد مسنونہ ہوا حضرت مسعود ملت نے نکاح پڑھایا، اولاد میں چار صاحبزادگان محمد دانیال احمد، محمد اویس احمد، محمد مزمل احمد، محمد وامق احمد اور ایک صاحبزادی انفال عائشہ ہیں...... ماشاءاللہ ان دنوں آپ ''آیات قیومیہ'' کے فارسی مخطوطے پر کام کر رہے ہیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرقعات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

۱......سرہند شریف کے قریب سنگ میل، امرتسر روڈ
۲......روضۂ شریف مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی نو تعمیر شدہ عمارت (سرہند شریف)
۳......روضۂ شریف مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور مسجد شریف کا ایک بیرونی منظر
۴......قومی عجائب گھر، لاہور (پاکستان)

امر تسر روڈ۔ سرہند شریف کے قریب سنگ میل

سرہند شریف۔ بھارت

حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سلطان وقت (جہانگیر) نے ایک معتمد بکر ماجیت کو (نواب مرتضیٰ خان کے انتقال کی خبر کے بعد) قلعۂ کانگڑھ کی مہم پر بھیجا۔ جب وہ سرہند پہنچا تو آپ کی خدمت میں بہت نیازمندی اور عاجزی کے ساتھ حاضر ہوا اور بہت عاجزی ظاہر کی اور بہت ادب کے ساتھ بیٹھا بلکہ اپنے باطنی طور پر مسلمان ہونے کے حالات بھی بیان کیے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص باطن میں مسلمان ہے اور ظاہر میں کفر و انکار کی علامات ظاہر کرتا ہے تو وہ کافر ہے، پھر اس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے قلعہ کانگڑہ کی مہم کیلئے متعین کیا ہے جو بہت سخت مہم ہے کہ نواب مرتضیٰ خان جیسے شخص کو اس مہم پر بھیجا گیا تھا اور کوئی صورت فتح کی پیدا نہ ہوسکی۔ میں حیران ہوں کہ دارالحرب کے کفار پر کس طرح حملہ کروں۔ مگر آپ دستگیری فرمائیں اور بشارت دیں کہ وہ قلعہ میرے ہاتھوں فتح ہوجائے، آپ نے فرمایا کہ دارالحرب کے کفار سے جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور جب تم اس واجب کو ہماری گردنوں سے ساقط کرارہے ہو (یعنی سب کی طرف سے تم ہی جنگ کررہے ہو) تو ہم تمہارے لئے دعا کیوں نہ کرینگے؟ جب اس (بکرماجیت) نے آپ کو اس معاملے میں مہربان پایا تو اس نے اور بھی زیادہ سے زیادہ عاجزی اور انکساری ظاہر کی اور عرض کیا کہ جب تک آپ فتح کی بشارت نہ دیں گے میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ آپ نے وہی بات دہرائی تو اس نے اور بھی زیادہ التجا اور زاری ظاہر کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ اسے کسی طرح تسلی نہیں ہوتی تو آپ مراقب ہوئے اور توجہ فرمائی۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ ''(انشاءاللہ) تمہاری فتح ہوگی، خاطر جمع رکھو اور جاؤ۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بہت تواضع اور انکسار ظاہر کیا اور چلا گیا۔ وہ قلعہ جس کو اگلے بادشاہوں میں سے کسی نے شاید ہی فتح کیا ہو حضرت مجدد کی تھوڑی سی توجہ سے فتح ہوگیا۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی۔ حضرات القدس، جلد دوم، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۱۹۷)

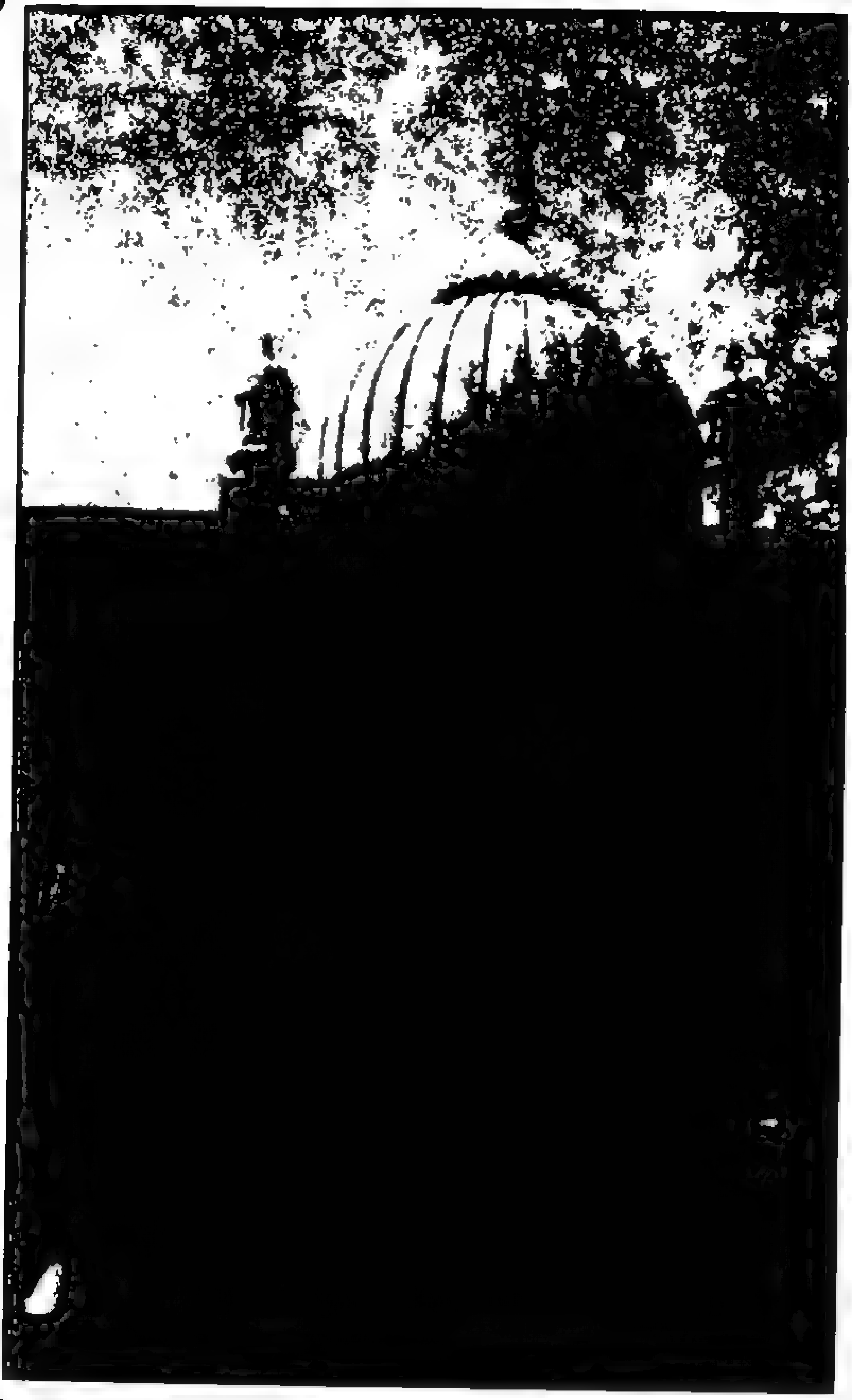

روضہ شریف مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی نو تعمیر شدہ عمارت

سرھند شریف ۔ بھارت

حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مجدد کی عمر گرامی جب پچاس سال کی ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ عمر کے پچاس اور ساٹھ سال کے درمیان مجھے اپنے اوپر ایک عظیم حادثہ ظاہر ہوتا ہے اور اس وقت میری رحلت سے متعلق قضائے معلق مشہود ہورہی ہے۔ لیکن ساٹھ سال کے بعد جس کو اب بارہ سال باقی ہیں۔ اس دنیا سے قضائے مبرم اور قطعی محسوس ہوتی ہے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ یعنی پچاس اور ساٹھ سال کی عمر کے مابین (جیسا کہ فرمایا تھا) بادشاہ کی طرف سے عظیم حادثہ پیش آیا۔ کیونکہ بعض اعدائے دین نے چغل خوری کی تھی اور آپ نے بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی نہیں کیا تھا جو بادشاہوں کے لئے رائج تھا، اور یہ واقعہ مشہور ہے اور جب آپ کی عمر گرامی تریسٹھ سال کی ہوئی تو جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کیا تھا کہ ساٹھ سال کے بعد واقع ہوگی، تو ایسا ہی ہوا۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، جلد دوم، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۲۲۴)

حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک دن فرمایا کہ میں اپنی عمر تریسٹھ سال سے زیادہ نہیں پاتا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ آپ کی عمرِ گرامی تریسٹھ سال کی تھی جب رحلت فرمائی۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی۔ حضرات القدس، جلد دوم، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۲۲۶)

روضہ شریف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور مسجد شریف کا ایک بیرونی منظر

سرہند شریف۔ بھارت

حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مجدد شعبان ۱۰۳۳ھ میں گوشہ نشین تھے اور شب برات تھی۔ آپ نے اس رات بیداری فرمائی اور دو حصہ رات گزر جانے کے بعد آپ گھر تشریف لائے۔ اس وقت مخدوم زادگان کی والدہ ماجدہ جو زہرائے وقت تھیں اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی تسبیحات پڑھ رہی تھیں۔ ناگاہ محترمہ کی زبان سے نکلا کہ یہ رات تو ایسی ہے کہ لوگوں کی موت وحیات اور تقدیر مقرر ہوتی ہے۔ خدا جانے کس کا نام ورق ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اور کس کا نام ثابت رکھا ہے۔ حضرت مجدد نے فرمایا کہ تم تو شبہ وشک اور تردد سے کہتی ہو لیکن اس شخص کا حال کیا ہوگا جو دیکھتا اور جانتا ہے کہ اس کا نام نامۂ وجود سے محو کر دیا گیا ہے اور اشارہ اپنے متعلق فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بات سے چھ ماہ بعد آپ نے رحلت فرمائی۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی۔ حضرات القدس، جلد دوم، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۲۲۵)

○

حضرت مجدد الف ثانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۱۲ محرم الحرام ۱۰۳۴ھ کو آپ نے فرمایا کہ مجھے فرمایا گیا ہے کہ چالیس پچاس دنوں کے اندر تمہارا انتقال ہو جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۲۸ صفر کو رحلت فرمائی۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی۔ حضرات القدس، جلد دوم، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۴ھ، ص ۲۲۶)

قومی عجائب گھر لاہور۔ پاکستان

۶۲۰

مختصر تعارف

جہان امام ربانی

اقلیم چہارم

۱۸۸۴

۶۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اقلیم چہارم

☆☆

۞…… نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	امام احمد رضا محدث بریلوی
۞…… مناقب	نظام الدین سرہندی، عبدالاحد وحدت خواجہ احمد حسین، قمر یزدانی
۞…… ابتدائیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞…… تاثرات	حکیم محمد سعید، پروفیسر عزیز احمد پروفیسر خورشید حسین، پروفیسر محمد عارف اظہر پروفیسر محمد رضا خان، پروفیسر محمد اسلم

کشورِ اوّل

۞…… آفتابِ شرف	محمد ابوالشرف مجددی
۞…… امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی	شاہ ابوالحسن زید فاروقی
۞…… حضرت مجدد الف ثانی	کوثر نیازی
۞…… حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی	نواب محمد صدیق حسن خاں بھوپالی
۞…… حضرت مجدد مطلع تاریخ پر	آباد شاہ پوری
۞…… اکبر و جہانگیر اور مجدد الف ثانی	قاضی ظہور احمد اختر

۱۸۸۵

کشورِ دوم

- برصغیر میں حق وباطل کے معرکے …… پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
- دوقومی نظریہ اور حضرت مجدد الف ثانی …… پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ خاں
- حضرت مجدد الف ثانی اور دوقومی نظریہ …… پروفیسر محمد اسلم
- برصغیر میں دوقومی نظریہ کی بنیاد اور تحریک مجدد الف ثانی …… سردار علی قادری

کشورِ سوم

- خاندان مجدد کا زرّیں کردار …… سردار علی قادری
- شیخ احمد سرہندی، سلسلہ مجددیہ کا نقطۂ آغاز اور سلطنت مغلیہ پر اس کے اثرات …… پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بیولر سالم عبداللہ
مترجم: ڈاکٹر سید عدنان خورشید مسعودی
- حضرت مجدد اور محمد علی جناح …… محمد بخش مسلم
- سرمایۂ ملت کا نگہبان …… ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- حضرت مجدد دانشوروں کی نظر میں …… پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کشورِ چہارم

- حضرت مجدد الف ثانی کا سفر آخرت …… خواجہ بدرالدین سرہندی، مترجم: اعزازالدین احمد
- اشک باری ودل فگاری …… خواجہ محمد ہاشم کشمی

تاریخہائی وصال حضرت مجدد	خواجہ محمد ہاشم کشمی
حضرت مجدد کے سلسلہ عالیہ کے حضرات قدسیہ	خواجہ بدرالدین سرہندی مترجم: اعزاز الدین احمد
مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان	پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی
خواجہ محمد معصوم، مقاماتِ آدمیہ کی روشنی میں	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
خواجہ محمد معصوم اور اورنگ زیب عالم گیر کے تعلقات پر ایک نظر	پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری
مکتوبات معصومیہ، شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے نام اور مکتوبات خواجہ محمد سیف الدین، شاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ محمد معظم اور شہزادی روشن آراء کے نام	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی	مولانا نسیم احمد فریدی فاروقی
حضرت مجدد اور علماء عصر	ڈاکٹر سراج احمد خاں
حضرت مجدد کے معاصر علما و مشائخ سے اختلاف کا تحقیقی جائزہ	ڈاکٹر محمد انصار خاں نقشبندی

کشورِ پنجم

سلسلۂ مجددیہ کے نامور شیخ مرزا مظہر جان جاناں	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی	علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری

ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی	شاہ رؤف احمد مجددی
مولانا شیخ خالد نقشبندی	ڈاکٹر مہیندخت معتمدی مترجم: الحاج محمد یونس باڑی مظہری
نگارخانہ	
مرقعات	

الحمد لله
الحمدلله
خط کوفی چہار ضربی